شیطان کے گماشتے

اسلم راہی ایم اے

ناشر	:	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	:	نیر اسد پرنٹرز لاہور
سن اشاعت	:	2008ء
تعداد	:	600
کمپوزنگ	:	کلائمکس گرافکس
قیمت	:	[redacted]-پے

فون: 7231595-7352835

مکتبہ القریش اُردو بازار لاہور۔

انتساب:

اپنے خداوند قدوس کے نام......!

جس کی ذات کی نشانیاں اور علامتیں

میں صبح کی زرفشانی اور شام کی رونمائی

میں دیکھتا ہوں۔

تعارف:

زیرِ نظر ناول میں دو شیطانی قوتیں مسلمانوں سے ٹکراتی دکھائی دیں گی۔ ایک شمال کی تاریکیوں سے نمودار ہونے والے نارمن جن کا کوئی مذہب نہ تھا۔ دوسری قوت اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف بد ذہنی کرنے والی تھی۔

اس میں آپ کو تمدن کے باغی اور تاریخ کے کردار یولوجیوس اور فلورا بد ذہنی کے ساتھ عشق کرتے بھی دکھائی دیں گے۔ اس ناول میں وحشی نارمنوں کے غیر مہذب سردار مناکش کی شہزادی سیرد مسلمان سالار اسمٰعیل بن موسیٰ سے ٹکراتی، نفرت کرتی، ہارتی پھر محبت کرتی بھی دکھائی دے گی۔



☆★☆

اندلس کے شمالی علاقوں اشتوراس کا بادشاہ ایسٹریاس اپنے مرکزی شہر اویدو میں قصر کے بڑے کمرے میں اپنے سالاروں، امرائے سلطنت، ذمہ دار لوگوں، انتظامیہ اور عدل کے کارکنوں کے علاوہ مرکزی شہر کے عام لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ اس کے پہلو میں اس کی حسین اور خوب صورت بیٹی افوبہ اس وقت گھڑ دوڑ کے لباس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسے میں اشتوراس کا چوبدار قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ تھوڑا آگے جا کر اپنی کمر کو خوب خم کرتے ہوئے اس نے اپنے سر اور گردن کو زمین کی طرف خوب جھکایا۔ ساتھ ہی اسنے اپنے ہاتھ میں جو سانپ کے منہ والا عصا پکڑ رکھا تھا اسے بھی اپنے ساتھ زمین کی طرف جھکا دیا۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا اور ایسٹریاس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! ہماری وہ سرحد جو فرانس سے ملتی ہے ادھر سے ہمارے کچھ مخبر آئے ہیں اور انہوں نے جو اطلاع کی ہے وہ یقیناً ہمارے لئے حوصلہ شکن ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شمال کے وحشی جنہیں نارمن کہتے ہیں، جنہیں شمال کے جنگجو کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے وہ لاکھوں کی تعداد میں شمال کے برفستانوں سے نکل کر جنوب کی طرف بڑھے ہیں اور ان دنوں انہوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ فرانس اور انگلستان کے ساحلوں کو اپنا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ ان دونوں ملکوں کے ساحلوں پر وہ حملہ آور ہو کر دور دور تک لوٹ مار کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اس وقت کوئی طاقت ایسی نہیں جو ان کا رخ موڑے یا انہیں اس لوٹ مار سے روک سکے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد چوبدار رُکا، گلا صاف کیا، دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”اس کے علاوہ ہمارے سرحدی محافظوں نے یہ بھی اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ جو خبریں

اس وقت فرانس اور انگلستان کے علاوہ ہمارے شمال میں اڑ رہی ہیں ان کے مطابق انگلستان اور فرانس کے ساحلوں پر لوٹ مار کرنے کے بعد یہ جنگجو اور وحشی لوگ جن کی تعداد لاکھوں تک بتائی جاتی ہے، جنوب کا رخ کریں گے۔ فرانس اور انگلستان کے بعد وہ اندلس کو اپنا ہدف بنائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد چوبدار جب خاموش ہو گیا تب ایسٹریاس فکرمند ہو گیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی حسین اور خوب صورت بیٹی انوبہ بھی کسی قدر پریشانی کا شکار ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایسٹریاس نے اپنے آپ کو سنبھالا، کچھ سوچا، اس کے بعد اپنے حاجب کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اگر فرانس اور انگلستان کو اپنا ہدف بنانے کے بعد وہ وحشی جنوب کی طرف بڑھیں گے تو میرا اندازہ ہے وہ ہمیں اپنا ہدف نہیں بنائیں گے۔ مزید جنوب کی طرف جائیں گے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو میرے خیال میں اس میں ہماری بہتری ہے۔ مسلمانوں پر وہ حملہ آور ہو کر انہیں کمزور کر دیں گے اور اس کے بعد دو ہی نتیجے سامنے آئیں گے۔ پہلا یہ کہ یہ نارمن مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر مسلمانوں کی حکومت اور سلطنت کو تباہ کر دیں گے۔ اس طرح مسلمان اندلس میں دکھائی نہیں دیں گے۔ اور اگر ان وحشی لوگوں نے صرف مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کی خوب لوٹ مار کی، ان کی خوب قتل و غارت کی تب بھی یہ معاملہ ہمارے لئے سودمند ہو گا۔ اس لئے کہ ایسی حالت میں مسلمان کمزور ہو جائیں گے اور نارمنوں کے ہٹنے کے ساتھ ہی اگر ہم مسلمانوں پر ضرب لگائیں گے تو ان کے وسیع علاقوں پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ میرے خیال میں ہم ان کا اندلس سے بوریا بستر سمیٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہ خوش کن الفاظ ادا کرنے کے بعد ایسٹریاس جب خاموش ہوا تب اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے اس کا چوبدار پھر بول اٹھا تھا۔

"آپ کے اندازے پوری طرح نہیں پر کسی حد تک درست ہیں۔ اس لئے کہ جنوب کی طرف آتے ہوئے وہ وحشی ہمیں بھی اپنا ہدف بنا سکتے ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں کو کچلیں گے تو ان کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی پیس کر رکھ دیں گے۔ اس لئے کہ اس وقت ان کا کوئی مذہب نہیں۔ نہ وہ نصرانی ہیں نہ ان کا کوئی اور مذہب ہے۔ وہ بت

پرست اور مظاہر پرست ہیں۔ جنگجو ہیں، وحشی ہیں، جنگ کا ایسا وسیع تجربہ رکھتے ہیں کہ فرانس اور انگلستان کے جو بھی لشکر ان کے سامنے آئے انہیں نہ صرف موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا بلکہ دونوں ملکوں کے اندر وسیع علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے انہوں نے بستیوں کی بستیاں، شہروں کے شہر خون میں ڈبو کر رکھ دیئے ہیں۔

اگر وہ جنوب کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرانس اور انگلستان کی طرح اندلس کے ساحل سے ٹکراتے ہیں تو پھر شمال میں سب سے پہلے نصرانی حکومت جلیقیہ اُن کا ہدف بن سکتی ہے۔ جلیقیہ والے کیونکہ ماضی میں بھی مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کرتے رہے ہیں لٰہذا ان کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور پھر وہ ہمارے نصرانی بھائی ہیں۔ نارمنوں کے مقابلے میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

چوبدار جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک ایسٹریاس گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس موقع پر نہ صرف اس کی بیٹی انوبہ اس کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہی تھی بلکہ سارے سالار اور عمائدینِ سلطنت کی نگاہیں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ایسٹریاس کی آواز قصر کے اس کمرے میں گونجی تھی۔ اپنے چوبدار کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ جلیقیہ والے ہمارے بھائی ہیں اور ہم انہیں تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم انہیں نہ صرف مالی مدد دیں گے بلکہ عسکری مدد کے لئے بھی ہمہ وقت تیار رہیں گے۔ لیکن ان کی طرف تیز رفتار قاصد بھجواؤ اور ان سے یہ کہو کہ جونہی نارمن ان کے علاقوں کی طرف یلغار کریں اس سے پہلے ہی وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ان کا سردار، ان کا سربراہ اور ان کے سرکردہ لوگ کون ہیں؟ یہ جاننے کے بعد جب وہ وحشی نارمن جلیقیہ کی حدود کے قریب آئیں تب جلیقیہ والے دو اقدام کریں۔ اول یہ کہ نقدی کے ڈھیر کے ڈھیر نارمنوں کو پیش کریں اور انہیں کہیں کہ جنوب کی طرف ایک بہت بڑی اور امیر سلطنت ہے۔ وہ مسلمانوں کی سلطنت ہے۔ لٰہذا اگر نارمن ان پر حملہ آور ہوں گے تو زندگی بھر کے لئے مالا مال ہو جائیں گے۔

جلیقیہ والے دوسرا کام یہ کریں کہ اپنی سلطنت میں سے کچھ خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کریں۔ پہلے سے عیسائیت سے متعلق ان کی تربیت کریں اور جب نارمن قریب آئیں تو دولت کے ڈھیر کے ساتھ انہیں وہ لڑکیاں بھی پیش کریں اور ان لڑکیوں کی

شادی ان کے سالاروں سے کرا دیں۔ ہماری وہی لڑکیاں ان کے اندر رہ کر نہ صرف یہ کہ نارمنوں کا رخ ہمارے علاقوں سے مسلمانوں کے علاقوں کی طرف موڑ دیں گی بلکہ وحشی نارمنوں پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہوئے انہیں عیسائیت کی طرف بھی مائل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ جلیقیہ والوں کو میری طرف سے یہ بھی پیغام دینا کہ چند دنوں تک میں ان کے لئے نقدی کے علاوہ تحائف بھی بھیجوں گا جو وہ نارمنوں کو پیش کر کے اپنی جان چھڑا سکتے ہیں۔ اور اگر نارمن ان کی سرزمینوں میں گھس گئے اور نکلنے کا نام نہ لیا تو پھر ہم لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ ان کی مدد بھی کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں شمالی اندلس کے باقی نصرانی حکمرانوں سے بھی رابطہ قائم کروں گا اور وہ بھی یقیناً نارمنوں کے خلاف جلیقیہ کی مدد کریں گے۔ بلکہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جہاں تم جلیقیہ والوں کی طرف قاصد بھجواؤ وہاں شمال کے دوسرے نصرانی حکمرانوں کی طرف بھی قاصد بھجوا دو اور انہیں نارمنوں کی طرف سے آگاہ کر دو۔“

ایسٹریاس کا یہ جواب سن کر اس کا چوبدار خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ایسٹریاس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے چوبدار کو آگے آنے کے لئے کہا۔ چوبدار جب اس کے قریب جا کر کھڑا ہوا تب اپنے پہلو میں رکھی ہوئی ایسٹریاس نے دو خاصی بڑی تھیلیاں اٹھائیں پھر اپنے چوبدار کی طرف بڑھائیں۔ چوبدار نے آگے بڑھ کر دونوں تھیلیاں تھام لیں۔ پھر ایسٹریاس اپنے چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس سے پہلے جس شخص کو تم قرطبہ میں یولوجیوس کی طرف بھجواتے رہے ہو اس کے حوالے یہ دو تھیلیاں کرو۔ اس لئے کہ وہ شخص ایماندار ہے۔ جو چیزیں ہم بھیجتے ہیں یولوجیوس تک پہنچاتا ہے۔ ان دو میں سے ایک میں سونے کے سکے ہیں، دوسری قیمتی اور نایاب جواہرات سے بھری ہوئی ہے۔

جب ہم نے پہلی بار قرطبہ میں یولوجیوس سے رابطہ قائم کیا تھا تو ہم نے اپنے آدمی کے ذمے دو کام لگائے تھے۔ اوّل یہ کہ وہ قرطبہ میں رہتے ہوئے ہمارے لئے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے گا۔ دوئم یہ کہ قرطبہ میں قیام کے دوران جو دولت اور نقدی ہم اسے بھجواتے ہیں اسے کام میں لاتے ہوئے وہ نصرانیت کے فروغ کے لئے کام کرے گا۔

ہمارے ان ارادوں کے جواب میں یولوجیوس نے پہلا کام کرنے سے معذرت کر

لی۔ اس کا کہنا تھا کہ قرطبہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی نہیں کی جا سکتی۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ہاں اس نے یہ ضرور حامی بھری تھی کہ جس قدر دولت ہم اسے بھیجتے ہیں اسے خرچ کر کے وہ اپنے تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے لوگوں کو عیسائیت اور نصرانیت میں داخل کرنے کی کوشش کرے گا اور مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے میں وہ کامیاب رہے گا۔''

چوبدار نے دونوں تھیلیاں سنبھال لی تھیں۔ پھر ایسٹریاس کے کہنے پر اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ اگلے روز ایسٹریاس کی طرف سے جلیقیہ، لیون، بشکنس کے علاوہ دوسرے چھوٹے چھوٹے نصرانی سالاروں کی طرف بھی ایسٹریاس نے قاصد بھجوائے اور انہیں شمال کی طرف سے اٹھنے والے نارمنوں کے خطرے اور طوفان سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس وقت شمالی اندلس میں نصرانیوں کی چار بڑی مملکتیں تھیں۔ ایک اشتوراس جس کا بادشاہ ایسٹریاس تھا۔ اس کا مرکزی شہر اویدو تھا۔ دوسری سلطنت کا مرکزی شہر جلیقیہ تھا اور جلیقیہ والوں کا ایک سالار تھا جس کا نام گاتون تھا۔ وہ ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ نصرانیوں کی تیسری سب سے بڑی اور مضبوط سلطنت لیون کی تھی جس کا حکمران الفانسو تھا اور الفانسو کا ان دنوں مرکزی شہر زامورا تھا۔ چوتھی چھوٹی حکمرانی تھی جو بشکنس کے علاقوں میں تھی اور اس کا مرکزی شہر ویٹوریا تھا۔

***

ایک روز قرطبہ شہر کے بڑے کلیسا زولوس میں ایک نوجوان داخل ہوا۔ کلیسا میں وہ چند قدم ہی آگے گیا ہو گا کہ کلیسا کے صحن میں اس وقت شنت زولوس کا بشپ اور بڑا پادری ساؤل کھڑا ہوا تھا۔ کلیسا میں داخل ہونے والا وہ شخص جب ساؤل کے قریب گیا تو ساؤل نے دیکھا آنے والا وہ نوجوان اُلجھا اُلجھا، بکھرا بکھرا سا تھا۔ اس پر بشپ ساؤل نے فکرمندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''یولوجیوس! کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں تم چند دن سے کچھ بکھرے بکھرے، پریشان ہو۔ آج تو تم مجھے زیادہ ہی اُلجھے اُلجھے دکھائی دیتے ہو۔''

ایک اُداس سی نگاہ اس نوجوان نے جس کا نام یولوجیوس پکارا گیا تھا۔ بشپ ساؤل پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''حالات نے مجھے اُداس اور افسردہ کر دیا ہے۔ توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ میرا کوئی

کام سیدھا نہیں ہو رہا۔"
ساؤل نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
"آخر تم چاہتے کیا ہو؟"
ایک عجیب سا تبسم یولوجیوس کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔
"میں چاہتا ہوں کہ میں کسی دیوتا کی طرح بلند شہ نشین پر بیٹھا ہوں اور میرے سامنے دنیا بھر کی حسین اور خوبصورت لڑکیوں کو جمع کر دیا جائے اور میں ان سے بس یونہی مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا رہوں۔"
(مشہور یورپی مؤرخ پروفیسر رائن ہاٹ ڈوزی اپنی کتاب عبرت نامہ اندلس میں لکھتا ہے کہ یہ یولوجیوس راہباؤں کی خانقاہوں میں جانے اور ان کا معائنہ کرنے کا بڑا شوقین تھا)
یولوجیوس جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے ساؤل کہنے لگا۔
"اپنی اس خواہش کا اظہار تو پہلے بھی کئی بار کر چکے ہو۔ لیکن آج میں نے تمہاری اس خواہش کی تکمیل کا ایک راستہ بھی نکال لیا ہے۔ جو راستہ میں نے چنا ہے اگر تم اس پر عمل کرو تو اس کے ذریعے نہ صرف عیسائیت اور نصرانیت کی بہترین خدمت کر سکتے ہو بلکہ تمہیں وہ شہرت حاصل ہو سکتی ہے جس کے تم متلاشی ہو اور دولت کے انبار بھی تمہارے ہاتھ لگ سکتے ہیں۔ لیکن فی الوقت میں نے تم سے یہ پوچھا ہے کہ تم آج معمول سے زیادہ افسردہ اور اُداس کیوں ہو؟"
ساؤل کے اس سوال کے جواب میں یولوجیوس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ ایک اور نوجوان کلیسا میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی ساؤل کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ پھر یولوجیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"لو........ تمہارا بہترین دوست الوارو بھی آ گیا ہے۔"
نیا آنے والا نوجوان جس کا نام الوارو تھا وہ قریب آیا اور آتے ہی ساؤل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"میں نے یولوجیوس کے ساتھ آپ کی گفتگو سن لی ہے۔ یہ نہیں بتائے گا، میں بتاتا ہوں کہ آج یہ کیوں زیادہ اُداس اور افسردہ ہے۔"
الوارو کے ان الفاظ کے جواب میں بشپ ساؤل مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو جو بتانا ہے، یہیں بتاؤ۔ اس لئے کہ اندر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی موجودگی میں یہ گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ میرا اندازہ ہے کہ یولوجیوس کی افسردگی کی جو وجہ تم بتاؤ گے وہ راز میں رکھنے والی بات ہو گی۔ میرے خیال میں معاملہ حسین اور خوبصورت لڑکی اریش تک پہنچتا ہو گا۔''

ساؤل کے ان الفاظ پر الوارو مسکرایا اور کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے۔ اریش نام کی وہ لڑکی جسے یولوجیوس کبھی پسند کرتا تھا اس نے بڑی کوشش کی کہ اسے اپنی طرف مائل کرے لیکن اس کی ساری رغبت کا الٹا اثر ہوا۔ اس نے نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آج وہ لڑکی سرِ بازار اسے ملی۔ یہ سارا معاملہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا لیکن میں اس کے پیچھے پیچھے رہا۔ اسے یہ نہیں پتہ چلنے دیا کہ میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ اس نے اریش نام کی اس لڑکی کو پکارا۔ اس سے گفتگو کرنا چاہی۔ کیا آپ جانتے ہیں جواب میں اس نے کیسے ردِعمل کا اظہار کیا؟''

ساؤل نے ایک نگاہ یولوجیوس پر ڈالی۔ یولوجیوس کا رنگ پیلا ہو چکا تھا اس کے بعد ساؤل جستجو بھرے انداز میں الوارو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس نے کیسے ردِعمل کا اظہار کیا؟''

الوارو فوراً بول اٹھا۔

''یولوجیوس کو دیکھتے ہی پہلے اس نے انتہائی نفرت بھرے انداز میں زمین پر تھوکا، پھر اس کی طرف پشت کر کے پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد الوارو جب خاموش ہوا تب یولوجیوس ایک عزم کے ساتھ کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے........ اس نے نہ صرف میری محبت کا تمسخر اُڑایا ہے بلکہ اس نے عیسائیت کا بھی تمسخر اُڑا کر رکھ دیا ہے۔ اب میں نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر رکھا ہے کہ اسے نہ صرف اپنی محبت میں مبتلا کردوں گا بلکہ اسے عیسائیت میں بھی واپس لاؤں گا اور اسے زندگی کی اس نہج پر لاؤں گا کہ وہ میرے پاؤں پر گر کر اپنے سابقہ رویے کی معافی بھی مانگے گی۔''

یولوجیوس کے کہنے پر ساؤل دلچسپی لیتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو نہیں ہوا۔ ویسے خوب صورتی، شخصیت اور اپنے قد کاٹھ میں وہ لڑکی کیسی ہے؟''

ساؤل کے اس سوال پر یولوجیوس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگا۔

''اریش نام کی وہ لڑکی بے صدا رویوں میں روح کا سکون، بے بسر زمانے میں طلسمات کے در کھولنے والی ایک نایاب و حسین ترین لڑکی ہے۔ اس نوخیز حسینہ کے لبوں کا تبسم روپ کے اُڈتے قرب بھرے نشے، تیکھی چتونوں کا انداز زیست کی تمازت، اس زہرہ جمال کے گل احمر سے گال امیدوں کی قوسِ قزح اور اس کے لالہ رخ بدن کی ادائیں مسرتوں کی خود فراموش محویت کھڑی کرتی ہیں۔ اگر کوئی اسے ایک نگاہ ہی دیکھے تو اس پر یہ بھید عیاں ہو جائے کہ اس کے چمکتے سرخ ریشم سی تجسیم، تخلیق کے نقش و نگار کی لا انتہا ہے۔ اس کی ذات کا ریشمی ملائم لمس خوابوں اور کہکشاؤں کے سنگم کی مانند ہے۔ اس کے پھیلتے چڑھتے جمال کا سحر رات کی آنکھ میں رقصاں بزم انجم کی مانند ہے۔

محترم ساؤل! وہ لڑکی حیا کی مسافتوں میں جسموں کو پگھلا دینے والی آن جیسی خوب صورت، مہتاب جلووں میں مہکتے دہکتے گلوں جیسی حسین، بہاروں سے ہم کلام ہوتی شبنم کی گفتگو سی پُر جمال، جوئے محبت رواں کرنے والی حُسن کی معتبر گھٹا جیسی پُرکشش اور چاند تاروں کی زبان بولنے والے جمال کے سرور سی جاذب نظر ہے۔''

یولوجیوس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ شک و شبہ کی نگاہ سے الوارو کی طرف دیکھتے ہوئے بشپ ساؤل نے پوچھ لیا۔ ''الوارو! جو کچھ یولوجیوس نے کہا ہے کیا میں اسے حقیقت جانوں یا زیبِ داستان؟''

الوارو مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یہ زیبِ داستان نہیں، حقیقت ہے۔ میں نے اس لڑکی کو کیونکہ دیکھ رکھا ہے لہٰذا میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اس یولوجیوس نے اس کی خوبصورتی کی صحیح تعریف نہیں کی بلکہ اس کے حُسن کی ترجمانی کرتے ہوئے اس نے کسی قدر بغض سے کام لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں جو کچھ اس نے کہا ہے، اپنے حُسن و جمال میں وہ لڑکی اس سے بھی بڑھ کر ہے۔''

الوارو کے ان الفاظ پر ساؤل چونکا تھا اور کہنے لگا۔

''پھر تو اس لڑکی کو دیکھنا چاہئے۔''

اس موقع پر الوارو پھر بول اٹھا۔

''محترم ساؤل! میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت اندلس میں اس لڑکی سے بڑھ کر کوئی بھی حسین اور خوب صورت لڑکی نہ ہو گی۔''

الوارو کے ان الفاظ کا جواب ساؤل دینا ہی چاہتا تھا کہ یولوجیوس بول اٹھا۔

''بے شک اس نے نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن میں اسے بھٹکنے نہیں دوں گا۔ اسے واپس نصرانیت کی طرف لاؤں گا اور اسے اپنی چاہت اور محبت کے تاکستان کا راستہ بھی دکھاؤں گا۔ دراصل اس میں خامی یہ ہے کہ وہ ابھی نوعمر ہے۔ بلوغت کی حد تک بھی نہیں پہنچی۔ لہٰذا اسے ابھی اپنے برے بھلے کی سمجھ نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد اسے اپنی گرفت میں کر لوں گا۔''

اس بار ساؤل نے استفہامیہ سے انداز میں یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

''یہ ایرش نام کی خوب صورت اور حسین لڑکی آخر نصرانیت ترک کر کے حلقہ بگوشِ اسلام کیسے ہو گئی؟ کیا نصرانیت میں کسی نے اس کی دل شکنی کی تھی.......''

ساؤل اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ یولوجیوس کی بجائے اس بار الوارو بول اٹھا۔

''محترم ساؤل! بات دراصل یہ ہے کہ ایرش کے ہمسائے مسلمان ہیں۔ ان ہمسائیوں کی ایک لڑکی مصارہ ہے۔ یوں جانیں وہ ایرش ہی کی طرح حسین اور خوب صورت اور اسی جیسی نوعمر اور کم سن ہے۔ اس مصارہ نام کی لڑکی کے ہاں ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کا خوب آنا جانا تھا اور یہ آنا جانا ہی رنگ لایا۔ اس آنے جانے کے دوران نہ صرف ایرش بلکہ اس کے اہلِ خانہ نے بھی مسلمانوں کی بہت سی کتب پڑھیں اور ان کے مطالعے کے بعد وہ نصرانیت ترک کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جہاں تک ایرش کا تعلق ہے تو اس کے باپ کا نام ارتیں، ماں کا نام حماسہ ہے۔ اس کا ایک بھائی ہے۔ نام جس کا جیوس ہے اور یہ سب نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جہاں تک اس کے ہمسایوں کا تعلق ہے تو ان کے ہمسائے میں ایک ایسا شخص رہتا ہے جس کا نام عبادہ بن عامر ہے۔ اس کی بیٹی مصارہ ہے اور مصارہ کی ماں کا نام ارزین ہے۔ یوں جانو جیسی ایرش حسین اور خوبصورت ہے ایسی ہی مصارہ بھی حسین

اور پُرکشش ہے۔ اور ان دونوں میں ایک طرح سے دوستی کے علاوہ بڑا گہرا ربط و ضبط بھی ہے۔"

الوارو جب خاموش ہوا تب ساؤل کچھ سوچتے ہوئے بول اٹھا۔

"میرے خیال میں ہمیں اب زیادہ دیر کھڑے نہیں رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ اندر کلیسا میں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ ساتھ ہی اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس سے بھی ایک نمائندہ یولوجیوس کے لئے نقدی اور تحائف لے کر آیا ہوا ہے۔ وہ یولوجیوس سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے لوگ وہاں جمع ہیں۔ میرے خیال میں اب ہم ان کے پاس جا کے بیٹھتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں۔"

جواب میں الوارو نے جستجو بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

"اس وقت اندر کون کون بیٹھا ہوا ہے؟"

جواب میں ساؤل پھر بول اٹھا۔

"تھیودو اور پولوس ہیں۔ (تھیودو قرطبہ کا ایک راہب اور پولوس ایک کلیسا میں شماش تھا) کلیسا ایکس کلوس کا پادری پرفیلکس ہے۔ اس کے علاوہ اسحاق جرمیاس اور الزبتھ بھی ہیں۔" (اسحاق بھی قرطبہ کا ایک راہب تھا۔ جرمیاس اس کا چچا تھا جس نے قرطبہ کے نواح میں ایک کوہستانی سلسلے اور درختوں کے جھنڈ کے اندر ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ اس خانقاہ کا نام طبانوس کی خانقاہ رکھا گیا تھا۔ الزبتھ جرمیاس کی بیوی اور اسحاق کی چچی تھی۔ جرمیاس اور الزبتھ دونوں طبانوس کی خانقاہ میں رہتے تھے جبکہ اسحاق کبھی قرطبہ شہر میں اور کبھی اپنے چچا اور چچی کے پاس طبانوس کی خانقاہ میں وقت گزارا کرتا تھا)

جونہی ساؤل، الوارو، یولوجیوس مڑ کر کلیسا کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگے عین اسی لمحہ ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص کلیسا میں داخل ہوا اور اسے دیکھتے ہی ساؤل طنزیہ سے انداز میں بول پڑا۔

"لو دیکھو، نصرانی ہونے کے باوجود مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والا قومس بھی آ گیا ہے۔ چلو اسے آنے دو۔ اس کے ساتھ اکٹھے ہی اندر چلتے ہیں۔"

چنانچہ قومس قریب آیا۔ تینوں نے اس سے مصافحہ کیا۔ پھر تینوں قومس کو لے کر کلیسا کے اندرونی حصے کی طرف گئے تھے۔ جہاں تک قومس کا تعلق ہے تو اس کا نام

قومس بن انتونیان بن بلیان تھا۔ یہ قرطبہ کی حکومت میں کاتب تھا۔ عربی پر بہترین عبور رکھتا تھا۔ اسلام سے متعلق اس کا علم قابل فخر تھا۔ یہی قومس بن انتونیان اسلام کا مطالعہ کرتے کرتے آخر دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اندلس کی مملکت میں قاضی قضا کے عہدے پر مقرر کیا گیا تھا۔

***

چاروں جب کلیسا کے بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو اندر وہ سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن کا ذکر ساؤل نے کیا تھا۔ چنانچہ یولوجیوس، الوارو، ساؤل اور قومس جب وہاں داخل ہوئے تب وہاں سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ آپس میں مصافحہ ہوا۔ پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس موقع پر سب سے پہلے اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کی طرف سے آنے والا قاصد یولوجیوس کے پاس آیا اور اسے ایسٹریاس کی طرف سے بھیجی گئی دو خرجینیں پیش کیں۔ یولوجیوس نے خرجینیں چھپانے کے انداز میں اپنی ران کے نیچے رکھ لی تھیں جبکہ ایسٹریاس کا نمائندہ پھر اپنی جگہ پر ہو بیٹھا تھا۔ اس موقع پر قومس بن انتویان یولوجیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یولوجیوس! ہم سے نہ چھپاؤ۔ ہم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کی طرف سے تمہارے پاس نقدی اور دیگر بہت سی چیزیں بھی آتی ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اور میں غلطی پر نہیں، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو دو نقدی کی تھیلیاں تمہیں پیش کی جا رہی ہیں ان میں سے ایک میں نقدی اور دوسری میں جواہرات ہوں گے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم یہ رقم قرطبہ میں نصرانیت کے فروغ اور یہاں کے لوگوں کو نصرانیت کی طرف مائل کرنے کے لئے خرچ کرو گے۔ تمہارے اس کام کے لئے میں تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ ہاں اگر تم اس رقم کو مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کے لئے استعمال کرتے تو قسم خالقِ واحد کی، میں اب تک تمہیں صلیب پر چڑھوا چکا ہوتا۔''

قومس کے یہ الفاظ سن کر یولوجیوس شرمندہ سا ہو گیا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قومس پھر بول اٹھا۔

''تم اپنے دل میں یہ بھی خیال مت لانا کہ تمہارے ساتھ بیٹھتے ہوئے میں مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوں، ان کے حق میں بولتا ہوں۔ تم لوگ میرے خلاف

حرکت میں آنا چاہو تو ضرور آ سکتے ہو۔ پر ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ میرے یہاں آنے سے متعلق سب کو خبر ہوتی ہے کہ میں شدت زدلوس کی طرف گیا ہوں۔ لہٰذا تم میں سے جو بھی میرے خلاف تادیبی کارروائی کرے گا، پکڑا جائے گا۔ مارا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قومس خاموش ہوا، دوبارہ اس نے یولوجیوس کو مخاطب کیا۔

''یولوجیوس! تمہیں ان دنوں سب سے بڑا صدمہ یہ برداشت کرنا پڑ رہا ہے کہ ایرش نے نہ صرف اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے تمہاری محبت کو ٹھکرا دیا ہے بلکہ وہ نصرانیت کے دائرے سے نکل کر اسلام قبول کر چکی ہے اور اب اسلام کی سخت پابند ہے۔''

اس موقع پر طبانوس کی خانقاہ کی راہبہ الزبتھ گھورنے کے انداز میں قومس کو مخاطب کر کے بول اٹھی۔

''قومس! تم نصرانی ہو کر خوشی کا اظہار کرتے ہو کہ ایرش مسلمان ہو چکی ہے۔ کیا یہ ہمارے لئے شرم اور غم کا باعث نہیں ہے؟''

قومس نے ہلکی سی مسکراہٹ میں الزبتھ کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''الزبتھ! اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ ایرش، اس کے باپ، اس کی ماں، اس کے بھائی نے سب سے پہلے اسلام کا گہری نگاہ سے مطالعہ کیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام ہی سچا اور راستی کا دین ہے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔''

''تمہارا اپنا اسلام سے متعلق کیا خیال ہے؟'' اس بار الزبتھ کے شوہر جرمیاس نے پوچھ لیا تھا۔

قومس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''آپ لوگ جانتے ہیں میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔ ان دنوں میں گہری نگاہ سے اسلام کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں چونکہ عربی پر مکمل عبور رکھتا ہوں اس بناء پر اسلام کا مطالعہ میرے لئے آسان ہے۔ یہ مطالعہ مکمل کرنے کے بعد پھر میں کسی نتیجے پر پہنچوں گا اور جس نتیجے پر پہنچوں گا اس سے تم لوگوں کو بھی آگاہ کروں گا۔ فکر نہ کرو۔''

یوں جب خاموش ہوا تب یولوجیوس، بشپ ساؤل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ نے کلیسا کے صحن میں مجھ سے کہا تھا کہ آپ مجھے ایک ایسا طریقہ بتا سکتے ہیں جس کی وجہ سے میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہوں اور وہ ہر دل عزیزی اور شہرت حاصل کر سکتا ہوں جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی ہو۔

ساؤل مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''جو طریقہ میں تم سے کہنے لگا ہوں وہ ذرا مشکل ہے لیکن اس میں شہرت بڑی ہے۔ اور اس طریقے سے خوبصورت لڑکیوں کو اپنی طرف کھینچ کر لانا اور انہیں عیسائیت میں داخل کرنا بڑا آسان ہو جائے گا۔''

یولوجیوس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ کہنے لگا۔

''ذرا وہ طریقہ تو کہیں۔''

ساؤل نے کچھ سوچا، پھر دوبارہ اس کمرے میں ساؤل کی آواز سنائی دی تھی۔

''جو طریقہ میں نے سوچا ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس سے جو تمہارے نقدی اور جواہرات کی صورت میں آتا ہے اس کی چمک استعمال کرو۔ اس کی چمک سے ان گھرانوں کی لڑکیوں کو متاثر کرو جو اپنے گھر کے ماحول سے نالاں ہیں۔ قرطبہ میں کچھ ایسی لڑکیاں بھی ہیں جن کے باپ مسلمان اور مائیں نصرانی ہیں۔ ایسی لڑکیوں کو بڑی آسانی کے ساتھ ان کے گھروں سے نکال کر دولت اور جواہرات کی چمک سے اپنی طرف مائل کر کے کلیسا میں لایا جا سکتا ہے اور انہیں پکا نصرانی بنایا جا سکتا ہے۔ کچھ ایسی لڑکیاں بھی ہیں جو غربت کی بناء پر اپنے گھر کے ماحول سے تنگ ہیں لہٰذا جواہرات کی چمک سے انہیں بھی گھروں سے نکال کر نصرانیت کے کلیساؤں اور خانقاہوں کی طرف لایا جا سکتا ہے........ اس طریقے کا دوسرا پہلو کسی قدر دشوار اور مشکل ہے۔ لیکن اس پر عمل کر کے شہرت کے عروج پر پہنچا جا سکتا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبرؐ اور ان کے دین کے خلاف بدکلامی سے کام لیا جائے۔ ان کے خاف بولا جائے۔ اس طرح سستی شہرت حاصل ہو گی اور کوئی انتقامی کارروائی بھی نہ ہو گی۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا موجودہ حکمران امیر عبدالرحمٰن بن الثالث انتہا درجہ کا نرم مزاج ہونے کے ساتھ مذہب کے معاملے میں بڑا روادار ہے۔ لہٰذا اس کے دور میں ان دونوں طریقوں کو اپنا کر نہ صرف شہرت حاصل کی جا سکتی ہے بلکہ بہت سی لڑکیوں کو عیسائیت کی طرف راغب کیا جا سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ساؤل جب خاموش ہوا تب الوارو بول اٹھا اور قومس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''قومس یہ باتیں جا کر مسلمانوں تک نہ پہنچا دینا۔''

قومس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

"میں تم لوگوں کی جاسوسی کرنے کے لئے یہاں نہیں آتا۔ ایک بات اپنے دل پر لکھ رکھو کہ جس وقت میں نے تم لوگوں کی جاسوسی کا ارادہ کر لیا اس وقت میں یہاں تمہارے پاس کلیسا میں آنا جانا بند کر دوں گا اور جس روز میرا کلیسا میں آنا جانا بند ہو گا تم لوگوں کا یہاں جمع ہو کر اس موضوع پر گفتگو کرنا جس موضوع پر تم کر رہے ہو وہ بھی بند ہو جائے گا۔ تم خواہ مخواہ مسلمانوں کے خلاف شکایات کا انبار لگاتے ہو۔ یاد رکھنا قرطبہ کے عیسائیوں میں بالخصوص تعلیم یافتہ لوگ بہ کثرت ایسے ہیں جن کو مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوتا۔ انہیں مذہب کی پابندی کی قطعی اجازت ملی ہوئی ہے اور وہ ہر طرح سے خوش ہیں۔ تم لوگ یہ بھی جانتے ہو کہ بہت سے نصرانی ایسے ہیں جو مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو دربارِ شاہی یا عربی امراء کی سرکاروں میں بڑی بڑی تنخواہوں کے عہدوں پر ہیں۔ یہ لوگ بھی اپنے آقاؤں کی طرح مسلمانوں کے اصولوں کے بڑے گرویدہ ہیں اور پھر یہاں تک کہ یہ یولوجیوس مسلمانوں کے خلاف شکایات کے انبار لگاتا ہے، اس سے یہ پوچھیں کہ اس کا بھائی جوزف کیا مسلمانوں کے امیر عبدالرحمٰن الثالث کی ملازمت میں نہیں ہے؟ اور وہ مطمئن اور خوش نہیں ہے؟ اور اسے مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے؟"

قومس جب خاموش ہوا تب اس بار الوارو نہایت غصے اور افسوس سے کہنے لگا۔

"میرے ہم مذہب عیسائی عربوں کی شاعری اور افسانوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ وہ مسلمان عالموں اور فلسفیوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس غرض سے نہیں کہ ان کی تردید کریں بلکہ اس لئے کہ انہیں عربی کی بول چال اور نفیس عربی لکھنی آ جائے۔ پادریوں کو چھوڑ کر آج کون سا عیسائی ہے جو کتبِ مقدسہ کی تفسیروں کا لاطینی زبان میں مطالعہ کرتا ہو؟ کون سا عیسائی ہے جو انجیل یا انبیاء اور حواریوں کے احوال پڑھتا ہو؟ افسوس، ایسے نوجوان عیسائی جو ذہانت اور لیاقت میں اونچا درجہ رکھتے ہیں ان کو سوائے عربی کے اور کسی زبان سے واقفیت ہی نہیں ہے۔ وہ بڑے ذوق و شوق سے عربوں کی تصانیف پڑھتے ہیں۔ عربی کتابیں خرید خرید کر اتنی جمع کرتے ہیں کہ کتب خانے بنا لیتے ہیں۔ عربی ادب کی تعریف میں ان کی زبان خشک نہیں ہوتی۔ لیکن جو کتابیں دینِ

مسیح سے مخصوص ہیں ان کو دیکھ کر بڑی بیزاری سے کہتے ہیں کہ وہ ہماری توجہ کے لائق ہی نہیں ہیں۔

زیادہ افسوس اس کا ہے کہ نصرانی اپنی زبان تک بھولتے جا رہے ہیں اور ہزاروں عیسائیوں میں سے شاید ایک عیسائی ایسا نکلے گا جو اپنے کسی دوست کو چار سطر کا خط سلیس لاطینی زبان میں لکھ سکتا ہو۔ لیکن عربی کا یہ زور ہے کہ اس زبان کو روانی سے لکھنے والے عیسائی بکثرت موجود ہیں۔ عربی میں شعر کہتے ہیں جو عمدہ حروف کے لحاظ سے عربوں کے کلام سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو عربی ادب کا یہ شوق اور لاطینی ادب کی طرف سے غفلت کوئی عجیب بات نہیں ہے۔"

(یونان اور روما قدیم کے شاعروں کا کلام قرطبہ کے عیسائیوں میں ابھی تک مروج نہ ہوا تھا۔ لاطینی زبان کی مذہبی کتابیں دنیا دار عیسائیوں کے لئے کوئی لطف نہ رکھتی تھیں۔ لاطینی زبان کی جو عام حالت اس زمانے میں تھی وہ زوال کی تھی۔ شاعری اس زبان میں ضرور کی جاتی تھی لیکن عروض کے قواعد بھول چکے تھے۔ اشعار میں صرف قافیہ بندی ہوتی تھی۔ اس شاعری کا طرز بھی بے قاعدہ ہی تھا)

دم لینے کے بعد الوارو پھر وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"قرطبہ کے عیسائیوں نے جن میں مشرقیت بہت پیدا ہو گئی ہے اپنی طبیعتوں کو غیروں کی حکومت میں خوش رہنے کے قابل بنا لیا ہے۔"

(الوارو نے جن خیالات کا اظہار کیا، بعد میں اس نے یہ خیالات ایک کتابی صورت میں بھی شائع کئے تھے اور اس کے یہی خیالات مشہور مؤرخ پروفیسر رہائن ہارٹ ڈوزی نے اپنی کتاب عبرت نامۂ اندلس کے حصہ اول میں بھی حوالے کے طور پر لکھے ہیں)

الوارو جب خاموش ہوا تب بشپ ساؤل بول اٹھا۔

"الوارو! میں تمہارے ان الفاظ سے کسی حد تک متفق ہوں لیکن سب عیسائی ایسے نہیں ہیں۔ کچھ مستثنیٰ بھی ہیں۔ قومی غرور اور خود داری سب کے دل سے نہیں مٹی۔ بعض نازک طبیعتیں ایسی بھی ہیں جو بڑے لوگوں کو اپنے پر مہربان بنانے سے نفرت کرتی ہیں وہ امیروں کے درباروں میں خوشامد اور چاپلوسی سے داخل نہیں ہونا چاہتیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو قرطبہ کے پرانے لاطینی نام پر اب تک فخر کرتے ہیں۔ یہ شہر ان کا مرکز و محور تھا اور اب انہیں ان کا رنج ہے کہ وہ اب ایک مسلمان حکمران کا دارالسلطنت ہے۔''

ساؤل جب دم لینے کے لئے رکا تو اس کی بات اچکتے ہوئے الوارو پھر بول اٹھا۔

''یہاں مقامی نصرانیوں کو مسلمانوں سے یہ بھی شکایت ہے کہ مسلمانوں نے ماضی میں ایک فرمان جاری کیا تھا کہ مسلمان اور عیسائی دونوں اپنے بچوں کا ختنہ کرایا کریں اور اس فرمان کا عیسائیوں کو بڑا دکھ اور رنج ہوا۔''

الوارو مزید کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ قومس اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''الوارو! مجھے تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی لاعلمی پر دکھ اور صدمہ ہوتا ہے۔ اگر امیر نے یہ فرمان جاری کیا تھا کہ مسلمان اور عیسائی دونوں اپنے بچوں کا ختنہ کرائیں تو یہ فرمان غلط تو نہیں تھا۔ ظالم! تم یسوع مسیح کے ماننے والے ہو اور یسوع مسیح مختون تھے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے گمراہ ہو گئے ہو کہ اپنے پیغمبر اور اپنے رسول کا اتباع کرتے ہوئے بھی کتراتے ہو۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے ختنہ کرایا تھا تو تمہیں ختنہ کراتے ہوئے کیوں شرم آتی ہے؟ پھر ایک اور بات یاد رکھنا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کی اتنی عزت اور احترام نہیں کرتے جتنا کہ مسلمان کرتے ہیں۔

مسلمانوں اور نصرانیوں میں نفرت پیدا کرنے والے اور نصرانیوں کو مسلمانوں کے خلاف کرنے والے زیادہ تر پادری ہیں۔ یہ خوامخواہ مسلمانوں کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں اور ان کا دشمن ہونا غلط اور بے بنیاد ہے۔ ان کی دشمنی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کی مقدس تعلیم کے متعلق ان پادریوں نے اپنے دماغ میں نہایت بے ہودہ اور غلط خیالات بھر لئے ہیں۔ پیغمبر اسلام اور ان کی تعلیم کی اصل کیفیت سے آگاہ ہونا ان کے لئے ایسا کوئی مشکل نہ تھا لیکن ان کی جہالت کہ خود مسلمان جو ان کے ہمسایہ ہیں ان کے متعلق تحقیق کرنے کی انہوں نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ حقیقت سے اجتناب کر کے ان پادریوں نے بہتر سمجھا کہ پیغمبر خدا کی نسبت نہایت بے بنیاد اور نا معقول قصوں کا یقین کر لیں۔ یہ یولوجیوس تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ موجودہ دور کے پادریوں میں یہ بڑا صاحب علم اور افضل مانا جاتا ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کے عظیم پیغمبر (ﷺ) کی سیرت سے آگاہ ہونے کے لئے کبھی عربوں کی

تصانیف کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اگرچہ یہ عربی میں کتب تاریخ پڑھنے کی پوری استطاعت رکھتا ہے بلکہ لاطینی زبان کی ایک قلمی کتاب کو اس بارے میں اس نے مستند سمجھ لیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ اس کو بنبویہ کی مسیحی خانقاہ میں اتفاق سے مل گیا تھا۔ اس کتاب میں جہاں اور باتیں لکھی تھیں وہاں مسلمانوں کے پیغمبر (ﷺ) کی ایک سے زائد شادیوں سے متعلق گمراہ کن پراپیگنڈہ بھی کیا گیا تھا۔ بس اس نے حقیقت کو ایک طرف رکھ کر نا معقول باتوں کو حقیقت اور سچائی جان لیا۔"

قوس کو یہاں تک کہتے ہوئے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ راہب جرمیاس بول اٹھا تھا۔

"اور کیا یہ درست نہیں کہ مسلمانوں کے پیغمبر (ﷺ) نے کئی شادیاں کیں اور کیا یہ معاملہ لذتِ نفس میں نہیں آتا؟"

جرمیاس کے ان الفاظ پر قومس بن انتونیان بری طرح بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ ظالمو! .... جاہل انسانو!........ انبیائے سابقین کی عظمت اور تقدس پر تینوں آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام متفق ہیں۔ ان کی سوانح تاریخ متعدد ازواج کے جواز اور اس پر عامل رہنے کی گواہ ہیں اور متعدد ازواج کے عدم جواز میں کسی پیغمبر یا نبی کی جانب سے اس کی ممانعت یا عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ انبیاء سابقین میں معروف انبیاء کثرت سے ازواج رکھتے تھے اور اس کی میں تمہارے سامنے مثالیں بھی پیش کر سکتا ہوں۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی طرف آتے ہیں۔ ان کا مرتبہ اور مقام یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلم ہے اور مذکورہ تینوں مذاب میں آپؑ ابو الانبیاء اور روحانی پیشوا مانے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے بزرگ پیغمبر ابراہیمؑ کی بھی تین بیویاں تھیں۔ ہاجرہ، سارہ اور قطورہ۔

آگے حضرت یعقوبؑ کی طرف چلو۔ ان کی بھی چار بیویاں تھیں لیہ، زلفہ راحیل اور بلہہ۔ حضرت موسیٰؑ کی طرف آؤ۔ ان کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت داؤدؑ کی طرف آؤ، ان کی دس بیویاں تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کی طرف آؤ، ان کی سات سو بیویاں اور تین سو حرمین تھیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرف آؤ۔ تم کہتے ہو انہوں نے شادی نہیں کی تھی، میں سمجھتا ہوں کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم مانو گے کہ عیسائیت میں اس امر کی گواہی ملتی ہے کہ دس کنواریاں اپنے ہونے والے دولہا سے ملنے کے لئے گئیں۔ اور بائبل کی بہت

سی تفاسیر میں ہونے والے دولہا سے مراد اللہ کے نبی یسوع مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبکہ متی کی انجیل کے باب پچیس کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا تھا کہ پانچؑ نے دولہا کے ساتھ شادی کی، گھر میں گئیں اور پانچ پیچھے رہ گئیں اور ان کے لئے دروازہ نہ کھولا گیا۔

پھر تم اس بات کو بھی تسلیم کرو گے کہ عیسائیت نے تعدادِ ازواج کی کبھی صریحاً ممانعت نہیں کی۔ عہد نامہ جدید میں ایک شادی کرنے کو پسندیدہ تو ضرور قرار دیا ہے لیکن اسقفوں کے سوا اور کسی عیسائی کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی۔ ابتدائی عیسائیت کے بعد کئی سو برس تک کلیسا کی کسی مجلس میں تعدادِ ازواج کی مخالفت نہیں کی گئی اور عیسائی، امراء اور سلاطین نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھی تھیں۔ لہٰذا اگر تم مسلمانوں کے عظیم اور محترم پیغمبرؐ کی کثرتِ ازواج کو اپنا ہدف بنانا چاہتے ہو تو پھر یہ تمہارا نظریہ جہالت اور لاعلمی پر منحصر ہوگا۔

تم مسلمانوں کے محترم اور مقدس رسول (ﷺ) کی کثرت ازواج کو کیسے اپنا ہدف بنا سکتے ہو؟ آپؐ عرب کے اس گرم خطہ زمین سے تعلق رکھتے تھے جہاں فطری خواہشات انسان پر غالب ہوتی ہیں۔ جہاں لوگ کم عمری میں جسمانی پختگی کو پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں خواہشاتِ جسمانی کی آزادانہ تسکین ہر طبقے کے لوگوں میں عام تھی۔ اس کے باوجود مسلمانوں کے محترم پیغمبر ﷺ نے پچیس سال کی عمر تک جب آپؐ نے پہلی شادی کی، کسی عورت کو ہاتھ نہ لگایا۔ سارے عرب میں آپؐ بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر الامین کے لقب سے پکارے جاتے تھے جس سے آپ کی اخلاقی زندگی کا اعلیٰ امتیاز واضح ہوتا ہے۔

آپؐ کی پہلی شادی اس گرم آب و ہوا میں اتنی غیر معمولی تاخیر سے حضرت خدیجہ سے ہوئی جو دوبار بیوہ ہونے والی ایک معمر خاتون تھیں۔ جبکہ عمر میں بھی آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ شادی کا پیغام بھی خود محترمہ خدیجہؓ نے دیا۔ آپؐ نے باوجود عمر کے اس واضح فرق اور دوبارہ بیوہ ہونے کو قبول کر لیا۔ اس وقت اگر آپؐ چاہتے تو آپ کو ان سے کہیں زیادہ حسین و جمیل اور نو عمر لڑکیاں شادی کے لئے مل جاتیں لیکن آپ نے نسوانی خواہشوں کو کبھی اپنے نزدیک تک نہ آنے دیا۔

جس مقدس ہستی نے پچیس سے پچاس سال تک عین شباب کا عرصہ صرف ایک

بیوی کے ساتھ بسر کیا جو عمر میں ان سے پندرہ سال بڑی اور ان سے قبل دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی تھیں اور پھر اس ربع صدی کے زمانے میں محترم پیغمبر ﷺ نے ان کے ساتھ دل پسندیدگی اور محبت میں ذرا بھی کمی نہ آنے دی بلکہ ان کی وفات پا جانے کے بعد ہمیشہ ان کی یاد کو تازہ رکھا گیا۔ اس مقدس ہستی کی نسبت کسی کے دل میں کیا یہ گمان بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ ان کی شادی کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستانِ حُسن کی شادی میں پائی جاتی ہے؟

ظالمو! یاد رکھو کہ بعد میں مسلمانوں کے محترم پیغمبر ﷺ نے جو بھی شادیاں کیں ان کا مقصد سیاسی مصلحت کے ساتھ ساتھ ان عورتوں اور بچوں کی سرپرستی کرنا تھا جن کے خاوند جنگوں میں مارے گئے تھے۔ لہٰذا اگر تم مسلمانوں کے پیغمبرؐ کی کثرت ازواج کو ہدف بنا کر کوئی ناموری یا شہرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس میں تمہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اس لئے کہ پہلے پیغمبروں میں سے کئی ایک نے ان سے زیادہ شادیاں کی تھیں۔ کیا میں تم لوگوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم ہی وہ پادری، تم ہی مذہب کے وہ ٹھیکے دار ہو جنہوں نے اللہ کے نبی نوحؑ پر شراب نوشی کا الزام لگایا؟ تم ہی وہ بدقسمت لوگ ہو جنہوں نے اللہ کے پیغمبر طالوتؑ پر نعوذ باللہ زنا کا جرم عائد کیا؟ لہٰذا تم جیسے لوگ اگر مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کی زندگی کے کسی پہلو کو ہدف بناتے ہو تو یہ کوئی نئی اور اچنبھے کی بات نہیں ہو گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قومس خاموش ہوا۔ گھورنے کے انداز میں یولوجیوس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"یولوجیوس! تم مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلنے کے لئے اس بناء پر کمر بستہ ہو گئے ہو کہ اریش نام کی لڑکی نے نہ صرف یہ کہ تمہیں حقیر جان کر تمہیں ٹھکرا دیا بلکہ اس نے نصرانیت کو ترک کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہونا پسند کیا اور اب حالت یہ ہے کہ وہ اور اس کے اہل خانہ الحمد للہ مسلمان ہیں اور اسلام کے طور طریقوں کو سختی کے ساتھ اپنائے ہوئے ہیں۔"

قومس کی اس گفتگو سے یولوجیوس تاؤ کھا گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"قومس! اپنے دل پر لکھ رکھ کہ اریش اور اس کے اہلِ خانہ کو ایک روز میں واپس نصرانیت میں لے کر آؤں گا۔ یہ بھی اپنے دل پر لکھ رکھو کہ اگر آج اریش میری محبت کو

ٹھکرا رہی ہے تو کل کو وہ میرے پاؤں پکڑ کر مجھ سے اپنی محبت اور چاہت کا اظہار کرے گی۔"

قومس بن انتویان کے چہرے پر اس موقع پر تلخ اور طنز آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ہاتھ آگے بڑھ کر اس نے اپنا ہاتھ یولوجیوس کے ہاتھ پر رکھا پھر کہنے لگا۔

"یولوجیوس! اگر تم ایرش کو اپنی محبت میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور تم اس کے اہلِ خانہ کو بھی اسلام سے نکال کر نصرانیت میں لا سکے تو پھر میں قومس نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی ملازمت سے علیحدہ ہو جاؤں گا بلکہ اپنا منہ خود کالا کر کے گدھے پر بیٹھ کر پورے قرطبہ میں پھروں گا۔ لیکن یولوجیوس! ایک بات تم بھی اپنے دل پر لکھ رکھو۔ اگر تم ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کو نصرانیت میں نہ لا سکے، ایرش کو اپنی محبت میں نہ مبتلا کر سکے تو تمہارا بھی منہ کالا کر کے تمہیں کسی لاغر گدھے پر بٹھا کر پورے قرطبہ شہر میں پھرایا جائے گا اور جس قدر لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، میرے اور تمہارے درمیان ہونے والی اس گفتگو کے گواہ ہوں گے۔"

اس کے ساتھ ہی قومس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر غصے بھرے انداز میں یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یولوجیوس! اس کے علاوہ بھی ایک بات اپنے دل میں بٹھا کر رکھنا، اگر تم نے کسی بھی موقع پر ایرش یا اس کی ہمسائے کی لڑکی مصارہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر یاد رکھنا........"

اس کے ساتھ ہی قومس منہ سے تو کچھ نہ بولا تاہم اپنی انگلی کو اُس نے اس انداز میں اپنی گردن پر پھیرا جیسے یولوجیوس کو کہہ رہا ہو کہ اس کے جواب میں تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی قومس کلیسا سے نکلنے کے لئے مڑا پھر اسے کوئی بات یاد آ گئی۔ دوبارہ یولوجیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یولوجیوس! ایک اور بات یاد رکھنا، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم قیمتی جواہرات کی جھلک اپنی بہن انولا کے ذریعے مختلف لڑکیوں کو دکھاتے ہو۔ خصوصیت کے ساتھ ایسی لڑکیوں کو جن کے گھرانے مالی مشکلات کا سامنا کر رہے ہوں یا وہ لڑکیاں جو اپنے گھر کے ماحول سے تنگ ہوں۔ لہٰذا انولا کے ذریعے تم ان لڑکیوں کو اپنے گرد جمع کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہو۔ اپنی بہن انولا کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ وہ راہبہ ہی

رہے اور راہبہ کی حیثیت سے ہی زندگی بسر کرتی رہے۔ وہ کام نہ کرے جو اس کے مقام کو زیب نہیں دیتا۔"

اس کے ساتھ ہی قومس، کلیسا سے نکل گیا تھا۔ قومس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ساؤل یولوجیوس کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ یولوجیوس کی بہن انولا داخل ہوئی اور ان کے بیچ میں بیٹھ گئی۔ وہ راہبہ تھی۔ اس کے بیٹھنے کے بعد ساؤل پھر یولوجیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یولوجیوس! فکرمندی کی کوئی بات نہیں۔ شہرت حاصل کرنے اور لڑکیوں کو اپنے اردگرد جمع کرنے کے جو طریقے میں نے بتائے ہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر عمل کرنا شروع کر دو۔ پھر دیکھو کیسے اور کس قدر تیزی کے ساتھ ہم مختلف لڑکیوں کو ان کے گھروں سے نکال کر نصرانیت کی طرف راغب کرتے ہیں۔"

یولوجیوس نے ساؤل کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب وہاں بیٹھ کر دوسرے موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔





جن دنوں قرطبہ میں مسلمانوں اور نصرانیوں کے درمیان یہ رسہ کشی جاری تھی ان دنوں اندلس میں مسلمانوں کا حکمران امیر عبدالرحمٰن بن الحکم تھا۔ امیر عبدالرحمٰن کو عبدالرحمٰن الثالث بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ایک حکمران کی حیثیت سے اس کی زندگی میں چار آدمیوں کو بڑا دخل تھا جن سے وہ بے حد متاثر تھا۔ ان چاروں میں سے پہلا ایک مغنی تھا۔ اس مغنی کا پورا نام ابوالحسن بن نافع تھا جبکہ تاریخ کے اوراق میں زیادہ تر زریاب کے نام سے مشہور ہوا۔ زریاب بغداد سے آیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایرانی النسل تھا۔ خلفائے عباسیہ کے مشہور مغنی اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون رشید نے اسحاق سے کہا۔

"کیا کوئی نیا مغنی نہیں ہے جو دربار میں حاضر ہو؟"

اسحاق نے عرض کیا۔

"حضور! میرا ایک شاگرد ہے جس کا گانا برا نہیں ہے اور جس پر میں نے بڑی محنت کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے میرا نام چلے گا۔"

اس پر ہارون رشید نے کہا۔

"اچھا........ اسے دربار میں حاضر کرو۔"

غرض ایک دن اسحاق موصلی نے اپنے شاگرد زریاب کو دربار میں حاضر کیا۔ ہارون اس کی تمیز، تہذیب اور حُسنِ تکریم پر فریفتہ ہوا۔ گانے کی نسبت جب خلیفہ نے زریاب سے کوئی سوال کیا تو اس نے عرض کیا۔

"حضور! گانا تو جس طرح اور لوگ گاتے ہیں، میں بھی گاتا ہوں۔ لیکن مزامیر میں ایک خاص فن ایسا ہے جس پر سوائے میرے دوسرے کو قدرت نہیں۔ وہ فن میرا ہی

ایجاد کردہ ہے اور اس کے مبصر حضور جیسے جوہر شناس ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو ایسا گانا سناؤں جو اس سے پہلے کسی نے نہ سنایا ہو۔"

ہارون رشید نے اجازت دی۔ چنانچہ ہارون رشید کے خادموں نے جلدی سے زریاب کے استاد اسحاق کا عُود سامنے لا کر رکھا۔ زریاب نے استاد کے عود کو بجانے سے انکار کیا اور اپنا بنایا ہوا عود طلب کیا۔ ہارون رشید نے پوچھا۔

"اپنے استاد کا عود کیوں نہیں بجاتے؟"

زریاب نے جواب دیا۔

"اگر حضور کی یہ مرضی ہے کہ استاد کی مثل گاؤں تو ان کے عود کے ساتھ شروع کر سکتا ہوں لیکن جو طرز میں نے ایجاد کی ہے اگر اس کے مطابق سننا منظور ہے تو پھر مناسب ہے کہ میں اپنے ہی بنائے ہوئے عود پر گاؤں۔"

اس کے بعد زریاب نے ہارون رشید کے سامنے وہ اصول بیان کئے جن کے مطابق اس نے یہ نیا آلۂ موسیقی تیار کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک قصیدہ ہارون کی تعریف میں اپنا ہی لکھا ہوا پیش کیا۔ ہارون اس کا گانا سن کر بے حد محظوظ ہوا اور اسحاق پر ناراض ہوا کہ ایسے عجیب مغنی کو اب تک ہمارے حضور کیوں نہ پیش کیا۔

اسحاق نے جواب دیا کہ مجھ کو خود اس سے پہلے زریاب کے اس کمال کا حال معلوم نہ تھا۔ زریاب نے اپنا یہ کمال مجھ پر کبھی ظاہر نہ کیا تھا۔

اسحاق نے یہ بات بالکل سچ کہی تھی۔ چنانچہ جب زریاب سے وہ تنہائی میں ملا تو شاگرد کو سخت ملامت کی اور کہا۔

"تُو نے اپنے حال سے مجھے لاعلم رکھ کر آج دربار میں مجھے شرمندہ کیا۔ اب صاف صاف سن کہ مجھ کو تیری حالت پر وہی رشک ہے جو ایک ہم پیشہ کو دوسرے ہم پیشہ کی حالت پر ہوتا ہے۔ امیر المومنین آج تجھ سے خوش ہوئے۔ تھوڑے دنوں میں ان کے دل میں تیری جگہ وہی ہو جائے گی جو اس وقت مجھے حاصل ہے۔ یہ بات ایسی ہے کہ تیری جگہ میرا فرزند بھی ہوتا تو میں اس کو بھی گوارا نہ کرتا۔ اگر آج مجھے تیرے ساتھ وہ محبت نہ ہوتی جو استاد کو شاگرد کے ساتھ ہوتی ہے تو میں یہیں تیرا کام تمام کر کے رکھ دیتا۔

چنانچہ ان حالات میں اب تیرے سامنے دو باتیں ہیں اور سوچ لے، تُو نے کس پر



جن دنوں قرطبہ میں مسلمانوں اور نصرانیوں کے درمیان یہ رسہ کشی جاری تھی ان دنوں اندلس میں مسلمانوں کا حکمران امیر عبدالرحمٰن بن الحکم تھا۔ امیر عبدالرحمٰن کو عبدالرحمٰن الثالث بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ایک حکمران کی حیثیت سے اس کی زندگی میں چار آدمیوں کو بڑا دخل تھا جن سے وہ بے حد متاثر تھا۔ ان چاروں میں سے پہلا ایک مغنی تھا۔ اس مغنی کا پورا نام ابوالحسن بن نافع تھا جبکہ تاریخ کے اوراق میں زیادہ تر زریاب کے نام سے مشہور ہوا۔ زریاب بغداد سے آیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایرانی النسل تھا۔ خلفائے عباسیہ کے مشہور مغنی اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون رشید نے اسحاق سے کہا۔

''کیا کوئی نیا مغنی نہیں ہے جو دربار میں حاضر ہو؟''

اسحاق نے عرض کیا۔

''حضور! میرا ایک شاگرد ہے جس کا گانا برا نہیں ہے اور جس پر میں نے بڑی محنت کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے میرا نام چلے گا۔''

اس پر ہارون رشید نے کہا۔

''اچھا.......اسے دربار میں حاضر کرو۔''

غرض ایک دن اسحاق موصلی نے اپنے شاگرد زریاب کو دربار میں حاضر کیا۔ ہارون اس کی تمیز، تہذیب اور حُسنِ تکریم پر فریفتہ ہوا۔ گانے کی نسبت جب خلیفہ نے زریاب سے کوئی سوال کیا تو اس نے عرض کیا۔

''حضور! گانا تو جس طرح اور لوگ گاتے ہیں، میں بھی گاتا ہوں۔ لیکن مزامیر میں ایک خاص فن ایسا ہے جس پر سوائے میرے دوسرے کو قدرت نہیں۔ وہ فن میرا ہی

ایجاد کردہ ہے اور اس کے مبصر حضور جیسے جوہر شناس ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو ایسا گانا سناؤں جو اس سے پہلے کسی نے نہ سنایا ہو۔"

ہارون رشید نے اجازت دی۔ چنانچہ ہارون رشید کے خادموں نے جلدی سے زریاب کے استاد اسحاق کا عود سامنے لا کر رکھا۔ زریاب نے استاد کے عود کو بجانے سے انکار کیا اور اپنا بنایا ہوا عود طلب کیا۔ ہارون رشید نے پوچھا۔

"اپنے استاد کا عود کیوں نہیں بجاتے؟"

زریاب نے جواب دیا۔

"اگر حضور کی یہ مرضی ہے کہ استاد کی مثل گاؤں تو ان کے عود کے ساتھ شروع کر سکتا ہوں لیکن جو طرز میں نے ایجاد کی ہے اگر اس کے مطابق سننا منظور ہے تو پھر مناسب ہے کہ میں اپنے ہی بنائے ہوئے عود پر گاؤں۔"

اس کے بعد زریاب نے ہارون رشید کے سامنے وہ اصول بیان کئے جن کے مطابق اس نے یہ نیا آلۂ موسیقی تیار کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک قصیدہ ہارون کی تعریف میں اپنا ہی لکھا ہوا پیش کیا۔ ہارون اس کا گانا سن کر بے حد محظوظ ہوا اور اسحاق پر ناراض ہوا کہ ایسے عجیب مغنی کو اب تک ہمارے حضور کیوں نہ پیش کیا۔

اسحاق نے جواب دیا کہ مجھ کو خود اس سے پہلے زریاب کے اس کمال کا حال معلوم نہ تھا۔ زریاب نے اپنا یہ کمال مجھ پر کبھی ظاہر نہ کیا تھا۔

اسحاق نے یہ بات بالکل سچ کہی تھی۔ چنانچہ جب زریاب سے وہ تنہائی میں ملا تو شاگرد کو سخت ملامت کی اور کہا۔

"تُو نے اپنے حال سے مجھے لاعلم رکھ کر آج دربار میں مجھے شرمندہ کیا۔ اب صاف صاف سن کہ مجھ کو تیری حالت پر وہی رشک ہے جو ایک ہم پیشہ کو دوسرے ہم پیشہ کی حالت پر ہوتا ہے۔ امیر المومنین آج تجھ سے خوش ہوئے۔ تھوڑے دنوں میں ان کے دل میں تیری جگہ وہی ہو جائے گی جو اس وقت مجھے حاصل ہے۔ یہ بات ایسی ہے کہ تیری جگہ میرا فرزند بھی ہوتا تو میں اس کو بھی گوارا نہ کرتا۔ اگر آج مجھے تیرے ساتھ وہ محبت نہ ہوتی جو استاد کو شاگرد کے ساتھ ہوتی ہے تو میں یہیں تیرا کام تمام کر کے رکھ دیتا۔

چنانچہ ان حالات میں اب تیرے سامنے دو باتیں ہیں اور سوچ لے، تُو نے کس پر

عمل کرنا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہاں سے کہیں اور چلا جا اور کہیں دور جا کر آباد ہو جا۔ ساتھ ہی اس بات کی قسم کھا کہ کبھی تیرا حال مجھ کو معلوم نہ ہو گا۔ اس صورت میں تیری ہر قسم کی ضروریات کے لئے میں اپنے پاس سے رقم دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اگر تجھے یہ منظور نہ ہو تو تجھے اختیار ہے کہ یہاں رہ کر یہ سمجھ لے کہ تجھے غارت کرنے میں، میں اپنا سارا مال یہاں تک کہ جان تک صرف کر دوں گا۔"

چنانچہ زریاب نے بلا تامل پہلی بات مان لی اور استاذ سے رقم لے کر بغداد سے نکل کھڑا ہوا۔

تھوڑے دنوں بعد ہارون رشید نے اسحاق کو حکم دیا کہ زریاب کو حاضر کرے۔ اسحاق نے عرض کیا۔

"میں معذور ہوں۔ زریاب پر کسی آسیب کا اثر ہے اور کہتا ہے کہ کوئی جن آ کر اسے گانا سکھاتا ہے۔ اس وجہ سے اس درجہ مغرور ہو گیا ہے کہ اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ کیونکہ حضور سے نہ اسے کوئی انعام ملا تھا اور نہ دربار میں پھر حاضری کا حکم ملا تھا۔ اس لئے یہ سمجھ کر کہ اس کی خاطر خواہ قدر نہیں ہوئی، وہ غصے میں کہیں نکل گیا اور مجھ کو علم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ ساتھ ہی یہ بھی شکر کرتا ہوں کہ حضور سے اب تک دور ہے کیونکہ اُس پر ایک حالت ایسی طاری ہونے لگی تھی کہ اس کی صورت عجیب ہو جاتی تھی۔"

امیر المومنین ہارون رشید نے یہ سن کر زریاب کے چلے جانے پر افسوس ظاہر کیا اور اسحاق موصلی نے جو کچھ کہا تھا اس پر یقین کر لیا۔

زریاب بغداد سے روانہ ہو کر افریقہ پہنچا اور یہاں سے اس نے ایک عریضہ اس وقت کے حکمران امیر الحکم بن ہشام کی خدمت میں بھیجا جو امیر عبدالرحمٰن الداخل کا پوتا تھا۔ اس عریضے میں اس نے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ امیر الحکم نے خط پڑھ کر زریاب کے حُسنِ تحریر پر خوشی کا اظہار کیا اور اسے لکھ بھیجا کہ وہ فی الفور قرطبہ آ جائے۔ ساتھ ہی زریاب کو ایک معقول تنخواہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔

چنانچہ زریاب مع اہل و عیال کے جزیرہ الخضرا کے شہر میں پہنچا ہی تھا کہ امیر الحکم کے انتقال کی خبر سنی۔ اس خبر سے اس درجہ پریشان ہوا کہ فوراً افریقہ واپس جانے کا قصد کیا۔ لیکن ایک یہودی جس کا نام منصور تھا اور جس کو امیر الحکم نے زریاب کے

استقبال کے لئے جزیرہ الخضرا روانہ کیا تھا، مصر ہوا کہ واپس نہیں جانا چاہئے۔ کیونکہ امیر الحکم کا فرزند عبدالرحمٰن بن الحکم بھی موسیقی کا ایسا ہی شوقین ہے جیسا اس کا باپ الحکم تھا۔

غرض منصور نے زریاب کو واپس نہ جانے دیا۔ عبدالرحمٰن کو جب معلوم ہوا کہ زریاب اندلس میں آ گیا ہے تو فوراً قرطبہ میں حاضر ہونے کے لئے خط لکھا اور جس قدر شہر اور قصبات جزیرہ الخضرا سے قرطبہ کے راستے میں آتے تھے ان کے حاکموں کو پروانہ بھیجا کہ جہاں تک ممکن ہو ہر شہر، قصبے میں زریاب کی خاطر مدارات کی جائے۔ اس کے علاوہ ایک خواجہ سرا کی معرفت بہت سے تحائف اور اسباب کے لئے باربرداری کے خچر روانہ کئے۔

زریاب جب قرطبہ پہنچا تو ایک عالیشان محل میں اتارا گیا۔ تین روز تک تھکانِ سفر اتارنے کی اجازت ہوئی۔ چوتھے روز دربار میں مدعو کیا گیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے گفتگو شروع کی اور وہ تنخواہ بیان کی جس پر زریاب کو قرطبہ میں ملازم رکھنا منظور تھا۔ یہ تنخواہ بہت بڑی تھی اس کے علاوہ امیر عبدالرحمٰن نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مقررہ تنخواہ کے علاوہ عیدین اور موسمِ بہار اور نوروز پر ایک ایک ہزار اشرفیوں کا انعام بھی دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ امیر نے کئی مقامات پر کئی عالیشان مکان مع باغات اور کھیتوں کے جو لگ بھگ چالیس ہزار دینار سرخ کی قیمت کے تھے، زریاب کے حوالے کئے۔

چنانچہ پہلی بار جب امیر عبدالرحمٰن الاوسط نے گانے کی فرمائش کی تو زریاب نے گانا سنایا۔ عبدالرحمٰن ایسا خوش ہوا کہ زریاب کے بعد پھر اس نے کسی مغنی اور مطرب کا گانا نہ سنا۔

اس دن سے زریاب پر امیر بہت مہربان ہو گیا اور اکثر مختلف علوم اور فنونِ تاریخ اور شاعری وغیرہ پر اس سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس حیرت انگیز مغنی کو عجیب عجیب علوم پر عبور تھا۔ وہ بڑی وسیع معلومات کا آدمی تھا۔ عمدہ شاعر تھا۔ دس ہزار سے زیادہ راگ راگنیوں کا علم رکھنے کے علاوہ اس نے علم ہیئت، جغرافیہ میں بھی بڑی دست گاہ پیدا کی ہوئی تھی اور دنیا کے مختلف ملکوں اور وہاں کے باشندوں اور ان کے اخلاق اور طرزِ معاشرت کے متعلق اس کی تقریریں نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہوتی تھیں۔

لیکن اس علم و فضل سے بڑھ کر جس چیز کا اثر عبدالرحمٰن کے دل پر ہوتا تھا وہ اس کا

حُسن تقریر اور حرکات و سکنات میں خوش ادائی، شیریں سخنی اور نفاستِ گفتار تھا۔ حُسن شناسی میں کوئی اس کا مثل اور مزاج کی نفاست اور پاکیزگی میں کوئی اس کا نظیر نہ تھا۔

شاہی جلسوں اور ضیافتوں میں آرائش کا انتظام اس خوبی سے کیا کرتا تھا کہ دوسروں کو یہ طاقت نہ تھی۔ عام لوگ اس کو اپنے سے بڑھ کر سمجھتے تھے اور ہر نئی طرز کا موجد اس کو جانتے تھے۔ چنانچہ ان اوصاف کی وجہ سے اسپین کے مسلمانوں میں زریاب بڑا مشہور ہوا۔

اس کے علاوہ اس نے لوگوں کے طرزِ معاشرت میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جلد ہی زریاب کو امیر عبدالرحمٰن کے مزاج میں دخل ہو گیا تھا اور لوگ اس دخل کی وجہ سے اپنی عرضیاں لے کر اس کے پاس آنے لگے تھے کہ وہ ان کی عرضداشت امیر کے سامنے پیش کرے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ زریاب سیاسی اور ملکی معاملات میں دخل دینے سے ہمیشہ گریز کرتا رہا۔ وہ دنیا سے خوب واقف تھا۔ اس بات کو وہ اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ جب ہر طرف رشک و حسد کا بازار گرم ہو تو سلطنت کے معاملات میں مداخلت کرنا یا سازشوں میں شریک ہوا مذاقِ سلیم کے خلاف تھا۔ چنانچہ سیاسی اور ملکی معاملات کے سلسلے میں وہ دخل اندازی نہیں کرتا تھا اور اپنے کام سے کام اور غرض رکھتا تھا۔

دوسرے آدمی جن سے امیر عبدالرحمٰن الاوسط بے حد متاثر تھا جن کی وہ بڑی عزت اور بڑا احترام کرتا تھا وہ امیر کے اپنے قاضی القضاۃ یحیٰی بن یحیٰی تھے۔ یہ عالم اسلام کے بے مثال اور بے نظیر عالم تھے۔ امام مالک کے شاگرد تھے۔ امام مالک نے انہیں عاقل کا خطاب دیا تھا۔ اور امام مالک کی موطہ انہی کی مرتب کردہ ہے۔

قاضی قضا یحیٰی بن یحیٰی بہت خود دار اور تحکمانہ مزاج رکھتے تھے۔ علم و فضل میں یکتا ہونے کی وجہ سے امیر عبدالرحمٰن ان کی بے حد عزت اور احترام کرتا تھا۔ اکثر مواقع پر قاضی القضا یحیٰی سچ بولتے ہوئے حکمرانوں کے خلاف بھی بولتے تھے لیکن حکمرانوں پر ان کا ایسا اثر تھا کہ وہ بڑے صبر سے ان کی تنقید کو برداشت کرتے تھے۔

ایک دفعہ رمضان میں کسی حرکت سے امیر عبدالرحمٰن الاوسط کا روزہ ٹوٹ گیا تو شیخ یحیٰی نے امیر کو سات دن کے روزے کفارے میں رکھوائے۔ اس پر کسی دوسرے عالم نے قاضی قضا یحیٰی سے کہا۔

''اس موقع پر اگر غلام آزاد کر دیا جاتا تو بھی کفارہ ہو سکتا تھا۔''
اس پر قاضی قضا یحییٰ نے فرمایا۔
''ایسا کرنا کیونکہ ایک حکمران کی حیثیت سے امیر عبدالرحمٰن کے لئے آسان تھا لہٰذا یہ طریقہ استعمال نہیں کیا گیا۔ اگر میں یہ کرتا تو پھر یہ رسم دوسرے امراء بھی اختیار کر لیتے۔''
تیسری ہستی جس سے امیر عبدالرحمٰن بے حد متاثر تھا وہ امیر کی بیوی ملکہ طروب تھی۔ اپنے حُسن و جمال میں یہ بے مثال تھی اور عبدالرحمٰن اس کی محبت میں والہانہ طور پر مبتلا تھا۔ اپنے اشعار میں بھی اکثر و بیشتر اس کی تعریف کیا کرتا تھا۔ چوتھا شخص جس سے امیر عبدالرحمٰن متاثر تھا، جس کی عزت کرتا تھا وہ ایک بربر غلام نصر تھا۔
امیر عبدالرحمٰن بن الحکم نے ایک روز اپنے قصر کے کمرے میں اپنے سارے ذمہ دار افراد کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ اس موقع پر امیر عبدالرحمٰن بن الحکم کے دائیں بائیں اس کے دو بیٹے محمد اور عبداللہ بیٹھے ہوئے تھے۔ دائیں جانب کی پہلی نشست پر قاضی قضا یحییٰ بن یحییٰ، دوسری نشست پر نائب قاضی القضا سعید بن محمد، اس کے بعد موسیٰ بن جریر جو شیخ الخزن یعنی خزانے کا محافظ تھا۔ اس سے آگے امراء میں سے عبدالرحمٰن بن خانم، عیسیٰ بن شہید، میراں بن الاریہ اور دوسرے کچھ سالار بیٹھے ہوئے تھے۔
بائیں طرف لگی نشستوں میں سے پہلی نشست پر سلطنت کے لشکریوں کے سپہ سالار محترم عبدالکریم بن مغیث (یہ وہی عبدالکریم بن مغیث تھے جنہوں نے امیر عبدالرحمٰن کے باپ الحکم کے دورِ حکومت میں فرانس کے بادشاہ شارلیمان کو بدترین شکست دی تھی اور فتوحات کا سلسلہ بڑھاتے ہوئے فرانس میں داخل ہوئے تھے)، دوسری نشست پر دیگر سالاروں میں سے عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ امیر کا وزیر اور مشیر ہاشم، اس کے بعد تین نشستیں چھوڑ کر کچھ دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر امیر عبدالرحمٰن نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اپنے سپہ سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''عبدالکریم! تم نے کہا تھا کہ اگلی نشست میں تم عمدہ قسم کے سالاروں کو پیش کرو گے جنہیں لشکر میں شامل کیا جائے گا تاکہ اپنی بہتر کارگزاری سے سلطنت کے لئے سود مند ثابت ہو سکیں۔''

اس پر عبدالکریم نے بڑی ارادت مندی سے عبدالرحمٰن کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''امیر! میں اپنے وعدے کے مطابق ان تین جوانوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ انہیں میں نے باہر کھڑا کیا ہے۔ وہ تینوں ابھی نو عمر ہیں۔ چند ہفتے پہلے حرب و ضرب کے مکتب سے فارغ ہوئے ہیں۔ تینوں ہم مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین دوست بھی ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث خاموش ہوا۔ تب امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سامنے رکھی ہوئی لکڑی کی ایک ہتھوڑی اُٹھائی اور قریب ہی لٹکتے ہوئے تانبے کے طشت پر دے ماری تھی۔ لکڑی کی ہتھوڑی کی ضرب سے تانبے کا طشت گونج اٹھا تھا۔ گونج کی اس آواز کو سن کر قصر کے اس کمرے میں عبدالرحمٰن کا چوبدار داخل ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی عبدالرحمٰن نے اسے مخاطب کیا۔

'عبدالکریم بن مغیث نے تین نوجوانوں کو قصر کے باہر کھڑا کیا ہوا ہے۔ انہیں اپنے ساتھ اندر لے کر آؤ۔''

اس کے ساتھ ہی چوبدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اس کے ساتھ تین نوجوان تھے۔ تینوں کو امیر عبدالرحمٰن کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ اس موقع پر عبدالکریم بن مغیث پھر بول اٹھا۔

''دائیں جانب جو نوجوان کھڑا ہے اس کا نام اسمٰعیل بن موسیٰ ہے۔ اس کے ساتھ جریر بن موفق ہے اور تیسرا حارث بن بزیغ ہے۔ یہ تینوں ہم مدرس ہیں اور جس قدر طالب علم وہاں تھے ان سب میں سے یہ تینوں ہی احسن طریقے سے حرب و ضرب کی تدریس سے فارغ ہوئے ہیں۔''

امیر عبدالرحمٰن نے سب سے پہلے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ خوب گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ جسمانی ساخت میں بڑا توانا لگتا تھا۔ خوب قد آور بھی تھا۔ جسم کے پٹھے کسے ہوئے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن نے جب غور سے اس کی طرف دیکھا تو اسے یوں لگا جیسے اس کی آنکھوں کے اندر اٹھتے مرگ کے مدوجزر قیامت خیز طوفان کھڑا کر دیں گے۔ اس کے چہرے پر حوصلہ شکنی طاری کرنے والے عذاب لمحوں کا رقص تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ بول بول کر کہہ رہے ہوں کہ وہ

آزادی کی علامت، حب الوطنی، میزان، جرأتوں کا گہوارہ بننے کا ہنر جانتا ہوں۔

اسمٰعیل بن موسیٰ نام کے اس نوجوان کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن نے محسوس کیا جیسے وہ نوجوان تشکیک سے امید، محبت کی حرارت سے جرأت مندی کی تمازت، نرم کرنوں کے گرم استعاروں سے قضا اور مرگ کے کھیل کی طرف سفر کرنے کے لئے پیدا ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں کی چمک، اس کے چہرے کی اولوالعزمی اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ نوجوان عداوتوں کی خواہشوں، دشمنوں کی سازشوں اور کانٹوں کی وادیوں میں بھی ہولناک داستانیں رقم کرنے کی ہمت اور جرأت رکھتا ہو۔

کچھ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ کا جائزہ لینے کے بعد عبدالرحمٰن کی نگاہیں باری باری جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ پر جمی رہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے سپہ سالار عبدالکریم بن مغیث کو مخاطب کیا۔

"ابنِ مغیث! یہ تینوں تمہارے شاگرد رہے ہیں۔ اس لئے یہ حرب وضرب کے مدرس ہیں۔ تم سب سے بڑے استاد رہے ہو۔ اب بولو، قصر میں جو تین نشستیں خالی رکھی گئی ہیں ان میں سے کون پہلی، کون دوسری اور کون تیسری نشست کا حق دار ہے؟ اس کا تعین ہونا چاہئے تاکہ آئندہ جو اجلاس ہوں، یہ اپنے اپنے عہدے، اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی نشست سنبھال سکیں۔"

امیر عبدالرحمٰن کے اس سوال پر عبدالکریم بن مغیث عجیب سے شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

"امیر! میں اس کا تعین نہیں کر سکتا۔ جہاں تک اسمٰعیل بن موسیٰ کا تعلق ہے تو یہ نہ صرف میرا شاگرد بلکہ میرا قریبی عزیز اور رشتہ دار بھی ہے۔ دوسرے دونوں میرے بہترین شاگرد رہے ہیں۔ لہٰذا میں ان کے منصب کا فیصلہ کرنے کی حالت میں نہیں ہوں۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ اس کا فیصلہ ان تینوں پر چھوڑ دیا جائے؟ اس لئے کہ یہ تینوں ایک دوسرے کو بہتر انداز میں جانتے ہیں۔"

عبدالکریم بن مغیث کے ان الفاظ پر امیر عبدالرحمٰن چونکنے کے انداز میں مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

"عبدالکریم! تمہارا یہ مشورہ بہت عمدہ ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

پھر عبدالرحمٰن نے ان تینوں جوانوں کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! تمہارے لئے سب سے پہلی خبر یہ ہے کہ میں تم تینوں کو عمدہ سالاروں کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کرتا ہوں اور یہ بات میں تم تینوں پر چھوڑتا ہوں کہ تم تینوں ایک دوسرے کے منصب اور اس کی نشست کا انتخاب کرو۔''

اس موقع پر جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ فوراً حرکت میں آئے۔ دونوں آگے بڑھے۔ ایک نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں ہاتھ پکڑا۔ پھر کھینچتے ہوئے پہلی نشست پر بٹھا دیا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ بیٹھا ہی تھا کہ جریر بن موفق نے حارث بن بزیغ کا بازو پکڑ کر دوسری نشست پر بٹھا دیا اور خود وہ تیسری نشست پر ہو بیٹھا تھا اس کی اس کارکردگی پر جہاں عبدالکریم کے علاوہ باقی سارے سالار اور امراء مسکرا رہے تھے وہاں عبدالرحمٰن بھی اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم تینوں نے جو طریقہ اپنایا ہے، میں سمجھتا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے جہاں تم تینوں میں پیار، محبت، اتفاق اور تعاون ہے وہاں تم ایک دوسرے کے لئے قربانی دینے کا بھی جذبہ رکھتے ہو۔ اب جب کبھی بھی دربار منعقد کیا جائے گا، تمہاری نشستیں اسی طرح ہوں گی جس طرح تم اب بیٹھے ہوئے ہو۔''

اس موقع پر امیر عبدالرحمٰن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کا چوبدار قصر کے اس کمرے پر نمودار ہوا اور کمرے میں اس کی آواز سنائی دی تھی۔

''امیر! فرانس کے بادشاہ چارلس کی طرف سے دو قاصد آئے ہیں اور وہ آپ کی خدمت میں پیش ہو کر چارلس کی طرف سے کوئی اہم پیغام دینا چاہتے ہیں۔''

اپنے چوبدار کے ان الفاظ کے جواب میں عبدالرحمٰن سنبھل کر بیٹھا۔ پھر کہنے لگا۔

''فرانس کی طرف سے آنے والے ان دو قاصدوں کو پیش کرو۔''

اس پر چوبدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فرانس کے بادشاہ چارلس کے دونوں قاصدوں کو لے کر آیا اور انہیں عبدالرحمٰن بن الحکم کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن نے کچھ دیر ان آنے والے فرانسیسی قاصدوں کا جائزہ لیا، پھر انہیں مخاطب کیا۔

''اگر تم اپنے بادشاہ چارلس کی طرف سے آئے ہو تو پھر اپنا مدعا بیان کرو۔''

عبدالرحمٰن کے اس استفسار پر ایک قاصد بول اٹھا۔

''مسلمانوں کے امیر! آپ نے نبرہ کی حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جو معاہدہ

نبرہ کہلاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت ضرورت کے وقت آپ نبرہ کی حکومت کی مدد کریں گے۔ نبرہ والوں کو اس وقت صرف فرانس سے خطرہ ہے۔ تو کیا آپ نبرہ کی حمایت میں فرانس کی قوت سے ٹکرائیں گے؟ ساتھ ہی میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ نبرہ کبھی شمالی اندلس کا ایک صوبہ تھا۔ پہلے یہ اشتوراس کی طرح بشکنس کے علاقوں میں شامل تھا۔ پھر یہ فرانس کا باج گزار رہا اور ایک طرح سے بعد میں فرانس کا حصہ ہی سمجھا جانے لگا۔ اس کے بعد وہاں کے کچھ لوگوں نے فرانس سے سرکشی کر کے آزاد حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد وہاں کے حکمران نے آپ سے مراسم پیدا کرنے کے لئے سفارت بھیجی تا کہ اگر اسے فرانس کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو آپ کی طرف سے اسے مدد مل سکے۔ ہم اپنے بادشاہ کی طرف سے آپ کے نام یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ اوّل آپ کے اور نبرہ والوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اسے منسوخ کر دیا جائے۔ ساتھ ہی آپ فرانس کو یہ بھی یقین دہانی کرائیں کہ آنے والے دور میں فرانس اگر پہلے کی طرح نبرہ کے علاقوں کو اپنا علاقہ سمجھ کر اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے تو آپ نبرہ والوں کی مدد کے لئے نہیں اُٹھیں گے۔

ہم اپنے شہنشاہ کی طرف سے آپ کے نام دوسرا پیغام یہ لے کر آئے ہیں کہ فرانس کا ایک سرکردہ سالار جسے گاتھک سردار کا نام دیا گیا ہے وہ ہمارے شہنشاہ سے ناراض ہو کر جنوب کی طرف آیا اور اندلس کے کچھ شمالی علاقوں کے علاوہ فرانس کے جنوبی علاقوں پر بھی قابض ہو چکا ہے۔ اس گاتھک سردار نے بھی اپنا ایک نمائندہ آپ کی طرف بھیجا تھا تا کہ آنے والے دور میں اگر فرانس کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو آپ اس کی مدد کریں۔ لہٰذا آپ نے اس گاتھک سردار کی مدد کرنے کا عہد کر لیا ہے۔ بس ہمارا بادشاہ چارلس چاہتا ہے کہ آپ نہ نبرہ والوں کے معاملات میں پڑیں اور نہ ہی آنے والے دور میں گاتھک سردار کی مدد کریں۔"

قاصد جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک عبدالرحمٰن خفگی بھرے انداز میں فرانس کے دونوں قاصدوں کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"نبرہ والوں کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہ بات جا کر اپنے بادشاہ چارلس سے کہنا کہ اگر اس نے کبھی بھی موقع پر نبرہ والوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو اس کے خلاف ہم نبرہ والوں کی مدد کریں گے اور نبرہ پر اسے قبضہ نہیں کرنے

دیں گے۔

جہاں تک گاتھک سردار کا تعلق ہے تو کیونکہ اس کے زیر کمان کچھ اندلس کے علاقے بھی ہیں لہٰذا اگر فرانس نے گاتھک سردار کو بھی اپنا ہدف بنانے کی کوشش کی تو پھر تمہارا بادشاہ چارلس یہ بھی لکھ رکھے کہ ہم گاتھک سردار کے ساتھ ہونے والے زبانی معاہدے کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی مدد بھی ضرور کریں گے۔ اس کے علاوہ میں تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تم جا سکتے ہو۔''

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ کے جواب میں چوبدار ان دونوں فرانسیسی قاصدوں کو اس کمرے سے نکال کر لے گیا تھا۔

دونوں فرانسیسی قاصدوں کے جانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ عبدالکریم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''عبدالکریم! جس مقصد کے لئے یہ دونوں فرانسیسی قاصد آئے تھے ان امور کے بارے میں تم اپنے خیالات کا اظہار کرو۔''

اس پر عبدالکریم کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ قاصد واپس جا کر جب آپ کے جواب سے چارلس کو آگاہ کریں گے تو چارلس ضرور اپنے لشکر کو حرکت میں لائے گا۔ نبرہ والوں پر بھی حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اور گاتھک سردار کو بھی اپنا ہدف بنا کر دونوں کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ ہمیں ان دونوں محاذوں پر فرانسیسی قوت سے نبرد آزما ہونا چاہئے۔ نہ اسے نبرہ پر قبضہ کرنے دینا چاہئے اور نہ ہی اسے گاتھک سردار کو نقصان پہنچانے کی کھلی چھٹی دی جانی چاہئے۔''

عبدالکریم جب یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ مغیث! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کروں گا۔ جہاں تک نبرہ والوں کا تعلق ہے تو میں چاہوں گا کہ اس محاذ کی ذمہ داری تم خود قبول کرو۔ جو لشکر تم لے کر جاؤ اس لشکر میں تینوں نئے سالاروں اسمٰعیل موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو بھی شامل کرو۔ تم نبرہ والوں کی حفاظت کرنا۔ جہاں تک گاتھک سردار کا تعلق ہے تو

اس کی مدد کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ عبداللہ اموی بلنسی کو ایک لشکر دے کر گاتھک سردار کی مدد کے لئے روانہ کیا جائے اور اس کے لئے دوسرے سالار عبید اللہ کو اس کا نائب مقرر کیا جائے۔ اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ تم دونوں سالار دونوں محاذوں پر ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنا۔ عبدالکریم! جہاں تک نبرہ کا تعلق ہے تو میں جانتا ہوں تم اس کا خوب دفاع کرو گے۔ اس لئے کہ فرانسیسیوں کے مقابلے میں ہمیشہ تم ناقابل تسخیر رہے ہو۔ ہاں، میں یہ ضرور کہوں گا کہ نبرہ والوں کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ عبداللہ بلنسی کے محاذ پر بھی نگاہ رکھنا اور اگر اسے ضرورت پڑے تو دشمن کے خلاف اپنے لشکر کے ایک حصے سے اس کی مدد کرنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن خاموش ہو گیا تھا۔ باقی سارے سالاروں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ سارے امراء کے علاوہ قاضی القضا، نائب قاضی قضا بھی اس فیصلے سے متفق ہوئے تھے۔ پھر وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا۔ دو دن بعد عبدالکریم بن مغیث اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ ایک لشکر لے کر نبرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ جبکہ عبداللہ بلنسی اور عبید اللہ دونوں دوسرے لشکر کو لے کر گاتھک سردار کی مدد کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔





امیر عبدالرحمٰن بن الاوسط نے فرانس کے بادشاہ چارلس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ تب چارلس نے دو جرار لشکر تیار کئے۔ ایک لشکر کاؤنٹ سنیرس کی کمانداری میں دیا گیا اور اسے نبرہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا گیا جہاں عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ پہلے ہی اپنا لشکر لے کر فرانسیسیوں کا مقابلہ کرنے اور نبرہ کا دفاع کرنے کے لئے پہنچ چکے تھے۔

فرانس کے بادشاہ چارلس نے دوسرا لشکر اپنے ایک اور سالار کاؤنٹ ایلس کی سرکردگی میں دیا۔ اسے گاتھک علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا گیا جہاں کے حکمرانوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہوئے چارلس کے خلاف کام کرنا شروع کیا تھا۔ گاتھک کے علاقوں کا دفاع کرنے اور وہاں کے حکمرانوں کی مدد کرنے کے لئے امیر عبدالرحمٰن نے اپنے دوسرے تجربہ کار سالار عبداللہ بن امیہ کو روانہ کیا تھا اور عبید اللہ کو اس کا نائب مقرر کیا تھا۔

عبدالکریم بن مغیث اپنے تینوں نائبوں یعنی اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ لشکر لے کر نبرہ کی سرحدوں پر پہنچ گیا تھا اور اپنی آمد کی اطلاع نبرہ کے حکمران کو بھی دے دی تھی اور نبرہ والوں نے بھی اپنا ایک لشکر عبدالکریم بن مغیث کی ماتحتی میں کر دیا تھا۔ چنانچہ نبرہ کی سرحدوں پر پڑاؤ کرنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث بھی بے چینی سے فرانسیسیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔ پھر ایک روز اس نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں جمع ہونے کا حکم دیا۔

جب سب سالار اس کے خیمے میں آ گئے تب عبدالکریم کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتا رہا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ عبدالکریم بن مغیث کا عزیز اور

رشتہ دار بھی تھا۔ پھر عبدالکریم کی آواز خیمے میں گونجی تھی۔

''ابنِ موسیٰ! گو تمہاری طرح جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی لشکر میں نئے ہیں اور دشمن کے خلاف یہ تم دونوں کی پہلی مہم ہے لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ! میں تمہاری تیغ زنی کے ہنر سے خوب واقف ہوں۔ اسی بناء پر میں تمہارے ذمے ایک اہم کام لگانے لگا ہوں۔''

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ جو ابھی نوعمر تھا مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ آپ مجھے کوئی کام سونپ کر تو دیکھیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خداوند قدوس نے چاہا تو دشمن پر آپ کی خواہشوں کے مطابق ضرب لگاؤں گا۔''

عبدالکریم مسکرایا۔ کہنے لگا۔

''اسمٰعیل! میرے بیٹے! تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں تم ایسا کر سکتے ہو۔ دیکھو، فرانسیسیوں کا کاؤنٹ ایک جرار اور بہت بڑا لشکر لے کر ہمارا رخ کئے ہوئے ہے۔ بیٹے! میں لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا تمہارے، تیسرا جریر بن موفق اور چوتھا حارث بن بزیغ کے پاس۔ نبرہ کا لشکر بھی اسی طرح آپس میں بانٹا جائے گا۔ جب فرانسیسیوں کا لشکر یہاں پہنچے گا تو میں وسطی حصے میں رہوں گا۔ دائیں جانب جریر بن موفق اور بائیں جانب حارث بن بزیغ رہے گا۔ اسمٰعیل! میرے بیٹے! میں جانتا ہوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں سے تم تیغ زنی، تیراندازی اور حرب وضرب کے فنون میں زیادہ مہارت رکھتے ہو۔ اس بناء پر میں تم پر انتہائی ذمہ داری کا کام سونپنے لگا ہو۔ جو لشکر تمہاری کمانداری میں دیا جائے گا اسے گھات میں رکھا جائے گا۔ گھات دائیں جانب کے جو کوہستانی سلسلے ہیں ان کے اندر لگائی جائے گی۔ فرانسیسیوں کا لشکر جب ہمارے سامنے آئے گا، دونوں لشکریوں کا ٹکراؤ ہو گا، اس ٹکراؤ کے دوران تم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر نکلو اور فرانسیسیوں کے پہلو پر ضرب لگاؤ گے۔ مجھے امید ہے کہ جب ایسا ہو گا تو فرانسیسیوں کے اوسان خطا ہو جائیں گے۔ وہ یہ سمجھیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے مقابلے میں مزید کمک مل گئی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی جان بچا کر بھاگنے والی بات کریں گے۔

اس کے علاوہ ابنِ موسیٰ! میں تھوڑی دیر تک کچھ قاصد اپنے ساتھی عبداللہ بن امیہ

کی طرف روانہ کرنے لگا ہوں۔ بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر تک میں قاصد عبداللہ بن امیہ کی طرف روانہ کروں گا اور اسے یہ کہوں گا کہ جب فرانسیسیوں کا کاؤنٹ ایلس لشکر لے کر اس کے مقابل آئے تو وہ جنگ کو طول دیتا رہے۔ کبھی پیچھے ہٹے، کبھی آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ اس طرح وہ کاؤنٹ ایلس کو اپنے ساتھ الجھائے رکھے گا۔ ابھی تک جو ہمارے مخبر ہمیں خبریں پہنچا چکے ہیں، ان خبروں کے مطابق سب سے پہلے کاؤنٹ سیرس ہمارے مقابل پہنچے گا اور جنگ کی ابتداء کرے گا۔ جبکہ کاؤنٹ ایلس اس کے پیچھے پیچھے پیش قدمی کر رہا ہے اور وہ شاید ایک یا دو دن بعد گاتھک کے علاقوں کا رخ کرتے ہوئے عبداللہ بن امیہ سے ٹکرائے گا۔ چنانچہ جب میری طرف سے قاصد عبداللہ بن امیہ کے پاس پہنچے گا تو عبداللہ بن امیہ کاؤنٹ ایلس کو اپنے ساتھ الجھانے کی کوشش کرے گا۔

بیٹے! جب تم اپنی گھات سے نکل کر فرانسیسیوں پر ضرب لگاؤ گے تو فرانسیسیوں کی شکست یقینی ہو جائے گی۔ فرانسیسی جب بھاگیں گے تو مل کر ان کا تعاقب کریں گے۔ ان کے بھاگ جانے کے بعد جو لشکر تمہاری کمانداری میں ہوگا اسے لے کر تم گاتھک کے علاقوں کا رخ کرو گے اور جس طرح میرے ساتھ کام کرتے ہوئے فرانسیسیوں کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگاؤ گے اسی طرح تم عبداللہ بن امیہ کی مدد کرتے ہوئے اس سے ٹکرانے والے فرانسیسیوں پر پہلو یا پشت کی طرف سے حملہ آور ہونا۔ اس طرح جہاں ہماری فتح یقینی ہو جائے گی وہاں عبداللہ بن امیہ بھی فرانسیسیوں کے مقابلے میں کامیاب اور فوز مند رہے گا۔“

عبدالکریم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر! آپ فکر نہ کیجئے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو دشمن کے دونوں حصوں پر میں آپ کی خواہش کے مطابق ضرب لگاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ دونوں مقام پر خداوند قدوس ہمیں ہی کامیابی اور فوز مندی سے ہمکنار کرے گا۔“

اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو کے جواب میں عبدالکریم بن مغیث کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ پڑاؤ میں مغرب کی اذان ہوئی تھی۔ لہٰذا عبدالکریم اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا۔

✶✯✶

دو دن بعد ایک بہت بڑا فرانسیسی لشکر مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آ کر پڑاؤ کر گیا تھا۔ پڑاؤ کرنے کے بعد فرانسیسی دو دن تک خاموش رہے۔ شاید وہ آرام کرتے رہے تھے۔ مسلمانوں نے بھی اس دوران چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ تیسرے دن فرانسیسیوں نے خود ہی جنگ کی ابتداء کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اس لئے کہ ان کے لشکر میں بڑے بڑے طبل اور بگل ہولناک آواز میں بجنے لگے تھے۔

ساتھ ہی فرانسیسیوں نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ مسلمانوں کے سالارِ اعلیٰ عبدالکریم نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس، دوسرا حارث بن بزیغ اور تیسرا جریر بن موفق کی سرکردگی میں رکھا، خود درمیان میں رہا۔ دائیں جانب جریر بن موفق کو اور بائیں جانب حارث بن بزیغ کو رکھا گیا تھا جبکہ لشکر کے ایک خاصے بڑے حصے کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ گزشتہ شب ہی آدھی رات کے قریب پہلے سے طے شدہ گھات کی طرف چلا گیا تھا۔

فرانسیسیوں کے لشکر میں کچھ دیر تک ہولناک انداز میں طبل اور بگل بجتے رہے۔ اس کے بعد فرانسیسیوں کے سالار نے جنگ کی ابتداء کی۔ اپنے پورے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا۔ پھر وہ صدیوں کی تیرگی کے غبار میں سلگتی ہولناک نفرتوں، زیست کی شادابیوں سے الجھتی فنا کی پیوند کاری اور آگ و خون کا پیغام دیتی وحشت اور بربریت کی ستم آرائیوں کی طرح لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

جواب میں عبدالکریم بن مغیث، حارث بن بزیغ اور جریر بن موفق نے بھی تباہی کی آگ، مایوسی کے اندھیرے پھیلاتی قہرمانیوں کی خوفناک آتش کی طرح اپنے کام کیا ابتداء کی تھی اور جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی بھوکی ننگی حیات کے بازار میں زندگی کو ہر دل کش روپ سے محروم کر کے جگر کو ناسور کر دینے والی زہرناکی، صحرا کی صرصر اور مرگ کے تلاطم کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یوں دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک تصادم اور ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد ایک تبدیلی رونما ہوئی۔ قریبی گھات سے اسمٰعیل بن موسیٰ سینوں کو ادھیڑنے والے مرگ کے خونی شراروں اور چہروں کو مسخ کر دینے والے کرب کی پیاسی ریت کی طرح اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور فرانسیسیوں کے لشکر کے ایک پہلو پر زیست کے عنوان پر شعلے برساتی آتش فشانی، سینوں میں ہوک اٹھاتی

جذبوں کو در بدر کرتی موت کی قبائیں کھولتی چیختی ہواؤں کے رقص کرتے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے چاروں طرف گھائل کرتی اذیتیں، ناک چیخیں، بین کرتی مجبوریاں، بل کھاتی زہریلے لمحے، بے ثمر کرتی داستانیں اپنی پوری بے قراری کے فسوں کے ساتھ صداؤں کے بھونچال کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

زمین انسانی خون سے تپنے لگی تھی۔ تقدیر بے چین شراروں کے اندھیاؤ کی طرح ادھر اُدھر پھیلتی ہوئی بدترین نوشتیں تحریر کرتے ہوئے اولادِ آدم کو موت اور حیات کے سنگم پر آتش فشانی دھانوں پر کھڑا کرنے لگی تھی۔ میدانِ جنگ میں موت بپھرتے تند دھاروں، مستی میں جھاگ اُڑاتی ندیوں، سر بریدہ آوارہ خواہشوں، وہموں کی سیاہی اور سلگتے بھڑکتے لمحوں کی طرح چار سُو اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد رومنوں کی حالت بڑی تیزی سے مضطرب تشنگی کے نوحوں، دُکھ بھری روتی آوازوں، پست اور مغموم امیدوں اور سیاہ لمحوں کے سفر کی طرح ہونے لگی تھی۔

فرانسیسیوں کے سالارِ اعلیٰ کاؤنٹ سنیرس نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر کی صفوں کی صفوں کو مسلمانوں نے اُدھیڑ کر کٹی ہوئی فصل کی طرح چاروں طرف بچھانا شروع کر دیا ہے تب اس نے زور زور سے پکارتے ہوئے فرانسیسیوں کو انگیخت کیا کہ وہ اپنے حملوں میں تیزی پیدا کریں۔ اپنے سالارِ اعلیٰ کاؤنٹ سنیرس کی اس انگیخت پر رومنوں نے ایک بار زوردار انداز میں نعرے بلند کرتے ہوئے نفرت کی گرم رو کی طرح حملہ آور ہونا شروع کیا تھا۔ لیکن ہر کوشش ناکام رہی۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے خون اُگلتے میدان میں فضا کی بھیانک اذیت، موت کے غبار اور بربادی کی دُھند کی طرح ان پر چھانا شروع کر دیا تھا۔

فرانسیسی، مسلمانوں کے ان تیز اور شدید حملوں کا دباؤ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکے لہذا بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ بھاگتے فرانسیسیوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ یہ تعاقب چند میل دور تک جاری رہا۔ اس دوران ان گنت فرانسیسیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر کاؤنٹ سنیرس کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد عبدالکریم کی ہدایت پر سارا لشکر واپس مڑا۔ اس جگہ آیا

یہاں جنگ ہوئی تھی۔ پہلے سب نے مل کر زخمیوں کی دیکھ بھال کی، اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اپنے دوسرے سالار عبداللہ بن امیہ کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا جبکہ عبدالکریم نے اپنے لشکر کو چند روز تک وہیں پڑاؤ قائم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

***

دوسری طرف فرانسیسیوں کا دوسرا سالار کاؤنٹ ایلس، گاتھک کے ان علاقوں کی طرف بڑھا تھا جہاں امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے سالار عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے۔ کاؤنٹ ایلس اپنے ساتھی کاؤنٹ سیرس سے چند دن بعد وہاں پہنچا تھا اور اسے ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کاؤنٹ سیرس کو بدترین شکست ہو چکی ہے۔ لہٰذا کاؤنٹ ایلس آتے ہی عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ پر ضرب لگانے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر چکے تھے۔ اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرا اٹھے۔

اس وقت تک اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کے لشکر کے قریب ہی ایک مناسب جگہ گھات لگا چکا تھا اور اپنے آنے کی اطلاع اس نے عبداللہ بن امیہ کو کر دی تھی۔ چنانچہ جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرائے تب اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ اپنی گھات سے اسمٰعیل بن موسیٰ سرخ صحراؤں کے سیلاب میں اڑتی ریت کے ذرّوں کی طرح نمودار ہوا۔ اس کے بعد وہ بادلوں کے شور میں تشنہ لبوں کی پھیلتی پیاس، صدیوں کے دروں کو مقفل کرتی فطرت کی قہر خیزیوں اور لشکریوں کی صفوں کے اندر تیزی سے پھیلتے بنجر پن کی طرح کاؤنٹ ایلس کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوا تھا۔ اسمٰعیل موسیٰ کے اس طرح حملہ آور ہونے سے فرانسیسیوں کے خلاف میدانِ جنگ میں شکست کے راستوں کی دھول اڑنے لگی تھی۔ خوفزدہ احساسات چاروں طرف گردش کرنے لگے تھے اور فرانسیسیوں کے اندر موت اور مصیبت کا ایک طرح کا تصادم شروع ہو گیا تھا۔

دوسری طرف عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ دونوں عبدالکریم بن مغیث کی طرف سے ملنے والے احکامات کے تحت جنگ کو طول دینے کے انداز میں مقابلہ کر رہے تھے۔

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی گھات سے نکل کر دشمن پر حملہ آور ہو گیا ہے تب انہوں نے بھی دفاع کی ساری چادریں اُتار پھینکیں، جارحیت پر اُترے، پھر وہ بھی سامنے کی طرف سے جہاں سوزی اور تباہ کاری پھیلاتے کرب، کروٹیں لیتے طوفانوں، شکست کی جنونی کیفیت طاری کرتے بیابانوں کے وحشیوں اور اُفق کے دریچوں تک کو لال گوں کرتے سرخ بجلیوں کے گھواروں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

یوں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے خاموشیوں کی سرزمین میں آتش فشاں اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فرانسیسیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کے دوطرفہ حملوں کو روکتے ہوئے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں لیکن ان کی بدقسمتی مسلمان مجاہد اور لشکری موت کے متلاشیوں کی طرح انا الحق پکارتے ہوئے قضا کے عناصر، سیلابی ریلوں، تباہی کی آگ اور ایسے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے جن کا راستہ نہ روکا جا سکے۔

فرانسیسیوں کا اس سے پہلے ایسے بھولے بسرے، گمنام اور زہریلے جنگجوؤں سے پالا نہ پڑا تھا لہٰذا وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور بڑی تیزی سے ان کی حالت قلبی وحشت اور دل فگاری اجنبیت کی دُھند میں ویران لمحوں، زرو پتوں کی کہانیوں، قضا خیز مجبوریوں، نا اُمیدیوں کے دریچوں اور زمین کی اندھی بنجر کھوکھ جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر مزید فرانسیسیوں نے اپنی اس حالت کو برداشت کیا اور جب ان کے سالار کاؤنٹ ایلس نے اندازہ لگایا کہ اب اس کی شکست یقینی ہو گئی ہے تب اس نے اپنے لشکریوں کو پسپائی کا اشارہ دے دیا اور یہ اشارہ ملتے ہی فرانسیسی سر پر پاؤں رکھ کر اپنی جانیں بچانے کی خاطر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ امیہ اور عبید اللہ نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف اسمٰعیل بن موسیٰ بھی ان کا ساتھ دیتے ہوئے فرانسیسیوں کے تعاقب میں ہو لیا تھا۔ اس طرح یہ تعاقب چند میل جاری رہا اور بہت کم فرانسیسی اپنی جانیں بچا کر اپنے علاقوں میں داخل ہونے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

اس شاندار کامیابی کے بعد عبداللہ بن امیہ، عبید اللہ اور اسمٰعیل بن موسیٰ پلٹے۔ تینوں نے پہلے ایک دوسرے کو اس شاندار فتح مندی پر مبارک باد دی۔ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ فرانسیسیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اس کے بعد تینوں اپنے لشکر کو لے کر اُدھر روانہ ہوئے تھے جہاں عبدالکریم

بن مغیث نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

***

عصر اور مغرب کے درمیان ایک روز قومس بن انتونیان سنت ایکس کلوس کے کلیسا میں داخل ہوا۔ اس وقت کلیسا میں کلیسا کے اسقف ساؤل کے علاوہ کچھ پادری، یولوجیوس، الوارو، یولوجیوس کی بہن انولہ، راہب اسحاق، اس کا چچا راہب جرمیاس، جرمیاس کی بیوی اور راہبہ الزبتھ، اسحاق کی راہبہ بہن مریم اور قرطبہ میں راہبوں کا رئیس اسپرا بیٹھے ہوئے تھے۔ تاریخ کے اوراق میں یہ اسپرا ہی تھا جو نصرانی نوجوانوں کو مسلمانوں کے خلاف برگشتہ کرتا تھا۔ قرطبہ شہر میں اس نے ایک مدرسہ کھول رکھا تھا جس میں عیسائی نصرانیوں کو مسلمانوں کے خلاف درس دیا کرتا تھا۔ اسپرا کے بعد قرطبہ میں سب سے متعصب شخص بشپ ساؤل تھا

قومس بن انتونیان جب ان کے قریب گیا تب ساؤل نے اپنے قریب ہی ایک نشست پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ چنانچہ قومس بن انتونیان مسکراتے ہوئے آگے بڑھا اس کے قریب جا بیٹھا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

جس موضوع پر تم لوگ گفتگو کر رہے تھے۔ اس پر گفتگو جاری رکھو، تم جانتے ہو میں مخل ہونے والا شخص ہوں اور نہ ہی کسی کے پاس جا کر کسی کی شکایت اور غیبت کرنے والا انسان ہوں۔"

قومس کے ان الفاظ پر الوارو اور یولوجیوس دونوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جہاں تک الوارو کا تعلق ہے تو وہ قرطبہ کے رئیسوں میں شامل تھا۔ اس کے پاس دولت کے انبار تھے۔ یولوجیوس اندلس کے ایک قدیم اور پرانے نصرانی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور یہ ایک متعصب نصرانی بھی تھا۔ الوارو اور یولوجیوس کے اس طرح دیکھنے پر قومس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میری طرف تم دونوں ایسے دیکھ رہے ہو جیسے میری تمہاری پہلی بار ملاقات ہو رہی ہے۔"

اس پر الوارو طنزیہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہماری بہن انولہ ایرش کے پاس گئی تھی۔ تم نے یولوجیوس کے ساتھ شرط لگائی تھی

کہ اگر یولوجیوس ایرش کو نصرانیت میں واپس لانے میں کامیاب ہو گیا تو تم اپنا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار ہو کر پورے قرطبہ شہر میں گھومو گے۔ اگر وہ نصرانیت میں نہ آئی تب یولوجیوس کا منہ کالا کیا جائے گا، گدھے پر بٹھا کر اسے قرطبہ شہر میں پھرایا جائے گا۔ آج انولہ، ایرش کے پاس گئی اور ہم تم پر یہ انکشاف کریں کہ انولہ کا وہاں جانا کامیاب رہا۔ انولہ اگر چند بار اور ایرش کے پاس گئی تو ایرش ہی نہیں اس کی ہمسائی لڑکی مصارہ جو پیدائشی مسلمان ہے وہ بھی دائرۂ نصرانیت میں داخل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ انولہ نے آج ایرش ہی نہیں، مصارہ سے بھی ملاقات کی ہے اور یہ ملاقات ایرش کے گھر اس کے ماں باپ اور بھائی کی موجودگی میں ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم تمہیں پہلے سے مطلع کرتے ہیں کہ اپنا منہ کالا کر کے گدھے پر بیٹھ کر قرطبہ شہر میں پھرنے کے لئے تیار رہنا۔“

الوارو کے ان الفاظ پر قومس نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔ کافی دیر تک وہ ہنستا رہا۔ اُس کے اس طرح ہنسنے کو اسپرا اور بشپ ساؤل نے برا محسوس کیا۔ یہاں تک کہ ساؤل پوچھ بیٹھا۔

”ابنِ انتونیان! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارا اس طرح ہنسنا کس علت اور وجہ کی بناء پر ہے؟“

جواب میں پہلے قومس نے کھا جانے والے انداز میں باری باری ساؤل اور اسپرا کی طرف دیکھا پھر اسی انداز میں ایک بھرپور نگاہ یولوجیوس اور الوارو پر ڈالی، اس کے بعد وہ جرأت مندانہ انداز میں کہنے لگا۔

”مجھے قہقہہ لگانے پر الوارو کے جھوٹ نے مجبور کیا۔ الوارو کے جھوٹ پر یولوجیوس نے استفہامیہ انداز میں پوچھ لیا تھا۔

قومس پھر ہنس پڑا۔

”چلو، الوارو نہ سہی، تمہاری بہن انولہ ہی کے جھوٹ نے۔“

اس بار یولوجیوس نے تپتے ہوئے لہجے میں پوچھ لیا

”قومس! کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری بہن انولہ ایک راہبہ ہونے کے باوجود انتہا درجہ کی جھوٹی اور فریب کار لڑکی ہے۔ تم لوگ اسے مقدس انولہ پکارتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ

قرطبہ شہر میں اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹی اور فریب دینے والی لڑکی نہیں ہو گی۔ اس وقت انولہ تمہارے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس سے پوچھو کہ ایرش اور مصارہ سے ملاقات کی صحیح داستان سنائے۔ اگر یہ نہیں سناتی تو یولوجیوس! مجھ سے سنو۔ تمہاری بہن آج ایرش کے گھر گئی۔ اس وقت مصارہ بھی ایرش کے ہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں سے ملاقات کی۔ اس نے ان سے گول مول باتیں کرتے ہوئے ان دونوں کو وہ قیمتی اور نایاب جواہرات دکھائے جو تمہارے پاس اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس نے بھیجے تھے اور ان جواہرات کی چمک دکھاتے ہوئے اس انولہ نے ایرش اور مصارہ کو ان کی اصل راہ سے بھٹکانے کی کوشش کی۔ انولہ جب اپنا کام کر چکی تب ایرش نے اپنی جوابی کارروائی کی۔ انولہ کے اس فریب اور دھوکے کے جواب میں اس نے مسلمانوں کے محترم رسول (ﷺ) کی آمد کی کچھ ایسی پیشگوئیاں انولہ کے سامنے بیان کیں کہ انولہ کا اپنا ایمان متزلزل ہو گیا۔ یولوجیوس! تم بھی سن رکھو، الوارو! ساؤل! تم بھی میری یہ بات اپنے دل پر لکھ لو کہ اگر انولہ دو ایک بار اور ایرش اور مصارہ سے اسی انداز میں ملی تو میں تمہیں لکھ کر دیتا ہوں کہ یہ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے گی۔ اگر نہ ہوئی تو میں اس کے لئے بھی.......''

یہاں تک کہتے کہتے قومس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ الوارو نے تیز نگاہوں سے انولہ کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی ساؤل، انولہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''انولہ! میری بیٹی! جھوٹ مت کہنا۔ سچ کہنا۔ کیا معاملہ ہے؟''

اس پر انولہ خجالت اور شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''جو کچھ اس قومس نے کہا ہے یہ کسی قدر درست ہے۔ لیکن مجھے نصرانیت سے متزلزل کر کے اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کر سکتیں۔''

انولہ کا جواب سن کر یولوجیوس، الوارو، ساؤل اور اسپرا اور وہاں بیٹھے ہوئے اسحاق کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ اس پر الوارو، قومس کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

''ذرا وہ پیشگوئیاں تو کہو جو ایرش نے انولہ سے کہیں تا کہ ہم بھی وہ سنیں۔''

الوارو کے خاموش ہونے پر یولوجیوس بول اٹھا۔

"قومس! کہو، وہ کیا پیشگوئیاں ہیں؟ تا کہ ہم یہ فیصلہ کرسکیں کہ ان میں کون سی پیشگوئیاں سچی اور کون سی جھوٹی ہیں؟"

قومس نے پھر کھا جانے والے انداز میں یولوجیوس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"یولوجیوس! تم ایک متعصب انسان ہو۔ تم ان پیشگوئیوں کا کیا فیصلہ کرو گے؟ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ جب قرطبہ میں مسلمان نماز سے پہلے اذان دیتے ہیں تو تم نہ صرف یہ کہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہو، ساتھ ہی تم اپنے جسم پر صلیب کا نشان بنانے کے بعد داؤد نبی کا یہ زبور کا گانا گانے لگتے ہو۔

"اے خدا! چپ نہ ہو۔ اے خدا! چین نہ لے۔ کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اودھم مچاتے ہیں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں، سر اٹھایا ہے۔"

یولوجیوس! تُو ایسا متعصب انسان ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبرؐ کی صرف کثرت ازواج کو تنقید بناتے ہوئے نفرت کا کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ جبکہ تُو مسلمانوں کی اذان کے مقابلے میں جس داؤد نبی کی زبور سے اقتباسات پیش کرتا ہے، ظالم! اس داؤد نبی نے بھی تو دس شادیاں کی تھیں۔ کیا تُو اس حقیقت کو بھول جاتا ہے؟ اور تیرا اس حقیقت کو بھول جانا اس بات کی غمازی اور نشاندہی کرتا ہے کہ تُو ایک انتہائی متعصب انسان ہے اور تجھ جیسا متعصب انسان پیشگوئیوں کے غلط اور درست ہونے کا کیا فیصلہ کرسکتا ہے۔"

قومس کے ان الفاظ کے جواب میں ساؤل بول اٹھا۔

"قومس! تم پیشگوئیاں تو کہو۔ تا کہ ہم بھی جانیں کہ ایرش مسلمانوں سے کیا کچھ سن کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی ہے۔"

اس پر قومس نے پہلے سب کی طرف بڑے غور سے دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"اگر تم لوگ سننا ہی چاہتے ہو تو سنو۔ تم لوگوں کو یاد ہو گا کہ یہودیوں کے احبار اور قدیم دور میں ہمارے مذہب کے راہب اور عربوں کے کاہن مسلمانوں کے پیغمبر (ﷺ) کے متعلق خبریں دیا کرتے تھے۔ احبار اور راہبوں کے علم کا ذریعہ تو وہ تھا جو انہوں نے اپنی کتابوں میں آپؐ کی صفت اور آپؐ کے زمانے کی صفت کے متعلق پایا تھا اور ان کے انبیاء نے آپؐ کے متعلق ان سے عہد لیا۔ عرب کے کاہنوں کا علم زیادہ تر جنات اور شیاطین تھے جو ان کے پاس خبریں چرا کر لاتے تھے۔ جب ان کی یہ

حالت تھی کہ انہیں نجوم سے مار کر ان خبروں سے روکا نہ جاتا تھا۔ کاہن مردوں اور کاہنہ عورتوں کی جانب سے ہمیشہ آپؐ کے متعلق بعض امور کا ذکر ہوتا رہا تھا۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے محترم پیغمبر (ﷺ) کو مبعوث فرمایا۔ وہ تمام باتیں جن کا ذکر کیا کرتے تھے، واقعہ بن گئیں۔ پھر انہوں نے اسے جانا جب ان کی نبوت کا زمانہ قریب آیا اور اس کے بعد جب آپؐ مبعوث ہوئے تو شیاطین خبروں کے سننے سے روک دیئے گئے۔ اُن کے ان مقامات کے درمیان جہاں بیٹھ کر وہ خبریں سنا کرتے تھے۔ رکاوٹ پیدا کر دی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ عرب کی سرزمینوں میں بنو ثقیف سے تعلق رکھنے والا عمرو بن امیہ تاروں کے ٹوٹنے سے پریشان ہوا۔ یہ عمرو بن امیہ اپنی رائے کے لحاظ سے سارے عرب میں سب سے زیادہ ہوشیار، تیز فہم تھا۔ چنانچہ بنی ثقیف میں ایک شخص نے جب ٹوٹنے والے ستارے کو دیکھا تو وہ عمرو بن امیہ کے پاس گیا جو قدیم امور کا ماہر خیال کیا جاتا تھا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔

''اے عمرو! کیا تُو نے آسمان سے تارے پھینکے جانے کا نیا واقعہ نہیں دیکھا؟''

اس نے کہا۔ ''کیوں نہیں....... مگر انتظار کرو اور دیکھو اگر یہ تارے وہی ہیں جن سے بحر و بر میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے، موسمِ سرما اور گرما کی شناخت کی جاتی ہے جس سے لوگ اپنی زندگی کے وسیلوں کی درستگی کر لیتے ہیں، اگر وہی تارے ہیں جو پھینکے جا رہے ہیں تو خدا کی قسم بساطِ دنیا اب لپیٹی جا رہی ہے اور مخلوق کی بربادی کا سامان ہے جو اس دنیا میں رہتی ہے۔ اگر یہ تارے ان تاروں کے علاوہ ہیں اور دوسرے تارے اپنی جگہ قائم اور بحال ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ ہے جو اس مخلوق سے خدا ہی جانے وہ کیا ہے۔ عرب کے صحراؤں سے اٹھنے والی دوسری پیشگوئی یہ ہے کہ ایک کاہنہ تھی تعلق جس کا بنی سہم سے تھا اس کے قبضے میں ایک جن تھا۔ وہ جن ایک بار اس عورت کے پاس آیا اور گھبراہٹ میں کہنے لگا۔

''میں ایک عظیم الشان واقعہ جانتا ہوں کہ وہ زخمی کرنے اور گلے کاٹنے کا دن ہے۔''

اُس کے ان الفاظ کو نہ وہ عورت سمجھی نہ قریش کے لوگ سمجھ سکے کہ اس نے کیا کہا ہے۔ دوسری بار وہ آیا اور زور سے انسانی صورت میں چلاّتے ہوئے کہا۔

''درے! درے! کیا چیز ہیں وہ جن میں کعب پہلوؤں کے بل بچھڑ جائیں گے۔''

جس وقت یہ خبر قریش کو پہنچی تو انہوں نے کہا پتہ نہیں ایسی باتیں کرنے سے اس کا کیا مقصد ہے۔ یہ واقعہ تو ضرور ہونے والا ہے۔ پر غور کرو، آخر وہ ہے کیا۔ لیکن انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ یہاں تک کہ جب واقعاتِ بدر، احد کے دروں کا واقعہ ہوا تو انہوں نے جانا یہی وہ بات تھی جس کی خبر اس جن نے اس عورت کو دی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قوس خاموش ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اب ذرا یہودیوں کا معاملہ سنو۔ یہودیوں کے قبیلے بنی عبدالاشہل کا ایک شخص تھا۔ مدینہ میں رہتا تھا۔ ایک بار وہ گھر سے نکلا۔ وہاں جمع ہونے والے بت پرست اور مشرک لوگوں سے قیامت، بعث، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر کرنے لگا۔ اس کی یہ باتیں سن کر مشرک اور بت پرست کہنے لگے۔

"مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے تمہارے یہ الفاظ افسوس ناک ہیں۔ کیا تُو یہ سمجھتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے؟ لوگ مرجانے کے بعد اپنے گھر جانے کے لئے زندہ کئے جائیں گے جن میں جنت دوزخ ہے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔"

اس پر اُس یہودی عالم نے کہا۔ "اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے ایسا ہی ہوگا اور دوزخ میں جانے والا تمنا کرے گا کہ اس آگ کی بجائے گھر میں کوئی بڑا تندور ہوتا، اسے گرم کر دیا جاتا۔ اس میں ڈال کر اوپر سے مٹی لگا کر بند کر دیا جاتا اور وہ اس آگ سے بچ جاتا تو کل اسے نصیب ہونے والی ہے۔

لوگوں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "تجھ پر افسوس ہے۔ پر یہ تو بتا اس کی نشانی کیا ہے؟"

اس پر اُس یہودی عالم نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ان بلاد میں ایک نبی (ﷺ) مبعوث ہوگا۔"

لوگوں نے پوچھا اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کب آئے گا؟ اس موقع پر مشہور صحابی سلمٰی بن سلامہ رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے تھے۔ اس وقت وہ کم سن تھے۔ اس یہودی عالم نے اس کم سن لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر اس لڑکے کی عمر نے وفا کی تو یہ اس نبی کو پالے گا۔"

چنانچہ اس یہودی عالم کا کہا صحیح ہوا۔ ان سرزمینوں میں اس کے اشارے کے مطابق

مسلمانوں کے محترم رسول (ﷺ) مبعوث کئے گئے جن کی تم لوگ نفی کرتے ہو۔“
اس کے بعد قومس کچھ دیر کے لئے رکا اور پھر وہاں بیٹھے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
”یہودیوں کی ایک اور دلیل میں تم پر بیان کرتا ہوں اور یہودیوں کا ایک معتبر عالم ابن الہیبان تھا۔ وہ یروشلم اور فلسطین کی سرزمین سے نکل کر مدینہ میں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ اپنے آخری عمر کے ایام میں جب وہ بیمار ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کے مرنے کا وقت آیا ہے تو اس نے مدینہ کے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
”اے گروہِ یہود! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے فلسطین کی شراب اور خمیر والی سرزمین سے مدینہ کی تکلیف اور دھوپ کی سرزمین کی طرف کون سی چیز نکال لائی ہے؟“
اس پر یہودیوں نے کہا۔”اسے تو تم ہی بہتر جانتے ہو۔“
چنانچہ اس نے کہا۔
”میں اس شہر میں اس لئے آیا ہوں کہ ایک نبی (ﷺ) کے ظہور کا انتظار کروں جس کا زمانہ قریب آ چکا ہے۔ اور یہ شاید اس کی ہجرت گاہ ہے۔ مجھے امید ہے وہ مبعوث ہو گا اور میں اس کی پیروی کروں گا۔ اب تمہارے لئے اس کا زمانہ قریب ہے۔ بس اے گروہِ یہود! ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف کوئی اور تم سے سبقت لے جائے۔ وہ ذاتِ مبارک خون ریزی کے لئے مجبور بھی ہو گی۔ مخالفوں کی عورتیں اور بچے بھی اس کے پاس قید ہوں گے۔ یہ باتیں تمہیں اس پر ایمان لانے سے نہ روک دیں۔“
مسلمانوں کے رسول (ﷺ) سے تعصب رکھنے والو! سنو۔ جب مسلمانوں کے محترم رسول مبعوث ہوئے اور ایک موقع پر یہودیوں کے قبیلے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا تو وہ لوگ جنہوں نے عالمِ شباب میں یہودی عالم بن الہیبان کے یہ الفاظ سنے تھے وہ نہ صرف مسلمانوں کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے بلکہ بنی قریظہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔
”اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق ابن الہیبان نے تم سے عہد لیا تھا۔“
ساتھ ہی جن یہودی نوجوانوں نے اس یہودی عالم کی وہ باتیں سنی تھیں وہ مسلمانوں کے محترم رسول (ﷺ) پر ایمان بھی لائے۔“
قومس دوبارہ رکا اور طنزیہ انداز میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے

کہنے لگا۔ ”اے نصرانیت کے متعصب گروہ! اب میں تمہارے اپنے مذہب سے کچھ پیشن گوئیاں سناتا ہوں۔ حوالے کے طور پر میں تمہاری یوحنا کی انجیل کا حوالہ دیتا ہوں۔ اس میں اللہ کے نبی عیسیٰؑ کے کچھ ارشادات ہیں۔ میں پورے اقتباسات تو نہیں پیش کروں گا، تمہاری یاد دہانی کے لئے کچھ جملے کہوں گا۔ اس لئے کہ تم نے بھی وہ انجیل پڑھی ہوگی۔ لہٰذا میں جو کچھ کہوں گا وہ تمہارے ذہنوں میں ضرور تازہ ہو جائے گا۔“

”آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر قبضہ حاصل کر لیں گے۔ مگر جو بات ناموس میں ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے مجھ سے ناحق بغض کیا۔ پس کاش آگے ہوتے جنہیں اللہ تمہاری طرف پاک روح کے ساتھ بھیجے گا۔ یہ وہ ہوگا جو اب کے پاس سے نکلا اور میرا گواہ ہے۔ تم بھی میرے گواہ ہو کیونکہ تم قدیم سے میرے ساتھ رہے ہو۔ میں نے تم سے بات کہہ دی ہے تاکہ تم شک میں نہ رہو۔ تمہیں عدم تبلیغ کی شکایت نہ رہے۔“

شاید تم میں سے ہر کوئی جانتا ہوگا کہ مارقلیط یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی محمدؐ کے ہیں۔ جبکہ رومنوں کی زبان میں اس کا متبادل پری کلیوس ہے جس کے معنی بھی محمدؐ اور تعریف کئے جانے کے ہیں۔ جبکہ مارقلیط لفظ بھی بڑے نمایاں طور پر تمہاری انجیلوں میں استعمال کیا گیا ہے۔“

قومس رکا۔ اس کے بعد دوبارہ کہتا چلا گیا تھا۔

”متعصب انسانو! مزید سنو۔ میں نصرانیت کی ایک اور مثال تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے ایک صحابی سلیمان فارسی تھے۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر ایک سچے دین کی جستجو میں سرگرداں رہے۔ یہاں تک کہ وہ اموریہ شہر میں نصرانیت کے ایک عالمِ دین کے پاس پہنچے۔ جب وہ شخص مرنے لگا تو سلیمان فارسی نے اس سے التجا کی کہ حصولِ علم اور سچائی اور حقیقت جاننے کے لئے اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ چنانچہ مرنے والے اس اسقف نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

”میرے پیارے بیٹے! اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ لوگوں میں سے آج کسی نے اس دین کی پیروی کی ہو جس پر ہم تھے۔ اب میں تجھے کس کے پاس جانے کا حکم دوں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ایک نبی کا زمانہ قریب آ پہنچا۔ وہ دینِ ابراہیمی پر مبعوث

ہونے کو ہے۔ اس کا ظہور سرزمینِ عرب میں ہو گا۔ اس کی ہجرت گاہ دو پتھروں والی زمینوں کے درمیان ہو گی۔ ان دونوں زمینوں کے درمیان کھجور کے پیڑ ہوں گے۔ اس نبی میں ایسی علامتیں ہوں گی جو چھپ نہ سکیں گی۔ وہ ہدیہ کھائے گا، صدقہ نہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہو گی۔ اگر ان شہروں میں تجھے پہنچنے کی طاقت ہو تو وہاں چلے جانا۔"

دو پتھروں والی سرزمینوں سے متعلق اس نصرانی عالم کی مراد عرب کا شہر مدینہ تھا جس کا پہلے نام یثرب تھا۔ اس لئے کہ اس کے لئے لفظ حرتین استعمال ہوا تھا یعنی دو جرے۔ یہ کالے پتھروں کا سلسلہ مدینہ منورہ میں شرقاً غرباً دو جروں کے درمیان ہے۔ ایک جرہ داقم دوسرا جرہ دیرہ کہلاتا ہے۔ یعنی کالے پتھر دونوں طرف دیوار کی صورت میں اب بھی موجود ہیں۔"

تومس دم لینے کے لئے رکا۔ ایک نگاہ وہاں بیٹھے لوگوں پر ڈالی۔ پھر کہنے لگا۔
"آؤ اب میں تمہیں انجیل کا ایک اور حوالہ دیتا ہوں۔ انجیل کی ایک اور تمثیل سنو۔ متی کی انجیل میں ہے:

"ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا اور اسے چاروں طرف سے گھیرا اور اس نے حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو معاوضہ لانے کو بھیجا۔ انہوں نے پکڑ کر کسی کو پیٹا، کسی کو قتل کر دیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور ملازموں کو بھیجا جو پہلے سے زیادہ تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو کہا یہی وارث ہے، اسے قتل کر کے اس کی وراثت پر قبضہ کریں۔ اسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔

بس جب باغ کا مالک آئے تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ انہوں نے اس سے کہا ان برے آدمیوں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔

اس تفصیل میں باغ لگانے والے کے الفاظ استعمال کر کے خداوند قدوس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انگور بنی اسرائیل کی قوم ہے جس کا ذکر زبور میں کیا گیا ہے۔

تا کستان یروشلم ہے جس کا ذکر تورات میں آیا ہے۔ بیٹے سے مراد صلاح کار کے ہیں اور باغ کا ٹھیکہ کسی اور کو دینے کا مراد ہے کہ بنی اسرائیل سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو دے دی جائے گی۔ کیا تم اپنی ہی اس تمثیل سے انکار کرتے ہو؟ اور پھر تم اپنے نبی عیسیٰؑ کی پیروی کہاں کرنے والے ہو؟ تم لوگ ختنہ نہیں کرتے جبکہ تمہارے پیغمبر نے ختنہ کرایا تھا۔ کیا تم لوقا کے احکامات کو بھول گئے ہو جس میں لکھا ہے:

جب آٹھ دن پورے ہوئے اور یسوع کے ختنہ کا وقت قریب آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ پھر جب موسیٰ کی شریعت کے مطابق ان کے پاک ہونے کے دن پورے ہو گئے تو وہ اس کو یروشلم میں لائے تا کہ خداوند کے آگے حاضر کریں۔

ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، تم مسلمانوں اور ان کے پیغمبر کے خلاف بولتے ہو اور تمہاری بدقسمتی کی یہ حالت ہے کہ تم خود اپنے ہی رسول اور پیغمبر کی نافرمانی کرتے ہو۔ جو کچھ انہوں نے کیا تم اس پر عمل کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں تم کیسے نصرانی ہو؟ پیش گوئیوں کا اطلاق یہودیوں اور نصرانیوں پر ہی نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کی سرزمینوں میں جائیں تو وہاں بھی مسلمانوں کے محترم رسول (ﷺ) کی آمد سے متعلق پیش گوئیاں ملیں گی۔ ہندوؤں کی کتب میں جو مسلمانوں کے محترم رسولؐ کے متعلق پیش گوئیاں ملتی ہیں اس کا لب لباب کچھ اس طرح ہے:

اوّل آپ کا نام محمدؐ ہو گا۔ دوئم وہ شہزادۂ امن ہو گا۔ سوئم دشمنوں کی کثرت میں خدا اس کی حفاظت اور ضیافت کرے گا۔

مہاتما بدھ نے مسلمانوں کے پیغمبرؐ کی آمد کے لئے لفظ میتیہ استعمال کیا ہے جس کے معنی مہربان کے ہیں اور مہاتما بدھ نے جو مسلمانوں کے پیغمبرؐ سے متعلق پیش گوئی کی، اس کا لب لباب پانچ باتوں پر مشتمل ہے:

اوّل وہ پیغام حق ہے۔ دوئم قلوب پر اثر انداز ہونے والا ہے۔ سوئم اس کی صداقت روز بروز کھل کر سامنے آئے گی۔ چہارم حفاظ کے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ پنجم احاطہ تحریر میں آ کر اس کا ایک ایک لفظ محفوظ ہو جائے گا۔

یہ پیش گوئی نہ صرف محترم رسول (ﷺ) کے بارے میں ہے بلکہ مسلمانوں کی مقدس کتاب سے بھی متعلق ہے۔

آگے چلو، آتش پرستوں کو لو۔ آتش پرستوں کا پیغمبر زرتشت مسلمانوں کے رسول

محترم ﷺ سے متعلق اپنی کتاب اوستا میں لکھتا ہے:

اس کا نام فاتح، مہربان اور اسی کا نام استورت ارنیا یعنی تعریف کیا گیا، محمدؐ ہو گا۔ وہ رحمت کا مجسمہ ہو گا۔ وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہو گا۔ وہ ماشر ہو گا۔ اس لئے کہ کامل اور روحانی انسان ہونے کی وجہ سے وہ تمام لوگوں کی ہلاکت کے خلاف مبعوث ہو گا۔ وہ مشرک لوگوں اور ایماندار لوگوں کی اصلاح کرے گا۔ یعنی مشرکین بت پرست زرتشتی مذہب کے پیروؤں کی اصلاح کرے گا۔

بھٹکے ہوئے لوگو! یہ مختلف مذاہب میں مسلمانوں کے رسول (ﷺ) اور ان کی مقدس کتاب کے متعلق پیش گوئیاں ہیں۔ تم عہد نامہ قدیم اور جدید کے وارث بنتے ہو اور ان کا مطالعہ بھی کرتے ہو۔ اور کیا تم نے عہد نامہ قدیم میں خود مسلمانوں کے رسول سے متعلق بہت بڑی اور واضح پیش گوئی نہیں پڑھی جس کا لب لباب کچھ اس طرح ہے:

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑوں سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔''

سینا سے آنا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ظہور ہے جو سینا سے نکلے۔ شعیر سے اشارہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف ہے جس کے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ظاہر ہوئے۔

اب باقی فاران کا کوہستانی سلسلہ رہتا ہے۔ وہ کون سا فاران ہے جہاں سے خدا ظاہر ہوا؟ یہاں سے مسیح کے بعد رسول نکلا۔ اس کے پاس روشن شریعت ہو گی۔ وہ کون سا دین ہے جو فاران سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گیا؟ وہ مکہ کی وادی غیر ذی ذرع ہے جہاں ایک امی نبی پر خدا کی آخری مقدس شریعت نازل ہوئی اور تمام دنیا میں پھیل گئی۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنے والا ایک ہی انسان دنیا کی تاریخ میں ہے۔ یعنی مسلمانوں کے محترم رسول محمد (ﷺ) جو دس ہزار مقدس انسانوں کے ساتھ فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قومس خاموش ہو گیا۔ پھر گھورنے کے انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ جس قدر پیش گوئیاں تمہارے سامنے پیش کی گئی ہیں یہ ایک نصرانی کی طرف

سے پیش کی گئی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان تمہارے سامنے اپنے محترم رسولؐ کی پیش گوئیوں کو بیان کرتا تو وہ یہاں ڈھیروں انبار لگا کر رکھ دیتا۔''

قومس کے خاموش ہونے پر ساؤل ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہم ان پیش گوئیوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔''

''ان پیش گوئیوں کو تسلیم نہ کرنے کا مقصد ہے کہ نہ تم انجیل کو مانتے ہو نہ توریت کو۔''

قومس کے ان الفاظ پر ساؤل شرمندہ سا ہو گیا۔ آخر یولوجیوس بول اٹھا۔

''قومس! چھوڑو اس موضوع کو۔ مسلمانوں کا بندوبست عنقریب ہونے والا ہے۔ تم جانتے ہو فرانسیسیوں کے دو بڑے لشکر کاؤنٹ سنیرس اور کاؤنٹ ایلس کی سرکردگی میں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے فرانس سے نکل چکے ہیں اور عنقریب وہ یلغار اور پیش قدمی کرتے ہوئے یقیناً قرطبہ کے نواح میں پہنچیں گے۔''

یولوجیوس کے ان الفاظ کے جواب میں قومس نے ایک قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

''یولوجیوس! جس طرح نصرانیت، یہودیت اور اسلام کے متعلق تمہارا علم بالکل ناقص اور ادھورا ہے، اسی طرح فرانسیسیوں کے ان دونوں لشکروں سے متعلق تمہاری اطلاعات بھی ادھوری اور بالکل ناقص ہیں۔ ظالم! قرطبہ شہر میں تو جشن منانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے دو لشکروں نے کاؤنٹ سنیرس اور کاؤنٹ ایلس دونوں کو بدترین شکست دی ہے۔ ہزاروں فرانسیسیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور دونوں کاؤنٹ بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر اپنے بچے کھچے چند ساتھیوں کے ساتھ فرانس کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ شہر کے اندر یہ خبریں بھی گردش کر رہی ہیں کہ ان جنگوں کے دوران سب سے بہتر اور اچھی کارکردگی ایک نئے اور نوعمر سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی رہی ہے اور لوگ اسمٰعیل بن موسیٰ کے علاوہ عبدالکریم بن مغیث اور دوسرے سالاروں کا استقبال کرنے کے لئے بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور تمہاری اطلاعات ایسی ناقص ہیں کہ ابھی تک تمہیں خبر ہی نہیں کہ فرانس کے دونوں کاؤنٹ دم دبا کر بھاگ چکے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی قومس اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''میں اب جاتا ہوں۔ پھر آؤں گا۔ اس لئے تم مجھے یہ بتا دو کہ اگلی بار میں آؤں تو

مسلمانوں یا اسلام کے متعلق کون سا موضوع چھیڑنا چاہتے ہو تاکہ تمہارے سامنے میں اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر کر سکوں۔"

قومس کے ان الفاظ پر سب شرمندہ سے ہو گئے تھے۔ چنانچہ قومس انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔





حسین اور خوبصورت مصارہ بھاگتی ہوئی حُسن میں لاجواب اور شخصیت میں بے نظیر اریش کے گھر میں داخل ہوئی۔ گھر میں داخل ہونے کے ساتھ ہی وہ زور زور سے پکارنے لگی تھی۔

”اریش!......اریش! تم کہاں ہو؟“

چنانچہ اریش بھاگتی ہوئی اندرونی حصے سے نکلی۔ اسے دیکھتے ہی مصارہ بول اٹھی۔

”جلدی آؤ...... ہمارا فاتح لشکر شہر میں داخل ہونے والا ہے۔ سب لوگ کیا مرد کیا عورتیں لشکر کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔ آؤ، ہم بھی چلیں۔“

اریش ان الفاظ پر خوش ہو گئی تھی۔ پاس کھڑے ہی کھڑے اپنی ماں حماسہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ماں! میں لشکر کے استقبال کے لئے مصارہ کے ساتھ جا رہی ہوں۔“

اندر سے حماسہ کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”بیٹی! تُو جا۔ تیرے پیچھے میں، تیرا باپ اور بھائی بھی آ رہے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی اریش مصارہ کے ساتھ ہو لی۔ مکان سے باہر نکلنے کے بعد مصارہ نے غور سے اریش کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”اریش! میں تم پر اپنا ایک راز اگلنے لگی ہوں۔ راز یہ ہے کہ میں نئے سالار جریر بن موفق کو پسند کرتی ہوں۔ وہ بھی مجھے چاہتے ہیں۔ میرے گھر والوں کو بھی اب اس کی خبر ہو گئی ہے۔ جریر بن موفق کیونکہ آج واپس آ رہے ہیں لہٰذا میرے گھر والوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں جریر بن موفق کی با قاعدہ دعوت کی جائے گی اور اس دعوت کے دوران اسے اور مجھے ایک دوسرے سے منسوب کر دیا جائے گا۔“

ارش نے اس موقع پر خوشی سے گھورتے ہوئے پہلے مصارہ کو دیکھا، پھر اسے کہنی مارتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہ بتائی؟''

مصارہ مسکرا دی۔

''میری عزیز بہن! پہلے میرے گھر والوں کو اس کی خبر نہیں تھی میں اس لئے خاموش رہی کہ ہوسکتا ہے گھر والے نہ مانیں۔ لیکن آج انہوں نے رشتے کی حامی بھر لی ہے۔ لہٰذا میں نے بھی تم پر انکشاف کر دیا ہے۔ بابا کہہ رہے تھے کہ جریر بن موفق کے ساتھ لشکریوں کے سپہ سالار عبدالکریم اور باقی دو نئے سالاروں اسمٰعیل بن موسیٰ اور حارث بن بزیغ کی دعوت کا بھی انتظام کیا جائے گا۔''

مصارہ کے خاموش ہونے پر ارش بول اٹھی۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ جریر بن موفق کی رہائش کہاں ہے؟''

اس پر دکھ بھرے انداز میں مصارہ بول اٹھی۔

''جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں ہی شمال کی کسی بستی کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے امیر عبدالرحمٰن کے باپ الحکم کے دور میں فرانس کا بادشاہ شارلیمان ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا اور اس کے حملے کے نتیجے میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں کے اہل خانہ مارے گئے۔ اب ان دونوں کو نیا نیا لشکر میں شامل کیا گیا ہے۔ ان کی رہائش قرطبہ کے مستقر میں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مصارہ رکی، پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ارش! جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہیں ابھی تک یولوجیوس کے علاوہ بلوارو، یولوجیوس کی بہن انولہ اور دیگر انتہا پسند نصرانیوں سے خطرہ ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں سپہ سالارِ اعلیٰ محترم عبدالکریم بن مغیث سے بات کی جائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تمہارے اور تمہارے اہل خانہ کے تحفظ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔''

مصارہ کی اس گفتگو سے ارش خوش ہو گئی تھی۔ پھر دونوں بڑی تیزی سے اس شاہراہ کی طرف جارہی تھیں جو شمال کی طرف سے قرطبہ شہر میں داخل ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد لشکر شہر میں داخل ہوا۔ کیا مرد کیا عورتیں کیا بوڑھے کیا بچے بڑے

خوش کن انداز میں لشکر پر گل پاشی کرنے لگے تھے۔ ایک خوب صورت سماں تھا جو قرطبہ کی گلیوں میں پیش آیا تھا۔ جب لشکر مختلف شاہراہوں سے گزرتا ہوا قرطبہ کے مستقر کے قریب آیا تب اچانک ایک طرف سے مصارہ اور ایرش نمودار ہوئیں۔ مصارہ نے آگے بڑھ کر سپہ سالار عبدالکریم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ ساتھ ہی عبدالکریم کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''امیر! مجھے امید ہے کہ آپ نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔''

جواب میں عبدالکریم نے اپنے گھوڑے کو روک دیا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنے گھوڑوں کو روک چکے تھے۔ اس موقع پر جریر بن موفق جو مصارہ کو پسند کرتا تھا، اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر مصارہ کے قریب آ گیا تھا۔ عبدالکریم بڑی شفقت میں مصارہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مصارہ! میری بیٹی! میں تجھے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تُو عبادہ بن عامر کی بیٹی ہے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اور میرا سالار جریر بن موفق ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔ بیٹی! بتا، تُو نے کس مقصد کے تحت میرے گھوڑے کی باگ روکی ہے؟ دیکھو، تمہیں دیکھتے ہوئے جریر بن موفق بھی یہاں آ گیا ہے۔''

مصارہ نے ایک محبت بھری نگاہ جریر بن موفق پر ڈالی۔ پھر کہنے لگی۔

''امیر! یہ میرے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام ایرش ہے ......''

مصارہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ عبدالکریم بن مغیث پھر بول اٹھا۔

''بیٹی! تیری طرح میں اسے بھی جانتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اور اس کے اہل خانہ کی بڑی ہمت ہے کہ انہوں نے نصرانیت سے نکل کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں اسے اور اس کے اہلِ خانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔''

اس پر مصارہ بول اُٹھی۔

''امیر! میں اس سلسلے میں آئی ہوں اور آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑی ہے، دراصل ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کو کچھ متعصب اور انتہا پسند نصرانیوں سے خطرہ ہے۔ وہ انہیں کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان پر حملہ آور ہو کر ان کے لئے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اب بھی کچھ قوتیں ایک لڑکی انولا کو اس کی طرف بھیجتی ہیں تا کہ ایرش کو واپس نصرانیت کی طرف لے جایا جائے۔ میں نے آپ کے گھوڑے کی باگ

اس لئے پکڑی ہے کہ مہربانی کر کے آپ ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کی حفاظت کا کوئی سامان کریں۔"

عبدالکریم بن مغیث مصارہ کے ان الفاظ کا کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ایک طرف سے ایرش کا باپ ارتیں، ماں حماسہ، بھائی جیوس آ گئے اور ان کے ساتھ ہی مصارہ کی ماں رزمین اور باپ عبادہ بن عامر بھی تھے۔

انہیں دیکھتے ہوئے جریر بن موفق اپنے گھوڑے سے اترا، پُر جوش انداز میں وہ ان سے ملا تھا۔ مصارہ کا باپ عبادہ بن عامر عبدالکریم کے قریب آیا اور بڑی رازداری میں کہنے لگا۔

"امیر! آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی بیٹی مصارہ کو جریر بن موفق کے ساتھ منسوب کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میرے اہلِ خانہ کا بھی یہی ارادہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں آج ہم ایک دعوت کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں۔ اس دعوت کے دوران جریر بن موفق اور مصارہ کو ایک دوسرے سے منسوب کیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دعوت میں آپ کے علاوہ اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ، عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ بھی شرکت کریں۔"

اس کے بعد عبادہ بن عامر، اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"موسیٰ کے بیٹے! آج قرطبہ شہر کے ہر گھر، ہر گلی، ہر کوچے میں تیری کارکردگی کی تعریف کی جا رہی ہے۔ تم لوگوں کی آمد سے پہلے جو مخبر آئے تھے انہوں نے تفصیل کے ساتھ لوگوں کو بتایا کہ کس طرح ایک لشکر کی فتح مندی کا باعث بننے کے بعد عبداللہ بن امیہ کے لشکر کی طرف گئے۔ میرے بیٹے! میں بوڑھا تیری ذات، تیری ہنرمندی، تیری عظمت، تیری دلیری کو سلام پیش کرتا ہوں۔"

عبادہ بن عامر جب خاموش ہوا تب عبدالکریم بن مغیث، ایرش کے باپ ارتیں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"محترم ارتیں! کیا آپ اپنے اور اپنے اہلِ خانہ اور اپنی بیٹی کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے خطرہ محسوس کرتے ہیں؟"

عبدالکریم بن مغیث کے ان الفاظ پر ارتیں اُداس اور فکرمند ہو گیا تھا۔ کچھ دیر دکھ

بھرے انداز میں اس کی گردن جھکی رہی۔ پھر بکھری بکھری سی آواز میں وہ بول اٹھا تھا۔

''امیر! آپ کا اندازہ درست ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ ہماری اس حالت کی تفصیل میری بیٹی مصارہ آپ سے پہلے کہہ چکی ہے۔ امیر! ہمارا اسلام میں داخل ہونا کچھ لوگوں کو بڑا قہر خیز اور گراں گزر رہا ہے۔ لہٰذا وہ ہمیں واپس نصرانیت کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے بیٹے، اپنی بیٹی اور اپنی بیوی کے تحفظ کے لئے آپ کی غیر موجودگی میں قومس بن انتونیان سے مشورہ کیا تھا۔ وہ گو نصرانی ہے لیکن حکومت کا نمائندہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام سے محبت کرنے والا ہے۔ اس نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا نہ کچھ کر سکتا ہے۔ اس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ اس سلسلے میں آپ سے رابطہ قائم کیا جائے۔ میں نے یہ ساری تفصیل مصارہ کے باپ عبادہ بن عامر سے کہی تھی۔ عبادہ بن عامر نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود اس سلسلے میں آپ سے بات کریں گے۔ لیکن یہ ساری گفتگو مصارہ نے بھی سن لی تھی۔ لہٰذا میری بیٹی نے ہمارے ساتھ خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی یہ کام کرنے میں پہل کر لی ہے۔ اس کے لئے میں اس کا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔''

ارتمیں جب خاموش ہوا تب عبدالکریم بن مغیث کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت میں کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ کیونکہ تم لوگ آج ہماری دعوت کا اہتمام کر رہے ہو۔ جریر بن موفق اور مصارہ کی نسبت بھی طے ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی دعوت کے دوران ہی محترم ارتمیں اور آپ کے اہلِ خانہ کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے اور میرے خیال میں یہ کام اسمٰعیل بن موسیٰ کے سپرد کروں گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی اس فرض کی ادائیگی نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نہ صرف احسن طریقے سے تم لوگوں کی حفاظت کرے گا بلکہ جو لوگ تمہارے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں وہ اس کا نام سن کر ہی پسپا ہونا شروع ہو جائیں گے۔''

عبدالکریم کے یہ الفاظ سن کر جہاں مصارہ خوش ہو گئی تھی وہاں ایرش بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بڑے بڑے خوش کن انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

مصارہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس آ گئی اور اسے مخاطب

کر کے کہنے لگی۔

''اسمٰعیل میرے بھائی! آج ہمارے ہاں جو دعوت ہے اس میں آپ نے آنا ہے۔ آپ کی آمد پر ہی محترم عبدالکریم ایرش اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کے متعلق فیصلہ دیں گے۔''

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ منہ سے تو کچھ نہ بولا، مسکراتے ہوئے اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

مصارہ جب پیچھے ہٹ کر اپنے باپ عبادہ بن عامر کے قریب آئی تب بڑی شفقت سے وہ اپنی بیٹی مصارہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بچی! اسمٰعیل بن موسیٰ کے متعلق تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ محترم عبدالکریم بن مغیث کے رشتہ دار ہیں لہٰذا وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئیں گے۔ اس موقع پر میں سب حضرات سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔''

اس کے ساتھ ہی سب حرکت میں آئے۔ عبدالکریم بن مغیث اور اس کے سالار لشکریوں کو لے کر مستقر کی طرف چلے گئے تھے جبکہ مصارہ اور ایرش دونوں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اپنے گھروں کی طرف ہو لی تھیں۔

***

اُسی روز عشاء کی نماز کے بعد سب لوگ مصارہ کے ہاں جمع ہوئے تھے۔ سب سے پہلے ایرش اور اس کے اہل خانہ وہاں پہنچے۔ ساتھ ہی مصارہ اور ایرش کی جاننے والی کچھ لڑکیوں کو بھی وہاں مدعو کیا گیا تھا۔ ان میں جریر بن موفق، حارث بن بزیغ، عبداللہ بن امیہ، عبید اللہ اور قرطبہ کے کچھ امراء اور خواتین شامل تھیں۔ آخر میں عبدالکریم بن مغیث اپنے اہل خانہ کے ساتھ وہاں پہنچا۔ جب عبدالکریم سب کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھ گیا اور اس کے اہل خانہ زنان خانے کی طرف چلے گئے تب ایرش مصارہ کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اسمٰعیل بن موسیٰ تو آئے نہیں جبکہ تمہارے بابا نے کہا تھا کہ وہ عبدالکریم بن مغیث کے رشتہ دار ہیں اور محترم عبدالکریم انہیں اپنے ساتھ لیتے آئیں گے۔''

ایرش کے ان الفاظ پر مصارہ کچھ فکرمند ہوئی۔ پھر کہنے لگی۔

''اچھا، تم زنان خانے میں ہی دیگر عورتوں کے ساتھ بیٹھو۔ میں اس سلسلے میں بابا سے بات کرتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی مصارہ زنان خانے سے نکل کر دیوان خانے کی طرف جانا ہی چاہتی تھی کہ اسے زنان خانے کے قریب ہی اپنا باپ عبادہ بن عامر دکھائی دیا۔ لہٰذا مصارہ لپک کر اس کی طرف گئی اور شکایت آمیز سے لہجے میں کہنے لگی۔

''بابا! سب لوگ آ گئے ہیں۔ محترم عبدالکریم کا انتظار تھا وہ بھی آ گئے ہیں۔ لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ نہیں آئے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایرش اور اس کے اہل خانہ کے تحفظ کے سلسلے میں محترم عبدالکریم اسمٰعیل بن موسیٰ کے سپرد کوئی کام کرنا چاہتے تھے۔ اب جبکہ وہ آئے ہی نہیں تو بابا اس سلسلے میں امیر عبدالکریم سے بات کریں کہ ان کے نہ آنے کی کیا وجہ ہے۔ ایرش بڑی پریشان ہے۔''

اس پر عبادہ بن عامر نے ہاتھ کے اشارے سے مصارہ کو رکنے کے لئے کہا۔ خود وہ لوٹ کر پھر دیوان خانے کی طرف گیا۔ مصارہ وہیں کھڑی رہ کر اپنے باپ کے آنے کا انتظار کرنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عبادہ بن عامر لوٹا اور مصارہ کے قریب آ کر کہنے لگا۔

''بیٹے! اسمٰعیل بن موسیٰ نہیں آئیں گے۔''

''کیوں نہیں آئیں گے؟'' مصارہ نے دکھ بھرے انداز میں پوچھ لیا تھا۔ ''کیا ایسے موقعوں پر کسی کے گھر جانا پسند نہیں کرتے؟''

مصارہ کے ان الفاظ کے جواب میں عبادہ بن عامر بھی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''بیٹے یہ بات نہیں۔ جو کچھ اس کے متعلق امیر عبدالکریم نے کہا ہے تم سنو۔ اسمٰعیل بن موسیٰ گھر کے چار افراد میں ایک اس کا باپ موسیٰ بن عبدالعزیز، ایک اس کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ اور چوتھی اس کی ماں ترجیلہ ہے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باپ سخت بیمار ہے اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ امیر عبدالکریم بن مغیث کہہ رہے تھے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کا باپ موسیٰ بن عبدالعزیز کا چچا زاد ہے۔ امیر عبدالکریم کے ساتھ ہی لڑی جانے والی ایک جنگ میں اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی تھی۔ چونکہ وہ گنٹھیا کا مریض بھی ہے اس بناء پر دوسری ٹانگ بھی کبھی کبھی اس

کے لئے اذیت کا باعث بن جاتی ہے۔ اور مزید یہ کہ عرصہ سے بیمار ہے۔ عبدالکریم کہہ رہے تھے کہ.......''

یہاں تک کہتے کہتے عبادہ بن عامر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایرش بھی وہاں آ گئی تھی۔ اس نے عبادہ بن عامر کی ساری گفتگو سن لی تھی۔ پھر عبادہ بن عامر کو مخاطب کر کے مصارہ کہنے لگی۔

''ابا! اگر آپ برا نہ مانیں اور مجھے اور ایرش کو اجازت دیں۔ تو کیا ہم خود جا کر اسمٰعیل بن موسیٰ کو اور ان کے اہل خانہ کو اپنے ساتھ نہ لے آئیں؟''

مصارہ کے ان الفاظ پر عبادہ بن عامر مسکرایا۔ کہنے لگا۔

''میری بچیو! میری طرف سے اجازت ہے۔ اگر تم دونوں اسمٰعیل بن موسیٰ کو لا سکتی ہو تو جاؤ، لے کر آؤ۔ اس کی آمد کا ہم انتظار کرتے ہیں۔''

عبادہ بن عامر کے ان الفاظ پر ایرش خوش ہو گئی تھی۔ مصارہ بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا اس کے بعد دونوں بڑی تیزی کے ساتھ حویلی سے نکل گئی تھیں۔





دونوں تیز تیز چلتی ہوئیں حویلی سے چند ہی قدم دور گئی ہوں گی کہ اریش ایک دم رک گئی اور سوالیہ سے انداز میں مصارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہم دونوں بھی انتہا کی احمق اور بے وقوف ہیں۔ ہم نے کسی سے اسمٰعیل بن موسیٰ کے مکان کا تو پتہ کیا ہی نہیں کہ کہاں اور کس جگہ ہے؟ بس انہیں لانے کی خوشی میں دونوں حویلی سے نکل کر یونہی ایک طرف چل دی ہیں۔''

جواب میں مصارہ مسکرائی، پیارے انداز میں اریش کے شانے پر ہاتھ رکھا، کہنے لگی۔

''یونہی منہ اٹھا کر ایک طرف نہیں چل دیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم فکر مند کیوں ہوتی ہو؟ میں نے امیر عبدالکریم بن مغیث کی حویلی دیکھ رکھی ہے اور ان کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی بھی ہے۔ چنانچہ تلاش کرنے میں کوئی دقت ہی پیش نہیں آئے گی۔''

مصارہ کے ان الفاظ پر اریش بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر دونوں پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے آگے بڑھنے لگی تھیں۔

عبدالکریم بن مغیث کی حویلی کے قریب جا کر ایک شخص سے مصارہ نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی کا پوچھا تو اس نے عبدالکریم کے ساتھ والی حویلی کی طرف اشارہ کر دیا۔ چنانچہ دونوں حویلی کے دروازے پر آئیں۔ اریش نے آگے بڑھ کر حویلی کے صدر دروازے پر دستک دی تھی۔ دوسری دستک پر ایک ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون نے جب دروازہ کھولا تو اسے دیکھتے ہی اریش بول اٹھی۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ ہیں۔''

خاتون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔
''میری بیٹی! تیرا اندازہ درست ہے۔ اگر میں بھی غلطی پر نہیں تو تم میں سے ایک اریش اور دوسری مصارہ ہے۔ اریش کی خوبصورتی اور حُسن کے چرچے چونکہ پورے قرطبہ میں ہیں للہٰذا میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ تم ہی اریش ہو۔''
جواب میں اریش مسکرائی اور کہنے لگی۔
''آپ کو کیسے خبر ہوگئی کہ میں اریش اور میرے ساتھ یہ مصارہ ہے؟''
جواب میں ترجیلہ دروازہ پورا کھول کر ایک طرف ہٹ گئی۔ کہنے لگی۔
''پہلے دونوں اندر آؤ۔ یوں دروازے پر کھڑے ہو کر گفتگو کرنا اچھا نہیں لگتا۔''
اس پر اریش اور مصارہ دونوں حویلی میں داخل ہوئی تھیں۔ ترجیلہ نے دروازہ بند کیا، پھر دونوں کو لے کر صحن کے حصے کی طرف جاتے ہوئے ترجیلہ کہنے لگی۔
''دراصل میرا بیٹا اسمٰعیل جب اپنی شمالی مہم سے لوٹا تو اس نے تم دونوں سے متعلق گفتگو کی تھی اور مصارہ کی نسبت کی دعوت کا بھی آج ذکر کیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ افسوس کر رہا تھا کہ وہ مصارہ کی دعوت میں شریک نہیں ہو سکے گا۔ میں نے تو اسے بہت کہا کہ وہ چلا جائے۔ اس کا باپ بھی اسے کہہ رہا تھا کہ اسے دعوت میں جانا چاہئے۔ پر چونکہ اس کے باپ کی طبیعت آج زیادہ خراب ہوگئی تھی للہٰذا وہ نہیں گیا۔''
حویلی میں داخل ہونے کے بعد ترجیلہ نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
''میری بچیو! تم دیوان خانے میں بیٹھو۔ میں اسمٰعیل کو یہیں بلاتی ہوں۔ وہ اپنے باپ کے کمرے میں اسے دبا رہا ہے۔''
اس پر اریش نے بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھ کر ترجیلہ کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی۔
''اماں! آپ اگر برا نہ مانیں تو آپ کے ساتھ ہم بھی ان کے پاس چلتی ہیں۔''
ترجیلہ مسکرا دی۔
''اگر تم دونوں یہی چاہتی ہو تو پھر میرے ساتھ آؤ۔''
للہٰذا تینوں آگے بڑھیں۔ ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ کمرے کے اندر اسمٰعیل بن موسیٰ کا باپ موسیٰ بن عبدالعزیز ایک مسہری پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے قریب ایک نشست پر اسمٰعیل کا دادا اور موسیٰ کا باپ عبدالعزیز بن علقمہ بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ اسمٰعیل

اپنے باپ کے پلنگ پر بیٹھا اس کا دایاں گھٹنا دبا رہا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ نے جونہی اپنی ماں کے ساتھ اریش اور مصارہ کو آتے دیکھا تب وہ پلنگ سے کھڑا ہوا تھا اور اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''بابا! یہ دونوں لڑکیاں اریش اور مصارہ ہیں جن کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔''

آگے بڑھ کر اریش اور مصارہ نے موسیٰ بن عبدالعزیز اور عبدالعزیز بن علقمہ سے سلام کہا۔ اتنی دیر تک ترجیلہ نے ان دونوں کونشست پر بٹھا دیا تھا۔ اس موقع پر اسمٰعیل کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ بول اٹھا۔

''میری دونوں بچیو! لگتا ہے تم اسمٰعیل کو لینے آئی ہو۔ میں نے تو اس سے کہا تھا کہ اسے دعوت میں شریک ہونا چاہئے۔ اس کے باپ نے بھی زور دیا۔ لیکن........''

عبدالعزیز بن علقمہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ کیونکہ اسمٰعیل بن موسیٰ، مصارہ اور اریش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں بڑا معذرت خواہ ہوں، نہیں آ سکا۔ دراصل آپ لوگوں کو شاید میرے گھریلو حالات کا علم نہیں۔ میرے دادا بوڑھے ہیں۔ امیر عبدالرحمٰن کے باپ الحکم کے دورِ حکومت میں ایک جنگ کے دوران باپ کی ٹانگ کٹ گئی تھی اور ان کی دوسری ٹانگ میں گنٹھیا ہے جو کبھی کبھی اتنا زور کرتا ہے کہ یہ چل تک نہیں سکتے۔ آج بھی ان کا گھٹنا کام نہیں کر رہا۔ درد ہے۔ اس لئے میں ان کے پاس بیٹھا دبا رہا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب اس کا باپ موسیٰ گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے! میں نے تو کہا تھا، تم دعوت میں جاؤ اور تمہیں جانا چاہئے۔ ساتھ میرے لئے طبیب سے دوا بھی لے آتے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی انکشاف کروں اب میرے گھٹنے کی درد میں پہلے کی نسبت کافی فرق ہے درد کم ہے۔ تم ان دونوں بچیوں کو ساتھ لے جاؤ۔ تمہارا دعوت میں شریک نہ ہونا یقیناً انہیں گراں گزرا ہو گا۔ اسی بناء پر یہ تمہیں لینے کے لئے آئی ہیں۔ بیٹے! تمہارے جانے کے بعد تمہاری ماں اینٹ گرم کر کے میرے گھٹنے کی سِکائی کر دے گی۔ اس طرح مجھے افاقہ ہو جائے گا۔ تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ! یہ دونوں بچیاں بیچاری دعوت کے سارے انتظامات و اہتمام کو چھوڑ کر آئی ہوں گی لہٰذا انہیں

مایوس نہیں کرنا چاہئے۔''

اس موقع پر اریش خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ کے بابا ٹھیک کہتے ہیں۔ اس وقت مصارہ کی حویلی میں سب لوگ جمع ہیں۔ صرف آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ مصارہ کے باپ سے ہم اجازت لے کر آئی ہیں اور انہوں نے ہی ہمیں آپ کو لانے کے لئے بھیجا ہے۔ امید ہے آپ انکار نہیں کریں گے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ بن مان گیا اور مصارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مصارہ میری بہن! چلو میں تم دونوں کے ساتھ چلتا ہوں۔''

اس موقع پر ترجیلہ نے اسمٰعیل کو بری طرح ڈانٹ دیا۔

''پہلے یہ لباس تو تبدیل کر لو۔''

اسمٰعیل مسکرا دیا۔ کہنے لگا۔

''اماں! اس لباس کو کیا ہے؟ ٹھیک ہی تو ہے۔''

اس موقع پر اریش نے جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے دخل اندازی کی۔ کہنے لگی۔

''ٹھیک نہیں ہے۔ اماں درست کہتی ہیں۔ وہاں اس قدر مہمان جمع ہیں۔ سب اچھے اچھے لباس پہنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ کو بھی اماں کا کہنا ماننا چاہئے اور لباس تبدیل کرنا چاہئے۔''

اس پر اسمٰعیل براہِ راست اریش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم تھوڑی دیر یہیں رکو۔ میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل وہاں سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ نئے لباس میں بڑا خوب صورت لگ رہا تھا۔ اس کمرے میں آتے ہی مصارہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''مصارہ! اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ میری وجہ سے وہاں جمع ہونے والے مہمان خواہ مخواہ بوریت کا سامنا کر رہے ہوں گے۔''

مصارہ اور اریش نے خوشی کا اظہار کیا۔ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر اسمٰعیل بن موسیٰ

کے ساتھ ہو لی تھیں۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنے دیوان خانہ میں بٹھانے کے بعد مصارہ ایرش کے ساتھ زنان خانے کی طرف چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سارے مہمانوں کی موجودگی میں مصارہ اور جریر بن موفق کی نسبت طے کی گئی۔ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ منسوب کیا گیا۔ اس کے بعد دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ دعوت کے بعد جب سب پھر دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب عبدالکریم نے تھوڑی دیر تک مصارہ کے باپ عبادہ بن احمد سے رازدارانہ سی گفتگو کی۔ عباد بن احمد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایرش کے باپ ارتیس سے کوئی معاہدہ طے کیا، پھر ارتیس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر عبدالکریم بھی اپنی جگہ پر اٹھا اور اٹھنے کے ساتھ ہی اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اسمٰعیل! تم ذرا ہمارے ساتھ آؤ۔''

اسمٰعیل فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور چپ چاپ عبدالکریم، عبادہ بن عامر اور ارتیس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ چاروں ساتھ والے کمرے میں بیٹھ گئے، پھر ایرش کا باپ ارتیس باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ اس کی بیوی حماسہ، اس کا بیٹا جیوس، ایرش، مصارہ کی ماں رزین اور ایک اجنبی لڑکی بھی تھی۔ سب آ کر نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی، پھر عبدالکریم نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اسمٰعیل! میرے بیٹے! میں جب مہم سے لوٹا تھا تو راستے ہی میں، میں نے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے ذمہ ایک کام لگاؤں گا اور یہ کام ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کی حفاظت کا ہے۔''

اس کے بعد عبدالکریم نے ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کے اسلام لانے اور یولوجیوس اور الوارو کے علاوہ دوسرے متعصب نصرانیوں کی طرف سے انہیں خطرہ لاحق ہونے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

عبدالکریم جب خاموش ہوا تو اس موقع پر ہمت کر کے ایرش بول اٹھی۔

''امیر! یہ خطرہ صرف میرے اور اہل خانہ ہی کے لئے نہیں، مصارہ اور اس کے اہل خانہ کے لئے بھی ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کی وجہ سے میں نے اور میرے گھر والوں نے اسلام قبول کیا ہے۔''

پھر جو کمرے میں نئی لڑکی آئی تھی، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایرش پھر بول اٹھی۔

''یہ جو لڑکی میرے ساتھ بیٹھی ہے، اس کا نام بلدی گوتھا ہے۔ اس کی ماں عیسائی، باپ مسلمان تھا۔ جس گروہ کی طرف سے ہمیں خطرہ ہے وہ گروہ اسے بھی اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔ جبکہ یہ ایسا نہیں چاہتی۔ اس کے باپ اور ماں دونوں مر چکے ہیں۔ اس کا ایک بھائی اور بہن ہے۔ ان دونوں کی پرورش ان کی ماں نے نصرانیت کو بنیاد بنا کر کی تھی۔ لیکن بلدی گوتھا کو اپنے بھائی کے ساتھ زیادہ اُنسیت تھی۔ اس کا بھائی پکا سچا مسلمان ہے۔ لہٰذا بھائی کی وجہ سے یہ پٹڑی سے اُترنے نہیں پائی اور دائرۂ اسلام میں رہی۔ اس کی ایک بہن بھی ہے۔ نام اس کا فلورا ہے۔ وہ اسی جیسی خوبصورت ہے۔ اب نصرانیوں کا وہ متعصب گروہ بلدی گوتھا کی بہن فلورا کے پیچھے ہے۔ یولوجیوس کی بہن انولا، فلورا سے ایک دو ملاقاتیں کر چکی ہے اور اسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ابھی تک فلورا اپنے خیال میں پوری طرح اس کے چنگل میں نہیں آئی۔ بلدی گوتھا کو بھی اس نے بہلانے پھسلانے کی کوشش کی لیکن اس نے اس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اس موقع پر میری آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ بلدی گوتھا اور اس کی بہن فلورا کی حفاظت کا بھی کوئی سامان ہونا چاہیے۔''

ایرش جب خاموش ہوئی تب عبدالکریم بول اٹھا۔

''ایرش! میری بیٹی! جس طرح بلدی گوتھا یہاں آ گئی ہے اگر اس کی بہن فلورا بھی یہاں آ جاتی تو یقیناً ہم اس کا دفاع کرتے۔ اگر وہ اپنی زبان سے کہے کہ کچھ لوگ زبردستی اسے اپنے دین کی طرف لے جانا چاہتے ہیں تو یقیناً ہم اس کا دفاع کرتے۔ لیکن اس لڑکی کا اپنی بہن کے ساتھ نہ آنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یا تو اس کا ایمان متزلزل ہے یا وہ ہچکچاہٹ یا شرم کی وجہ سے نہیں آنا چاہتی۔ بہر حال فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اس سے بھی رابطہ قائم کرے گا۔ اگر اس نے کسی کے خلاف مدد چاہی تو اس کی بہن بلدی گوتھا کی طرح اس کی بھی مدد کی جائے گی۔ اس سلسلے میں تم لوگوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے بعد کچھ دیر تک عبدالکریم نے بڑے رازدارانہ انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ سے گفتگو کی اور یہ گفتگو سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا رہا۔ اس گفتگو کے بعد ہلکی ہلکی

مسکراہٹ میں عبدالکریم سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے اسمٰعیل کے ساتھ ایک معاملہ طے کیا ہے۔ اریش میری بیٹی! اسمٰعیل گا ہے بگا ہے تم لوگوں کے ہاں آتا رہے گا تا کہ جو لوگ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، ان کو یہ خبر ہو جائے کہ قرطبہ کے لشکریوں کا کوئی بڑا سالار بھی تمہاری حمایت میں ہے اور تمہارے ہاں اس کا آنا جانا ہے۔ ساتھ ہی یہ کل یولوجیوس اور الوارو سے بھی گفتگو کر لے گا اور انہیں سمجھا دے گا کہ اس سلسلے میں وہ تمہارے اور مصارہ کے اہلِ خانہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے تو پھر خود ہی نقصان اٹھائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم رُکا، پھر مصارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مصارہ! میری بیٹی! تمہاری نسبت اب چونکہ جریر بن موفق سے طے ہو چکی ہے لہٰذا تمہارا اس کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ اسمٰعیل کو میں نے سمجھا دیا ہے کہ جریر بن موفق اسی رشتہ کے تحت تمہارے ہاں چکر لگایا کرے گا اور تمہاری خیریت معلوم کرتا رہے گا۔ مجھے امید ہے کہ حالات درست رہیں گے۔ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ جہاں تک بلدی گوتھا کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ میں حارث بن بزیغ کے سپرد کر رہا ہوں۔ حارث بن بزیغ کل بلدی گوتھا کے ہاں جائے گا۔ اس کے بھائی اور اس کی بڑی بہن فلورا سے بھی اس موضوع پر بات کرے گا اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچ کر مجھے اس سے آگاہ کرے گا۔ پھر دیکھیں گے کہ فلورا ہماری مدد اور اعانت کی ضرورت محسوس کرتی ہے یا نہیں۔ میں نے تمہاری ساری گفتگو تفصیل کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ سے کر لی ہے اور اسمٰعیل بن موسیٰ سارے معاملات جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ سے طے کرے گا۔ اس سلسلے میں تم لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

عبدالکریم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن موسیٰ براہِ راست اریش کی طرف دیکھتے ہوئے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''خاتون! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کل میں ایکس کلوس کے کلیساء میں جاؤں گا۔ وہیں یولوجیوس، الوارو اور ان کے حمایتی اور حواری بیٹھتے ہیں۔ کھل کر تمہارے سلسلے میں ان سے گفتگو کروں گا اور مجھے امید ہے کہ میری گفتگو کے بعد وہ تم پر ٹیڑھی نگاہ ڈالنے کی بھی جرأت نہیں کریں گے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو سے خوشی میں اریش پھول کی طرح کھل اُٹھی تھی۔

ایک دم اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو کل میں بھی آپ کے ساتھ ایکس کلوس کے کلیسا میں جاؤں گی تا کہ انہیں احساس ہو جائے کہ ہم لوگ تنہا اور اکیلے نہیں ہیں۔ ہمارا کوئی دفاع کرنے والا ہے۔ جب وہ آپ کے ساتھ مجھے بھی دیکھیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ واقعی اب ہم سے اُلجھنا یا ہمیں نقصان پہنچانا خطرے کی بات ہے۔ جب آپ ہمارے اہلِ خانہ کے ساتھ ساتھ مصارہ اور اس کے اہلِ خانہ اور بلدی گوتھا سے متعلق گفتگو کریں گے تو یقیناً وہ لوگ محتاط ہو جائیں گے اور کوئی بھی غیر ذمہ دارانہ حرکت کرنے سے باز رہیں گے۔"

ایرش کے خاموش ہونے پر اسمٰعیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ کل کوئی وقت مقرر کر لو۔ اس وقت میں تمہارے ہاں آ جاؤں گا اور تمہیں ساتھ لے کر کلیسا ایکس کلوس کا رخ کریں گے۔"

اسمٰعیل کے یہ الفاظ سن کر ایرش خوش ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

"آپ کو آنے کی زحمت نہیں کرنا پڑے گی۔ میں کل خود ہی آپ کے ہاں آؤں گی اور پھر آپ کے ساتھ کلیسا کی طرف جاؤں گی۔"

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ عبدالکریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! مجھے اجازت دیں۔ آپ جانتے ہیں بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور میں ایرش اور مصارہ کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے ان کے ساتھ چلا آیا۔"

عبدالکریم بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"چلو اکٹھے چلتے ہیں۔ جس مقصد کے لئے آئے تھے وہ تو پورا ہو چکا۔"

اس موقع پر مصارہ، اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اسمٰعیل! میرے بھائی! آپ تھوڑی دیر رکیے گا۔ باقی سب لوگ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ آئے ہیں۔ آپ کو چونکہ میں اور ایرش لے کر آئی ہیں اور آپ اکیلے آئے ہیں لہٰذا میں اور ایرش آپ کے دادا، بابا اور ماں کا کھانا لے کر آپ کے ساتھ جائیں گی۔"

مصارہ کے کہنے پر اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتے ہوئے بیٹھ گیا تھا۔ باقی سب لوگ وہاں سے رخصت ہونا شروع ہو گئے تھے۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اریش اور مصارہ دونوں تیار ہو کر آئیں۔ پھر مصارہ، اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! آیئے چلیں۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ چپ چاپ دونوں کے ساتھ ہو لیا تھا۔

دونوں کو لے کر اسمٰعیل اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ جب وہ دیوان خانہ کے قریب پہنچا تب دیوان خانہ سے آگے جو کمرہ تھا وہاں سے اسمٰعیل کی ماں ترجیلہ نکلی تھی۔ اپنی ماں کو دیکھتے ہی اسمٰعیل بول اٹھا۔

''اماں! آپ، دادا اور بابا تو میرے خیال میں کھانا کھا چکے ہوں گے۔ دیکھیں یہ دونوں آپ تینوں کے لئے کھانا لے کر آئی ہیں۔''

جواب میں ترجیلہ مسکرائی، کہنے لگی۔

''بیٹے! کھانا میں نے تیار ہی نہیں کیا تو کھانا کیا ہے؟''

اپنی ماں کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ پریشان ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''اماں! میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

ترجیلہ اسمٰعیل کے قریب آئی، اس کے شانے پر پہلے ہاتھ رکھا، پھر اسے تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

''کہنا یہ چاہتی ہوں کہ میں نے کھانا تیار نہیں کیا اور اس وجہ سے تیار نہیں کیا کہ جس وقت اریش اور مصارہ تمہیں لینے کے لئے آئی تھیں تو اریش نے مصارہ کے ساتھ علیحدگی میں میرے کان میں کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے بابا اور دادا کا کھانا تیار نہ کروں۔ اس لئے کہ یہ دونوں ہم سب کا کھانا لے کر آئیں گی۔ لہٰذا میں نے کھانا تیار نہیں کیا۔''

اس کے ساتھ ہی ترجیلہ اریش اور مصارہ کو مطبخ کی طرف لے گئی جبکہ اسمٰعیل اس کمرے میں داخل ہوا جس میں اس کا باپ موسیٰ بن عبدالعزیز، دادا علقمہ بن عبدالعزیز بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک ترجیلہ کے ساتھ اریش اور مصارہ بھی اس کمرے میں داخل ہوئیں۔ دونوں نے بڑے خوش کن انداز میں موسیٰ بن عبدالعزیز بن علقمہ سے سلام کہا پھر اریش خوش کن انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں اور مصارہ یقیناً آپ کے بابا اور دادا کے پاس بیٹھتیں پر رات کافی جا چکی

ہے اس لئے ہم جاتی ہیں۔ کسی روز وقت نکال کر دن کو آئیں گی اور اماں کے پاس بیٹھیں گی۔ دادا اور بابا کی بھی مزاج پرسی کریں گی۔''

اس کے ساتھ ہی جب اسمٰعیل بن موسیٰ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی تب وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی تھیں۔

ایرش اور مصارہ دونوں اسمٰعیل بن موسیٰ کے گھر سے تھوڑی دور ہی گئی ہوں گی کہ پشت کی جانب سے کسی نے ایرش کا نام لے کر پکارا۔

اس پکار پر ایرش اور مصارہ دونوں رک گئی تھیں۔ پشت کی جانب سے ایک اجنبی شخص آیا جو ان دونوں کا جاننے والا تھا۔ پہلے بڑے غور سے اس نے ان دونوں کا جائزہ لیا پھر وہ ایرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم نے یہ جو چکر چلا رکھا ہے، یہ تمہیں مہنگا پڑے گا۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ مسلمانوں کے نئے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے اہلِ خانہ سے روابط بڑھانے کے بعد تم نصرانیت سے نکل کر اسلام میں محفوظ ہو جاؤ گی تو یہ تمہارا دھوکا اور فریب ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس مصارہ کی وجہ سے تُو نے اسلام قبول کیا ہے۔ کسی نے تمہیں ترغیب دی ہے اور عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ ایرش! تم تو نصرانیت کی طرف لوٹو گی ہی یہ مصارہ بھی نصرانیت قبول کرے گی۔ ایرش! تم نے یولوجیوس کو ٹھکرایا ہے۔ ایسا وقت آنے والا ہے کہ تم نہ صرف نصرانیت قبول کرو گی بلکہ یولوجیوس کے پاؤں پر گر کر اس سے اپنے رویے کی معافی مانگو گی۔ نہیں مانگو تو پھر........''

اس سے آگے وہ شخص کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ نمودار ہوا۔ اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی گردن پر گرفت کی۔ پھر ایک ہی ہاتھ سے اسے زمین سے اوپر اٹھاتے ہوئے فضا میں معلق کر دیا تھا۔ ساتھ ہی کھولتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

''اگر یہ واپس تمہارے پاس نہیں آئے گی تو پہلے یہ بتاؤ کہ تم اس کا کیا بگاڑ لو گے؟''

ایرش سے گفتگو کرنے والے کی گردن چونکہ اسمٰعیل نے پکڑ لی تھی، اس کا چہرہ اسمٰعیل کی مخالف سمت تھا لہٰذا وہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ تم ہو کون؟''

اسمٰعیل نے اسے زمین پر ڈال دیا۔ پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور کہنے لگا۔

''ایرش کے ساتھ تم کیا سلوک کرو گے اور مصارہ کے ساتھ تمہارا کیا رویہ ہو گا، یہ میں تم سے بعد میں پوچھوں گا۔ پہلے یہ کہو کہ تم کون ہو؟ اور کس نے تمہیں بھیجا ہے؟''

اس پر اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ شاید بھاگنے کی راہیں تلاش کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے اور اگر اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو تلوار اس کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی ہے، تب وہ بات کو گول مول کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں ایرش کو عرصہ سے جانتا ہوں۔ یہ چونکہ پہلے نصرانی تھی۔ پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ لہٰذا ترکِ نصرانیت مجھے بڑا گراں گزرا۔ اسی وجہ سے آج جب میں نے اسے دیکھا کہ مصارہ کے ساتھ جا رہی ہے تو میں نے اس موضوع پر اس سے گفتگو کر لی۔ مجھے کسی نے نہیں بھیجا۔''

اسمٰعیل نے لحہ بھر کے لئے اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھا، پھر اس نے اپنی تلوار بلند کی۔ اس کے بعد اس کی دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''سچ بتاتے ہو یا میں گراؤں اپنی تلوار؟........ یہ بھی یاد رکھنا کہ جونہی میری تلوار گرے گی، تمہارا جسم کئی حصوں میں بٹ جائے گا۔''

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے وہ شخص کپکپانے لگا تھا۔ فوراً بول اُٹھا۔

''مجھے الوارو اور یولوجیوس نے بھیجا ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس کے سر پر بندھا رومال اتارا، اس سے اس کی گردن کو باندھا، پھر رومال کا ایک سرا پکڑ کر کہنے لگا۔

''میرے ساتھ آؤ........ ایکس کلوس کلیسا میں چلو۔ پھر میں الوارو اور یولوجیوس دونوں سے بات کرتا ہوں کہ انہوں نے تمہیں اس کام پر روانہ کرنے کی ہمت اور جرأت کیسے کی۔''

یہ صورتِ حال ایرش اور مصارہ دونوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ ایرش کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مصارہ آگے بڑھی، اسمٰعیل بن موسیٰ کا اس نے بازو پکڑ لیا، پھر انتہائی نرمی میں کہنے لگی۔

"اسمٰعیل! میرے عزیز بھائی! اسے چھوڑ دو۔ میں اور ایرش نہیں چاہتیں کہ آپ رات کے وقت کلیسا ایکس کلوس میں جائیں۔ وہاں نہ جانے کون کون ہوں اور کہیں وہ آپ کے لئے نقصان کا باعث نہ بنیں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

"ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں۔ یہ کسی کے خلاف کیا حرکت میں آئیں گے؟ تم دونوں گھر جاؤ۔ میں اسے لے کر کلیسا کا رخ کرتا ہوں۔ اور آج میں فیصلہ کر کے رہوں گا کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ویسے بھی جس طرح عبدالکریم بن مغیث نے فیصلہ کیا تھا اس کے مطابق مجھے ایکس کلوس کلیسا میں جانا ہی تھا۔ یولوجیوس اور الوارو دونوں سے مجھے روبرو بات کرنا تھی۔ اب انہوں نے خود ہی جواز پیدا کر دیا ہے لہٰذا میرا اسے لے کر ابھی جانا ضروری ہے۔ اگر اس وقت میں نے اسے چھوڑ دیا تو بعد میں یہ انکار کر دے گا کہ اس نے تمہاری اور ایرش کی راہ روک کر کوئی گفتگو کی ہی نہیں تھی۔"

مصارہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی ایرش بول پڑی۔

"اگر آپ کا یہی فیصلہ ہیں تو سب چلیں۔ میں اور مصارہ بھی آپ کے ساتھ جائیں گی۔ ہم آپ کو اکیلا نہیں جانے دیں گے۔"

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ اس شخص کو کھینچتا ہوا ایک طرف ہو لیا۔ ایرش اور مصارہ بھی اس کے ساتھ جا رہی تھیں۔

ایرش اور مصارہ کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ اس آدمی کو کھینچتا ہوا ایکس کلوس کے کلیسا میں داخل ہوا تھا۔ کلیسا میں اس وقت بشپ ساوَل، یولوجیوس، الوارو، راہب اسحاق، اس کا چچا راہب جرمیاس، چچی الزبتھ، اسحاق کی بہن راہبہ مریم، یولوجیوس کی بہن راہبہ انولا، راہب تھیودو اور پادری پرفکتوش بیٹھے ہوئے تھے۔

جونہی انہوں نے ایرش اور مصارہ کے آگے آگے اسمٰعیل بن موسیٰ کو دیکھا کہ وہ ان کے آدمی کو کھینچتا ہوا ان کی طرف لا رہا تھا تب سب گھبراہٹ میں اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب آ کر اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، ایرش اور مصارہ بھی اس کے پیچھے رک گئی تھیں۔ پھر جس شخص کو اسمٰعیل بن موسیٰ پکڑ کر لایا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سب کو مخاطب کیا۔

"کیا تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ اسے کس نے ایرش کے خلاف کام کرنے پر

مامور کیا تھا؟ کون ہے تم میں جو محبت اور چاہت کی دہلیز پر نفرت کی گرم رِدا پھینکنا چاہتا ہے؟"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ اور اس سوال پر سب کو خاموشی کا سانپ سونگھ گیا تھا۔ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ بولنے کی کوئی بھی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ اُن کی اس خاموشی پر اسمٰعیل بن موسیٰ تاؤ کھا گیا تھا۔ زیادہ غضب ناک آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"رسمِ ابلیسی کے ستم کے الاؤ روشن کرنے والو!........ عصمتوں پر گندگی اُچھالنے والو!........ برہنہ شیطنت کے رنگ بکھیرنے والو!........ ایسے گھناؤنے اور برے افعال نہ کرو کہ تاریخ کی گمنام مسافتوں میں تمہیں درندگی اور سفا کی کے پرستار کہہ کر پکارا جائے۔ ایسے گناہوں میں ملوث نہ ہو کہ آنے والے مؤرخ کا ہاتھ اور قلم تمہیں ہوس کے شیاطین کی صف میں کھڑا کر دے۔ ایسے برے افعال کے مرتکب نہ ہو کہ فطرت کے کاتبِ تدبیر تمہیں کالی روائتوں کے امین کہہ کر پکاریں۔ خدائے خشک و تر کی اس زمین میں ایسے جبر نہ کرو کہ وقت کا کوئی نقاد تمہیں بدن کی جلد اُکھیڑتی فناء کی بے رنگ کہر کا نام دے۔ تعصب کی ایسی میزانیں نہ کھڑی کرو کہ قسمت ہی کے حروف تمہیں چشمِ تعصب کی پستی کا لقب دے دیں۔

میں نے تم سب سے ایک سوال کیا ہے لیکن تمہاری خاموشی میرے لئے نا قابل برداشت ہے۔ بتاؤ کون ہے جس کے اشارے پر یہ شخص کام کرنے نکلا تھا؟"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ کے جواب میں بھی جب سب لوگ خاموش رہے تب لگتا تھا اسمٰعیل بن موسیٰ کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، اُس کی اس حرکت پر سب کے رنگ پیلے ہو گئے تھے۔ اس تلوار کو اسمٰعیل نے بلند کیا اور جس شخص کو پکڑ کر لایا تھا اس پر اپنی تلوار لہراتے ہوئے غضب ناک لہجے میں بول اٹھا۔

"اس کی طرف اشارہ کرو جس نے تمہیں یہ کام سونپا تھا۔"

وہ شخص ہلدی ہو کر رہ گیا تھا۔ چپ چاپ اس نے الوارو کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ جس شخص کو اسمٰعیل پکڑ کر لایا تھا اسے اس نے چھوڑ دیا۔ آہستہ آہستہ اپنی تلوار لہراتا ہوا الوارو کی طرف بڑھا۔

یہ صورتِ حال الوارو کے لئے یقیناً ناقابلِ برداشت تھی۔ یولوجیوس پیلا ہو چکا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا، ایک رنگ جاتا تھا۔ اس کی بہن انولا مرنے والی ہو گئی تھی۔ اچانک کھڑے ہی کھڑے الوارو نے ایک جست لگائی اور اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاؤں پر گر کر اس کے پاؤں پکڑ لئے اور معافی مانگنے لگا۔

اسمٰعیل نے اس کے پاؤں کو ایک ٹھوکر لگائی، اسے ہٹایا، الوارو دبا دبا، سہا سہا پھر یولوجیوس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک انہیں قہر بھرے انداز میں دیکھتا رہا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ظالمو! لہو رنگ آوازوں کے خروش میں کسی کی عمر کا جامِ بقا تولنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ زندگی کی رگ رگ، پل پل میں خون بھرے مچلتے گرداب کھڑے کرنا خیر کا فعل نہیں ہے۔ تنگ راستوں کے ظلم بھرے محاذ پر قضاء کی سرخ تباہی کھڑی کرنا کوئی کمال نہیں ہے۔ بدبختو! کمال یہ ہے کہ تعصب کی سیڑھی سے اتر کر ٹوٹی کہانیوں کو جوڑا جائے۔ قضا خیز مجبوریوں کی چادر اتار کر بکھرے قصوں کو مجتمع کیا جائے۔ جبر کے سُوکھتے موسموں میں گھٹن اور حبس کے اندھیروں کے اندر عظمت و سطوت کی روشنی بکھیری جائے۔

یہ الوارو کی طرف سے پہلی غلطی ہے اور میں اسے معاف کرتا ہوں۔ اگر ایسی غلطی دہرائی گئی تو الوارو جس شخص کو بھیجے گا اس کا سر تو کٹے گا ہی، ساتھ میں الوارو کا سر بھی پکے ہوئے ثمر کی طرح کاٹا جائے گا۔ تم میں سے اگر کوئی اور الوارو جیسا کھیل کھیلنا چاہے تو مجھے ابھی بتا دے۔ پھر دیکھو میں مرگ کی پیروں میں دبوچتی اس پر کیسی سخت گرفت کی آخری ضرب لگاتا ہوں۔ کیسے میں محرومیوں اور ناامیدیوں میں اس پر کالے بخار کی کیفیت طاری کرتا ہوں۔ تم میں الوارو کے علاوہ بھی اگر کوئی موت کی منزلیں اور فنا کی تحریریں رقم کرنے کا خواہش مند ہو، شعور کی روح میں قضا بن کر کھیلنے کا عادی ہو تو ابھی سے اپنے خیالات کا اظہار کر دے۔ پھر دیکھے میں کیسے اس کے لئے موت کی دف بجا کر اس کی حالت ابتر بنا کر رکھتا ہوں۔ میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ تم میں سے اگر کسی نے بھی آنے والے دنوں میں آگ سے کھیلنے، خون سے نہلانے کی کوشش کی تو میں اس کے منہ کو ایسی لگام ڈالوں گا کہ درد کے مقدر کو اس کا بستر خون نام کی پیاس کو اس کا مقصود بنا کر رکھ دوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش ہوا، پھر ایرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ان میں یولوجیوس کی بہن کون سی ہے؟''

ایرش نے جھٹ سے یولوجیوس کے پاس بیٹھی اس کی بہن انولا کی طرف اشارہ کر دیا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے ابھی تک برہنہ تلوار اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ لہٰذا تلوار کا اشارہ اس نے انولہ کی طرف کیا۔ اس کے اس طرح اشارہ کرنے پر انولا لرز کانپ گئی تھی۔ پھر غصے کی حالت میں اسمٰعیل بن موسیٰ برس پڑا۔

''سن یولوجیوس کی بہن! تُو جواہرات کی جھلک دکھانے ایرش اور مصارہ کے پاس گئی تھی۔ دیکھ! تُو راہبہ ہے۔ کیا جواہرات کے عوض کسی کے مذہب کا بھی سودا کیا جاتا ہے؟ یہ ایرش تمہارے سامنے کھڑی ہے۔ تم اسے بھٹکانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اگر تمہارے سامنے یہ اقرار کر دے کہ اسے زبردستی دائرۂ اسلام میں داخل کیا گیا ہے تو اسے تمہاری خواہش کے مطابق واپسی کی اجازت ہو گی۔ اور اگر ایرش یہ کہے کہ اس نے اسلام کا مکمل طور پر مطالعہ کرنے کے بعد اسے قبول کیا ہے، اگر اس کے باوجود تم میں سے کسی نے اسے بھٹکانے یا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر وہ اپنے دل پر یہ بھی لکھ رکھے کہ جس روز اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی وہ دن اس کی زندگی کا آخری دن ہو گا اور اس دن کے مقدر میں نہ شام ہو گی نہ آنے والی صبح۔ ایرش کے ساتھ ساتھ تم مصارہ سے بھی دشمنی رکھتے ہو کہ شاید اس کی انگیخت پر ایرش اور اس کے اہل خانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تم میں سے اگر کسی نے مصارہ کی طرف بھی غلط نگاہ ڈالنے کی کوشش کی یا اسے نقصان پہنچایا تو پھر میں جانوں گا تمہاری گردنوں پر تم سب کے سر پک گئے ہیں اور ان کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے۔

ساتھ ہی میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ مصارہ کی نسبت ہمارے سالار جریر بن موفق کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور محترم عبدالکریم بن مغیث نے جریر بن موفق کو مصارہ اور اس کے اہلِ خانہ کی حفاظت پر مقرر کیا ہے۔ ایک اور بات میں تمہارے ذہن میں ڈال دوں اس لئے کہ یولوجیوس کی بہن کا ان دنوں فلورا اور اس کی بہن بلدی گوتھا کے ہاں بڑا آنا جانا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم لوگ اپنے مذہب کی تبلیغ کا کام نہ کرو۔ زور و شور سے کرو۔ تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن کسی کو زبردستی

اسرانیت میں داخل نہ کرو، دھمکی نہ دو، قتل و غارت گری کا ڈراوا دے کر اپنے مذہب کی طرف نہ لاؤ۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ فلورا کی ماں نے اس کی پرورش نصرانیت کے اصولوں پر کی ہے۔ اس وقت وہ آدھی مسلمان، آدھی نصرانی ہے۔ لہٰذا اگر وہ تمہارے پھندے میں آتی ہے تو اس کی مرضی ہے۔ جہاں تک اس کی بہن بلدی گوتھا کا تعلق ہے تو وہ بھی آج محترم عبدالکریم بن مغیث سے مل چکی ہے۔ وہ نہ صرف اپنی بہن فلورا سے بلکہ تم لوگوں سے بھی لاتعلقی کا اظہار کر چکی ہے۔ چنانچہ اس کے کہنے پر ابنِ مغیث نے اس کی اور اس کے بھائی کے مفادات کی حفاظت کے لئے دوسرے سالار حارث بن بزیغ کو مقرر کیا ہے۔

میں تم سے مزید کہوں کہ اس وقت تم سب کو سب سے زیادہ غصہ اور غضب ایرش اور اس کے اہلِ خانہ پر ہے جنہوں نے نصرانیت ترک کر کے اسلام کو سینے سے لگایا ہے۔ ایسا انہوں نے اپنی مرضی، اپنی خوشی سے کیا ہے۔ اگر یہ لوگ واپس اپنی پہلی منزل کی طرف جانا چاہیں تو ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ تاہم تم لوگ یہ بھی لکھ رکھنا کہ محترم عبدالکریم بن مغیث نے مجھے ایرش اور اس کے اہلِ خانہ کی حفاظت پر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا آج کے بعد ایرش یا اس کے اہلِ خانہ میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچا تو تم لوگ سب اس کے ذمہ دار ہو گے اور تمہیں اس کا بہت بڑا بھگتان بھگتنا ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل رکا، چند لمحوں تک بڑے غور سے یولوجیوس کی طرف دیکھتا رہا۔ یولوجیوس اس کی غضب ناک نگاہوں کی تاب نہ لا سکا۔ لہٰذا اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ اسمٰعیل کی آواز پھر یولوجیوس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

"یولوجیوس! مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم ایرش کو اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے، اس سے محبت کرنے لگے تھے اور اس امر کے متمنی تھے کہ یہ بھی تمہیں چاہے، تم سے محبت کرے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ تم یہ امید رکھتے تھے کہ آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے لیکن تمہاری آہستہ آہستہ کی یہ خواہشیں اس وقت خاک میں مل گئیں جب ایرش نے نصرانیت سے نکل کر دائرۂ اسلام میں جانا پسند کیا۔ اس کی یہ حرکت تمہیں انتہا درجہ کی ناگوار گزری لہٰذا تم نے اس سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا۔

یولوجیوس! میں نے یہ بھی سن لیا ہے بلکہ خود مجھے قومس بن انتونیان نے بتایا ہے کہ تم نے اس کے ساتھ شرط باندھ رکھی ہے کہ اگر تم ایرش کو واپس نصرانیت میں لانے اور اپنی محبت میں مبتلا کر کے ایرش کو اپنے قدموں پر گرانے میں کامیاب ہو گئے تو قومس بن انتونیان اپنا منہ کالا کر کے گدھے پر بیٹھ کر قرطبہ شہر میں گھومے گا۔ اور اگر تم ایرش کو اپنے پاس واپس لانے اور اپنے قدموں میں گرانے میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر تمہارا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر قرطبہ شہر میں پھرایا جائے گا۔ اگر تم نے یہ شرط باندھ ہی لی ہے تو پھر کچھ عرصہ صبر کے ساتھ اس شرط کے انجام کا بھی انتظار کرو۔

مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آج سے چند ہفتے پہلے سرِ راہ ایرش کو تم نے دیکھا، اسے آواز دے کر تم نے بلایا اور یہ تمہاری طرف منہ کر کے تھوک کر چلی گئی تھی۔ لہٰذا اس کی اس حرکت کو بھی تم نے اپنی انا کا مسئلہ بنا رکھا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کسی کی بیٹی کسی غیر کی عزت کو یوں سرِ راہ، یوں آواز دے کر بلانا، اپنی طرف متوجہ کرنا اور زبردستی اپنی محبت میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنا کیا شریفوں اور صاحبِ عزت لوگوں کا شیوہ ہے؟ میں اب جاتا ہوں۔ جو باتیں میں نے کہی ہیں انہیں تم سب پلّے باندھ کر رکھنا۔ نہیں باندھو گے تو پھر میں تمہارے پلّے اپنے ہاتھوں سے ایسے جیر جیر کروں گا کہ تم اپنا ہی نہیں اپنی ولدیت کا نام بھی فراموش کر جاؤ گے۔"

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنی تلوار نیام میں ڈالی۔ باہر نکلنے کے لئے مڑا۔ اس کے ساتھ ہی ایرش اور مصارہ بھی باہر نکلنے لگی تھیں۔ اسمٰعیل ایرش اور مصارہ کو لے کر جب چلا گیا تو کچھ دیر تک سب مبہوت سے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ پھر سب سے پہلے یولوجیوس اور الوارو اپنی نشست پر بیٹھے۔ اس کے بعد باقی لوگ بھی بیٹھ گئے۔ اس موقع پر الوارو انتہائی بے بسی میں یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آج بڑی مشکل سے جان بچی ہے۔ جس طرح ابنِ موسیٰ نے تلوار بے نیام کی تھی، میرے دل میں تو یہ خیال پختہ ہو گیا تھا کہ یہ شخص میری گردن ضرور کاٹے گا۔ بہر حال بچت ہو گئی ہے۔"

اس کے بعد الوارو نے اس شخص کی طرف دیکھا جسے اسمٰعیل بن موسیٰ پکڑ کر لایا تھا اور غضب ناک انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ظالم کے بچے! تُو نے بھی ایرش سے اُس وقت رابطہ قائم کیا جب اس کے ساتھ

اسمٰعیل بن موسیٰ تھا۔"

وہ شخص ہکلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے اریش سے اس وقت رابطہ قائم کیا جب وہ مصارہ کے ساتھ اکیلی تھی۔ میں گفتگو ہی کر رہا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نہ جانے کہاں سے نکل آیا اور مجھ پر گرفت کر لی۔"

جواب میں الوارو بھی بے بسی سے کہنے لگا۔

"بہر حال، آج کے بعد ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔"

اس کے ساتھ ہی سب پر کرب طاری کرنے والی خاموشی چھا گئی تھی۔

دوسری طرف اریش اور مصارہ کو لے کر اسمٰعیل ان کی حویلی کے سامنے گیا۔ پھر وہ دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "اب تم دونوں میری موجودگی میں اپنے اپنے گھر جاؤ۔ اس کے بعد میں لوٹوں گا۔"

اس موقع پر اریش، اسمٰعیل بن موسیٰ کے سامنے آ کر رکی، پھر کہنے لگی۔

"آپ اپنے گھر احتیاط سے جایئے گا۔ اپنا خیال رکھئے گا۔ یہ نہ ہو وہ لوگ انتقام میں آ کر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔"

جواب میں اسمٰعیل نے اریش کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا۔ کہنے لگا۔

"اریش! تمہاری اس ہمدردی اور اس تنبیہہ کا شکریہ۔ اب تم بے فکر ہو کر اپنے گھر کی طرف جاؤ۔ ان میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میری راہ روکے یا میری راہ میں آنے کی کوشش کرے۔"

اس کے ساتھ ہی اریش اور مصارہ دونوں مطمئن ہو کر اپنے گھروں کی طرف چلی گئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ بھی مڑا اور وہ اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا۔





شمال کی طرف سے وحشی اور بے دین نارمن ٹڈی دل اور حشرات الارض کی طرح نمودار ہوئے تھے۔ ان کے پاس سینکڑوں کی تعداد میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں تھیں جن کے اندر ان کے ان گنت جنگجو اور لوٹ مار کا سامان تھا۔ فرانس اور انگلستان کے ساحلوں پر یلغار ختم کرنے کے بعد انہوں نے جنوب کا رخ کیا تھا۔ جنوب میں جو علاقہ سب سے پہلے ان کا ہدف بن سکتا تھا وہ نصرانی مملکت جلیقیہ تھی۔ جلیقیہ دراصل ہسپانیہ اور پرتگال کے بالکل شمال مغربی کونے پر تھی۔ لہٰذا جنوب کی طرف سے نارمنوں کے آنے کی وجہ سے سب سے زیادہ اسے ہی خطرہ لاحق تھا۔

چنانچہ فرانس کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ جب یہ وحشی نارمن جنوب کی طرف بڑھے تو سب سے پہلے انہوں نے مؤرخین کے مطابق جلیقیہ ہی کو اپنا ہدف بنایا۔ جلیقیہ کے اندر انہوں نے دور تک یلغار کی۔ شہروں، قصبوں اور بستیوں کی انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ جس علاقے سے بھی وہ گزرتے، ٹڈی دل کی طرح اپنے پیچھے ویرانیاں اور کھنڈر چھوڑتے چلے گئے تھے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے نہ صرف جلیقیہ بلکہ دوسری نصرانی حکومتیں بھی حرکت میں آئیں۔ شمالی اُندلس میں اس وقت پانچ بڑی بڑی نصرانی حکومتیں تھیں۔ پہلی انتہائی شمال مغرب میں جلیقیہ، دوسری بڑی حکومت اشتوراس کی تھی جو جلیقیہ سے بالکل مشرق میں تھی۔ تیسری اور سب سے بڑی حکومت لیون کی تھی اور یہ اشتوراس کے بالکل نیچے اور جنوب میں واقع تھی۔ چوتھی سلطنت اشتوارس کے مشرق میں بشکنش نام کی تھی۔ اور اس کی حدود کوہستانِ برانس تک پھیلی ہوئی تھیں۔ پانچویں حکومت برغش نام کی تھی اور اس کا ڈھانچہ بشکنش سے نیچے جنوب کی طرف تھا۔

چنانچہ نارمن جب جلیقیہ پر حملہ آور ہوئے اور اس کے علاقوں کو اپنا ہدف بناتے ہوئے دور دور تک ترک تاز کرنا شروع کی تب صرف جلیقیہ والے ہی حرکت میں نہیں آئے، اشتوراس، لیون، بشکنش اور برغش نے بھی اس سلسلے میں ان کی مدد کی۔ حملہ آور نارمنوں کو نقدی اور جواہرات کے ڈھیر پیش کئے گئے۔ اس کے علاوہ انہیں کافی تعداد میں انتہا درجہ کی حسین اور خوبصورت لڑکیاں بھی پیش کی گئیں اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے لشکر کو سمیٹ کر مزید جنوب کی طرف جائیں۔ جنوب میں مسلمانوں کی حکومت ہے جن کے پاس دولت کے انبار ہیں اور ان پر حملہ آور ہو کر نارمن مالا مال ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ دولت اور لڑکیاں پیش کر کے نصرانی دو مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ پہلا مقصد یہ کہ انہوں نے نارمنوں کو اپنے علاقوں سے نکال کر جنوب کی طرف چلے جانے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ دوسری کامیابی اس سے بھی بڑی تھی اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنی ان گنت لڑکیاں نارمنوں کے حوالے کر کے ایک طرح سے ان کے اندر نصرانیت کی تبلیغ کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تھا اور نصرانی حکمران یہ امید رکھتے تھے کہ نصرانی لڑکیاں ان کے اندر رہتے ہوئے نارمنوں کو نصرانیت قبول کرنے پر آمادہ کر لیں گی۔ اس طرح نارمنوں کا وہ خونخوار اور لاکھوں افراد پر مشتمل گروہ جلیقیہ کے علاقوں سے نکل کر پرتگال کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے مسلمانوں کے علاقوں کی طرف بڑھا تھا۔

مسلمانوں کے حکمران امیر عبدالرحمٰن بن الاوسط اور اس کے سالاروں کو شمال کی طرف سے آنے والے وحشی نارمنوں کی آمد کا اس وقت علم ہوا جب لاکھوں کی تعداد میں نارمن اسلامی حکومت کے مغربی ساحلوں تک پہنچ گئے۔ چنانچہ اپنے ان گنت جہازوں اور کشتیوں کو سمندر میں کھڑا کرنے کے بعد نارمنوں کے لشکر کے لشکر مغربی ساحل پر اُترے اور سب سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کے شہر اشبونہ کو اپنا ہدف بنایا۔

اشبونہ کو لشبونہ بھی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ آج کل یہ پرتگال کا دارالحکومت ہے اور اس کا نام لزبن ہے۔ یہ شہر دریائے تاجہ کے کنارے واقع ہے جو مشرقی اندلس کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور مغربی سمت کو بہتا ہوا اشبونہ تک پہنچنے سے پہلے ایک بڑی جھیل بنا دیتا ہے جس کا طول گیارہ میل اور عرض سات میل کے لگ بھگ ہے۔ اس

کے بعد اس کا پاٹ تنگ ہو کر دو میل رہ جاتا ہے۔ اس طرح آٹھ میل مزید فاصلہ طے کر کے وہ بحر اوقیانوس میں گر جاتا ہے۔ دریا کے اسی تنگ پاٹ پر اس کے دائیں کنارے اشبونہ شہر اس وقت پانچ میل کے علاقے میں پھیلا ہوا تھا اور دریا کے اس پار جھیل میں جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے سمندر کی قرب کی وجہ سے مدوجزر آتا رہتا تھا۔ دریا کے کنارے کے علاوہ شہر کی آبادی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر بھی تھی جن کی بلندی شمال کی سمت میں یکے بعد دیگرے زیادہ ہوتی چلی گئی تھی اور ان کے آخر میں جبلِ شمترہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

ایک سیاح کا بیان ہے کہ دریا سے شہر کو دیکھا جائے تو وہی لطف آتا ہے جو شہر قسطنطنیہ کو سمندر سے دیکھنے میں آتا ہے۔ یعنی خوبصورت نظارے اور باغات سمندر کے کنارے دور تک چلے گئے ہیں۔ شہر کے مضافات میں دریا کے دوسرے کنارے پر اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور ان کے مشرقی سرے پر ایک اور شہر ہے جس کا ذکر عربی و جغرافیہ دانوں نے المون کے نام سے کیا ہے۔

آج کل اشبونہ شہر کے چار بڑے حصے ہیں۔ مشرقی سمت میں ایک حصہ ہے جس کو الفامہ کہتے ہیں اور یہی وہ پرانا شہر ہے جو رومانیوں، قوطیوں اور مسلمانوں کے زمانے میں تھا۔ رومانیوں کے زمانے کے ایک بت خانہ اور چند حماموں کے آثار زمین کھود کر حال ہی میں نکالے گئے ہیں۔ شہر کے اس حصہ کے گلی کوچے آج کل کے بازاروں کے مقابلے میں تنگ اور تاریک اور پرانی وضع کے معلوم ہوتے ہیں۔

اسی پرانے شہر یعنی مدنیہ اشبونہ کو کچھ مؤرخین نے شنترِمن اور شنترا کے نام سے لکھا ہے۔ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ شہر کی فصیل بڑی مضبوط اور مستحکم تھی۔ شہر کے وسط میں حمام تھے جو سردی اور گرمی ہر موسم میں کام آتے تھے۔ اشبونہ شہر بحرِ ظلمات یعنی بحر اوقیانوس کے سینے پر یعنی مغرب کی جانب ایک خوبصورت سماں پیش کرتا تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اشبونہ کے اردگرد کے پہاڑوں میں جو باز اور شہباز پائے جاتے ہیں بڑے اصیل ہوتے ہیں۔ یہاں کا شہد جس کو لازقی کہتے تھے اندلس بھر میں اچھا خیال کیا جاتا تھا اور یہ شکر کے مشابہہ ہوتا تھا۔ یہ شہد ایسا عمدہ خیال کیا جاتا تھا کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگر کپڑے میں باندھ لیا جائے تو کپڑا آلودہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس شہر کے ساحل پر اعلیٰ درجہ کا عنبر بھی ملتا تھا۔

اشبونہ شہر میں صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن اب وہاں مسلمانوں کی عمارات کے نشان کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم موجودہ شہر لزبن جسے قدیم دور میں اشبونہ کہا جاتا تھا اس کے پاس اونچی پہاڑی پر ایک قلعہ ہے جس کو مسلمانوں کے وقت کا بتایا جاتا ہے اور اس کا نام اب قلعہ شنت جرجیس رکھ دیا گیا ہے۔ اشبونہ شہر میں مسلمانوں کی تعمیر کردہ ایک شاندار اور انتہائی خوبصورت جامع مسجد تھی جسے 1150ء میں نصرانی حکمرانوں نے کلیساء میں تبدیل کر دیا تھا اور اس کا نام نصرانی کلیساء رکھ دیا گیا تھا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ 1344ء میں زلزلہ آیا اور اس کلیساء کو جو پہلے مسجد تھی، بڑا نقصان پہنچا۔ حکمرانوں نے اس کی مرمت کرا دی۔ لیکن اس کے بعد پھر زلزلہ کچھ اس طرح آیا کہ سارے برج اس نے گرا دیئے۔ اس کے علاوہ گرجے کی چھت اور گرجا گھر بھی آگ کی نظر ہو کر غارت ہو گئے۔

اس شہر پر مسلمانوں نے 450 برس تک حکومت کی۔ اس شہر سے بہت سے عالموں کی ایک جماعت بھی منسوب تھی۔ مثلاً ابو اسحٰق، ابراہیم بن ہارون بن عبدالکریم، ان کے علاوہ بہت سے علماء بھی اس شہر سے تعلق رکھتے تھے۔

بہرحال وحشی نارمنوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں اُترنے کے بعد سب سے پہلے اشبونہ شہر ہی کو اپنا ہدف بنایا تھا۔ اشبونہ شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر تھا وہ شہر کے اندر محصور ہو گیا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ وحشی نارمن اشبونہ شہر کے نواح اور اس کے اردگرد لگاتار تیرہ دن تک مسلمان علاقوں میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کرتے رہے۔

امیر عبدالرحمٰن بن الاوسط کو جب نارمنوں کی آمد اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی خبر ملی تب بڑی عجلت میں ایک لشکر تیار کیا گیا۔ لشکر کا سالارِ اعلیٰ امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سپہ سالار عبدالکریم بن مغیث کو بنایا تھا جبکہ اس کے ماتحت کام کرنے کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ کو مقرر کیا گیا تھا۔ عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے علاوہ کچھ دیگر سالاروں کو قرطبہ ہی میں رکھا گیا تھا اور انہیں امیر عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے محمد کے تحت کرتے ہوئے مزید لشکری بھرتی کرنے اور ان کی تربیت کا کام سونپا تھا تاکہ نارمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر مزید لشکر کی ضرورت پڑے تو قرطبہ سے مہیا کیا جا سکے۔

عبدالکریم بن مغیث اپنے ماتحت سالاروں میں سے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے دریائے تاجہ کے کناروں سے ذرا ہٹ کر اشبونہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔ آدھی رات کے وقت جب عبدالکریم اپنے لشکر کے ساتھ اشبونہ کے نواحی ویرانوں میں تھا کہ اس نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس کے ایسا کرنے پر اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے قریب آ گئے تھے۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ، عبدالکریم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! آپ نے لشکر کو روک دیا ہے۔ خیریت تو ہے؟''

عبدالکریم جواب میں دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں کچھ دیر اسمٰعیل کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ موسیٰ! ابنِ موفق! ابنِ بزیغ! میرے تینوں ساتھیو! میرے تینوں بچو! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں ذرا دھیان اور غور سے سننا۔ جہاں تک نارمنوں سے متعلق ہمارے مخبروں نے اطلاع دی ہے اس کے مطابق نارمنوں کے اس وقت تین بڑے لشکر ہمارے علاقوں میں یلغار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا سب سے چھوٹا لشکر اس وقت اشبونہ شہر کے نواح میں ہے۔ بے شک وہ چھوٹا ہے لیکن جو لشکر ہم لے کر جا رہے ہیں کم از کم اس سے چار گنا بڑا ہو گا۔ اس لشکر کی کمانداری نارمنوں کا ایک سالار کوارش کر رہا ہے۔ نارمنوں کے دو باقی بڑے بڑے لشکر قارس اور شذونہ شہر کے نواح میں لوٹ مار اور ترک و تاز کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں۔ وہاں رومنوں کے دو دوسرے بڑے سالار بِرسُول اور غندش اپنی اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ نارمنوں نے ساحلِ سمندر پر جہاں اپنی کشتیوں اور جہازوں کو لنگر انداز کیا ہے وہاں بھی ایک خاصا بڑا لشکر رکھا ہے۔ اس لشکر کے اندر بھی بہت سے کماندار ہیں اور اس لشکر کی کمانداری بھی نارمنوں کے حکمران اور سردار کی بیٹی سیرد کر رہی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سیرد نام کی یہ لڑکی جہاں انتہا درجہ کی خوبصورت اور پُر جمال ہے، وہاں تیغ زنی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتی۔ چنانچہ جو لشکر ساحل پر رکھا گیا ہے اس کی کمانداری اسی سیرد کے ہاتھ میں ہے۔

نارمنوں سے متعلق میں مزید تفصیل کہہ دوں کہ نارمن اس وقت لاکھوں کی تعداد

میں ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ان کے پاس جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں ہیں۔ ان کے حکمران اور سردار کا نام مناکش ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ ایک بیٹی ہی ہے۔ نام اس کا سیرد ہے اور مناکش کی بیوی اور سیرد کی ماں کا نام ساگون ہے۔

یہ نارمنوں سے متعلق کچھ تفصیل تھی۔ اب میں ان سے ٹکرانے کا جو لائحہ عمل طے کر چکا ہوں، تم پر واضح کرتا ہوں اس کے بعد اسی کے مطابق حرکت میں آیا جائے گا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق! تم دونوں کے ذمہ میں ایک انتہائی اہم کام لگانے لگا ہوں۔ مجھے غور سے سننا۔ اگر ہم چند میل مزید آگے اشبونہ شہر کی طرف جائیں تو جس شاہراہ پر ہم سفر کر رہے ہیں اس شاہراہ کے دائیں بائیں دونوں کناروں پر کہیں چھوٹے ٹیلے، کہیں اونچے بلند پہاڑ بھی ہیں۔ چنانچہ انہی کوہستانی سلسلوں کے دائیں بائیں تم دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات لگا جاؤ گے۔ میں اور حارث بن بزیغ باقی لشکر کو لے کر آگے بڑھیں گے اور رومنوں کے سالار کوراش سے ٹکرائیں گے جو اس وقت اشبونہ شہر کے گرد و نواح میں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ میں اور حارث بن بزیغ دونوں ان سے ٹکرائیں گے۔ کچھ دیر کے ٹکراؤ کے بعد ہم اس انداز میں پیچھے ہٹنا شروع ہو جائیں گے جیسے کوراش کے مقابلے میں پسپائی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس طرح ہم اپنا دفاع کرتے ہوئے اسی شاہراہ پر پیچھے ہٹتے چلے جائیں گے۔ اُس جگہ آئیں گے جہاں شاہراہ کے دائیں بائیں تم دونوں نے گھات لگا رکھی ہو گی۔

اس دوران تم دونوں یہ کام کرنا کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر بڑی بڑی چٹانوں یا پتھروں کے پیچھے اپنے کچھ جوانوں کو چوکس رہنے کی تاکید کر کے بٹھا دینا۔ اور جونہی ہم پسپا ہو کر اس سمت آئیں اور رومنوں کا سالار کوراش ہمارا تعاقب کرتا چلا آئے تب تم دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مستعد ہو جانا۔ جونہی نارمن تمہارے پاس سے گزرنے لگیں تم اپنی اپنی گھات سے نکل کر ان پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دونوں ایسا کرو گے تو سامنے کی طرف سے میں اور ابنِ بزیغ پسپائی ترک کر کے زوردار انداز میں نارمنوں پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اور میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جب نارمنوں پر ہم تین اطراف سے انتہائی خونخوار انداز میں حملہ آور ہوں گے تو نارمنوں کی تعداد خواہ ہم سے کتنی زیادہ کیوں نہ ہو ہم انہیں کچلنے، مسلنے اور ذلت آمیز شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جس وقت ہم اس معرکہ میں کامیاب ہوں اور آپ لوگ یہ اندازہ لگائیں کہ نارمن شکست اٹھا کر آپ لوگوں کے سامنے بھاگنے والے ہیں، پھر کوشش یہ کرنی ہے کہ نارمنوں کو ساحل سمندر کی طرف نہ بھاگنے دیا جائے۔ ان کا رخ شذونہ شہر کی طرف کیا جائے تا کہ شذونہ میں اس وقت جو نارمن ہمارے علاقوں میں ترک تاز کر رہے، ہیں یہاں سے شکست اٹھانے والے ان کی طرف جائیں۔ ساحل کا رخ نہ کریں۔

اگر یہ ساحل کا رخ کر رہے ہیں تو ساحل پر جو نارمنوں کا ایک طرح کا محفوظ اور بہت بڑا لشکر ہے وہ بھی ہمارے خلاف حرکت میں آ سکتا ہے اس طرح ہمارے لئے مسائل زیادہ ہو جائیں گے اور اگر ہم کوراش کی کمانداری میں کام کرنے والے نارمنوں کے اس لشکر کو بدترین شکست دے کر اس کا رخ ساحل کی بجائے شذونہ شہر کی طرف کر دیں تو پھر اتنی جلدی ساحل پر رومنوں کے محفوظ لشکر کو کوراش کی شکست اور فرار کی اطلاع نہیں ملے گی۔ اتنی دیر تک ہم چاروں بھی اپنے لشکر کو سمیٹ کر شذونہ شہر کا رخ کریں گے۔ وہاں رومنوں کا جو دوسرا سالار غندش تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل رہا ہے اس پر گرفت کریں گے اور مجھے امید ہے کہ کوراش کی طرح اسے بھی بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس موقع پر میری ایک اور بات یاد رکھنا، اگر ہم کوراش اور اس کے بعد شذونہ شہر کے نواح میں نارمنوں کے دوسرے سالار غندش کو بھی شکست دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر نارمنوں پر ایک طرح سے ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور وہ یوں ہی منہ اٹھا کر جس سمت چاہیں حملہ آور ہو جانے کی روش اختیار نہیں کریں گے۔ محتاط ہو جائیں گے۔ اور ان کا محتاط ہو جانا ہمارے لئے سودمند ہوگا۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ہم بھی ان پر جگہ جگہ ضربیں لگاتے ہوئے نہ صرف ان کے لشکریوں کی تعداد کم کریں گے بلکہ انہیں تباہ و برباد کر کے رکھیں گے کہ وہ ہماری سرزمینوں سے کسی اور سمت بھاگ جانے میں ہی اپنی خیریت اور عافیت جانیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث خاموش ہوا۔ دوبارہ وہ باری باری اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم تینوں کے لئے میری اس گفتگو میں کوئی ابہام ہو تو کہو۔"

اس پر جب تینوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا تب عبدالکریم نے ایک بار پھر

اپنے لشکر کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ چند میل آگے جانے کے بعد چھوٹے بڑے ٹیلوں اور اس کے بعد بڑے کوہستانی سلسلوں کے پاس سے جب گزرنے لگے تب عبدالکریم نے اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کو اشارہ کیا۔ اس اشارے کے جواب میں وہ دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر عبدالکریم بن مغیث سے علیحدہ ہو گئے تھے اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شاہراہ کے دائیں جانب گھاٹ میں چلا گیا تھا جبکہ جریر بن موفق بائیں جانب چلا گیا تھا۔ ان کے ایسا کرنے کے بعد عبدالکریم اور حارث بن بزیغ دونوں آگے بڑھے۔ اب انہوں نے اپنے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔





رات چاروں طرف ظلمتوں میں چھپی نیند بکھیرتی کائنات کے مالک کی غیر فانی حکمت عملی کے تحت دھیرے دھیرے سلگتے ہوئے صبح کے خاموش سویروں سے بغل گیر ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہی تھی۔ آسمان پر بادل اس طرح سرگرداں تھے جیسے ان کے اندر زندگی کی قید کاٹتی بارش مر گئی ہو۔ وقت کے دھاروں میں چاروں طرف سلگتے اندھیروں کی سی خاموشی اور چپ طاری تھی۔

رات کے انہی لمحوں کو سمیٹتے اور رگیدتے ہوئے عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ جا پہنچے جہاں نارمنوں کے سالار کوراش نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

کوراش کو شاید اس کے طلایہ گروں نے پہلے ہی خبر کر دی تھی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر اس سے ٹکرانے کے لئے اس کا رخ کر رہا ہے۔ لہٰذا جونہی عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ وہاں پہنچے، ان کا سامنا کرنے کے لئے کوراش نے اپنے لشکر کو استوار کر کے اس کی صفوں کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی۔

یہ صورت دیکھتے ہوئے عبدالکریم اور حارث بن بزیغ نے بھی اپنی صفیں درست کر لی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے رومن سالار کوراش نے اپنے لشکر کو سنسان رُتوں میں ظلم کا سینہ چیرتے جبر، ریت کے تپتے بیابانوں میں سفاکی اور خود غرضی کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ بوڑھے ویران کوہساروں میں کرب خیز طوفانی کیفیتوں، دلوں میں خوف کا طوفان کھڑا کرتے کارگاہِ فریب کے اجارہ داروں اور ہوس کے قہرمان موسموں میں بے امید کر دینے والے سرابوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ نے بھی اپنی ابتداء خوب

لی۔ وہ بھی عمرِ رواں کی ہر طاق میں سلگتے خونی بگولوں، قضا کے جھکڑوں کی یورش، انتقام کے اندھیروں میں تشنگی، کھولتے سمندر کا سماں برپا کرتے بھپرتے عذاب کے خونی بھنور کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے آتش فشانی تلخیاں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ سرِ مقتل لٹا کر دینے والی آرزوئیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگی تھیں۔ وقت کی کوکھ میں ہر سُو غم آگیں اوازوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ موت ناگ کی طرح خوفناک پھن پھیلائے زیست کے پل پل کو المیوں اور لمحوں لمحوں کو کھولتی سسکیوں میں تبدیل کرنے لگی تھی۔ بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے لاجواب تیغ زن اور بڑے بڑے بے مثل شمشیر باز نفرت کی گمنام وادیوں میں بکھرے سنگریزوں اور انقلابی آہنگ گونجوں میں چاروں سمت گرتے سوکھے پتوں کی طرح زمین کے سینے پر گرنے لگے تھے۔

کچھ دیر تک عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ بڑے ہولناک انداز میں نارمنوں کے سالار کوراش سے ٹکراتے رہے۔ اس دوران انہوں نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ نارمنوں کے جس لشکر کے ساتھ کوراش ان سے ٹکرایا تھا تعداد کے لحاظ سے وہ لشکر عبدالکریم اور حارث بن بزیغ کے لشکر سے دس گنا سے بھی کہیں زیادہ تھا۔ چنانچہ اس ساری صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ نے اپنے پہلے سے طے شدہ منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے کچھ اس طرح پیچھے ہٹنا شروع کیا تھا جیسے وہ نارمنوں کے ظلم کی داستانیں کھڑی کرتے بحرِ ذخار کے سیلاب جیسے حملوں، دلوں میں غموں کی پیوند کاری کرتی ذہنوں کو ریزہ ریزہ کر کے بکھیرتی حرص وہوس بھری ضربوں کو برداشت نہیں کر سکے لہٰذا پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے ہیں۔

نارمنوں کے سالار نے جب دیکھا کہ وہ مسلمانوں کو پسپا کرنے اور شکست دینے میں کامیاب ہو گیا ہے تب اس نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور اپنے حملوں میں تیزی اور شدت پیدا کرنے کے لئے انگیخت کرنے لگا۔ اس دوران عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ بھی بڑی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ لیکن پیچھے ہٹنے کے اس عمل کے دوران انہوں نے نہ اپنی صفوں کی ترتیب خراب ہونے دی تھی اور نہ ہی دشمن کو انہوں نے اپنے اوپر حاوی ہونے دیا تھا۔ اپنے لشکر کا نظم و ضبط برقرار رکھتے ہوئے پیچھے ہٹتے چلے جا رہے تھے جبکہ کوراش اپنے لشکر کے ساتھ ان کے لشکریوں کو درہم برہم

کرنے کے درپے تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مقابلہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے کی بجائے یہ لوگ اپنا رخ پھیر کر بھاگنے کی کوشش کریں اور پھر ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا وہ قتلِ عام شروع کر دیں۔ جبکہ عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ کو راش اور اس کے نارمن لشکریوں کو ایسا کرنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ عبدالکریم اور حارث بن بزیغ دونوں پیچھے ہٹتے ہوئے کوہستانی سلسلوں سے گھری شاہراہ کے اس حصے کے قریب جا پہنچے جہاں شاہراہ کے دائیں جانب اسمٰعیل بن موسیٰ اور بائیں جانب جریر بن موفق نے اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی۔

نارمنوں کا سالار جب عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ کا تعاقب کرتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں دائیں جانب اسمٰعیل بن موسیٰ اور بائیں جانب جریر بن موفق نے گھات لگا رکھی تھی تب عبدالکریم بن مغیث کے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق کام کی ابتداء ہوئی تھی۔ سب سے پہلے اسمٰعیل بن موسیٰ حرکت میں آیا۔ جنوں کی المناکیاں طاری کر کے بے باکی کے بحر اور دریدہ دل میں بربادی کے رنگ بھرتے کرب، مرگ خیز انقلاب کی طرح وہ کوہستانی سلسلوں کی اپنی گھات سے نکلا۔ اس دوران نارمنوں پر وہ ظلم کی فصل برباد اور ذہنوں کو بے ترتیب کر دینے والی المناک مشق، جذبوں کی حرارت کو دھواں دھواں آگ کی نذر کرتے آندھیوں کے خروج، سینوں کو آتش فشاں خون کی جل تھل، شریانوں کو زہر آلود اور جسموں کی دیواریں تک گراتے گرج و رعد کے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ جریر بن موفق نے بھی اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی۔ وہ بھی بائیں جانب سے نمودار ہوا اور زندگی کی ہر رونق کو روندتے کرب کے کڑکتے کھولتے شراروں، نگاہوں میں چنگاریاں بھرتے آگ کے ناچتے شعلوں، بت گری کی ہواؤں پر بت شکنی کے طوفان طاری کرتے عناصر اور سناٹوں کے صحرا میں سنگ خشت کے نہ رکنے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے دائیں بائیں سے حملہ آور ہو کر ایک دم نارمنوں کے لشکر میں ایک طرح کی ابتری اور افراتفری کا عالم برپا کر دیا تھا عین اسی لمحہ سامنے کی طرف سے عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ نے بھی اپنے

کام کی ابتداء کی۔ وہ دونوں بھی ہونٹوں پر قفل لگاتی تقدیر کی بدترین جنبشوں کی طرح مڑے۔ اس کے بعد وہ عذابوں کے آتش فشانی دہانے کھولتے فناء کے ہولناک ہیولوں، شعور اور سماعت کو خیال و سزا، بصارت کو روشنی سے محروم کرتے پُر آشوب جھکڑوں اور فنا کی تختیاں لکھتے جبر و کرب کے کارسازوں کی طرح کود پڑے تھے۔

ایک بار پھر کوہستانی سلسلوں کے اندر تاریکیوں کی کالی گھٹاؤں سے اُلجھتی روشنی کی کرنوں کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اُدھڑتی زمین کی طرح لشکریوں کی تنظیم زوال کا شکار ہونے لگی تھی۔ لاشعور میں پوشیدہ خدشات موت کے زائچے کھڑے کرنے لگے تھے۔

تعاقب کرتے وقت نارمنوں کے سالار کوراش اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بڑے بلند تھے لیکن اب ان پر جب تین اطراف سے حملے شروع ہوئے تب نارمنوں کے اندر ایک افراتفری برپا ہو گئی تھی۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے اور بہت سے لشکر بھی ان علاقوں میں سرگرداں ہیں تب ان کے حوصلے اور ولولے بالکل ماند پڑ گئے تھے۔

نارمنوں کا سالار کوراش اپنے لشکر کے وسطی حصے میں ابھی تک لشکریوں کو للکار کر انہیں انگیخت کرتے ہوئے مسلمانوں پر جان لیوا ضربیں لگانے پر زور دے رہا تھا۔ اسے اب بھی امید تھی کہ وہ جنگ کا پانسہ اپنے حق میں پلٹ سکتا ہے۔ اس لئے کہ اب بھی اسے عددی فوقیت حاصل تھی۔

اپنے لشکر کے وسطی حصے میں جہاں نارمنوں کا سالار کوراش اپنے لشکریوں کو للکار للکار کر اپنے حملوں میں شدت پیدا کرنے کا حکم دے رہا تھا اس حصے پر دائیں جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ نے ضرب لگانا شروع کی تھی۔ جبکہ نارمنوں کے پشتی حصے پر جریر بن موفق اچانک پھٹنے والے آتش فشانی دھانوں کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔ جبکہ سامنے کی طرف سے عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزلیغ بڑی تیزی سے نارمنوں کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

وسطی حصے میں اسمٰعیل بن موسیٰ اب بڑی تیزی سے نارمنوں کے اندر گھستا چلا جا رہا تھا۔ اس نے نارمنوں کو کچھ اس قدر تیزی سے تہہ تیغ کیا کہ آگے بڑھتے ہوئے وہ کوراش کے قریب جا پہنچا تھا۔ مسلمان لشکری جو اس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ کے اردگرد

نارمنوں سے معرکہ آراء تھے انہوں نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کا سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نارمنوں کے سالار کوراش کو اپنا ہدف بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کے اردگرد جنگ کی بھٹی کو شدت کے ساتھ بھڑکا دیا تھا اور اسی بھڑکاؤ میں اسمٰعیل بن موسیٰ یلغار کرتا ہوا کوراش کے سر پر جا پہنچا۔ دونوں میں کچھ دیر تک تیغ زنی کا مقابلہ ہوا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے کوراش کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کی تلوار بلند ہو کر کوراش کے شانے پر گری تھی اور اسے گھوڑے کی پیٹھ تک کاٹتی چلی گئی تھی۔ فضا کے اندر ایک ہولناک اور کرب خیز چیخ بلند ہوئی تھی اور کوراش اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔

نارمنوں کی تعداد اب بھی زیادہ تھی۔ لیکن جب اردگرد لڑتے نارمنوں نے دیکھا کہ ان کے سپہ سالار کو مسلمانوں کے سپہ سالار نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تب کوراش کے مرنے کی خبر ایک کان سے دوسرے کان تک ہوتی ہوئی پورے لشکر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ نارمن شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

عبدالکریم اور حارث بن بزیغ نے اب اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ لہٰذا چاروں نے متحد ہو کر بھاگتے نارمنوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ یہ تعاقب انہوں نے اس انداز میں کیا کہ نارمنوں کو انہوں نے اشبونہ شہر کی طرف بھاگنے کا موقع ہی نہیں دیا تا کہ وہاں سے نکل کر وہ کہیں ساحل سمندر کا رخ نہ کر لیں اور وہاں جو نارمنوں کا محفوظ لشکر ہے اسے کوراش کے مرنے کی خبر نہ ہو اور وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں نہ آ جائے۔ لہٰذا شکست خوردہ نارمنوں نے جب دیکھا کہ مسلمان انہیں ساحل سمندر کی طرف نہیں آنے دے رہے تب انہوں نے شذونہ شہر کا رخ کیا تھا جسے مدینۂ شذونہ بھی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

جہاں تک مدینۂ شذونہ کا تعلق ہے، کچھ مؤرخین اسے جنوبی اندلس میں صوبہ قادس کا ایک پرانا شہر شمار کرتے ہیں اور شہر قادس سے جنوب مشرق میں 21 میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ مسلمانوں کے دور میں یہ ایک خاصا بڑا شہر تھا اور دریائے کبیر کے دہانے کے قریب واقع تھا۔ جس علاقے میں یہ شہر واقع تھا اس میں اس شہر مدینۂ شذونہ کے علاوہ سریش، جزیرۂ خضرہ، جزیرۂ طریف، قادس اور بکہ وغیرہ دوسرے اہم شہر ہیں۔

مدینۂ شذونہ جس کو آج کر میدینہ شہذونیہ کہتے ہیں اسپین کے موجودہ صوبہ قادس کا ایک شہر ہے۔ اس صوبہ میں جبالِ زندہ کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ انہی میں سے ایک شاخ کے سرے پر یہ شہر پرانے زمانے سے آباد چلا آتا ہے۔

اس شہر کے ایک طرف پہاڑوں کا سلسلہ تھا اور تین طرف ہموار زمین تھی۔ شہر بلندی پر واقع تھا۔ اکثر محققین کا خیال ہے کہ یہاں پہلے ایک شہر آباد تھا جس کو رومانی اپنے زمانۂ تسلط میں اسیدوو کہتے تھے۔ قوطیوں کے دورِ حکومت میں اس کا نام اسیدونیا ہوگیا اور یہاں ایک اسقف رہنے لگا۔ 1711ء میں طارق بن زیاد نے اس شہر اور نواح کو فتح کیا۔ اہلِ عرب نے اس کو سیدونا یا سدونا کہنا شروع کر دیا جو بعد میں شدونا شذونہ ہو گیا۔

اس شہر میں فلسطین سے آنے والے بہت سے عرب قبائل آباد ہو گئے تھے۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جب افریقہ میں بربروں نے سخت بغاوت کی تو اندلس میں جو بربر آباد تھے اس بغاوت کا ان پر بھی اثر ہوا۔ اس وقت عبدالملک بن قطن الفہری اُندلس کے حاکم تھے۔

چنانچہ ان حالات میں ماردہ، بطلیوس اور چند دیگر شہروں کے بربروں نے مل کر اندلس کے تین مقامات پر قبضہ کرنا چاہا۔ ان میں سے ایک مدینۂ شذونہ بھی تھا۔ مگر یہاں شامی عربوں نے بربروں کو نہایت سخت شکست دی اور ان کی بغاوت رفتہ رفتہ فرو کر کے رکھ دی۔ اس کے بعد 756ء میں عبدالرحمٰن الداخل اندلس میں آئے اور یوسف بن عبدالرحمٰن فہری والئ اندلس سے حکومت لینے کے لئے طرش سے جہاں وہ مقیم تھے اشبیلیہ کی طرف بڑھے۔ پہلے وہ ارخرونہ میں آئے پھر وہاں سے رندہ ہوتے ہوئے شذونہ پہنچے اور وہاں کے ایک قصبہ قریۂ کنعانہ میں قیام کیا تھا۔

چنانچہ شذونہ کے شامی عربوں نے ان کا ساتھ دیا۔ وہ اشبیلیہ پہنچ گئے۔ مدینۂ شذونہ اسلامی عہد میں ایک مشہور مقام تھا۔ سیاہ مٹی کے برتن مسلمانوں کے دور میں یہاں کے بڑے مشہور تھے اور اب تک اسی قسم کے برتنوں کے لئے یہ جگہ مشہور ہے۔

مسلمانوں کے وقت میں یہاں زراعت بھی بہت ہوتی تھی۔ فرش اور بوریئے خاص قسم کے نہایت عمدہ تیار کئے جاتے تھے۔ چنانچہ اب تک یہاں کے بوریئے جن پر عربی طرز کے نقش و نگار ہوتے ہیں فروخت ہوتے ہیں، تیار ہوتے ہیں اور انہیں

استیر اس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدینۂ شذونہ میں بعض مٹھائیاں بھی اب تک ایسی بنائی جاتی ہیں جن کی نسبت مشہور ہے کہ پرانے عربوں کے نسخوں کے مطابق ان کو تیار کیا جاتا ہے۔

یہ شہر 711ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ سوا تین سو برس کے قریب دولتِ مردانیہ کا محکوم رہ کر دورِ آخر میں اس کا تعلق حکومتِ اشبیلیہ سے ہو گیا تھا۔ اشبیلیہ کے بعد مدینۂ شذونہ پر بھی نصرانیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ غرضیکہ ساڑھے پانچ سو برس سے کچھ زائد یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں رہا تھا۔

اسی شہر مدینۂ شذونہ کے نواح میں نارمنوں کا دوسرا سالار غندش ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ترک و تاز اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ جس طرح نارمن شذونہ شہر کو فتح نہ کر سکے تھے اور ان کا سالار کوراش شہر کے اردگرد ہی تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتا رہا تھا، اسی طرح ان کا دوسرا سالار غندش بھی شذونہ شہر کے اطراف میں لوٹ مار کا بازار گرم کئے ہوئے تھا جبکہ شہر محفوظ تھا۔ یہاں تک کہ عبدالکریم، اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور جریر بن موفق اپنے لشکر کے ساتھ ان علاقوں میں جا پہنچے جہاں غندش نے اپنی کارروائیاں شروع کر رکھی تھیں۔

غندش کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی اور اسے پتہ چلا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر مدینہ شذونہ میں اس کے ساتھی سالار کوراش کو شکست دینے کے بعد اس کا رخ کر رہا ہے تو اس کے کچھ ہی دنوں بعد کوراش کے شکست خوردہ ساتھی بھی غندش سے آن ملے تھے اور انہوں نے غندش کو آکر اطلاع دی تھی کہ مسلمانوں نے حملہ آور ہو کر نہ صرف انہیں شکست دی بلکہ ان کے ایک سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے کوراش کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ چنانچہ غندش نے کوراش کے مرنے کی اطلاح ساحل سمندر پر اپنے حکمران سالارِ اعلیٰ مناکش کو کر دی تھی۔

غندش کے پاس پہلے ہی ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ اسے دوسری مدد یہ ملی کہ کوراش کے وہ لشکری جنہیں شکست ہوئی تھی وہ وہاں سے بھاگے تھے۔ وہ بھی کافی تعداد میں بچتے بچاتے غندش کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اس طرح غندش نے انہیں اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے غلاف نبرد آزما ہونے کا تہیہ کر لیا تھا۔ چنانچہ دونوں لشکریوں نے شذونہ شہر کے نواح میں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونا شروع کر دیا تھا۔

غندش کے پاس کام کرنے والے نارمنوں میں اس وقت بڑا غم و غصہ اور جوش و جذبہ پایا جاتا تھا۔ اس لئے کہ انہیں اطلاع ملی تھی کہ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان کے سالار کوراش کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ کوراش کا انتقام لینے کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ کو ہر صورت میں موت کے گھاٹ اُتارا جائے گا۔ چنانچہ غندش نے اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد ایک ایسے نایاب اور بے مثل تیغ زن کا انتخاب کیا گیا جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ جس وقت دونوں لشکری ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوں گے وہ انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترے گا اور مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کا نام لے کر انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا اور اس انفرادی مقابلے میں اسمٰعیل بن موسیٰ کو زیر کر کے اور اس کی گردن کاٹ کر کوراش کا انتقام لے گا۔

چنانچہ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے اپنی صفیں درست کر چکے تب نارمنوں کے لشکر سے خوب گٹھے ہوئے جسم اور خاصے بڑے قد کاٹھ اور کڑیل جسم کا ایک جوان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میدان میں اترا تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہونے کے باوجود اس کی شخصیت، اس کے قد کاٹھ کا خوب اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دونوں لشکروں کے درمیان آ کر اس نے جارحانہ انداز میں اپنے گھوڑے کو روکا۔ اس طرح روکنے پر اس کا گھوڑا بھی انگیخت ہوتا ہوا اب اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھا کر بری طرح ہنہنایا تھا۔ ساتھ ہی نارمنوں کے اس تیغ زن نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے کی دعوت دی تھی۔

اپنا نام سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اسی جگہ آیا جہاں عبدالکریم بن مغیث کھڑا تھا۔ اس لئے کہ لشکر کی تقسیم مکمل ہو چکی تھی۔ عبدالکریم وسطی حصے میں رہا تھا اور حارث بن بزیغ کو اس نے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ لشکر کے دائیں پہلو کی کمانداری اسمٰعیل بن موسیٰ اور بائیں حصے کی سالاری جریر بن موفق کو سونپی گئی تھی۔ جس وقت نارمنوں کے اس تیغ زن نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تب اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ چنانچہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا عبدالکریم کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! مجھے ذرا انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترنے کی اجازت دیجئے۔''

عبدالکریم نے چند لمحوں تک بڑے غور سے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھا پھر انتہائی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

''ابنِ موسیٰ! اس انفرادی مقابلے کے لئے میں خود میدان میں اترنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یہ مت خیال کرنا کہ تم میرے عزیز سالار ہو اور میں تمہیں اس انفرادی مقابلے سے بچانا چاہتا ہوں۔ ابنِ موسیٰ! تم اور جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ ابھی نئے نئے لشکر میں شامل ہوئے ہو۔ ابھی تم نے زمانے کا گرم سرد اور اتار چڑھاؤ دیکھنا ہے۔ میں زندگی کے سارے لمحوں سے لطف اندوز ہو چکا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اگر میں اس میدان میں اترنے والے نارمن کے مقابلے میں انفرادی مقابلے کی......''

عبدالکریم بن مغیث مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ قسم خدائے واحدہٗ لاشریک کی، نارمنوں کے اس تیغ زن نے تو میرا نام لے کر مجھے انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے۔ اگر وہ آپ کا نام لے کر آپ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دیتا تب بھی ہم آپ کو میدان میں نہ اترنے دیتے۔ اس ظالم کے بچے کے مقابلے میں، میں خود ہی انفرادی مقابلے کے لئے اترتا۔

امیر! میں جانتا ہوں نارمنوں کو خبر ہو گئی ہے کہ ان کے سالار کوراش کی گردن میں نے کاٹی تھی چنانچہ وہ مجھ سے کوراش کا بدلہ لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کا جو سورما انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترا ہے، وہ یقیناً ان کا بہترین تیغ زن ہو گا۔ لیکن خداوند قدوس کو منظور ہوا تو میں اس نارمن کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب رہوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ مڑ کر عبدالکریم کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''امیر! آپ اور میرے دونوں رفقائے کار میری کامیابی کے لئے دعا کیجئے گا۔''

اس کے ساتھ ہی وہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا کر نکل گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ میانہ روی سے میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔ تھوڑا سا آگے جا کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر انتہائی عاجزی اور کرب خیزی میں وہ کہہ

رہا تھا۔

''اے خالقِ حرف اوّل! تُو ہی صورتوں کا نقش گر ہے۔ تُو قادر و مہربان ہے۔ تُو ہی کاشفِ اسرار و رموز ہے...... میرے مولا! ہم لوگ تیری وحدت کے چراغ روشن کرنے والے ہیں۔ تیری اطاعت میں کمی، لاف زنی اور تیری عبادت میں کبھی گزاف نہیں آنے دیا۔ تُو مہربان آقا و رہنما ہے...... مولا! میری استقامت کو برقرار رکھنا۔ اس مقابلے میں، میں اپنی ریاضت کا امتحان سمجھ کر تجھ سے مدد مانگتا ہوں...... میرے مالک! جھینگر رات کو تیرے ہی حکم سے ملہار گاتے ہیں، چڑیاں تیرے ہی کہنے پر صبح کا اعلان کرتی ہیں، تیرے ہی حکم پر تتلیاں ڈال ڈال پھرتی ہیں اور بھونرے گلوں پر ہلکان ہوتے ہیں...... اے اللہ! تیری ہی جبلت کے ساتھ پروانے طلب کے لمحوں کی تلاش میں جل مرتے ہیں۔ تُو ہی بچے کے لئے ماں کو دودھ سے جل تھل کرتا ہے۔ تُو ہی پھولوں کو رنگ و بُو عطا کرتا ہے...... مولا! انسانی آنکھ کو تُو ہی بصارت عطا کرتا ہے۔ تیرے ہی حکم پر آسمان پر چاند ستاروں کی باراتیں حرکت میں آتی ہیں۔ تُو چاہتا ہے تو دریا نمی سے آشنا ہوتا ہے اور تیرے ہی کُن پر موسموں کے انقلاب برپا ہوتے ہیں...... الٰہی! تُو ہی پیغمبروں کو عرفان عطا کرتا ہے، نکھرے آسمان پر جھاگ کی طرح اُڑتے بادل تیرے ہی حکم سے خشک زمینوں کا رخ کرتے ہیں...... اے اللہ! تیرے ہی حکم کے تحت گداز نرم کونپل زمین کا سینہ چیر کر نمو حاصل کرتی ہے...... اے اللہ! میں تیرا عبد ہوں، تُو بڑا رحمٰن ہے۔ دشمن کے اس تیغ زن کے مقابلے میں اے اللہ! مجھے کامیاب اور فوز مند رکھنا۔''

اپنے گھوڑے کو آگے بڑھاتا ہوا اسمٰعیل بن موسیٰ نارمنوں کے اس تیغ زن کے سامنے جا رکا۔ وہ نارمن تیغ زن تھوڑی دیر تک کھا جانے والے انداز میں اسمٰعیل کی طرف دیکھتا رہا، پھر ہولناک انداز میں بول اٹھا۔

''کیا تیرا ہی نام اسمٰعیل بن موسیٰ ہے؟ اور تُو نے ہی ہمارے سالار کوراش کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے؟''

اسمٰعیل نے اسی کے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

''تیرا اندازہ درست ہے۔ میں ہی اسمٰعیل بن موسیٰ ہوں۔ میں نے ہی تمہارے سالار کوراش کو میدانِ جنگ میں موت سے ہمکنار کیا تھا اور اس کے بعد اب تیری

باری ہے۔"
اس پر نارمن نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا، ساتھ ہی کہنے لگا۔
"یہ بھی تُو نے خوب کہی۔ میں تو خود اپنے دشمنوں کو موت کی وادیوں کی طرف اس طرح روانہ کرتا ہوں جیسے بادلوں کے پُرجوش قافلے جاتے ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بڑے بڑے سورماؤں کی تمناؤں کے سمندر کو فلاکت زدہ کیا......"
یہاں تک کہتے کہتے اس نارمن کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ بول اُٹھا۔
"تم تمناؤں کے کس سمندر کی بات کر رہے ہو؟ میرے پاس تمناؤں کا سمندر ہے ہی نہیں، تم فلاکت زدہ کیسے کرو گے؟ میرے پاس تو صرف ایک ہی تمنا ہے۔"
نارمن نے بڑی بے زاری سے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"چلو مرنے سے پہلے اپنی کوئی تمنا کہہ ڈالو۔"
جواب میں اسمٰعیل پھر بول اٹھا۔
"میری تمنا جو اس وقت میرے دل میں مچل رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس میدان میں تیرا سر کاٹوں۔"
وہ نارمن وحشت اور غضب پر اترتے ہوئے پھر بول اٹھا۔
"میرا نام دروقہ ہے۔ اس انفرادی مقابلے کے دوران یاد رکھنا میں تیرے احساس کی ہر کرن کو جبر کے نشان زدہ اندھیرے میں تبدیل کروں گا۔ تیری امیدوں کا سورج ہمیشہ کے لئے ڈوب جائے گا۔ تیرے جسم کے نہاں خانوں کو میں سلگتے احساس اور برے عکس کی پرچھائیوں میں تبدیل کروں گا۔ تیرے ذہن کے گوشوں میں وحشت بھرے تاپ کے رنگ بھر کر رکھ دوں گا۔ مقابلہ کے دوران تُو خود دیکھے گا، تیری حالت میرے سامنے ایسی ہو گی جیسے بستیوں اور ویرانوں میں اپنے بگولوں کو ڈھونڈتی دردِ ہجراں کی ماری اتھل پتھل کر دینے والی آندھیاں حرکت میں آ گئی ہوں۔ مسلمانوں کے سالار! تُو نے ہمارے ایک سالار کو قتل کر کے اپنی موت کے پروانے پر اپنا نشان ثبت کیا ہے۔ اب اس میدان میں، میں تیرے ریگزارِ تمنا کی تر دامنی کو زندگی کے بدترین جبر اور بیدار ہنرمندی کا کرب بن کر تجھے غیر محسوس چکی میں پیستا چلا جاؤں گا۔"

دروقہ جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تک طنزیہ انداز میں اسمٰعیل اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''سن دروقہ! تجھ جیسے گناہوں کے راستے استوار کرنے والے، بری خواہشوں کے سوداگر میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ داشتاؤں کی بے ہودہ پرہیزگاری کی طرح اپنی جرأت مندی، اپنی ہنرمندی اور اپنی شجاعت کی تعریف کرانے والے پاگل ہلکان ہوتے بھیڑیوں سے بھی مجھے بہت پالا پڑ چکا ہے۔

سن دروقہ! اگر تُو کسی کے سلگتے احساس میں برے عکس کی پرچھائیاں بھرنے کا ہُنر جانتا ہے تو یہ بھی اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھ کہ میں مسلمانوں کے ان سالاروں میں سے ایک ہوں جو برستی آتش کی تپش کو برستے پانی کی بوندوں، تعبیروں کے خواب نگر کو دکھ کے کوہساروں، تقویم کے سرِ مکتوم کو بدترین تہذیب کے روک میں تبدیل کرنے کا ہنر اور جرأت مندی رکھتے ہیں۔ دروقہ! جب تُو مجھ سے مقابلہ کرے گا تو دیکھے گا کہ میری تلوار اس طرح تیرے سامنے آئے گی جیسے ابر سے برق نکلتی ہے۔ اس وقت تُو ستاروں، صحراؤں، سبزہ زاروں اور کہکشاؤں کے مناظر تک کو بھول جائے گا۔

جب میری تلوار صدا سے چنگھاڑتے، بے چین بگولوں کی طرح تیری زندگی کو فنا سے بغلگیر کرنے کے لئے تجھے ہستی سے نیستی کی طرف لے جائے گی تب تُو خود ہی اندازہ لگا لے گا کہ میرے سامنے تیرے جسم کی دیواریں سُوکھی، بنجر زمین تھیں۔ تیری روح کی ضو اندھیروں کی فصل تیرے ہونٹوں کی آنچ جلتے ناسور، تیری سوچوں کے گل بدرَو کی صورت اختیار کر جائیں گے۔

اب مزید گفتگو نہیں ہونی چاہئے۔ آ، مقابلے کی ابتداء کریں۔ پھر دیکھیں تُو اپنے سالار کوراش کا انتقام لینے میں کامیاب ہوتا ہے یا میں کوراش کی طرح تیری گردن بھی تیرے تن سے جدا کرنے میں کامیاب رہتا ہوں۔ آ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر دیکھیں تقدیر کس کی پیشانی پر کامیابی کا بوسہ دیتی ہے اور کس کے منہ پر ناکامی اور بدنصیبی کا طمانچہ مارتی ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر دروقہ برہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنی تلوار اس نے لہرائی۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی پھر وہ اسمٰعیل بن موسیٰ پر نا اُمیدیوں کے بیج بوتی کم

ظرفی کے تشنج، گورخر کا شکار کرنے والے مستی پر اُترے خونخوار بھیڑیوں اور جبر کے میدانوں میں بے حمیتی کے گونجتے سنسان لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں کرتے اور پینترے بدلتے ہوئے کمال خوش کن انداز اور طمانیت کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ دروقہ کے حملوں کو روکتا رہا۔ کچھ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا، پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ ذرا پیچھے ہٹا۔ اس کے بعد دروقہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دروقہ! میں تو سمجھتا تھا کہ تُو میرے لئے بدبختی کی کمان ثابت ہو گا اور مجھے ناکامیوں کی اُداسیوں سے دوچار کر دے گا لیکن میں دیکھتا ہوں تُو تو سدوم کی مکاریوں اور عمورہ کی گنہگاریوں سے بھی زیادہ قبیح اور برا ثابت ہوا۔ میں خیال کر رہا تھا کہ تُو نارمن ہے۔ جنگ کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا ہو گا اور نئی پنہایوں اور سرمدی بلندیوں کی طرح مجھ پر چھانے کی کوشش کرے گا لیکن تُو تو چہچہاتے پرندوں اور کووں کی خاموشی سے بھی زیادہ بے ضرر ثابت ہوا۔ میں سمجھتا ہوں تیری شمشیر زنی، تیری تیغ زنی میں تو کوئی جان ہی نہیں ہے........ دروقہ! اب سنبھل۔ اب تک میں تیرے حملوں کے سامنے اپنا دفاع کرتا رہا۔ اب تیرے دفاع کرنے کی باری آ گئی ہے اور میرے جارحیت پر اترنے کے لمحات قریب آ گئے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی عجیب اور انوکھے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ حرکت میں آیا۔ وہ رگ رگ سے زندگی نچوڑتے قضا کے شاہسواروں، زندگی کی ہر عشرت کے عنوان کو قہر مانیت کے بھنور میں تبدیل کر دینے والے طوفانوں، جسموں کو بے جان کرتی مرگ کا کھیل کھیلتی فطرت اور زیست کو تلپٹ کر دینے والے ہیولوں کے ترک تاز کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ صورتِ حال یقیناً دروقہ کے لئے نئی تھی۔ وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ تو اس پر کپڑے پھاڑتی لُو کے جھکڑوں اور شوق کی ہر شیفتگی کے رنگوں کی طرح چھا جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے تیز اور جان لیوا حملوں کے سامنے کئی بار دروقہ نے رک کر اپنی حالت بدلنا چاہی۔ وہ دفاع سے نکل کر جارحیت پر اُترنا چاہتا تھا۔ لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ کے تیز اور جان لیوا حملے اسے ایسا کرنے سے روکے ہوئے تھے۔ دروقہ نے یہ

بھی اندازہ لگایا کہ لحہ بہ لحہ اپنے لمحوں میں شدت اور سختی پیدا کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ آگ کے اندھیاؤ اور کرب کے خوفناک رنگوں کی طرح اسے اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ یہاں تک کہ دروقہ اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے تھکاوٹ محسوس کرنے لگا تھا۔ اُس کی اس تھکاوٹ کا اندازہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے بھی لگا لیا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب دروقہ نے اسمٰعیل بن موسیٰ کے وار کو اپنی تلوار پر روکا تو اسمٰعیل بن موسیٰ نے تلوار کو ایسا زوردار جھٹکا دیا کہ دروقہ بل کھاتا ہوا اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔ عین اسی لحہ آندھی اور طوفان کی طرح اسمٰعیل بن موسیٰ حرکت میں آیا۔ ایک زہریلی جست کی طرح اپنے گھوڑے سے اترا اور اپنی تلوار کی نوک زمین پر گرے ہوئے دروقہ کی گردن پر رکھ دی تھی۔ اس موقع پر دروقہ نے اپنی تلوار کو حرکت میں لانا چاہا لیکن اس کے تلوار والے ہاتھ پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنا پاؤں رکھ دیا تھا۔ پھر قہر بھرے انداز میں دروقہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''دروقہ! اب تیرے لئے تلوار کو حرکت میں لانے کا وقت گزر چکا۔ یوں جانو اس دنیا میں تیرا دانہ پانی، آب و دانہ تمام ہوا۔ اب تُو اگلی دنیا کے لئے کوچ کرنے کے لئے تیار ہو جا۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ کے جواب میں دروقہ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تیری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تُو آج مجھے موت کے گھاٹ اتارے گا تو میں پہلے سے تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تُو دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جانا، نارمن تیرا تعاقب کر کے اور تجھے موت کے گھاٹ اتار کر میرا اور کوراش کا انتقام ضرور لیں گے۔''

دروقہ جب خاموش ہوا تب غضب ناکی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''تیری اور تیرے نارمنوں کی ایسی تیسی۔ جس وقت تُو میدان میں اُترا تھا، قسمت کی طرح اٹل اور ماورائے تخیلات ملعونوں اور مقہوروں کی سی گھمنڈ بھری گفتگو کرتا تھا۔ تم لوگ کفر و شرک کو شرف و امتیاز خیال کرتے ہو۔ اپنی جنگجوئی، اپنی بہادری کو اپنے

لئے عظمت و رفعت کی معراج خیال کرتے ہو۔ ذرا انفرادی مقابلے کے بعد اپنے ہاتھ کو تو دیکھ۔ ہارنے، بے بسی کی حالت اور کرب خیزی میں ہونے کے باوجود تُو مجھے دھمکی دیتا ہے کہ میں تجھے موت کے گھاٹ نہ اتاروں کہ تیرے نارمن مجھے کہیں جینے نہیں دیں گے۔ اگر میں تجھے اپنے سامنے بے بس کر سکتا ہوں تو تیرے دوسرے نارمنوں کو بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ سن دروقہ! میدان میں اترتے وقت تیری حالت خشمناک فطرت کی سی تھی لیکن اب اپنی حالت پر غور کر۔ کیا میں نے تیرے ٹھنڈے سانسوں میں کھولتے لاوے نہیں بھر دیئے؟ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تُو بدبختی کا سمندر اور بے راہ روی کی دہکتی آگ بن کر عجیب سی بے باکی اور بے اعتنائی، ہول انگیزیوں جیسی گفتگو کرتا تھا۔ اب وہ تیری گفتگو کیا ہوئی؟ تجھے ٹھکانے لگانے کے بعد میں کسی اور نارمن کو مقابلے کی دعوت دوں گا، پھر دیکھوں گا کون تیرا انتقام لینے کے لئے میدان میں اترتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی تلوار کو حرکت میں لایا اور دروقہ کا اس نے کام تمام کر کے رکھ دیا تھا۔

دروقہ کا خاتمہ کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور نارمنوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بدبخت نارمنو! مجھے غور سے سنو۔ میں اندلس کے امیر عبدالرحمٰن بن الحکم کا سالار اسمٰعیل بن موسیٰ ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس نے تمہارے سالار کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اب میں نے تمہارے دوسرے سورما دروقہ پر موت طاری کر دی ہے۔ کیا تم مین کوئی ایسا ہے جو دروقہ اور کوراش کا انتقام لینے کے لئے میدان میں اترے اور میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک میدان میں خاموش کھڑا رہا۔ جب نارمنوں کے لشکر کی طرف سے کوئی بھی انفرادی مقابلے کے لئے نہ اترا تب اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد کچھ نارمن بڑی تیزی سے میدان کے وسطی حصے کی طرف آئے اور وہاں سے وہ دروقہ کی لاش اپنے لشکر میں لے جانے لگے تھے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ جب واپس اپنے لشکر کے پاس گیا تو اس نے دیکھا لشکر کے وسطی

ے کے سامنے عبدالکریم بن مغیث اور اس کے ساتھ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں کھڑے تھے۔ ہاتھ کے اشارے سے عبدالکریم نے اسمٰعیل کو بھی وہاں ہی آنے کے لئے کہا۔ اسمٰعیل جب ان کے قریب پہنچا تب باری باری عبدالکریم، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے انفرادی مقابلے میں کامیابی پر اسے مبارکباد دی۔ پھر عبدالکریم اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹے! تیری آمد سے پہلے میں نے جریر اور حارث دونوں کو یہاں بلالیا ہے۔ تم دیکھتے ہو ہمارے مقابلے میں رومنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اپنی عددی فوقیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ پوری کوشش کریں گے کہ ہمیں پسپا کرنے کی کوشش کریں۔ جبکہ ہم نے ان کے ساتھ کچھ اس طرح نمٹنا ہے کہ ہر صورت میں اپنی کامیابی اور فتح مندی کو یقینی بنانا ہے۔

تمہاری آمد سے پہلے ایک نتیجہ پر میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ سے گفتگو کر چکا ہوں۔ میرے خیال میں تم بھی اسے پسند کرو گے۔ جیسا کہ پہلے طے ہے حارث بن بزیغ میرے ساتھ کام کرے گا۔ لشکر کے بائیں جانب کی کمانداری جریر بن موفق کے پاس اور دایاں بازو تمہاری کمانداری میں ہوگا۔

تھوڑی دیر تک تم دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلے جانا اور جنگ کی ابتداء ہونے سے پہلے دونوں مل کر یہ کام کرنا کہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لینا۔ ایک حصہ دونوں اپنے پاس رکھنا، باقی کے دو حصے دو چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں دینا۔ اس کے بعد تم نے یہ کام کرنا ہے کہ لشکر کے وہ حصے جو تمہارے اور جریر بن موفق کی کمانداری میں ہوں گے انہیں مرکزی لشکر یعنی اس لشکر سے متصل رکھنا جو میری کمانداری میں ہوگا۔ اس طرح میں، تم، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ چاروں مل کر پوری طاقت وقوت کے ساتھ نارمنوں کے لشکر کے وسطی حصے پر حملہ آور ہوں گے اور ان کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دیں گے۔ لشکر کے وہ دو حصے جن پر تم دو چھوٹے سالاروں کو مقرر کرو گے وہ نارمنوں کے دائیں بائیں پہلوؤں کو صرف روکتے رہیں گے اور دفاع تک محدود رہیں گے۔ جارحیت اختیار نہیں کریں گے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نارمنوں کی شکست اور ہماری کامیابی و فتح مندی یقینی ہے۔ میرے بچے! بول اب تُو کیا کہتا ہے؟"

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! میں نے تو کچھ بھی نہیں کہنا۔ میں نے تو اس منصوبہ بندی کا اتباع کرنا ہے جسے آپ نے آخری شکل دی ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کا جواب سن کر عبدالکریم خوش ہو گیا تھا۔ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنی طمانیت کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ تو وہیں کھڑے رہے جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلے گئے تھے۔ جنگ کی ابتداء سے پہلے انہوں نے اپنے اپنے چھوٹے چھوٹے سالاروں کی سرکردگی میں آدھے لشکر کی کمانداری سپرد کر دی تھی اور اب وہ اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے سامنے بڑی بے چینی سے نارمنوں کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔ شاید وہ نارمنوں کو پہلے یورش کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نارمنوں کے سالار غندش نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ پھر وہ مسلمانوں کے لشکر پر دلوں کو آزمائش، روحوں کو نا آشنا اسرار میں ڈالتے برف باری کے ہولناک طوفانوں، بولتی خاموشیوں میں شہر کے عناصر کے خلاف نبرد آزما ذلیل ابلیسی گماشتوں اور اندھیروں کی بے کنار خوفناکی میں بے انت بھڑکتی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جواب میں عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ چاروں نے پہلے مل کر اپنا دفاع کیا تھا۔ نارمنوں کے زوردار حملوں کو انہوں نے روک دیا تھا۔ اس کے بعد جنگ کی جو منصوبہ بندی پہلے سے طے ہوئی تھی اس پر عمل شروع ہوا۔

سب سے پہلے عبدالکریم بن مغیث نے روز و شب کے کشادہ دامن میں نوائے وقت کی اڑتی گونجوں کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے تکبیریں بلند کرنے کے جواب میں جو لشکری اس کے تحت کام کر رہے تھے انہوں نے بھی زمین کا سینہ ہلا دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد عبدالکریم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رفاقت کی پرچھائیوں کو یادوں کے بکھرے غبار کی طرح اڑاتے فرقتوں کے بے روک طوفانوں کے پردے پھیلا کر بھید کے دریچے کھولتی دلوں کے اسرار عیاں کرتی وقت کی

اونی گردشوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
عبدالکریم بن مغیث کا یہ خوفناک حملہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اپنے آمنے سامنے والے نارمنوں کو نہ صرف تہہ تیغ کرتے ہوئے بلکہ روندتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔
عین اسی لمحہ عبدالکریم بن مغیث ہی کے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے بھی کائنات کی گہرائیوں میں اتر جانے والی صداؤں میں تکبیریں بلند کیں۔ پھر وہ تاریخ کے الفاظ کو تلف کرتے قہرمانیت بھرے زہر آلود لمحوں، طوفانوں کے دوش پر سوار ہو کر نغموں کو نالوں، آسودگی کو حادثوں، روح کے عرفان کو دل کے کہرام اور عقل وشعور کی تونگری کو بے مہر مناظر میں تبدیل کر دینے والے تقدیر کے بدترین دھاروں اور قضا کے آتشیں بھنور کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
اسمٰعیل بن موسیٰ کے ساتھ ہی ساتھ جریر بن موفق نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی تھی اور وہ بھی نفرت اور رسوائیوں میں زندگی کا حوالہ بنتے پاسبان ومحارب، فضا کے اندر تحلیل کر دینے والے موت کے بھڑکتے قلزموں، نفرت کی چنگاریاں، بے زاریوں کے لمحات پھیلاتے خروش کے سلگتے انگاروں اور ارادوں کو کرچی کرچی کرتے سمندر کے تلاطم اور صحرائی طوفانوں کی طرح نارمنوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔
یوں کھلے میدانوں میں دونوں طرف کے لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے موت اپنے سیاہ دروازے کھول کر ہر شے کو اندھے گردابوں کی نذر کرنے لگی تھی۔ دل کی فصیلیں بڑی تیزی سے گرنا شروع ہو گئی تھیں۔ دلوں کی سطح پر پُرسوز لرزاں اندیشے رقص کرنے لگے تھے، خواہشوں کے بالا آسمان پست ہونا شروع ہو گئے تھے۔ پیاسی زمین خون مانگنے لگی تھی۔ تاریخ کے آسمان پر حقارت کے نشے سے دوچار کرتے بگولے جسموں کو روح سے جدا کرنے کے عمل کی ابتداء کر چکے تھے۔
کچھ دیر تک جنگ کی بھٹی ہولناک انداز میں بھڑکتی رہی۔ نارمن جنہیں اپنی عددی فوقیت اور گھمنڈ تھا، بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اور اپنی فتح اور کامیابی کو یقینی بنانے پر تُلے ہوئے تھے۔ ویسے بھی شروع میں ہی وہ یہ امیدیں لگائے ہوئے تھے کہ ان کے اتنے بڑے لشکر کا مسلمان مقابلہ نہ کر پائیں گے۔ لہٰذا انہیں قوی امید تھی کہ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی کامیابی ان کے قدم چومنے لگے گی۔ لیکن ایسا

کوئی عجوبہ نمودار نہیں ہوا۔ جنگ جب طول پکڑنے لگی تب نارمن بد دلی کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

عین اسی لمحہ عبدالکریم کی منصوبہ بندی کے تحت اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے اپنے آدھے آدھے لشکر کی کمانداری اپنے چھوٹے سالاروں کو سونپ کر انہیں دشمن کے ساتھ مصروفِ عمل رہنے کے لئے کہا۔ انہیں تاکید کی کہ وہ صرف دفاع تک محدود رہیں۔ باقی لشکر کو لے کر انہوں نے عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ کے پہلو بہ پہلو دشمن کے قلب اور مرکزی حصے پر جان لیوا ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

عبدالکریم بن مغیث کا یہ طریقہ کار بڑا سود مند ہوا۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے مسلمان مجاہدوں نے نارمنوں کی وسطی حصہ کی اکثریت کو روند کر رکھ دیا تھا۔ نارمنوں کے وسطی حصہ میں دور تک لاشیں دکھائی دینے لگی تھیں۔ یہ صورتِ حال جب پہلوؤں کے نارمن لشکریوں نے دیکھی تو ان کے اندر بد دلی پھیلنے لگی اور ہر نارمن یہ کوشش کرنے لگا تھا کہ اگلی صفوں سے پچھلی صفوں کی طرف کھسکتے ہوئے اپنی جان بچانے کی کوشش کرے۔

لیکن یہ صورت حال، یہ سماں زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ ایک موقع پر عبدالکریم بن مغیث نے جب ہولناک انداز میں تکبیریں بلند کیں تو پورے لشکر نے کچھ اس طرح یکجہتی سے تکبیریں بلند کیں کہ فضائیں گونج اُٹھیں۔ زمین لرز اُٹھی تھی اور پھر ان تکبیروں کے ساتھ ہی مسلمان مجاہدوں نے اس زور سے حملے شروع کئے کہ ان حملوں کو نارمن روک نہ سکے۔ ان کے لشکریوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا تھا۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے نارمنوں کے سالارِ اعلیٰ غندش نے اب اپنے لشکر کے اندر پسپائی کے نرسنگے بجا دیئے تھے۔ نرسنگوں کی آواز سنتے ہی نارمن شکست اٹھا کر بھاگے۔ عبدالکریم، اسمٰعیل، جریر اور حارث نے تباہ کن انداز میں ان کا تعاقب شروع کیا اور اس تعاقب کے دوران انہوں نے ان گنت نارمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد وہ پلٹے۔ نارمنوں کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا گیا۔ ساتھ ہی اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال ہونے لگی تھی۔ اس ٹکراؤ میں نارمنوں کو اپنی کامیابی اور فتح مندی کا پورا یقین تھا لیکن وہ یہ بھولے ہوئے تھے کہ ان کے مقابلے میں عبدالکریم بن مغیث،

اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ جیسے سالار تھے جو زندگی کو ٹھوکر مار کر موت سے بغلگیر ہونے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اور پھر عبدالکریم تو وہ شخص تھا جس نے ماضی میں فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کے تحت آنے والے لشکر کو بدترین شکست دی تھی اور فرانس میں گھس کر دور تک فتح مندی کے پرچم بلند کئے تھے۔

بہرحال اس شاندار فتح کے بعد عبدالکریم اپنے سالاروں کے ساتھ لشکریوں کی دیکھ بھال کے علاوہ زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کرنے لگا تھا۔





قومس بن انتونیان ایکس کلوس کے کلیسا میں داخل ہوا تھا۔ کلیسا میں اس وقت حسب معمول یولوجیوس، الوارو اور یولوجیوس کی بہن انولا، چچا اسحاق، اس کا چچا زاد جرمیاس، راہبہ الزبتھ، تھیودو راہب، بشپ ساؤل، پادری فلکوس بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ جونہی قومس ان کے قریب گیا یولوجیوس بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آؤ قومس! آج تو ہم سب کو تمہارا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ یوں جانو یہ انتظار عمومی طور پر سب کو اور خصوصیت کے ساتھ مجھے تھا۔''

قومس آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں آج تم خلافِ معمول بڑے خوش اور چہکتے ہوئے دکھائی دے رہے ہو۔''

اس پر یولوجیوس پہیلیوں اور معموں میں گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''قومس! اب صحراؤں کی وسعتوں میں بھیڑیئے لومڑیوں کا تعاقب کریں گے۔ زیست کے حرفوں کو شکستہ کرتے غلامانہ خواب چاروں طرف رقص کریں گے۔ دھند بھرے مٹیالے ساحلوں پر پیاس کی اسیر شبنم بین کرتی اندوہ ناک صداؤں کے ساتھ سرگرداں رہے گی۔

قومس! چاہتوں کے نغمات کی رو، دلوں میں الفت بھر دینے والے پیار کی مہک، گاتے چشمے، گنگناتے امرت، خوشبو کے تازہ جھونکے، معروف و عظیم شہر اور قصبے سب اندھے آئنوں، گیلے ایندھن کی سی مایوسی، رات کے اندھے کنوئیں کی خوفزدگی، متروک

پرانی ویران گلیوں، کرم خوردہ ردی انبار سے ہو کر رہ جائیں گے۔“

اتنا کہنے کے بعد جب یولوجیوس خاموش ہوا تو کسی قدر غور اور تجسّس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے قومس بول اٹھا۔

”یولوجیوس! آج تمہاری گفتگو دوسری قسم کی ہے۔ پہلے اس طرح کی گفتگو تم نے کبھی نہ کی تھی۔ لگتا ہے تمہیں کوئی اچھی، روح کو تقویت بخشتی ہوئی خبر مل گئی ہے۔ بولو کیا معاملہ ہے؟ ہم بھی تو وہ خبر سنیں جس نے تمہیں اس انداز میں بولنا سکھا دیا ہے۔“

قومس جب خاموش ہوا تو یولوجیوس بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”قومس! ابھی تو بہت کچھ ہو گا۔ ابھی تو مسلمانوں کے خلاف صرف نارمن ہی حرکت میں آئے ہیں اور نارمنوں نے مسلمانوں کے شہروں، قصبوں کو تباہ و برباد اور ویران کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہم سب مل کر مسلمانوں کے خلاف ایک تحریک کھڑی کرنے والے ہیں۔ ساتھ ہی نارمنوں کے بعد اشتوراس کا بادشاہ ایٹریاس، جلیقیہ کا حکمران، لیون کا بادشاہ الفانسو سب متحد ہو کر مسلمانوں پر ضرب لگائیں گے۔ تب میرے خیال میں مسلمانوں کو ان سرزمینوں میں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ جو خبریں اب تک ہمارے پاس آئی ہیں ان کے مطابق نارمنوں نے اشبونہ کے علاوہ اشبیلیہ، تاوک اور شذونہ شہروں کے نواح اور گرد و پیش میں تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے جو اس سے پہلے مسلمانوں نے کہیں نہ دیکھا ہو گا۔ میرے خیال میں نارمن ان سرزمینوں میں یقیناً مسلمانوں کے لئے قہر خداوندی ثابت ہوں گے۔“

یولوجیوس جب خاموش ہوا تب حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے قومس کہنے لگا۔

”تو نارمنوں کا مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونا تمہاری خوشی اور طمانیت کی ایک وجہ ہے۔ پر یولوجیوس! تم روپ کے اُجلے ہو کر من کے کالے کے کالے ہی رہے۔ ظالم! جو خبریں تم تک پہنچی ہیں وہ تو بہت پہلے کی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں نارمن اشبیلیہ، اشبونہ، شذونہ، قادس شہروں پر حملہ آور ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی شہر پر وہ قبضہ نہیں کرنے پائے۔ وہاں جس قدر مسلمانوں کے عساکر تھے وہ قلعہ بند ہو

گئے تھے۔ ہاں، ان نارمنوں نے ان شہروں کے گرد و نواح میں ترک و تاز ضرور کرنی شروع کی ہے۔ لیکن جو خبریں اب آئی ہیں کیا وہ بھی تم تک پہنچی ہیں؟ اگر وہ خبریں تم سن چکے ہوتو یولوجیوس! جو پہیلیوں بھری اور معمہ بازوں والی گفتگو تھوڑی دیر پہلے یا جو جملے تم نے استعمال کئے ہیں وہ جملے استعمال کرنے کی تمہیں زحمت نہ کرنا پڑتی۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے تو نارمنوں کو روندنا شروع کر دیا ہے۔''

قومس کے ان الفاظ پر یولوجیوس ہی نہیں الوارد اور دیگر لوگ بھی چونکے تھے۔ اس بار الوارو نے پوچھ لیا۔

''قومس! تم نصرانی ہوکر ہمیشہ ہماری دل شکنی ہی کا باعث کیوں بنتے ہو؟''

قومس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں آدھا نصرانی اور آدھا مسلمان ہوں لیکن میں کسی کی دل شکنی نہیں کرتا۔ جو لوگ غلط باتیں کرتے ہیں، ان کی تصحیح کرتا ہوں۔ ابھی یولوجیوس کو چونکہ غلط خبریں ملی ہیں چنانچہ اس کی خبروں کی اصلاح کرنا میرا فرض ہے۔''

اس بار ایکس کلوس کلیسا کا بشپ ساؤل بول اٹھا۔

''قومس! تم کون سی خبروں کی اصلاح کرنا چاہتے ہو؟ کیا نارمنوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوکر ان کا قتل عام اور ان کے علاقوں میں غارت گری کا کھیل نہیں کھیلنا شروع کیا؟ اگر یہ کھیل اسی طرح جاری رہا تو قومس! دیکھنا یہ نارمن یلغار کرتے ہوئے ایک روز قرطبہ شہر میں داخل ہو جائیں گے۔''

قومس نے کھا جانے والے انداز میں ساؤل کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''اُن نارمنوں کی ایسی تیسی۔ اُنہیں تو اب اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے ہیں۔ کیا تم لوگوں کے پاس یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے امیر عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے تھے۔ سب سے پہلا ٹکراؤ اشبونہ شہر کے نواح میں ہوا اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں مسلمانوں نے ہزاروں نارمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ان کے ایک سالار کوراش کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اور اب جو خبریں آئی ہیں وہ یہ کہ کوراش نارمنوں کے حکمران اور سپہ سالارِ اعلیٰ مناکش کی بیٹی سیرد کا منگیتر بھی تھا۔

دوسری بری اور دلخراش خبر تم لوگوں کے لئے یہ ہے کہ عبدالکریم اور اس کے ساتھی

سالاروں نے نارمنوں کو اشبونہ شہر کے نواح میں بدترین شکست دینے کے بعد شنذونہ شہر کا رخ کیا۔ وہاں ان کا مقابلہ نارمنوں کے دوسرے سالار غندش سے ہوا۔ پہلے انفرادی مقابلہ ہوا۔ نارمن اپنے بہترین تیغ زن کو انفرادی مقابلے کے لئے لائے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ سے انفرادی مقابلہ ہوا۔ اس لئے کہ نارمن اسمٰعیل بن موسیٰ سے انتقام لینا چاہتے تھے کیونکہ ان کے سالار کوراش کو اسمٰعیل بن موسیٰ ہی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور جس تیغ زن کو انہوں نے انفرادی مقابلے کے لئے اتارا اس تیغ زن کو بھی اسمٰعیل بن موسیٰ نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ چنانچہ اشبونہ شہر کی طرح شنذونہ شہر کے نواح میں بھی مسلمانوں نے نارمنوں کو بدترین شکست دی اور نارمنوں کا سالار غندش شکست اٹھا کر سنا ہے اشبیلیہ شہر کی طرف بھاگا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی خبریں آئی ہیں کہ عبدالکریم اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ چند دن شنذونہ شہر میں قیام کرنے کے بعد اشبیلیہ کا رخ کرے گا جہاں نارمنوں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہو رہا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قومس رکا، پھر طنزیہ سے انداز میں یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یولوجیوس! آج جب میں قرطبہ کی گلیوں سے گزر رہا تھا تو لوگوں کی گفتگو کو بھی سنتا رہا۔ لوگ دو گروہوں کو شیطان کے گماشتے قرار دے رہے ہیں۔ ایک حملہ آور نارمنوں کو اور دوسرے تمہارے گروہ کو جو دوسرے مذاہب کے خلاف کیچڑ اُچھالنے پر تلے ہوئے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قومس رکا۔ پہلے غور سے یولوجیوس اور الوارو کی طرف دیکھا، اس کے بعد وہاں بیٹھے سارے لوگوں کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد فیصلہ کن انداز میں یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یولوجیوس! میں دیکھتا ہوں کہ تم سب لوگ سنجیدہ، اُداس اور افسردہ ہوئے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے پاس جو نارمنوں کی ترک و تاز اور یلغار کی خبریں پہنچی تھیں ان خبروں نے تم لوگوں کو خوش کر دیا تھا۔ اور اب جب مسلمانوں کے سالاروں نے نارمنوں کو کھنگالتے ہوئے انہیں شکستوں سے دوچار کرنا شروع کر دیا ہے تو ان کی شکستیں تمہاری سنجیدگی، تمہاری اداسی کا باعث بن گئی ہیں۔ ظالمو! یہ حملہ آور نارمن تو کسی مذہب سے تعلق ہی نہیں رکھتے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ شمال کی سرزمینوں سے

اُندلس کی طرف آتے ہوئے وہ سب سے پہلے جلیقیہ کی سرزمینوں پر حملہ آور ہوئے۔ جو نصرانیوں کی حکومت ہے۔ وہاں انہوں نے خوب قتل و غارت گری کی، لوگوں کو لوٹا۔ اور کیا یہ باتیں بھی تمہارے ذہن میں نہیں ہیں کہ نارمنوں کو اپنی سرزمینوں سے ٹالنے اور نکالنے کے لئے نہ صرف جلیقیہ کے حکمرانوں بلکہ اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس اور لیون کے بادشاہ الفانسو نے مل کر نارمنوں کے حکمران مناکش کو نہ صرف بھاری رقوم پیش کیں بلکہ اپنے اپنے علاقوں کی حسین اور خوب صورت لڑکیاں بھی نارمنوں کو پیش کیں۔ چنانچہ اس نقدی کے ڈھیر اور خوب صورت لڑکیوں کو پا کر نارمن جلیقیہ پر حملہ آور ہونے سے ٹل گئے۔ اور اب انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع کئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے ان نارمنوں کو ٹالنے کے لئے نہ تو ان کے سامنے نقدی کے ڈھیر لگائے ہیں اور نہ انہیں اپنی لڑکیوں کی پیش کش کی ہے۔ مسلمانوں نے ان نارمنوں کو اپنی تلوار کی نوک پر رکھنا شروع کر دیا ہے۔ اور یاد رکھنا، چند روز یا چند ہفتوں تک یہی نارمن مسلمانوں کے آگے آگے اس طرح بھاگ رہے ہوں گے جیسے بے بس بھیڑیں خونخوار اور بھوکے بھیڑیوں کے آگے بھاگتی ہیں۔''

قومس کے ان الفاظ پر الوارو بپھر گیا اور کہنے لگا۔

''تیرے منہ میں خاک۔ تُو نصرانی ہو کر کس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟''

قومس مسکرایا اور الوارو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم لوگ نارمنوں کی طرف داری کیوں کرتے ہو؟ ظالمو! وہ تو نہ نصرانی ہیں نہ مسلمان۔ جس علاقے پر بھی وہ حملہ آور ہوتے ہیں ان کا مدعا اور مقصد صرف لوٹ مار اور قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ لوگوں کو قتل کرتے ہوئے وہ یہ نہیں پوچھتے کہ تم نصرانی ہو یا مسلمان؟ لہٰذا یولوجیوس اور الوارو! تم دونوں خصوصیات کے ساتھ اور باقی سب لوگ جو بیٹھے ہیں عمومیت کے ساتھ اس بات پر خوشی کا اظہار نہ کریں کہ نارمن مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو گئے ہیں اور وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ میں تم پر واضح کر دوں کہ عنقریب یہی نارمن مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکستوں کا سامنا کرتے ہوئے یہاں سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی فکر میں مبتلا ہو جائیں گے۔''

قومس کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا۔ پھر دوبارہ یولوجیوس اور الوارو کی طرف دیکھتے

ہوئے کہنے لگا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میری آمد پر تم دونوں جس قدر خوش اور مطمئن تھے اب اسی قدر اداس اور افسردہ ہو گئے ہو۔ دیکھو! کبھی بھی کسی ایسی بات پر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے کہ جس میں دوسرے کو تکلیف پہنچ رہی ہو یا جس کی اپنی کوئی بنیاد ہی نہ ہو۔''

اس بار یولوجیوس نے دکھ بھرے انداز میں مخاطب کیا۔

''نصرانی ہوکر کم از کم تم ہمارے لئے دل شکنی ہی کا باعث بنتے ہو۔''

قومس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نہ مسلمانوں کی نہ ہی نصرانیوں کی دل شکنی کا باعث بنتا ہوں۔ میں تو ایک درمیان کا آدمی ہوں۔ ابھی درمیان ہی میں کھڑا ہوں۔ ہوسکتا ہے آنے والے دنوں یا ہفتوں میں، میں حتمی طور پر کوئی ایک رخ اختیار کرلوں۔''

اس کے ساتھ ہی قومس مڑا اور کلیسا سے نکل گیا تھا۔

قومس اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا کہ راستے میں اسے حسین ایرش اور خوب صورت مصارہ مل گئی تھیں۔ قومس کو دیکھتے ہوئے دونوں رک گئیں۔ پھر ایرش نے قومس انتونیان کو مخاطب کیا۔

''عم! آپ اس وقت کہاں سے آ رہے ہیں؟''

قومس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری دونوں بچیو! میں تو کلیسا ایکس کلوس سے آ رہا ہوں۔ تم دونوں کہو! تم کدھر کا رخ کئے ہوئے ہو؟''

اس بار مصارہ بول اُٹھی۔

''عم! ہم دونوں امیر عبدالکریم بن مغیث اور اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاں جائیں گی۔ ہم چاہتی ہیں کہ وہاں سے کچھ خبریں حاصل کریں کہ نارمنوں کے خلاف ہمارے سالار کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں؟''

اس پر قومس نے وہاں کھڑے ہی کھڑے ایرش اور مصارہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں اشبونہ اور شذونہ کے مقام پر نارمنوں کی شکست، اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھوں پہلے کوراش، اس کے بعد ان کے تیغ زن دروقہ کے قتل کے علاوہ مسلمانوں کی شاندار فتوحات اور نارمنوں کی بدترین شکستوں کی تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل جان کر اریش اور مصارہ دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس پر قومس انہیں مخاطب کرتے ہوئے پھر بول اٹھا۔

''اب دونوں واپس اپنے گھروں کو چلو۔''

اس پر اریش مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہم نہیں، آپ جائیں۔ ہم اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاں جائیں گی۔ ان کی ماں سے ملیں گی۔ وہ چونکہ اکیلی ہیں، ان کے شوہر مفلوج ہیں لہٰذا اب ہم نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ ان کے ہاں جا کر گھر کے کام کاج میں ان کی مدد کریں گی۔''

قومس بن انتونیان اریش کے ان الفاظ سے خوش ہو گیا تھا۔ باری باری اس نے دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ جبکہ اریش اور مصارہ دونوں اسمٰعیل بن موسیٰ کے گھر کی طرف چل دی تھیں۔

اریش نے اسمٰعیل بن موسیٰ کے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والی اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ تھی۔ اسے دیکھتے ہی خوش کن انداز میں اریش بول اٹھی۔

''اماں! کیا ہم دونوں اندر آ سکتی ہیں؟''

اس پر ترجیلہ تڑپ کر ایک طرف ہٹ گئی۔ پھر شفقت اور پیار بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میری بیٹیو! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ نہ اب میں تمہارے لئے اجنبی ہوں اور نہ ہی تم میرے لئے نا آشنا ہو۔ اندر آؤ۔ تمہاری آمد پر مجھے خوشی بلکہ بے حد خوشی اور طمانیت ہو گی۔''

اس پر اریش اور مصارہ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر مسکراتی ہوئی حویلی میں داخل ہوئیں۔ ترجیلہ نے پہلے کی طرح دروازہ بند کر دیا۔ دونوں کے ہاتھ پکڑ کر وہ دیوان خانہ میں لے گئی۔ نشستوں پر بیٹھنے کے بعد گفتگو کا آغاز اریش نے کیا تھا اور ترجیلہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اماں! میں اور مصارہ دونوں اب ایک فیصلہ کر کے آئی ہیں کہ آج سے آپ کے گھر کے سارے کام کاج ہم دونوں کریں گی۔ اگر مصارہ کبھی نہ بھی آ سکی تو میں باقاعدگی سے آپ کی طرف آؤں گی۔ اماں! آج کے بعد یوں جانیں آپ کے گھر کے

سارے کام میرے سپرد ہوں گے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے جو تشدد پسندی سے میری جان چھڑائی ہے اس کا کوئی صلہ دے ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ ایسا ہی احسان ہے جسے میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گی۔ وہ مذہبی تعصب رکھنے والے لوگ میرے اور مصارہ کے پیچھے تو ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے لیکن جب سے اسمٰعیل بن موسیٰ مجھے اور مصارہ کو لے کر کلیسا ایکس کلوس میں گئے تھے اور ان کو دھمکی آمیز انداز میں سمجھایا تھا تب سے مجھے اور مصارہ دونوں کو ان کی طرف سے ایک طرح کی یکسوئی اور اطمینان مل گیا ہے۔''

ایرش جب خاموش ہوئی تب بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ترجیلہ کہنے لگی۔

''بیٹی! اگر تم اور مصارہ میرے ہاں آتی ہو تو تمہارا آنا میرے لئے خوشی کا باعث ہوگا۔ لیکن اگر تم دونوں میرے گھر کا کام کرو گی تو تمہارے گھر والے کیا سوچیں گے کہ میں تم دونوں سے اپنے گھر کا کام کاج لیتی ہوں۔''

اس پر ایرش جھٹ سے بول پڑی۔

''آپ بے فکر رہیں۔ کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ ہم اپنے گھر والوں کو بتا کر آئی ہیں بلکہ ان پر یہ بھی انکشاف کر کے آئی ہیں کہ آج کے بعد امیر اسمٰعیل بن موسیٰ کے گھر کا سارا کام ہم کریں گی لہٰذا کسی کو ہمارے خلاف احتجاج کرنے یا اعتراض کھڑا کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔''

اس کے ساتھ ہی ایرش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مصارہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ ایرش، ترجیلہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب آپ اُٹھیں اور ہمیں بتائیں کہ ہم نے اس وقت کون کون سا کام کرنا ہے؟ ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ آج کے بعد میں آپ کے لئے کھانا بھی پکا کر جایا کروں گی۔''

ایرش کی اس گفتگو سے ترجیلہ مسکرا کر رہ گئی تھی۔ پھر ایرش اپنائیت میں آگے بڑھی۔ ترجیلہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ ترجیلہ ان دونوں کو لے کر باہر نکلی اور پھر وہ تینوں گھر کے کام کاج میں لگ گئی تھیں۔

***

نارمنوں کا حکمران اور سپہ سالارِ اعلیٰ مناکش ایک روز ساحل سمندر پر اپنی بیٹی سیرد

اور بیوی ساگون کے علاوہ کچھ دیگر نارمن عورتوں اور بوڑھوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دو گھڑ سوار ان کے قریب آ کر رکے۔ اس وقت مناکش، سیرد اور ساگون کے پیچھے نارمنوں کے بڑے بڑے بحری جہاز اور ان گنت کشتیاں کھڑی تھیں۔ آنے والے سوار جب قریب آئے تب ان کی طرف دیکھتے ہوئے مناکش کسی قدر مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

”کیا تم دونوں میرے لئے میرے سالاروں کی طرف سے کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟ یہ کہو کہ اشبونہ کی طرف جانے والے کوراش نے کہاں تک فاصلہ طے کیا ہے؟ غندش شذونہ شہر کے نواح سے کس قدر دولت جمع کرنے میں کامیاب ہوا ہے؟ جبکہ پرسُول نے اشبیلیہ اور قاوس کے نواح میں جو اپنے لشکر کے دو حصے پھیلا رکھے ہیں وہ کیا کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں؟“

مناکش کے ان الفاظ پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

”مالک! ہم کوئی اچھی نہیں بلکہ یوں جانیں بری بلکہ انتہائی بری خبریں لے کر آئے ہیں۔“

آنے والوں کے یہ الفاظ سن کر جہاں مناکش اور سیرد کے چہرے ہلدی ہو گئے تھے وہاں ساگون اور وہاں بیٹھے دوسرے لوگ بھی فکرمندی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ آنے والوں میں سے ایک پھر بول اٹھا۔

”مسلمانوں کے مقابلے میں ہمیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔“

اس کے بعد آنے والے نے مسلمانوں کے لشکر کے چار سپہ سالاروں کی کمانداری میں آنے، پہلے اشبونہ کے نواح میں ٹکراؤ ہونے، اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں ان گنت نارمنوں کے مارے جانے کے علاوہ کوراش کے موت کے گھاٹ اُترنے، اس کے بعد مسلمانوں کے لشکر کے شذونہ کی طرف جانے اور وہاں انفرادی مقابلے میں دروقہ کے ماریجانے کے علاوہ غندش کو بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کرنے کے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔

یہ خبریں سن کر مناکش کی بیٹی سیرد تڑپ اُٹھی تھی۔ اس لئے کہ کوراش جو مارا گیا تھا، وہ اس کا منگیتر تھا۔ اس موقع پر وہ آنے والے قاصدوں کو مخاطب کر کے کچھ کہنا

چاہتی تھی کہ اس سے پہلے اس کا باپ مناکش بول اٹھا۔ آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عزیز ساتھیو! پہلے یہ بتاؤ کہ کوراش کو کس نے موت کے گھاٹ اتارا؟''

اس پر دوسرا قاصد بول اٹھا۔

''اسے موت سے ہمکنار کرنے والا مسلمانوں کا ایک سالار ہے۔ نام اس کا اسمٰعیل بن موسیٰ ہے۔''

مناکش نے دوبارہ استفہامیہ سے انداز میں قاصد کی طرف دیکھا۔ ''اور ہمارے نایاب اور بے مثال تیغ زن دروقہ کو کس نے اپنے سامنے نیچا دکھایا؟''

قاصد پھر بول اٹھا۔

دروقہ کو بھی اسمٰعیل بن موسیٰ نے ہی انفرادی مقابلے میں شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

مناکش کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر دوبارہ اس نے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کے جس لشکر کا سامنا کوراش کے ساتھ ہوا اس لشکر کی کیا کیفیت تھی؟ کیا مسلمان تعداد میں زیادہ تھے یا ہم؟''

قاصد سہمے سہمے، ڈرے ڈرے انداز میں کہنے لگا۔

''مالک! مسلمانوں کا وہ لشکر تو ہمارے لشکر کا پانچواں حصہ بھی نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے ہمارے لشکر کو شکست دی اور کوراش کو موت کے گھات اتار دیا۔ مالک! یہی لشکر شذونہ کی طرف گیا۔ وہاں بھی ہمیں عددی فوقیت حاصل تھی لیکن مسلمان سالاروں کے مقابلے میں ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ شکست اٹھا کر ہمارا سالار غندش اشبیلیہ شہر کی طرف چلا گیا ہے۔ اس لئے کہ پرسُول کے لشکر کا ایک حصہ اس وقت اشبیلیہ شہر کے نواح میں ترک تاز میں مصروف ہے۔''

قاصد جب خاموش ہوا تب اس بار بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے سیرد بول اٹھی۔

''بابا! مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے مجھے میری زیست کی خوشبو، روح کی شادابی سے محروم کیا ہے۔ اس نے میرے دل میں زخم، پاؤں میں آبلے لگا دیئے

ہیں۔ میرے تن کی بولتی زمین پر ڈراؤنے بد مزہ خواب بھر دیئے ہیں۔ مسلمانوں کے اس سالار نے کوراش کو ختم کر کے میری قربتوں کو قیامت خیز دوریوں، میرے تخیلات کی کرنوں کو ذہن کی نا رسائی میں تبدیل کیا ہے۔ اس نے میرے لئے قدم قدم پر کرب کے طویل سلسلے کھڑے کئے ہیں۔ نفس نفس میں خود فریبی کا شعور بھر دیا ہے۔ اس نے میری محبت کے محور، میرے جذبات، میرے احساسات، میرے جسم، میری جان کی توہین کی ہے۔ اس نے میری تنہائیوں کے لمحوں کے بننے والے مالک کو موت کے گھاٹ اتار کر مجھے وہ چرکا لگایا ہے جو مندمل ہونے کا نہیں۔ میں آج آپ کے ساتھ وعدہ کرتی ہوں کہ میں آج ہی ایک لشکر لے کر نکلوں گی۔ اپنے سالار غندش اور پرسُول کو ساتھ ملا کر مسلمانوں سے ٹکراؤں گی اور مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی جرأت مندی اور دلیری کو جان کے ہولناک آزار، اس کی طاقت و بل کو بدبختی کی تلخ طوالت اور اس کی لاجواب تیغ زنی کو بدقسمتی کے گیتوں میں تبدیل کر کے اس کی گردن ضرور کاٹوں گی۔“

سیرد جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے مناکش کہنے لگا۔

”میری بیٹی! جو کچھ تُو نے کہا ہے یہ درست ہے۔ پر پہلے میری بات سنو........“

مناکش کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسی دوران بیچ میں اس کی بیوی ساگون بول اُٹھی تھی۔

”سیرد! میری پیاری بیٹی! تمہیں لشکر لے کر مسلمانوں کے اس سالار کے مقابل جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے یہاں سے لشکر کا ایک بڑا حصہ جو تازہ دم ہوگا روانہ کر دیا جائے گا اور جس سالار کے تحت لشکر کا یہ حصہ روانہ کیا جائے گا اسے تاکید کر دی جائے گی کہ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو زندہ پکڑ کر یہاں لایا جائے۔ پھر میری بیٹی! اسے تمہارے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد تُو جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کرنا۔“

جواب میں سیرد تڑپ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہنے لگی۔

”نہیں........ ہرگز نہیں۔ میں ہر صورت میں ایک لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے اس سالار سے ٹکراؤں گی اور اس پر ضرب لگاؤں گی اور ہر صورت میں اس کا کام تمام کر کے رہوں گی۔“

اس موقع پر مناکش نے ہاتھ آگے بڑھا کر سیرد کو اس کی نشست پر بٹھا دیا۔ کہنے لگا۔

''بیٹی! جو کچھ تُو کہہ رہی ہے، ٹھیک ہے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ پر مجھے دو دن دو۔ اس دوران میں لشکر کا ایک حصہ تیار کر دوں گا جسے لے کر تم غندش اور پرسول کی طرف روانہ ہو جانا۔''

مناکش کا یہ جواب سن کر سیرد مطمئن ہو گئی تھی۔ اپنی نشست پر بیٹھ گئی۔ مناکش نے آنے والے قاصدوں کو روانہ کر دیا۔ وہ واپس چلے گئے۔

دو دن بعد سیرد ایک خاصا بڑا لشکر لے کر اشبیلیہ کی طرف گئی تھی۔ اشبیلیہ پہنچ کر جب اسے خبر ہوئی کہ مسلمان اب شذونہ کے نواح سے نکل کر قادس کا رخ کر رہے ہیں تب وہ بڑی برق رفتاری سے قادس شہر کا رخ کر رہی تھی۔





قادس شہر کے نواح میں جو نارمن لوٹ مار کا بازار گرم کئے ہوئے تھے انہیں خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر ان سے نمٹنے کے لئے بڑی برق رفتاری سے ان کا رخ کئے ہوئے ہے۔ ان کے مخبروں نے انہیں یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ مسلمان اس سے پہلے چونکہ ان کے دو سالاروں کو بدترین شکست دینے کے بعد ایک سالار کوراش کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں، ساتھ ہی مخبر یہ بھی اطلاع دے چکے تھے کہ ان کے حکمران اور سالارِ اعلیٰ کی بیٹی سیرد بھی ایک لشکر لے کر انہیں کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔

یہ خبریں ملنے کے بعد نارمنوں کے سالار پرسُول نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دریائے بکہ کے کناروں کا رخ کیا۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد اپنے حکمران کی بیٹی سیرد اور شکست خوردہ سالار غندش کی طرف بھجوائے اور انہیں دریائے بکہ کی طرف آنے کا پیغام دیا۔

چنانچہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نارمنوں نے اپنی طاقت کو دریائے بکہ کے کنارے مجتمع کرنا شروع کیا تھا۔

تاریخ کے اوراق میں اس دریا کے دو نام تھے۔ ایک دریائے بکہ اور دوسرا دریائے برباط۔ دو نام اس وجہ سے ہوئے کہ اس کے کنارے ایک شہر برباط اور اس کے تھوڑے سے فاصلے پر اس کے کنارے دوسرا شہر بکہ آباد تھا۔ جس کو آج کل ویجر کہتے ہیں۔ اس لئے دونوں شہروں کے ناموں پر دریا کے بھی دو نام ہو گئے۔ ایک دریائے برباط اور دوسرا درائے بکہ۔

یہ دریا جبلِ زندہ کی اُن شاخوں سے ہے جو صوبہ قادس میں آتی ہے، یہاں سے

نکل کر جنوب کی طرف بہتا ہوا بکہ شہر سے چھ میل مشرق میں بحر ظلمات میں گرتا ہے۔ اس کے مشرق میں ایک بڑی جھیل ہے جس کا اسپینی نام لاگونادی لاجندا ہے۔ جبکہ عربوں نے اس کا نام البحیرہ رکھا ہوا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے پہلی جنگ جو اسپین میں طارق بن زیاد اور اسپین کے بادشاہ راڈرک کے درمیان 711ء میں لڑی گئی وہ بعض مؤرخین کے مطابق اسی جھیل اور دریا کے قریب ہوئی۔ لیکن ایسے مؤرخ بھی ہیں جنہوں نے اس لڑائی کا محل وقوع وادی لکہ یعنی موجودہ وہ مقام جو وادی بکہ سے شمال میں بیس بائیس میل کے فاصلے پر تھا اور یہاں مؤرخین یہ بھی قیاس کرتے ہیں کہ کتابت کی غلطی سے انہوں نے بکہ کو لکہ پڑھ کر لڑائی کے موقع کو اصلی مقام سے بیس بائیس میل شمال میں بیان کر دیا۔

بہرحال عبدالکریم نے اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر اسی دریائے بکہ کا رخ کیا تھا۔ نارمنوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر ان سے ٹکرانے کے لئے دریا ہی کا رخ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ انہوں نے دریا کے کنارے اپنے لشکر کو خوب مجتمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ عبدالکریم، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچے اور نارمنوں کے سامنے انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

مسلمانوں کے آنے کے ساتھ ہی نارمنوں نے جنگ کی ابتداء نہیں کی تھی۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ اس سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے والا نارمنوں کا سالار غندش ابھی تک بچے کھچے شکست خوردہ لشکریوں کو لے کر دریائے بکہ کے کنارے نہیں پہنچا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ نارمنوں کے سپہ سالار اور حکمران مناکش کی بیٹی سیرد جو ساحل سمندر سے ایک لشکر لے کر آئی تھی پہلے اس نے قادس کا رخ کیا تھا اور جب ان کے سالار پرسُول نے سیرد کے علاوہ غندش کی طرف بھی پیغام بھجوائے کہ وہ قادس کی بجائے دریائے بکہ کے کنارے کا رخ کرے تب سیرد اور غندش دونوں نے اپنا رخ موڑا اور بڑی تیزی اور برق رفتاری سے انہوں نے دریائے بکہ کے ساحل کا رخ کیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اب نارمنوں کے سالار پرسُول کو سیرد اور

زندش کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا۔
نارمن چونکہ جنگ کی ابتداء نہیں کر رہے تھے لہٰذا عبدالکریم بن مغیث نے بھی اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جنگ کی ابتداء اب نارمنوں ہی کی طرف سے ہو۔
چند روز بعد نارمنوں کے سردار کی بیٹی سیرد بھی ایک لشکر لے کر وہاں پہنچ گئی اور اس کے دو روز بعد شکست خوردہ سالار غندش بھی بچے کھچے لشکریوں کو لے کر دریائے بکہ کے کنارے پرسُول کے پاس پہنچ گیا تھا۔
ان دونوں قوتوں کی آمد کے بعد اب نارمنوں نے مسلمانوں سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے مخبر بھی بڑی برق رفتاری اور تیزی سے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک شام جبکہ عبدالکریم بن مغیث اپنے سالاروں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد فارغ ہوا تھا اور اپنے سالاروں کے ساتھ بیٹھ کر اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ دو مخبر ان کے سامنے آئے۔
انہیں دیکھتے ہی عبدالکریم بن مغیث نے بڑی شفقت سے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔
''عزیز ساتھیو! کیا تم کوئی اچھی خبر رکھتے ہو؟''
اس پر آنے والوں میں سے ایک عبدالکریم بن مغیث کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔
''امیر! ہمارے پاس خبر ہے۔ اب پتہ نہیں وہ اچھی ہے یا بری۔ اس کا تو آپ خود ہی اندازہ لگا لیجئے گا۔ یوں جانیں ہمارے پاس دو خبریں ہیں۔ پہلی خبر یہ کہ نارمنوں کے حکمران اور سپہ سالار مناکش کی بیٹی سیرد ساحلِ سمندر سے ایک خاصا بڑا لشکر لے کر دریائے بکہ کے کنارے پہنچ گئی ہے اور وہاں پہلے ہی مقیم نارمن سالار پرسُول کے ساتھ مل گئی ہے۔ دوسری خبر یہ کہ نارمنوں کا شکست خوردہ سالار غندش بھی بچے کھچے لشکریوں کو لے کر یہاں پہنچا ہے۔
میں نے آپ لوگوں سے گزارش کی کہ ہمارے پاس دو خبریں ہیں۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ ہمارے پاس تین خبریں ہیں۔ تیسری خبر پہلی دونوں خبروں سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے۔ خبر یہ ہے کہ امیر اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھوں نارمنوں کے سالار کورش اور ان کے نایاب تیغ زن دروقہ کے مرنے کی خبر ساحل سمندر پر نارمنوں کے حکمران

مناکش تک پہنچ گئی ہے۔ کوراش جسے اسمٰعیل بن موسیٰ نے جنگ کے دوران قتل کیا، وہ مناکش کی بیٹی سیرد کا منگیتر تھا۔ اب اسی سیرد نے قسم کھائی ہے کہ وہ کوراش کے قاتل کو قتل کرے گی یا زندہ گرفتار کرے گی۔ اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے سیرد ایک خاصا بڑا لشکر لے کر دریائے بکہ کے کنارے پہنچ گئی ہے۔ اب ہمیں اس دریا کے ساحل پر تین قوتوں سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔

پہلی قوت نارمنوں کا سالار پرسُول ہے جو پہلے سے ان علاقوں میں تیاریاں کر رہا تھا۔ دوسری قوت رومنوں کا سالار غندش ہے جو اپنے شکست خوردہ لشکریوں کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے۔ اور تیسری سب سے بڑی اور خطرناک قوت نارمنوں کے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد ہے جو اپنے ساتھ ایک جرار لشکر لے کر آئی ہے۔ سیرد کا اصل ہدف امیر اسمٰعیل بن موسیٰ ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد جب رکا تب اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ تو وقت بتائے گا اور میرا خدائے برتر فیصلہ کرے گا کہ سیرد نام کی وہ لڑکی مجھے اپنا ہدف بناتی ہے یا وہ خود میرا ہدف بن جاتی ہے۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر جہاں دوسرے سالار مسکرا رہے تھے وہاں عبدالکریم بن مغیث بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف کچھ دیر دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"اسمٰعیل! میرے بیٹے! اس سے پہلے ہم نارمنوں کے ایک سالار کوراش کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔ ان کے دوسرے سالار غندش کو بدترین شکست دے چکے ہیں۔ تیسرا سالار پرسُول خم ٹھونک کر سامنے آیا ہے۔ غندش اور نارمنوں کی شہزادی سیرد بھی اس کے ساتھ آن ملی ہے۔ ابنِ موسیٰ! میں جانتا ہوں تم کمند پھینکنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اس لئے میں چاہوں گا کہ دریائے بکہ کے کنارے لڑی جانے والی جنگ کے دوران تم اپنے لشکر کے وسطی حصے میں رہو تا کہ......"

یہاں تک کہتے کہتے عبدالکریم بن مغیث کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا تھا۔

"امیر! جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ فکرمند نہ ہوں۔ لشکر کے

قلب اور وسط میں آپ اور حارث بن بزیغ پہلے کی طرح رہیں گے۔ لشکر کا دایاں بازو میرے پاس، بائیں پہلو کی کمانداری جریر بن موفق کے پاس رہے گی۔ یہ وہ ترتیب ہے جس ترتیب کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس سے پہلے دشمن پر ضربیں لگاتے ہوئے کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ یہاں دریائے بکہ کے کنارے بھی یہی ترتیب رکھی جائے گی۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں چونکہ کمند کا ماہر ہوں لہٰذا نارمنوں کے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد پر کمند ڈال کر اسے گرفتار کرنے کی کوشش کروں۔ وہ چونکہ اپنے لشکر کے وسطی حصے میں ہوگی لہٰذا آپ مجھے وسطی حصے کے لشکر کا کماندار بنانا چاہتے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں، جس وقت جنگ کی ابتداء ہوگی، میں دائیں طرف رہتے ہوئے بھی مار دھاڑ کرتا ہوا آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا اور مناکش کی بیٹی اور نارمنوں کی شہزادی سیرد کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد دیکھوں گا کہ وہ مجھے اپنا اسیر بناتی ہے یا خود میری اسیر ہو کر رہ جاتی ہے"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر عبدالکریم بن مغیث خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد نارمنوں کا مقابلہ کرنے سے متعلق منصوبہ بندی ہونے لگی تھی۔

اگلے روز صبح سویرے نارمنوں کے سالار پرسُول اور غندش نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں۔ اس موقع پر نارمنوں کے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد اپنے گھوڑے کو اِدھر اُدھر بھگاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مسلمانوں کے خلاف شدید ضرب لگانے کے لئے بھڑکا رہی تھی۔ اپنے حکمران کی بیٹی کو اپنے اندر دیکھ کر دریائے بکہ کے کنارے نارمنوں کے حوصلے بلند اور ان کے ولولے جوان تھے۔

۔ صفیں درست کرنے کے بعد نارمنوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ پرسُول کی کمانداری میں، دوسرا غندش کے پاس رکھا گیا جبکہ نارمنوں نے اپنی شہزادی سیرد کو لشکر کے وسطی حصے میں رکھا تھا تاکہ وہ وہاں قیام کر کے اپنے لشکریوں کو نم کر ابھارے اور اپنی فتح کو یقینی بنائے۔

دوسری طرف مسلمانوں نے اپنے لشکریوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصہ خود عبدالکریم بن مغیث نے اپنی کمانداری میں رکھا تھا۔ دائیں جانب اسمٰعیل بن موسیٰ، بائیں جانب حسب سابق جریر بن موفق کو رکھا گیا تھا۔ اپنی مدد کے لئے عبدالکریم بن مغیث نے حارث بن بزیغ کو اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔

جنگ کی ابتداء نارمنوں کے سالار غندش اور پرسُول دونوں نے کی تھی۔ اپنے لشکر کو ان دونوں نے پیاسے سرابوں میں بھٹکتے بے روک بگولوں، خروش اور دور بیابانوں کے گوشوں میں دیولاخوں کے وحشیوں کی صداؤں کی طرح آگے بڑھایا تھا۔ پھر وہ دونوں نارمن سالار غضب کی اندھیری منزلوں میں سانسوں کے تسلسل کو تار تار کرتے آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندوں، جنگل جنگل، صحرا صحرا بے بسی اور شکستگی کے آثار بنتے خطرناک ابر کے عناصر اور بدبختی کی ہولناک اذیتوں اور طغیانیوں کے اندھے مرحلوں کی طرح کود پڑے تھے۔

عبدالکریم بن مغیث نے اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ مل کر نارمنوں کے اس حملے کو روک دکھایا تھا۔ اس کے بعد جو انہوں نے آپس میں مل کر جنگی منصوبہ طے کیا تھا اس کے مطابق جوابی کارروائی شروع کی تھی۔ دفاع سے نکل کر انہوں نے جارحیت اختیار کی تھی۔ سب سے پہلے عبدالکریم جارحیت پر اُترا تھا۔ اپنے حصے کے لشکر کو اس نے آنکھوں کو دشت دشت، ہونٹوں کو خار خار کرتے شکست و ریخت کے طویل سلسلوں، ریگ بھرے خانہ بدوش جھکڑوں کی طرح آگے بڑھایا۔ اس کے بعد اس نے نارمنوں کے وسطی حصے کو صلیب کے بھنوروں اور ظلمت کے طنابوں کو خاکستر کرتے آگ کے سیلاب، روح میں پتھریلی تاریکیاں، جسموں کی شریانوں میں آگ، ذہنوں کے اوطاق میں نیستی کے قہر اور پُر امید سوچوں میں غم زدہ ساعتیں بھرتے کرب بھرے سیاہ طوفانوں کی طرح ہدف بنایا تھا۔

عبدالکریم بن مغیث کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ اس نے بھی اپنے حصے کے لشکر کو سرد موسموں کی دھند میں خوف پھیلاتی رات کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ برف باری کی شدت میں شعلے برساتی برق، نفرت کی کڑی دھوپ میں موت کے بے روک لاوے اور سنسان لمحوں میں آگ کے طوفان، برق کے برستے کوندوں کی طرح نارمنوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے بعد بائیں طرف سے جریر بن موفق نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ وہ بھی نفرت کے بکھرے بازار میں خونی درد کے بادلوں، بے کل باطن کے شعلے، الم گزیدہ مناظر کھڑے کرتے اذیت کے طوفانی سایوں اور برق کے ہولناک شراروں کی طرح ضربیں لگانے لگا تھا۔

اس طرح نارمنوں پر مسلمانوں نے تین محاذ کھول کر ان کے لئے ایک طرح سے تین قسم کی اذیتوں کے در کھول دیئے تھے۔

دریائے بکہ کے کنارے دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے زندگی کے نغمے زخموں کی پیوند کاری میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ جاگتے بھاگتے لمحے قہر بھرے ہیولوں کا روپ دھارنے لگے تھے۔ موت کے سفاک تھپیڑوں کے سامنے بڑے بڑے جنگجو بے آشیانہ طیور اور بے منزل مسافر پرندوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے تھے۔

دریائے بکہ کے کنارے بھی نارمن اسی خوش فہمی میں تھے کہ وہ تعداد میں زیادہ ہیں لہٰذا مسلمانوں کو کھنگالتے اور ہانکتے ہوئے ان کی شکست کو یقینی بنائیں گے۔ لیکن مسلمان وہاں بھی ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے تھے۔

عبدالکریم کے ساتھ جو جنگ کی منصوبہ بندی اس کے سالاروں نے کی تھی اس کے ساتھ عبدالکریم وسطی حصے میں رہتے ہوئے دشمن کے وسط پر ضرب لگاتا رہا جبکہ اس کے نائب حارث بن بزیغ نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دائیں جانب رہتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہونا شروع کیا تھا۔ اس طرح اس کے دائیں طرف جانے سے اسمٰعیل بن موسیٰ کو دشمن کے پہلو کی طرف جانے کا موقع مل گیا تھا۔ جبکہ جریر بن موفق اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے سامنے عبدالکریم ہی کی طرح جما ہوا تھا۔

چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے جنگی منصوبے کے تحت آگے بڑھا۔ دشمن کے پہلو کے ایک حصے پر ضرب لگاتے ہوئے وہاں اس نے ان گنت نارمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے ایک طرح سے نارمنوں کے لشکر کے اندر گھسنے کا ایک راستہ بنا لیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے یہاں تک کارروائی کرنے تک سامنے کی طرف سے اب عبدالکریم بن مغیث، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے دشمن کے لشکر کے زیادہ حصے کو اپنی طرف مصروف رکھا تاکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے کام کی تکمیل آسانی سے کر سکے۔

جب رومنوں پر سامنے کی طرف سے حملوں نے شدت اختیار کر لی اور عبدالکریم، حارث، جریر تینوں آگے بڑھتے ہوئے ان کی صفوں کی صفوں کو روندتے ہوئے اور اپنے پیچھے نارمنوں کی لاشیں چھوڑتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے تب نارمنوں نے اپنی زیادہ توجہ سامنے کی طرف مبذول کی۔ اسی سے اسمٰعیل بن موسیٰ نے فائدہ

اٹھایا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نارمنوں کے لشکر میں آگے بڑھتا ہوا موت کا رقص کرتا ایک طرح سے ان کے درمیانی حصے میں اس جگہ جا پہنچا جہاں ان کے حکمران کی بیٹی سیرد گھوڑے پر سوار زور زور سے چیختے چلاّتے ہوئے اپنے لشکریوں کو اپنے حملوں میں شدت پیدا کرنے کی ترغیب دے رہی تھی۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مار دھاڑ کرتا ہوا لمحہ بہ لمحہ سیرد کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ سیرد نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ پہلو کی طرف سے ہوتا ہوا ان کے لشکر کے اندر گھس آیا ہے تب اس کی پریشانی، اس کی فکرمندی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر اس نے چیخنا چلاّنا بند کر دیا تھا۔ اس لئے کہ مسلمان لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ عین اسی لمحہ جبکہ اپنے گھوڑے کو موڑتے ہوئے اس نے اپنے لشکر کی پچھلی صفوں کی طرف جانا چاہا، اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے ساتھیوں کے حلقے میں مار دھاڑ کرتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ پھر ایک دم اپنے گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی کمند اس نے کھولی۔ کمند لہرا کر پھینکی جو سیدھی سیرد کے گلے میں جا کر پھنسی تھی۔ وہ کمند کو اپنے گلے سے اتار پھینکنا چاہتی تھی کہ ایک دم اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنی کمند کو جھٹکا دیا جس کی بناء پر سیرد اس جھٹکے کے باعث اپنے گھوڑے سے نیچے گر گئی۔

نارمنوں کی شہزادی سیرد کا اپنے گھوڑے سے نیچے گرنا تھا کہ خونی انقلاب برپا ہو گیا۔ کچھ نارمنوں نے سیرد کو گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا لٰہذا وہ یہ سمجھے کہ سیرد ماری گئی ہے۔ چنانچہ اس کے مارے جانے کی خبر اِدھر اُدھر لشکریوں میں پھیلی تو وہ حوصلہ ہارتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ اس موقع پر کچھ لشکریوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ سیرد مری نہیں بلکہ مسلمانوں کے کسی شخص نے اس پر کمند پھینک کر اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا ہے۔ لٰہذا وہ شور کرنے لگے کہ سیرد مری نہیں، زندہ ہے۔ لیکن اس وقت تک نارمنوں کے لشکر میں سیرد کی وجہ سے ایک افراتفری اور بدنظمی پھیل چکی تھی۔ نارمنوں کی بدنظمی اور افراتفری سے عبدالکریم اور جریر نے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور اپنے حملوں میں پہلے کی نسبت زیادہ شدت اور تیزی پیدا کر لی تھی۔ دوسری طرف اسمٰعیل بن موسیٰ بھی حرکت میں آیا۔ اس کے کہنے پر اس کے ایک سالار نے سیرد کے گلے سے کمند اتار کر اسے گرفتار کر لیا تھا اور چند لشکریوں کے ساتھ سیرد کو وہ اپنے لشکر کے پیچھے پڑاؤ کی

طرف لے گیا تھا۔

رومنوں کے سالاروں غندش اور پرسُول دونوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کے حکمران کی بیٹی سیرد کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا ہے تو ان کے حواس جاتے رہے تھے۔ یہ خبر سن کر ایک طرح سے ان کی سٹی گم ہو گئی تھی۔ اس موقع پر پھر انہوں نے ایک بار اپنے لشکر کو مجتمع کرتے ہوئے اپنے ہولناک حملوں کی ابتداء کرنا چاہی تا کہ سیرد کو رہا کرا سکیں لیکن ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ کیونکہ نارمنوں کے اندر افراتفری اور بدنظمی پھیل چکی تھی اور وہ جنگ سے جی چراتے ہوئے بھاگنے لگے تھے۔ اور پھر جب چاروں طرف سے مسلمان سالاروں نے پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں زیادہ شدت پیدا کر دی تب نارمنوں کو دریائے بکہ کے کنارے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جبکہ عبدالکریم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دور تک بھاگتے نارمنوں کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد لشکر کو لے کر دریائے بکہ کے ان میدانوں کی طرف پلٹا تھا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ وہاں لشکر کا پڑاؤ کر لیا گیا تھا اور جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کی جانے لگی تھی۔





امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے دورِ حکومت کے انہی ایام میں مقامی نصرانیوں کا ایک متعصب گروہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور انہوں نے مسلمانوں کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ پر گندہ ذہنی یعنی آپ ﷺ کو نعوذ باللہ برا بھلا کہہ کر مسلمانوں کو تنگ کرنے کا طریقہ شروع کیا۔ ایسا کر کے وہ چاہتے تھے کہ انہیں سزا ہو اور وہ شہداء میں شامل کر لئے جائیں۔ ان متعصب نصرانیوں نے ایسا دو وجوہات کی بناء پر کیا تھا۔

پہلی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن الاوسط انتہائی نرم مزاج تھا اور چھوٹے موٹے کاموں کے جو مجرم اس کے سامنے پیش کئے جاتے تھے وہ اکثر و بیشتر انہیں معاف کر دیا کرتا تھا۔ نرم مزاجی کے علاوہ عبدالرحمٰن کی سیرت کے دو اہم پہلو یا دو اہم خصوصیات بھی تھیں۔ ایک جہاد اور دوسری حُسن پسندی۔

بہ الفاظِ دیگر وہ رزم اور بزم دونوں کا شیدائی تھا اور اپنے اسلاف کی طرح مجاہد تھا۔ چنانچہ جو بھی بڑی بڑی مہمیں شمال میں شروع کی گئیں اکثر و بیشتر وہ خود ان کی قیادت کرتا تھا۔ اور جب ان کے ساتھ نہیں جاتا تھا تو دارالحکومت میں بیٹھ کر بھی اپنے سالاروں کو ہدایات بھیجتا رہتا تھا۔

اس میں ہمیشہ جذبۂ جہاد موجزن رہتا تھا۔ وہ ایک جانباز مجاہد، عادل، رعایا پرور حکمران اور اہلِ قلم میں سے تھا۔ وہ علوم و فنون کا دلدادہ اور اہلِ علم و فن کا مربی و سرپرست تھا۔ وہ ایسے لوگوں پر بے دریغ دولت نثار کرتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جہاں اس میں یہ خوبیاں تھیں وہاں وہ حُسن کا بھی شیدائی تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں جمال و جلال کے مظاہر دیکھنے کا مشتاق تھا۔ اسے جس طرح فطری حُسن کے مناظر سے وابستگی تھی اسی طرح اسے جمالِ نسوانی بھی بے حد مرغوب تھا

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اوباش تھا۔ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند اور متقی اور پرہیزگار تھا۔ وہ زاہد تھا لیکن زاہد خشک نہ تھا۔ وہ اس حقیقت سے آشنا تھا کہ مسرتِ لذت اگر کہیں سے مل سکتی ہے تو وہ صرف حُسن ہی سے مل سکتی ہے لہٰذا وہ ہر جگہ حُسن کی تلاش میں رہتا تھا۔

وہ اہلِ ذوق میں بھی تھا اور اہلِ نظر بھی۔ وہ اس حُسن کو نماز، روزہ میں بھی دیکھتا تھا اور شعر و موسیقی میں بھی۔ وہ اسے سبزہ و گل میں بھی تلاش کر لیتا تھا اور اپنی ازواج کے بانکپن میں بھی۔ مختصر یہ کہ وہ حسی لذت، قلبی مسرت اور روحانی سرور کی طلب و جستجو میں رہتا تھا۔ حسی لذت کے لئے نسوانی حُسن کا دلدادہ تھا۔ قلبی مسرت کے لئے وہ شعر و نغمہ پر جان دیتا تھا اور روحانی سرور کے لئے وہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کا جمالیاتی ذوق مثالی تھا جو دنیا میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے خلاف گندہ دہنی کی ابتداء کرنے کی نصرانیوں کے پاس دوسری وجہ یہ تھی کہ ان دنوں نارمنوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر دیا تھا۔ نصرانی یہ سمجھنے لگے تھے کہ نارمن یقیناً ناقابلِ تسخیر ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اس سے پہلے نہ صرف اہلِ یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا بلکہ فرانس اور انگلستان میں انہوں نے تباہی کا وہ کھیل کھیلا تھا جس کی مثال نہیں ملتی تھی۔

لہٰذا اسپین کے عیسائی یہی امید لگائے بیٹھے تھے کہ جس طرح یورپ کے ملکوں میں نارمنوں نے تباہی مچائی ہے اسی طرح وہ مسلمانوں کے علاقوں میں بھی ترک و تاز اور تباہی کا کھیل کھیلتے ہوئے مسلمانوں کی سلطنتوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس بناء پر انہیں یہ امید ہو گئی تھی کہ اگر وہ مسلمانوں اور ان کے پیغمبر ﷺ کے خلاف غلط زبان استعمال کرتے ہیں تو کوئی قوت ان کا محاسبہ نہ کر پائے گی اس لئے کہ مسلمانوں کی توجہ زیادہ تر نارمنوں ہی کی طرف رہے گی۔

ساتھ ہی انہیں یہ بھی زعم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی ساری عسکری قوت اپنے بڑے بڑے سالاروں کے ساتھ اس وقت چونکہ نارمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہے لہٰذا ان کے خلاف کسی کو قانونی یا تادیبی کارروائی کرنے کی جرأت اور جسارت نہیں ہو گی۔ ایسے لوگ جو اپنے آپ کو ان کارروائیوں میں ملوث کر رہے تھے انہوں نے لوگوں میں

یہ بھی مشہور کر دیا تھا کہ مسلمانوں کے مذہب اور ان کے رسول ﷺ کے خلاف بولنے سے اگر کسی کو سزا ملتی ہے تو وہ کارِ ثواب ہے۔ اگر کسی کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے تو وہ شہید ہے۔

غیر مسلم مؤرخین میں سے اسٹینلے لین پول اور پروفیسر رائن ہارٹ دونوں ہی تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا رویہ اور سلوک اندلس میں عیسائیوں کے ساتھ انتہائی عمدہ اور برادرانہ تھا۔ نہ صرف نصرانی لشکر میں شامل تھے بلکہ سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز تھے۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اسٹینلے لین پول لکھتا ہے:۔

> ''اس کے باوجود جو لوگ یہ طرزِ عمل اختیار کئے ہوئے تھے صریح الفاظ میں وہ متعصب تھے۔ ان کو سرے سے اہلِ اسلام کی حکومت ہی ناگوار تھی۔ وہ ابھی تک اپنے کلیساؤں کی گزشتہ عظمت و جرأت مندی کو نہ بھولے تھے۔ مسلمانوں کے اس رویے کے وہ سخت خلاف تھے کہ انہوں نے ان کی موروثی عزت وعظمت کو خاک میں ملا کر ان کے ملک میں ایک نیا دین جاری کر دیا تھا۔''

ساتھ ہی یہ مؤرخ خود یہ بھی لکھتا ہے:

> ''جو نصرانی اس وقت مسلمانوں اور حضور ﷺ کے خلاف زبان درازی کرتے تھے ایسا وہ اسلام کی آزاد پالیسی کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔''

یہ فقرہ لکھ کر گویا نصرانی مصنف نے درحقیقت اس ناحق شناس گروہ کی گوشمالی کی ہے جو اشاعتِ اسلام کو زورِ شمشیر کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں نے قدیم زمانہ کے تارک الدنیا پارساؤں کی طرح تکالیف اور اذیتوں کو بخوشی برداشت کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کے خلاف اور حضور ﷺ کے خلاف بدذہنی کرتے ہوئے ایک طرح سے انہوں نے جامِ شہادت کی تمنا کی۔

نصرانیوں کا یہ گروہ مسلمانوں سے سخت بیزار تھا کیونکہ وہ ان کو امرِ حق کے لئے اذیت جھیل کر آسمانی حکومت کا موقع نہ دیتے تھے۔ بالخصوص مسلمانوں کی شگفتہ طبعی، پسندیدہ طرزِ معاشرت کو وہ کسی طرح جھیل ہی نہ سکتے تھے۔ تمام لطف ولذت کی زندگی

ان کے دلکش مزامیر اور لوازمات سرور اور حتیٰ کہ ان کے علوم وفنون ان تارک الدنیا اور جفا پسند لوگوں کی نظروں میں گویا خواب تھے۔ خوش عقیدہ تو ان کے نزدیک وہی شخص تھا جس نے تمام عمر ریاضت وتقویٰ میں گزاری ہو۔ روزے رکھنا، اپنے گناہوں کا علی الاعلان اعتراف کرنا اور بذریعہ عقوباتِ جسمانی ان کا کفارہ دینا مجازی تزکیۂ نفس کرنا، جسم کو تکلیف دے کر روح کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کرنا منشائے پیدائش سمجھا جانے لگا تھا۔ حالانکہ ان تمام عقیدت مندیوں سے دینِ مسیحی کے ایک نئے فرقے یعنی اہلِ تصوف کا محض ایجاد و اظہار مقصود تھا۔ لیکن دفعتہً ان کی یہ تمام حالتیں بھی منقلب ہو گئیں۔ لاپرواہی اور بے دردی گو اس وقت تک خصوصیت کے ساتھ ان کا شعار رہی تھی، ایک غیر معمولی جوش و جذبہ سے تبدیل ہو گئی اور تمام مسیحی اسپین میں اس روش پر چل پڑے۔

یہ تجزیہ مشہور مؤرخ لین پول نے اسلام کے خلاف بولنے والوں کا کیا ہے۔ یہی مؤرخ لین پول اسلام کے خلاف بولنے والے نصرانیوں سے متعلق مزید لکھتے ہوئے کہتا ہے:۔

> ''ان لوگوں کی یہ حرکتیں ان کے مجنون اور خارج العقل ہونے کی قوی تر دلیل ہے کیونکہ دینِ مسیحی اپنے عقیدت مندوں کو ہرگز ایسی لغو ترغیب نہیں دیتا کہ موت اور زحمت کو بلائے۔ وجہ کفارۂ گناہ سمجھ کر باعث مسرت قرار دیا جائے اور اس بے بنیاد مسرت پر محض ازراہِ نفسانیت اپنی عزیز جانیں نثار کی جائیں۔ علاوہ ازیں یہ حالت اس لئے بھی نہ تھی کہ یہودیوں کی طرح ان پر سخت مظالم کئے جا رہے تھے یا رسومِ مذہبی ادا کرنے میں کوئی امر حارج تھا۔
>
> بالکل ایسی کوئی حالت نہ تھی۔ نہ اس لئے تھی کہ مسلمان دینِ مسیحی سے ناواقف تھے اور محتاجِ تلقین تھے۔ کیونکہ عام مسیحیوں کی نسبت دین کا علم زیادہ تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ کا نام مبارک علیہ السلام کے سوا نہ لیتے تھے۔ اسلام حضرت مسیحؑ کی بعثت اور ان کی ذات کو خوب پہچانتا تھا اور ان کو دلی عزت و حرمت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

غرضیکہ مسلمان دینِ مسیح سے تو ناواقف نہ تھے مگر اپنے دین کو اور ادیان کے ساتھ اس کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن جب وہ مسیحیوں سے لکم دینکم ولی دین سے پیش آتے تھے تو پھر آخر ذکر کے لئے نابرداشتگی و اذیت جھیل کر اپنے آپ کو راسخ العقیدہ ثابت کرنے کا کون سا موقع تھا؟ یہ سراسر انہی کا قصور تھا۔ جہاد سے درجہ شہادت حاصل کرنے کا ان کو سردست کوئی شرعی حیلہ نہ ملتا تھا جبکہ رسوم و فراز مذہبی ادا کرنے کی ان کو پوری آزادی تھی۔ انجیل کا وعظ اور درس و تدریس بے روک و ٹوک کر سکتے تھے۔ ایسی حالت میں مذہبی بناء پر عقوبت جھیلنے کا کوئی معقول طریقہ نہ تھا۔ ساتھ ہی ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کے اس قول سے بھی انحراف کیا کہ آپؑ نے کہا تھا:

> ''اپنے دشمنوں سے، محبت اور نفرت کرنے والوں سے نیک سلوک کرو اور حقیر جاننے اور تکلیف دینے والوں کے حق میں دعائے خیر کرو۔''

مسیحیت سے بغاوت کر کے مسلمانوں کے خلاف بولنے والے ان نصرانیوں سے متعلق لین پول مزید لکھتا ہے:۔

> ''حالانکہ اندلس میں ان کے ساتھ کسی طرح کا ذلیل یا شدید برتاؤ نہ ہوتا تھا اس کے علاوہ عام مسیحی ہر طرح مطمئن اور آسودہ تھا۔''

تاہم یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے کہ کچھ مسیحیوں کو بظاہر مسلمانوں کے ایک قانون کے خلاف ایک اعتراض تھا وہ یہ کہ تمام اسلامی ممالک میں یہ مشہور قانون نافذ تھا کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کے مذہب کو برا بھلا کہے یا بے ادبی کرے، وہ قابل گردن زنی ہے۔

مؤرخ لکھتا ہے کہ یہ ایک نہایت سخت اور وحشیانہ قانون تھا (لیکن مصنف کی نگاہ اس بات پر نہیں جاتی کہ ملکہ میری جو انگلستان کی ملکہ تھی اس کے زمانے میں جب ریفارمیشن کا دور شروع ہوا تو پروٹیسٹنٹ عقیدہ کے لوگ اسمتھ فیلڈ اور آکسفورڈ کے میدانوں میں زندہ جلا دیئے جاتے تھے۔ اسی واسطے ملکہ میری کو دی بلڈی کوئین The

Bloody Queen کا نام دیا گیا تھا۔ اسے عام الفاظ میں ملکہ جہاں سوز بھی کہا جاتا تھا۔)

مسلمانوں اور حضور ﷺ کے خلاف بولنے والے ان نصرانیوں سے متعلق جو شہادت کے طلب گار تھے، اسٹینلے لین پول مزید لکھتا ہے:

> ''عمداً مذہبی قضیے چھیڑنا اور توہینِ مذہب سے دوسروں کے دل دُکھانا مسیحیوں کے افعالِ شائستہ نہیں ہو سکتے۔ جس قانون کی خلاف ورزی صریحاً سزائے موت کا مستوجب کرے اسے بھی دانستہ تجاوز کرنا خودکشی ہے نہ کہ شہادت۔ قرطبہ کے شہیدوں کی ایسی حالت پر ہم کو بے اختیار رحم آتا ہے۔ گویا وہ بجائے شوقِ شہادت کے کسی ایسی بیماری کے ہدف تھے جو انسان کو مخبوط الحواس کر دیتی ہے اور بے شبہ ان کا شوق بیماری ہی کے درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ بس اگر وہ سچی شہادت کے ارکان بھی پورے کرتے تو اس سے زیادہ قابلِ رحم نہ ہوتے۔''

چنانچہ مسلمانوں کو نارمنوں کے ساتھ مصروف اور برسرِ پیکار دیکھتے ہوئے نصرانیوں کا یہ باغی گروہ کھل کر مسلمانوں اور ان کے مذہب کے خلاف حرکت میں آیا۔ چنانچہ ان کی اس بد ذہنی، ان کی اس بد نیتی کی ابتداء پر اسٹینلے لین پول مزید لکھتا ہے:۔

''اس فرقہ کا سرغنہ یولوجیوس نامی ایک پادری تھا۔ اصل میں یہ شخص قرطبہ کی ایک ایسی قدیم نسل سے تھا جس کی مذہبی اہمیت کے سبب شہر مذکورہ ہمیشہ مرکزِ نصرانیت چلا آتا تھا۔ یولوجیوس نے اپنی تمام عمر فاقہ کشی، ریاضت و نفس کشی میں صرف کی۔ سب سے پہلے اسی یولوجیوس نے مسلمانوں کے خلاف آواز اٹھائی اور اس کی تائید اس کے دوست الوارو نے کی جو قرطبہ کا ایک نوجوان دولت مند تھا اور ایسے لوگوں پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتا تھا۔

چنانچہ اسی یولوجیوس اور الوارو دونوں نے مل کر سب سے پہلے فلورا یعنی بالدی گوتھا کی بڑی بہن پر ڈورے ڈالنے شروع کیے۔ فلورا کی ماں نصرانی، باپ مسلمان تھا۔ دونوں مر چکے تھے۔ اس کا ایک بھائی اور بہن بالدی گوتھا تھے۔ چنانچہ الوارو اور یولوجیوس دونوں کو امید تھی کہ فلورا کی تربیت چونکہ اس کی ماں نے نصرانیت پر کی ہے

لہٰذا وہ اسے جلد ہی اپنے جال میں پھانسنے اور اپنے شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے فلورا ہی کو اپنا ہدف بنایا۔

اس کام میں یولوجیوس کی بہن انولا نے بھی الوارو اور یولوجیوس کی مدد کی۔ یہ بالدی گوتھا اور اس کے بھائی کی غیر موجودگی میں فلورا سے ملتی جلتی رہی۔ اسے دولت کا لالچ دیتی رہی، جواہرات کی چمک دکھاتی رہی۔ اسلام کی حدود سے نکل کر نصرانیت میں داخل ہونے کے فوائد سے اسے آگاہ کرتی رہی۔ فلورا کے اندر چونکہ پہلے ہی اس کی ماں نے نصرانیت کا بیج بو دیا تھا اور وہ بیج اب جڑیں پکڑ چکا تھا لہٰذا جڑیں پکڑنے والے اس شجر کی آبیاری یولوجیوس، الوارو اور انولا نے خوب کی۔ چنانچہ فلورا ان کے دامِ فریب میں آ گئی۔ چنانچہ ایک روز یہی فلورا اپنے بھائی اور بہن بالدی گوتھا کو بتائے بغیر گھر سے بھاگ نکلی اور یولوجیوس اور الوارو کے پاس جا کر چھپ گئی۔

اس کے بھائی اور بہن بالدی گوتھا نے اسے بڑا تلاش کیا لیکن وہ لڑکی کہیں نہ ملی۔ چنانچہ اس کی تلاش بڑی تیزی سے کی گئی۔ آخر وہ قرطبہ کے ایک کلیسا میں مل گئی۔ چونکہ فلورا چند روز تک پادریوں کے علاوہ یولوجیوس اور الوارو کی مجلس میں رہ چکی تھی لہٰذا انہوں نے اس کے ذہن میں اسلام سے شدید نفرت اور نصرانیت کے حق میں بولنے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ گویا ان لوگوں نے اس لڑکی کو بالکل ہی اس کی اصل راہ سے بھٹکا دیا تھا چنانچہ جب وہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بولنے لگی تب اس کا معاملہ شہر کے قاضی کے سامنے پیش کیا گیا۔ فلورا کو جب قاضی کے سامنے پیش کیا گیا تو قاضی نے پہلے تو فلورا کی بدنصیبی پر سخت افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس کی اس پہلی غلطی کو ٹالتے ہوئے اسے بھائی کے سپرد کر دیا گیا تاکہ وہ اسے گھر لے جا کر دینِ اسلام کی تلقین کرے۔ لیکن کسی پرندے کا جو بچہ ایک بار گھونسلے سے گر جاتا ہے دوبارہ وہ گھونسلے میں نکلتا ہی نہیں۔ یہی حالت فلورا کی بھی ہوئی۔ وہ چونکہ ایک بار گھر سے بھاگ کر ایسے لوگوں میں جا چکی تھی جو اس سے بے پناہ محبت کرنے لگے تھے اس لئے کہ وہ بلا کی حسین اور خوبصورت تھی اور پھر یولوجیوس جسے ارش کی محبت میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ اپنی محبت کو فلورا میں منتقل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ گو فلورا ارش جیسی حسین و خوبصورت اور پُرکشش نہ تھی تاہم یولوجیوس اسے اپنی محبت کا بدل ضرور بنانے کا تہیہ

کئے ہوئے تھا۔

چنانچہ جب قاضی نے فلورا کو اس کے بھائی کے حوالے کر کے اسے گھر لے جانے اور اسے سمجھانے کے لئے کہا تب فلورا کا بھائی اور اس کی بہن بالدی گوتھا دونوں اسے گھر لائے۔ بالدی گوتھا نے اسے بڑا سمجھایا اور اس کے بھائی نے بھی نصیحت کی۔ چنانچہ وقتی طور پر فلورا یہ ظاہر کرنے لگی کہ وہ نصرانیت ترک کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکی ہے۔ اس موقع پر اس تے اپنی چھوٹی بہن بالدی گوتھا سے یہ کہا کہ آئندہ وہ کبھی نہ مسلمانوں کے خلاف بولے گی نہ اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف گندہ ذہنی کرے گی۔ لیکن اسے یولوجیوس، الوارو اور دوسرے پادریوں کے پاس آنے جانے کی اجازت ہونی چاہئے تاکہ وہ یہ جان سکے کہ وہ کیوں مسلمانوں کے خلاف بولتے ہیں۔

اس موقع پر فلورا نے اپنی چھوٹی بہن بالدی گوتھا سے کہا کہ وہ بھی اس کے ساتھ چلے تاکہ بالدی گوتھا کو معلوم ہو کہ وہ کن لوگوں کے پاس جاتی ہے اور اگر کسی موقع پر اس کی ضرورت پیش آئے تو بالدی گوتھا اسے وہاں سے بلا لے۔ بالدی گوتھا نے اس شرط پر اس کے ساتھ جانے کی ہامی بھری کہ آئندہ نہ وہ مسلمانوں کے خلاف آواز اٹھائے گی نہ حضور ﷺ کے خلاف بد زبانی کرے گی۔ چنانچہ فلورا نے اس سے وعدہ کیا۔ اس وعدے پر بالدی گوتھا اس کے ساتھ ہو لی تاکہ وہ یہ دیکھ سکے کہ فلورا کن لوگوں کے پاس اُٹھتی بیٹھتی ہے؟

بالدی گوتھا کے اس موقع پر فلورا کے ساتھ جانے کو بعض مؤرخین ہوا دیتے ہوئے یہ کہنے لگ گئے کہ بالدی گوتھا بھی فلورا کے ساتھ اس کام میں ملوث ہو گئی۔ لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اس لئے کہ جب آگے چل کر فلورا نے بدعہدی اور عہد شکنی کرتے ہوئے پھر بد ذہنی شروع کی تو اُس کی اس بد ذہنی میں کبھی بالدی گوتھا کا نام نہ آیا اور نہ ہی اس کے بعد کبھی بالدی گوتھا نے اس کا ساتھ دیا۔

وہاں سے آنے کے بعد قرطبہ میں ایک خاصا بڑا حادثہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ قرطبہ میں پرفکتوس نام کا ایک پادری تھا۔ اس نے جوشِ وحشت میں اسلام کے خلاف توہین آمیز الفاظ کہے۔ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ ایسا اس نے عین اس وقت کیا جب مسلمان عید الفطر کے دن رمضان کے خاتمے اور عید کے آنے کی خوشیاں منا رہے

تھے۔ جس وقت مسلمان قرطبہ کا پُل عبور کرنے کے بعد کھلے میدان میں عید کی نماز ادا کرنے جا رہے تھے، اس بدبخت اور جاہل پادری پرفکتوس نے مسلمانوں کے علاوہ اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف غلط الفاظ استعمال کئے چنانچہ اُس کی اس بد دہنی کی وجہ سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

پرفکتوس کے مارے جانے کے بعد یولوجیوس کے دوست اور راہب اسحاق نے بھی یہ راستہ اختیار کیا۔ اس نے بھی پرفکتوس کی طرح مسلمانوں، اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف قابل اعتراض الفاظ استعمال کئے۔ چنانچہ اسے قاضی کے سامنے پیش کیا گیا۔ قاضی نے اس کا معاملہ امیر عبدالرحمٰن بن الاوسط کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دے دیا۔

اب فلورا اور اسحاق کی راہبہ بہن مریم کی باری آئی۔ یہ دونوں اب تک چپ چاپ تھیں لیکن جب اسحاق کو موت کے گھاٹ اتار دیا تب اس کی بہن مریم بڑی برہم ہوئی۔ اس نے ارادہ کرلیا کہ وہ مسلمانوں اور ان کے مذہب کے خلاف آواز اٹھائے گی۔ اس طرح وہ اپنے مرنے والے بھائی اسحاق کا انتقام لینا چاہتی تھی۔ فلورا اس سلسلے میں اس کا ساتھ تو نہیں دینا چاہتی تھی لیکن چونکہ وہ مریم کے پاس رہ رہی تھی لہٰذا خواہی نخواہی مریم نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ دونوں نے مل کر نہ صرف مسلمانوں، اسلام بلکہ حضور ﷺ کے خلاف بھی قابلِ اعتراض الفاظ استعمال کئے اور یہ الفاظ انہوں نے سب لوگوں کے سامنے کہے۔

چنانچہ ان دونوں کا معاملہ اور مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور دونوں کو سزائے موت کا حکم ملا۔ موت سے پہلے دونوں کو زندان میں ڈال دیا گیا تھا۔

مؤرخ سٹینلے لین پول لکھتا ہے کہ زندان میں دونوں لڑکیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور وہ عجیب سے شش و پنج میں پڑ گئی تھیں۔ اسی پریشانی کے عالم میں فلورا نے اپنی بہن بالدی گوتھا کو بلا بھیجا۔ شاید وہ اس کی مدد سے زندان سے چھٹکارا حاصل کرنا اور اپنی سزائے موت معاف کرانا چاہتی تھی۔

فلورا کے بلانے پر جب اس کی بہن بالدی گوتھا زندان میں فلورا سے ملنے کے لئے گئی تو اس نے دیکھا فلورا بڑی پریشان، بڑی فکرمند اور رو دینے والی ہو رہی تھی۔ بالدی گوتھا کچھ دیر تک گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک طرح

سے اجنبیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا تم نے مجھے بلایا ہے؟"

رو دینے والے انداز میں فلورا نے اپنی گردن کو ہلایا تھا پھر بالدی گوتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میری بہن! میری حالت دیکھو۔ یوں جانو یہاں تک مجھے پہنچانے کے لئے کچھ لوگ ذمہ دار ہیں۔ میری اس حالت کا ذکر بھائی سے کرو شاید وہ مجھے رہا کرانے میں کوئی تدبیر کرے۔ اس سلسلے میں تم بھی میری مدد کرو۔"

بالدی گوتھا کچھ دیر تک کھا جانے والے انداز میں فلورا کو دیکھتی رہی، پھر برس پڑی۔

"فلورا! تم پیاسے نفس رکھنے والے شیطان کے گماشتوں کا شکار ہو رہی ہو۔ اپنی منہ زور خواہشوں اور آرزوؤں کے بل بوتے پر تُو تاریک رات کی ٹھوکروں میں گناہوں کے سرچشموں اور بدکاری کے اڈوں کا انتخاب کرتی رہی۔ فلورا تُو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ تُو ان لوگوں کے پاس صرف اس مقصد کے لئے جائے گی کہ یہ جانے کہ ان کے کیا مقاصد ہیں اور تُو کبھی بھی مسلمانوں، اسلام یا ہمارے محترم پیغمبر محمد ﷺ کے خلاف آواز نہیں اٹھائے گی۔ ہمارا باپ ایک نیک طینت شخص اور اعلیٰ پائے کا مسلمان تھا۔ کاش! وہ اب تک زندہ ہوتا تو شاید تجھے اس زندان تک نہ پہنچنے دیتا۔ نہ ہی تجھے مستقیم راہوں سے ہٹنے دیتا۔ اگر میری ماں چاہتی تب بھی میرا باپ تجھے غلط منزلوں کی طرف نہ جانے دیتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بالدی گوتھا رکی پھر پہلے کی نسبت زیادہ غضب اور غصے میں کہتی چلی گئی۔

"فلورا! میں تجھ سے چھوٹی ہو کر ہمیشہ تجھے اُلفتوں کے جذبوں، بشارتوں کے موسموں کی طرف بلاتی رہی لیکن تُو عصمت دریدہ خوابوں، بد دعاؤں کے فشار کی طرف بھاگتی رہی۔ میں تجھے ستاروں کے قافلوں، چاہتوں کے سندیسوں کی طرف آواز دیتی رہی، تُو خود سے باطنِ منفی اعمال کی سی فطرت رکھنے والی مہیب طاغوتی قوتوں کا رخ کرتی رہی۔ فلورا! میں تجھے حیات آفریں اُجالوں، کروٹیں لیتی پُر فشاں اُمیدوں کی دعوتی دیتی رہی، تُو رسوائیوں کی تاریکیوں، بری راتوں کی نحوست اور بدشگونیوں کی

لہروں کو گلے لگاتی رہی۔ میں تجھے نیکی کی بزمِ پُرفشاں، تمدن کے سنہرے اُفق کی نشاندہی کرتی رہی۔ تُو بکھرے خوابوں، پُرآشوب آندھیوں کا رخ کرتی رہی۔ میں تیری رہنمائی زیست کی علامتوں، زندگی کی معراج کی طرف کرتی رہی، تُو رسوائیوں کے موسموں، محرومیوں کے ہدف کا رخ کرتی رہی۔

اب مجھ سے کیا مانگتی ہو؟ اب تیری روح گھٹن کا شکار ہو چکی ہے۔ تیرے دل کو دیمک لگ چکی ہے۔ اب میری نگاہوں میں تُو شیطانی گماشتوں کی نمائندہ ہے۔ اب جبکہ تُو کالی راتوں میں نور و روشنی میں محروم ہدف اور رسوائیوں کے موسموں میں بدنامی کے داغ اپنی پیشانی پر لگا چکی ہے اب تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں رہا۔ فلورا! میں مسلمان ہوں جبکہ تیرا تعلق نہ اسلام سے ہے نہ نصرانیت سے۔ نصرانیت یہ کہیں دعویٰ نہیں کرتی نہ ہی نصرانیت یہ دعوت دیتی ہے کہ دوسروں کے مذہب کو نشانہ بناؤ۔ ہم پر الزامات اور نازیبا الفاظ کی بارش کرو۔ اب جبکہ تُو ایسا کر ہی چکی ہے تو جو کچھ تُو نے کیا ہے اس کا بھتان تُو اکیلی بھگتے گی۔ گو اس وقت تُو زندان میں ہے۔ تجھے اپنوں کی ہمدردی اور اپنوں کی حمایت کی ضرورت ہے۔ لیکن اب تیرا کوئی اپنا نہیں رہا۔ میں اس سے پہلے تیری بہن ضرور تھی لیکن میں اب اپنے اس رشتے کو منقطع کرتی ہوں۔ دیکھ! جس کے ذریعہ تُو نے مجھے بلایا ہے اس نے زندان میں تیری موجودگی کی اطلاع بھائی کو بھی کر دی تھی۔ لیکن بھائی نے تمہارے پاس آنے سے انکار کر دیا ہے۔ بتا! میں نے اور میرے بھائی نے کون سا ایسا طریقہ چھوڑا کہ تجھے راہِ راست پر لانے کی کوشش کی، تجھے دنیا کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا، بدنامیوں اور رسوائیوں کے داغ دینے والے راستوں کی طرف جانے سے روکا۔ لیکن تُو ایسی ڈھیٹ ایسی ضدی ثابت ہوئی کہ وہی کچھ کرتی رہی جو تجھے دوسرے کہتے رہے۔ اس لئے کہ تیری اپنی کوئی مرضی ہی نہیں تھی۔ یہ مریم نام کی لڑکی جو تیرے ساتھ اس وقت زندان میں سر جھکائے بیٹھی ہے، دکھی اور خوف زدہ ہے اور آنکھوں میں آنسو لئے بیٹھی ہے۔ تجھے گمراہ کرنے میں اس کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ چلو یہ تو اپنے بھائی اسحاق کا انتقام لینے کے لئے بدی کے میدان میں اتر آئی لیکن تُو کس کا انتقام لینے کے لئے اس زندان میں پہنچی ہے؟ پہلے یہ تو مجھے بتا۔ دونوں کو بھٹکانے اور بہکانے والے یولوجیوس اور الوارو ہیں اور وہ دونوں کلیسا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور تم دونوں کو آگے دھکیل کر ایک

طرح سے موت کا لقمہ بننے پر مجبور کر دیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بالدی گوتھا رُکی، ایک پُرسوز اور دکھ بھری نگاہ اس نے فلورا پر ڈالی پھر پہلے کی نسبت زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"فلورا! بدی کی جس راہ پر تُو چلی ہے اس راہ پر اب تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ مجھ سے کسی بہتری و بھلائی کی امید نہ رکھنا۔ اب میں جاتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی بالدی گوتھا مڑی اور وہاں سے چل دی تھی۔

پھر فلورا اور مریم دونوں اپنے بھیانک اور بدترین، برے اور گناہ آلود انجام کو پہنچ گئی تھیں۔





ایکس کلوس کے کلیسا میں ایک روز یولوجیوس، الوارو، راہب تھیودو، جرمیاس، الزبتھ، ساؤل اور کچھ دوسرے مذہبی لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ کلیسا میں اشبیلیہ شہر کا بشپ داخل ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے کچھ محافظ بھی تھے۔

اشبیلیہ کے بشپ کو چونکہ پورے اُندلس میں سب سے بڑا اور صاحبِ تکریم بشپ خیال کیا جاتا تھا لہٰذا اسے دیکھتے ہی سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

بشپ آگے بڑھا۔ اس کے محافظ بھی اس کے دائیں بائیں، اس کے پیچھے تھے۔ اس موقع پر کلیسا ایکس کلوس کا بشپ ساؤل حرکت میں آیا۔ بڑی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اشبیلیہ کے بشپ کو ایک نمایاں جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب باقی لوگ بھی اپنی نشستوں پر ہو بیٹھے تھے۔ کچھ دیر تک کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی۔ یہاں تک کہ بشپ ساؤل نے اشبیلیہ کے بشپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ نے آج ہمارے کلیسا میں آنے کی کیسے زحمت کی؟"

اشبیلیہ کے بشپ نے گھورنے کے انداز میں ساؤل کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

"تم لوگوں کی غلط حرکات کی وجہ سے مجھے اشبیلیہ سے قرطبہ کا رخ کرنا پڑا ہے اگر تم ایسی حرکتیں نہ کرتے تو میں چپ چاپ اشبیلیہ میں بیٹھ کر اپنے کام میں مصروف رہتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اشبیلیہ کا بشپ جب خاموش ہوا تب اس کی طرف جستجو بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے یولوجیوس بول اٹھا۔

''میرے محترم! ہم سے کیا غلطی ہوئی جس کی باز پرس کرنے کے لئے آپ کو یہاں آنے کی زحمت اٹھانا پڑی؟''

اشبلیہ کے بشپ نے کھا جانے والی ایک نظر یولوجیوس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''یہ تم پوچھتے ہو کہ تم لوگوں سے کیا حرکت ہوئی؟ ظالمو! حیات کی مسافتوں کے کرب خیز اور زندگی کی تمازتوں کو اذیت ناک بنا کر توہینِ مشیت کے مرتکب بھی ہوتے ہو اور ساتھ ہی یہ بھی پوچھتے ہو کہ تم لوگوں سے کیا غلطی ہوئی؟ میرے انجان ساتھیو! یہ زندگی شبنم کی گونا گوں لطافتوں، امیدوں کی قوس و قزح، خوشیوں کی خود فراموش محویت، خوابوں اور کہکشاؤں کے سنگم اور تخیل کے نقش و نگار سے بھی زیادہ حسین ہے بشرطیکہ اسے حسین بنایا جائے۔ کسی پر ناحق کیچڑ نہ اُچھالا جائے۔ میری ایک بات یاد رکھنا، اگر تم کسی پر کیچڑ اُچھالو گے تو تم پر بھی کیچڑ اُچھالا جائے گا۔ چنانچہ گویا تم نے اپنے آپ پر کیچڑ اُچھالا۔ اس موقع پر مسلمانوں کے محترم رسول ﷺ کی ایک بات مجھے یاد آ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے اس بات کو سونے میں تول کر رکھ دوں۔ مسلمانوں کے محترم رسول ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اپنے باپ کو گالی نہ دو۔

لوگوں نے پوچھا کون ایسا بدبخت ہو گا جو اپنے باپ کو گالی دے گا؟ اس پر محترم رسول ﷺ نے فرمایا اگر تم کسی کے باپ کو گالی دو گے تو دوسرا تمہارے باپ کو گالی دے گا۔ اس طرح گویا تم نے خود اپنے باپ کو گالی دی۔ اور اس مرض میں اس وقت تم سب لوگ بھی مبتلا ہو۔

ظالمو! تم لوگوں سے کس نے کہہ دیا کہ مسلمانوں کے خلاف آواز اٹھاؤ، ان کے مذہب کو برا بھلا کہو، ان کے دین اور ان کے محترم رسول ﷺ سے متعلق نفرت انگیز باتیں کرو۔ تم مسلمانوں کے رسول ﷺ کے سب سے زیادہ اس پہلو کے مخالف ہو کہ انہوں نے ایک سے زائد شادیاں کیوں کیں؟ تم چاہتے ہو کہ زندگی میں کوئی شادی کرے ہی نہ۔ راہبانہ اور مجرد زندگی گزار دے۔ ظالمو! اگر ہر کوئی راہب بن جائے اور مجرد زندگی گزارنا شروع کر دے تو پھر نسلِ انسانی تو چند برسوں کے اندر ہی ختم ہو کر رہ جائے اور یہ کہ انسان کی نسل آگے بڑھنا ہی بند کر دے۔ لہٰذا تم سب غیر فطری اعمال کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔

میں تم لوگوں سے یہ کہنے کے لئے آیا ہوں کہ سلگتی ریت کے نفرت بھرے گرداوُز، موت کی اذیت ناک مسافتوں کے پیچھے بھاگنا ترک کر دو۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مسلمانوں کے دین اور ان کے رسول ﷺ کے خلاف بول کر تم گویا اپنے لہو کا صدقہ دے کر اپنی قوم کے حقوق کی پاسداری اور اپنے مذہب کی امیدوں کا محور بننے کی کوشش کر رہے ہو تو پھر تم لوگ ناکام انسان ہو۔ میں سمجھتا ہوں اگر تم ایسا سوچتے ہو تو تم سپنوں کی انہونی تعبیروں کے پیچھے بھاگ رہے ہو جن کا نہ کوئی نتیجہ نکلتا ہے اور نہ ان سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ قسم مجھے اس محترم خداوند قدوس کی جو وقت کی آندھیوں کے غبار میں پانی کو آگ بنا کر سلگانے اور بارش کو انگاروں میں تبدیل کرنے کی طاقت وقوت رکھتا ہے۔ تم لوگ بدقسمتی کے جزیروں میں بس کر بدبختی کے پیالوں کا زہر پینے کے درپے ہو گئے ہو۔ تم لوگ خود اپنی یادوں کے بادبان لیر لیر، اپنی خوابوں کو مسمار، اپنی زندگی کو دشوار اور پت جھڑ کے طوفانوں جیسا بنانا چاہتے ہو۔ تم لوگ ٹوٹے ستاروں کی ٹوٹتی روشنی کے مسافر ہو جن کے سامنے نہ کوئی منزل ہے نہ سنگِ میل۔ میں تم لوگوں سے یہ بھی کہنے کے لئے آیا ہوں کہ مسلمانوں، ان کے دین اور ان کے محترم رسول ﷺ کے خلاف تمہارا یہ رویہ تمہیں زوال کی شعلہ فشانی، گمنامیوں کے سیاروں اور پتھریلی بدبختیوں کی طرف لے جائے گا۔ اگر تم ایسا ہی کرتے رہو گے تو یاد رکھنا تمہارے آئینوں میں کوئی عکس، تمہاری آنکھوں میں منزل کا کوئی غبار نہ رہے گا۔ اور پھر تاریخ کے سفر میں تم لوگ ان لوگوں میں شمار کئے جاؤ گے کہ جو اپنے پاؤں میں نا اُمیدیوں کے سراب باندھ کر اوروں کے لئے تیرگی کے اندھے گھاؤ کا اہتمام کرتے ہیں۔ اپنے زخموں کی پیوند کاری کی طرف نہیں دیکھتے۔

میرے عزیز ساتھیو! اس موقع پر میں تم پر یہ بھی انکشاف کرنا پسند کروں گا کہ تم لوگ ناحق مسلمانوں سے ٹکرانے کے درپے ہو گئے ہو۔ تمہارے کچھ لوگوں کو مصلوب کر دیا گیا ہے اور ان سے تم لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے تھی۔ لیکن تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ مت خیال کرنا کہ مجھے کسی نے بلا کر تم سے بات کرنے کے لئے کہا ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں خود تم لوگوں کو مشکلات میں دیکھ کر آیا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مسلمانوں کے خلاف بول کر تم کامیابی حاصل کر لو گے تو یہ تمہارا وہم،

دھوکا اور فریب ہے۔ مسلمان تو نامساعد حالات میں بھی قضاء کی جھنکار کو شکست دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ مسلمان رزم گاہوں میں زندگی اور موت کے مناظر ہماری نسبت زیادہ قریب ہو کر دیکھتے ہیں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ایسا کر کے مسلمانوں کو یہاں سے نکال باہر کرو گے تو یہ بھی ایک دھوکا اور فریب ہے۔ اس لئے عقابوں کے نشیمن میں اگر گِدھ گھس آئیں، شیروں کی کچھار میں بھیڑیے آن بیٹھیں تو وہ زیادہ دیر تک وہاں قیام نہیں کر سکتے۔ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ تمہیں یاد ہو گا کہ اسی سرزمین میں مسلمان مجاہدوں کی جولان گاہوں میں بڑے بڑے ارضی دیوتا، بڑے بڑے تجربہ کار جنگجو اپنی زندگی کی ڈور کٹوا بیٹھے۔ تم جانتے ہو ان سرزمینوں میں نصرانی قوتوں نے مسلمانوں کے خلاف ان گنت معرکے سر کئے لیکن مسلمان ہر بار دریاؤں کے خوفناک اضطراب، مستی میں جھاگ اُڑاتی ندیوں، بحر کی بے صدا نفرت خیزیوں، دکھ کے سیلِ فناء کی طرح ہر قوت کو اپنے سامنے کچلتے ہوئے غالب و فتح مندر رہے۔

آخر میں تم لوگوں کو یہ نصیحت کروں گا کہ مسلمانوں، ان کے دین، ان کے رسول ﷺ کے خلاف اب گندہ دہنی کرنے کے گناہ سے باز رہو اور اگر باز نہیں رہو گے تو پھر یاد رکھنا تمہارے لبوں کا تبسم مجروح، تمہاری زبان کا نطق منجمد ہو جائے گا۔ تمہاری آنکھوں کی بصارت پتھر اور تمہارے ضمیر سنگستانی شکستگی کا شکار ہو کر رہ جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اشبیلیہ کا بشپ جب خاموش ہوا تب دکھ بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے ساؤل بول اٹھا تھا۔

''محترم! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تحریک ہم نے یولوجیوس اور الوارو کی سرکردگی میں قرطبہ میں شروع کر رکھی ہے اس میں ہم غلطی پر ہیں؟ جو لوگ اس سلسلے میں شہید ہوئے ان کی شہادت رائیگاں جائے گی؟''

اشبیلیہ کے بشپ نے اس موقع پر کھا جانے والے انداز میں ساؤل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ساؤل! تم ایکس کلوس کلیسا کے بشپ ہو۔ جو گفتگو تم نے کی ہے، ویسی گفتگو کی مجھے تم سے ہرگز امید نہ تھی۔ جو تحریک تم نے یولوجیوس اور الوارو کی سرکردگی میں شروع کر رکھی ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس تحریک کے تحت جن لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا

ہے شہید ہیں تو یہ صرف طفل تسلیاں ہیں۔ جن لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے وہ مسلمانوں کے محترم رسول ﷺ اور ان کے مذہب کو ہدف بناتے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے تو نہ وہ شہید ہیں اور نہ انہوں نے کوئی نیک کام کیا ہے بلکہ ان کا شمار خودکشی کرنے والوں میں ہوگا اور خودکشی کرنے والے کی بخشش نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اشبیلیہ کا بشپ رُکا، باری باری سب پر نگاہ ڈالی، پھر کہنے لگا۔

"میں زیادہ دیر یہاں قیام نہیں کروں گا۔ جانے لگا ہوں۔ جانے سے پہلے تم لوگوں سے ایک بات ضرور کہتا جاؤں کہ جو تحریک تم نے شروع کی ہے وہ تحریک جہاں تک بڑھی ہے وہیں سے پسپائی اختیار کرلو اور اگر پسپائی اختیار نہیں کرو گے تو پھر پسپا کر دیئے جاؤ گے۔ ناحق مارے جاؤ گے اور اس دنیا میں تمہارا کوئی نام لیوا تک نہیں رہے گا۔ اگر تم اپنے رویوں میں تبدیلی کر کے مسلمان حکمران سے معافی مانگ لو تو پھر یاد رکھنا مسلمانوں کی نگاہوں میں تمہاری عزت پہلے سے کئی گنا بہتر اور اچھی ہو جائے گی۔"

ساتھ ہی اشبیلیہ کا بشپ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو باتیں میں نے تم لوگوں سے کہی ہیں اگر تم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہیں دو گے اور عمل کرنے کے لئے انہیں پلّو میں باندھ لو گے تو یاد رکھنا یہاں کامیاب زندگی بسر کرو گے۔ اور اگر مسلمانوں کے مذہب، ان کے محترم رسول ﷺ کے خلاف آواز اٹھاتے رہو گے تو تم میں سے جو بھی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا اس کا شمار شہیدوں میں نہیں ہوگا بلکہ خودکشی کرنے والوں میں ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی اشبیلیہ کا بشپ برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کلیسا سے نکل گیا تھا۔

***

عالمِ اسلام کا مشہور مغنی زریاب ایک روز امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے پاس بیٹھا

ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن نے پُرشوق انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''زریاب! آج اپنے استاد اسحٰق موصلی اور اس کے باپ ابراہیم موصلی سے متعلق کچھ کہو۔''

زریاب اس سوال پر چونکا۔ کچھ دیر غور سے امیر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''امیر! جہاں تک ابراہیم موصلی کا تعلق ہے تو یوں جانیں، موسیقی میں وہ استادوں کا استاد تھا۔ ہارون رشید کے دور میں تین درباری مغنی انتہا کے مشہور تھے اور وہ تینوں اپنے اپنے فن میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ابراہیم، دوسرا ابنِ جامع اور تیسرا ابنِ مارد۔ ہارون رشید نے ایک دن اپنے ایک مصاحب برسُومہ سے پوچھا کہ ہماری سلطنت کے نامور اور بے مثال مغنی ابنِ جامع کے حق میں تم کیا کہتے ہو؟ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ برسُومہ ہارون رشید کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! شہد سے متعلق کیا پوچھنا۔ جب بھی اسے چکھا جائے منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ اور پھر ابنِ جامع تو شہد کی ایک مشک ہے۔''

اس کے بعد ہارون رشید نے پوچھا۔

''ابراہیم موصلی کی نسبت تم کیا رائے رکھتے ہو؟''

زریاب نے جواب دیا۔

''امیر المومنین! وہ ایک چمن ہے جس میں ہر رنگ کے پھول شگفتہ ہیں اور خوشبوئیں مہک رہی ہیں۔''

آخر ہارون رشید نے تیسرا سوال کیا۔ کہنے لگا۔

''ابنِ مارد کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟''

عرض کیا۔

''اُس کی یہ شان ہے کہ جو شخص مزا چاہتا ہو وہ اس سے لے لے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ انسان کے دل میں سے ڈوب کر نکلا ہے اور دریافت کر آیا ہے کہ اسے کیا چیز پسند ہے۔ جہاں تک ابراہیم موصلی کا تعلق ہے تو وہ موسیقی کے ایک لحن کا موجد

خیال کیا جاتا ہے جسے لحنِ ماخوری کا نام دیا گیا تھا۔

امیر! عہدِ جاہلیت میں بھی عرب جن شیاطین اور بھوت پریت کے قائل تھے اور اس زمانہ میں یہ بھی عام خیال تھا کہ جن بعض علوم میں انسانوں کی راہبری کرتے ہیں، جب وہ کسی پر مہربان ہو جاتے ہیں تو اس کو نفع بھی پہنچاتے ہیں۔ مشہور شاعر اسمعی کا بیان ہے کہ صحرائے بغداد میں رات کے وقت مجھے ایک جن ملا جس نے شعرائے متقدین سے ایک قصیدے کی فرمائش کی۔ چنانچہ میں نے اسے وہ قصیدہ سنایا۔ جن نے خوش ہو کر مجھے ایک تھیلی درہموں کی انعام دی۔

اس کے علاوہ ابراہیم موصلی سے متعلق بھی ایک ایسی ہی بات بیان کی جاتی ہے۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ ایک روز ابراہیم موصلی امیر المومنین ہارون رشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اسے جمعہ کی رخصت عنایت فرمائی جائے تا کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ وقت گزار سکے۔ چنانچہ ہارون رشید نے اسے جمعہ کی رخصت دے دی۔ چنانچہ ابراہیم موصلی گھر پہنچا اور ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر اُس نے بزمِ طرب بجائی اور اپنی رہائش کے دربانوں کو اس نے حکم دیا تھا کہ خبردار کوئی غیر آدمی اندر نہ آنے پائے۔

تھوڑی ہی دیر بعد یکایک ایک بزرگ صورت شخص اندر آیا۔ اس کے چہرے پر جلال تھا۔ موزہ، قمیض اور عبا پہنے ہوئے تھا۔ سر پر ٹوپی تھی اور چاندی کا عصا ہاتھ میں تھا۔ اس کے آتے ہی سارا گھر مشک کی خوشبو سے مہک اٹھا۔ اس شخص کو دیکھتے ہی ابراہیم موصلی کو غصہ آ گیا کہ وہ شخص بلا اجازت کیوں اس کے کمرے میں آ گیا۔ لیکن جب آنے والے شخص نے بڑے ادب سے ابراہیم موصلی سے سلام کہا۔ تب ابراہیم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کی اجازت دی۔ آنے والے شیخ نے لطفِ صحبت کے لئے عربوں اور ان کی شاعری کا تذکرہ چھیڑا اور ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ ابراہیم موصلی کا سارا غصہ جاتا رہا۔ اس لئے کہ ابراہیم موصلی کو یقین ہو گیا کہ آنے والا وہ شخص بڑا ادیب اور ظریف تھا اور غالباً اس کی رہائش کے دربانوں نے محض اسی خیال سے اسے آنے کی اجازت دی کہ ابراہیم موصلی اس کی صحبتِ نشاط انگیز سے لطف اندوز ہو۔

چنانچہ ابراہیم موصلی کا غصہ جاتا رہا۔ آنے والے شیخ کو اس نے کھانے کی دعوت

دی تب شیخ نے کہا۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔

اس کے بعد ابراہیم موصلی نے کہا اگر یہ بات ہے پھر ساغر کا دور ہی چلے۔ اس نے جواب دیا۔ یہ تمہاری خوشی پر منحصر ہے۔

الغرض ابراہیم موصلی نے ایک جام بھر کر اسے دیا اور ایک جام خود پیا۔ سرور میں آ کر شیخ بولا۔

''اب تم مجھے کوئی ایسا دلکش راگ سناؤ جس کی بدولت تم مقبولِ خاص و عام ہو۔ اس کے بعد میں بھی اپنا گانا تمہیں سناؤں گا۔''

کہتے ہیں اس فرمائش پرؔ ابراہیم موصلی کو غصہ آ گیا کہ میں امیر المومنین کا مغنی ہوں۔ یہ کسی کو حق نہیں ہے کہ مجھ پر حکومت کرے اور میرے سامنے موسیقی کا دعویٰ کرتا پھرے۔ اس سے زیادہ اس کے لئے کیا حماقت ہو سکتی ہے۔

لیکن پھر بھی ابراہیم موصلی نے ضبط کیا۔ چنانچہ اس نے عود اٹھا کر بجانا شروع کیا۔ ایک راگ سنایا۔ چنانچہ وہ راگ سن کر آنے والے شیخ نے گردن ہلا کر کہا۔

''واہ میاں ابراہیم! کیا خوب گا رہے ہو۔''

اس تعریف پر بھی ابراہیم موصلی کو غصہ آ گیا۔ کیونکہ شیخ نے ابراہیم موصلی کا نام ادب سے نہں لیا تھا تاہم ابراہیم موصلی نے طبیعت پر جبر کر کے گانے کو جاری رکھا تھا اور سوچ سمجھ کر ہر راگ کو ادا کیا۔ اس لئے کہ اس کے بعد شیخ نے بھی گانا گانا تھا۔ موصلی سمجھ گیا تھا کہ آنے والا شیخ موسیقی میں مہارت رکھتا ہے۔

چنانچہ جب ابراہیم موصلی گانا گا چکا تو آنے والے شیخ نے خوب تعریف کی، پھر اس نے ابراہیم موصلی سے گانا گانے کی اجازت چاہی۔ ابراہیم موصلی نے جب اجازت دی تب بوڑھے شیخ نے عود بجانا شروع کیا اور ایسے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ کچھ اس طرح تھا:۔

''میرا جگر زخمی ہے، کوئی ایسا ہے جو اس مجروح کو اچھے جگر کے عوض
خرید کرے۔ لوگوں نے اس کی خریداری سے انکار کر دیا۔ سچ تو یہ ہے
تندرست کے بدلہ میں بیمار کو کون خریدتا ہے؟''

اسی طرح کے اشعار شیخ نے گائے۔ ابراہیم موصلی کا کہنا ہے کہ خدا گواہ ہے جس وقت وہ شیخ گا رہا تھا مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا عود عربی بول رہا ہے اور میرے گھر کی

دیواریں اس کے ساتھ ہمنوا ہیں۔ میں اس وقت آپے میں نہ تھا۔ نہ کچھ بول سکتا تھا نہ جواب دے سکتا تھا۔ اس کے بعد ذرا توقف کے بعد شیخ نے کچھ اور اشعار سنائے جس سے میرے رہے سہے حواس جاتے رہے۔

جب گانا ہو چکا تو شیخ نے کہا۔

''ابراہیم! اس راگ کا نام ماخوری ہے۔ تُو اس کو خود بھی گایا کر اور اپنی کنیزوں کو بھی سکھا دے۔''

ابراہیم نے چاہا کہ وہ شیخ دوبارہ اس راگ کو گائے لیکن اس نے انکار کر دیا اور یکایک اپنی جگہ سے اُٹھا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے ابراہیم موصلی تلوار لے کر اٹھا۔ سب دروازے بند تھے۔ دربانوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آج کوئی غیر گھر میں داخل ہوا ہی نہیں۔ اسی تردّد میں تھا کہ ابراہیم موصلی کو آواز آئی۔

''ابراہیم! تم خوف زدہ نہ ہو۔ آج تمہارا ندیم و جلیس ملعون ابلیس تھا۔''

چنانچہ ابراہیم موصلی لاحول پڑھتا ہوا اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ چنانچہ اسی ابلیس کے لحن میں ماخوری کو ابراہیم موصلی نے اپنایا اور خوب شہرت حاصل کی۔''

یہاں پر زریاب رکا، دم لیا، اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن الاوسط کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''جہاں تک میرے استاد اسحٰق بن ابراہیم موصلی کا تعلق ہے تو اسحٰق بن ابراہیم موصلی علم و فضل اور موسیقی میں اپنے باپ سے بھی بڑھ کر تھا۔ اسحٰق موصلی نحو میں فراء و کیسائی لغت میں اسمٰعی اور ابوعبیدہ حدیث میں سفیان بن کینیا اور ابو معاویہ اور موسیقی کی تعلیم اپنے باپ ابراہیم سے حاصل کی۔ ابراہیم کے ساتھی زلزل سے اس نے عود بجانا سیکھا تھا اور قدیم راگ کسی قدر اس نے ایک مغنیہ سے سیکھے تھے جس کا نام شہدت تھا۔

امیر! اسحٰق کے بحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ کہا جاتا ہے کہ ایک دن قاضی یحییٰ بن اکثم مامون رشید کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہاں ہر علم و فن کے با کمال لوگ جمع تھے۔ اسحٰق موصلی بھی وہاں موجود تھا۔ چنانچہ گفتگو کا آغاز اسحٰق موصلی نے کیا۔ اس نے پہلے متکلمین سے متعلق گفتگو کی، پھر قضا سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں

شعر و لغت پر بھی گفتگو کی اور ان جملہ علوم میں کامیاب گفتگو کرنے کے بعد قاضی یحییٰ بن اکثم کو مخاطب ہو کر پوچھا۔

''حضور! بنظر انصاف فرمائیں کہ میں نے کسی مسئلہ میں غلطی تو نہیں کی ہے؟''

جواب میں قاضی یحییٰ بن اکثم نے فرمایا۔

''ہرگز نہیں۔''

تب اسحٰق نے کہا۔

''پھر کیا وجہ ہے کہ میں مغنی مشہور ہوں اور دوسرے علوم کی نسبت میری طرف نہیں کی جاتی۔''

اسحٰق موصلی کے اس سوال پر قاضی یحییٰ بن اکثم نے اپنے ساتھی عطوی کی طرف دیکھا اور کہا۔

''تم اسحٰق کے اعتراض کا جواب دو۔''

چنانچہ عطوی جو صاحب علم اور بڑے دانا اور بینا شخص خیال کئے جاتے تھے، اسحٰق کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔

''کیا تم نحو میں اپنے استاد فرا اور اخفش ہو؟''

جواب میں اسحٰق موصلی کہنے لگا۔

''ہرگز نہیں۔''

عطوی نے پھر پوچھا۔

''کیا لغت میں تم اسمعی اور ابو عبیدہ کا درجہ رکھتے ہو؟''

کہنے لگا۔ ''نہیں۔''

پھر پوچھا۔

''یہ بتاؤ کہ علم الانصاب میں قلبی اور علمِ کلام میں ابوالنہریل کے برابر ہو؟''

کہا۔ ''نہیں۔''

آخر میں سوال کیا۔ ''موسیقی میں تمہارا کوئی صہیم و شریک اور نظیر ہے؟''

اسحٰق نے فوراً کہا۔

''اس فن میں میرا کوئی مماثل نہیں ہے۔''

یہ جواب سن کر عطوی نے فوراً کہا۔

''جب تم کو خود اقبال ہے کہ موسیقی میں تم بے عدیل، بے نظیر ہو اور دیگر علوم میں کسی مخصوص علم و فن سے منسوب نہیں ہو تو تمہارے لئے مغنی ہی کا لقب موزوں ہے۔ کیونکہ موسیقی کا جملہ علوم پر غلبہ ہے۔''

اسحٰق اس کی تردید نہ کرسکا اور ہنستا ہوا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔

علمی کمالات کی بنا پر خلفاء عباسیہ اسحٰق بن موصلی کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک دفعہ اسحٰق نے مامون رشید سے درخواست کی کہ مجھے دربار میں علماء کا لباس پہن کر آنے کی اجازت ہو۔

مامون نے کہا۔

''اسحٰق! اگر تُو مغنی کے ذلیل خطاب سے مشہور نہ ہوتا تو میں تجھ کو منصب قضا پر ممتاز کرتا۔ لیکن اس درخواست کے معاوضہ میں ایک لاکھ درہم دیئے جاتے ہیں اور مزید عزت افزائی کی جاتی ہے کہ تمہیں فقہاء کا لباس پہن کر دربار میں آنے کی اجازت ہے۔''

زریاب رکا، کچھ سوچا۔ پھر دوبارہ امیر عبدالرحمٰن الاوسط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! اسحٰق علمِ موسیقی میں درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس نے موسیقی کے بڑے بڑے استادوں کی غلطیاں نکالیں اور اس نے اسلامی موسیقی اور عودنوازی کا رخ درست کیا۔ (کمالِ فن کے لحاظ سے اسحٰق عرب کا تان سین خان اور یونان کا آرفیوز کہلانے کے قابل ہے)

ایک مرتبہ ہارون رشید کی بزمِ طرب میں دس کنیزیں عود پر گا رہی تھیں۔ ہر عود کی چار تاریں تھیں۔ گویا بہ یک وقت چالیس تاریں موسیقی کا سیل اُنڈیل رہی تھیں لیکن ان چالیس تاروں میں سے ایک تار غلط بج رہا تھا۔ چنانچہ اسحٰق کی موسیقی میں محویت اور مہارت کا یہ عالم تھا کہ اس نے چالیس تاروں کی جھنکار میں بھی غلطی پکڑی اور جو کنیز غلط بجا رہی تھی اس کو متنبہ کیا کہ تُو یہ غلطی کر رہی ہے۔ اور اسحٰق کی طرف سے یہ غلطی پکڑنا ایک طرح سے اس کے انتہائی کمال کی دلیل ہے جس کی نظیر سے یونان کی تاریخ بھی خالی ہے۔

امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے سامنے بیٹھ کر زریاب مزید گفتگو کرنا چاہتا تھا کہ عین اسی

لمحہ امیر عبدالرحمٰن کا ایک محافظ نمودار ہوا اور مخاطب ہو کر بولا۔

''امیر! اشبیلیہ کا بشپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔''

عبدالرحمٰن کے چہرے پر اس موقع پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا اور آنے والے اس مسلح جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اشبیلیہ کے بشپ کو روکو نہیں۔ اسے اندر آنے دو۔''

چنانچہ تھوڑی دیر بعد اشبیلیہ کا بشپ کمرے میں داخل ہوا۔ عبدالرحمٰن اور زریاب دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بشپ کا شاندار استقبال کیا، اسے بیٹھنے کے لئے جگہ دی۔ ساتھ ہی بشپ کے ساتھی جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب اشبیلیہ کے اُس بشپ کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

''آپ نے اشبیلیہ سے یہاں تک کا سفر کیا۔ اگر آپ کو کوئی تکلیف تھی تو کسی کو پیغام دے کر بھیج دیا ہوتا، آپ کی شکایت رفع کر دی جاتی۔ اگر کسی نے آپ کو دکھ اور تکلیف دی ہے تو........''

یہاں تک کہتے کہتے عبدالرحمٰن کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اشبیلیہ کا بشپ بول اُٹھا۔

''اس وقت قرطبہ شہر میں جاہلیت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے اور یہ طوفان یولوجیوس اور اس کے دوست الوارو اور چند غیر ذمہ دار پادریوں کی وجہ سے اٹھا ہے۔ امیر! یہ لوگ نیکی کے لئے درد کے ہیولے، اعضاء شکن تقدیر، خیر کے لئے منحوس تارے، گرم دوپہر کی ویران تھل میں اُٹھتی سنسانیاں، بھلائی کے لئے بدبختی کے نقش و نگار اور جاہلیت کی اذیت ناکیاں، سچائی کے لئے فریب و فنا کے اولے، بیابانوں کے تھل اور پیغامِ حق کے لئے یہ لوگ داستانوں کے اوراق بکھیرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ امیر! یہ شریر طبع لوگ ہیں۔ چاہتے ہیں لوہا لوہے سے ٹکراتا رہے، دلوں کے قرطاس پر قضاء کے حروف رقم ہوتے رہیں۔ شورہ پشت جنگجو ایک دوسرے کے سر پر موت بن کر کھیلتے رہیں۔ امیر! بھیڑیئے کی طرح غرانے والے ایسے لوگوں کو لوہے کی کڑی نگا میں پڑھانے کی ضرورت ہے۔ قضا کی سوداگری کرنے والوں کو شکستوں کے دھوئیں، اور رزم گاہوں کے خونی ہنگامے کھڑے کرنے والوں کو برق کے برستے کوندوں میں بے آشیانہ کرنے کی ضرورت ہے۔

امیر! ہر مذہب انسانیت کو فہم و فراست کی دلکشی اور ہوا کی نرمی و لطافت عطا کرنے والا ہوتا ہے۔ ہر مذہب آدمیت اور انسانیت کی تعمیر کی بھاری رفعتیں عطا کرتا ہے اور انسان کو ہر مذہب عالمِ خود فراموشی، باغیانہ ہنگاموں اور ہوس کے نگار خانوں سے نکال کر ستاروں کی مانند روشن حقیقت سے روشناس کرتا ہے۔ امیر! ہم نصرانی جبلِ صفا اور نور کی وادیوں، اُحد کی متبرک چٹانوں اور بدر کے قابلِ حرمت میدانوں کی عزت اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ یہ چند لوگ ہیں جو متعصب ہو کر اپنے دین سے روگردانی کرتے ہوئے حقیقت کی طرف پیٹھ کر کے دوسروں کے مذہب کو ہدف بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔

امیر! یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آدم کی ذات پر کیچڑ اُچھالا۔ جنہوں نے اللہ کے نبی نوحؑ پر شراب نوشی کا الزام لگایا۔ جنہوں نے ابراہیمؑ پر جھوٹ بولنے کا الزام صادر کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسرائیل یعنی اللہ کے نبی یعقوبؑ پر الزام لگایا کہ اس نے نعوذ باللہ خدا سے کشتی لڑی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے موسیٰؑ پر الزام لگایا کہ انہوں نے اپنے بھائی ہارونؑ کو قتل کر دیا۔

امیر! یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے نبی لوطؑ پر غلط کار ہونے کا بدنما داغ لگایا۔ یہی وہ بدبخت لوگ ہیں جنہوں نے داؤدؑ نبی کو زانی کہہ کر پکارا۔ انہی کی بداعمالیوں کی وجہ سے یحییٰؑ کا سر کاٹ کر طشت میں رکھا گیا۔ یہی وہ بدبخت لوگ ہیں جن کی وجہ سے اللہ کے نبی ذکریہؑ کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عزیرؑ نبی کو اپنے طور پر خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمارے محترم نبی حضرت عیسیٰؑ سے غداری کرتے ہوئے انہیں کھینچ کر صلیب تک پہنچایا۔ اور اب یہی وہ لوگ ہیں جو صحرائے عرب سے مبعوث ہونے والے خداوندِ قدوس کے آخری رسول محمد ﷺ کے خلاف بدکلامی پر اُترے ہوئے ہیں۔ امیر! ایسے لوگوں کو سنبھالیں۔ ایسے لوگوں کے سروں پر تلوار لہرانے اور ایسے لوگوں کو لوہے کی لگام چڑھا کر ان کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کرنے کی ضرورت ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اشبیلیہ کا بشپ رُکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر! یہ مجھ اکیلے کے خیالات نہیں ہیں۔ قرطبہ سے باہر میں سب پادریوں اور

مذاہب سے تعلق رکھنے والے راہبوں سے مل کر آ رہا ہوں۔ میں آپ پر انکشاف کروں کہ مسیحیوں کی بزرگ تر جماعتیں اپنے قرطبہ کے بھائیوں کے ان بے ہودہ خیالات اور ان کے گندے جذبوں سے نالاں اور کبیدہ خاطر ہیں۔ لہٰذا اگر اس وقت ان کا منہ نہ بند کیا گیا تو اسے آپ کی کمزوری خیال کیا جائے گا اور یہ اور پھیل کر گندہ ذہنی پر اُتریں گے جو ہر مسلمان اور نصرانی کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بشپ جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن سنجیدگی سے بول اٹھا۔

"قبل اس کے کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں، تم کہو، تمہارا ایسے لوگوں سے متعلق کیا خیال ہے؟ اور تم کس طرح ان کا سدِ باب کرنا چاہتے ہو؟ اپنے طور پر میں ان پر مظالم نہیں کرنا چاہتا۔ تم ہی کہو کہ کیا ہونا چاہئے؟"

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ پر اشبیلیہ کے اس بشپ نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

"امیر! جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اندلس کے سارے پادریوں اور دوسرے مجتہدین سے گفتگو کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ سب لوگ چاہتے ہیں کہ ایسے دریدہ دہن اور گندگی اُچھالنے والوں کے خلاف سختی سے پیش آیا جائے اور ان کی ایسی گوشمالی کی جائے کہ آنے والے دور میں ان میں سے کسی کو بھی کسی محترم رسول کے خلاف بدکلامی کرنے کی جرأت نہ ہو۔ جہاں تک میرا خیال ہے میں چاہتا ہوں کہ اندلس کے اندر جس قدر کلیسا ہیں جن سے میں بات کر کے آ رہا ہوں ان کے اندر جو بڑے بڑے مجتہد اور عالم ہیں انہیں جمع کیا جائے اور یہ فیصلہ کیا جائے کہ آئندہ جو شخص بھی یولوجیوس یا الوارو کے خیالات کا اتباع کرے گا وہ مجرم اور خارج از مذہب سمجھا جائے گا اور اس فیصلے پر عمل درآمد اور استحکام کے لئے تمام مفسد عناصر کو قید کر لیا جائے۔ اور جو بھی مسلمانوں کے مذہب یا محترم رسول ﷺ کے متعلق بدکلامی کرے اسے کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔"

امیر عبدالرحمٰن الاوسط نے اشبیلیہ کے بشپ کی اس گفتگو سے اتفاق کیا۔ چنانچہ کچھ عیسائی مجتہدین اور مسلمان علماء کی ایک مجلس تیار کی گئی۔ اس مجلس نے اعلان کیا کہ جو

بھی کسی مذہب پر کیچڑ اچھالے گا اسے کڑی سزا دی جائے گی۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد یلوجیوس اور الوارو خاموش ہو گئے تھے۔ انہیں خدشہ اور خوف لاحق ہو گیا تھا کہ اگر ان حالات میں انہوں نے پھر مسلمانوں کے خلاف بدکلامی اور بد دہنی کرنے کی کوشش کی تو پھر وہ انتہائی کڑی اور اذیت ناک سزا سے گزریں گے۔ اس طرح اس مجلس کے قائم ہونے سے غیر ذمہ دار نصرانیوں کی طرف سے جو بدکلامی کا ایک طوفان اٹھا تھا وہ تھم گیا تھا۔





نارمنوں کے سپہ سالار اور حکمران مناکش کی بیٹی سیرد مسلمانوں کے پڑاؤ میں ایک خیمے کے اندر کھانا کھا کر فارغ ہوئی تھی۔ اس خیمے کے دونوں طرف کڑا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ ایسے میں ایک نوجوان خیمے میں داخل ہوا اور سیرد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خاتون! کیا آپ نے کھانا کھا لیا ہے؟''

حسین اور خوب صورت سیرد نے صرف اثبات میں گردن ہلا کر جواب دیا۔ اس طرح وہ نوجوان خیمے میں داخل ہوا۔ جب وہ کھانے کے برتن اٹھانے لگا تب سیرد اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آج کئی دن سے تم میرا کھانا لے کر اس خیمے میں آ رہے ہو۔ میں تم سے کئی بار پوچھ چکی ہوں کہ جنگ کے دوران کس نے مجھ پر کمند پھینکی اور کس نے مجھے اسیر بنا کر اس خیمے کے اندر قیدی کی حیثیت سے محبوس کر دیا ہے؟''

اس پر وہ نوجوان سیرد کی بات کو ٹالتے ہوئے کہنے لگا۔

''خاتون! تھوڑی دیر تک یہ خیمہ گاہ ختم کر دی جائے گی۔ اس لئے کہ ہمارا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔''

سیرد نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر احتجاج بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''تم میرے سوال کو ٹال رہے ہو۔ جو کچھ میں نے پوچھا ہے کیا اس کا جواب دینے سے تمہیں کسی نے منع کر رکھا ہے؟ روک رکھا ہے؟''

اس پر وہ نوجوان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''خاتون! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ گزشتہ جنگ میں ہمارے ایک سالار اسمٰعیل

بن موسیٰ نے تم پر کمند پھینکی تھی، تمہیں اپنا اسیر بنایا تھا اور اس خیمے میں محبوس کر دیا۔"

یہ الفاظ سن کر سیرد کا چہرہ غصہ میں تپ گیا تھا۔ غضب ناک آواز میں کہنے لگی۔

"کیا یہ وہی اسمٰعیل بن موسیٰ ہے جس نے میرے منگیتر کوراش کو ایک جنگ کے دوران موت کے گھاٹ اتارا تھا؟"

وہ نوجوان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"خاتون! تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ وہی اسمٰعیل بن موسیٰ ہے۔"

"تمہارے لشکر میں اس اسمٰعیل بن موسیٰ کی کیا حیثیت ہے؟" سیرد نے اس بار جستجو بھرے انداز میں پوچھا تھا۔

"وہ ہمارے بڑے سالاروں میں سے ایک ہے۔" اس نوجوان نے سیرد کی طرف دیکھے بغیر کہہ دیا تھا۔

"جس لشکر کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا تھا کیا اس لشکر کی کمانداری یہی اسمٰعیل بن موسیٰ کر رہا تھا؟"

نوجوان نے نفی میں گردن ہلائی۔ کہنے لگا۔

"خاتون! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت ہمارے چار بڑے سالار نارمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ ان میں سے پہلے عبدالکریم بن مغیث ہیں جو ہمارے لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ ہیں۔ ان کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ کا نمبر آتا ہے۔ پھر جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ ہیں۔ بس یہی چاروں جرنیل تمہاری قوم کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔"

اس نوجوان کا یہ جواب سن کر سیرد کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبی رہی۔ پھر اچانک چونکی اور اس نوجوان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ تمہارا یہ لشکر پڑاؤ ختم کر کے کسی سمت کوچ کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تمہارا لشکر کس سمت کا رخ کرے گا؟"

نوجوان نے اس بار غور سے سیرد کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"ہمارا لشکر یہاں سے اپنا پڑاؤ ختم کر کے قادس شہر اور جزیرہ قادس کا رخ کرے گا۔ اس لئے کہ وہاں تمہارے نارمنوں کا ایک بہت بڑا لشکر ہمارے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل رہا ہے۔"

سیرد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔
''ہمارا ایک خاصا بڑا لشکر قادس کے جزیرے اور شہر کی طرف گیا تھا۔ کیا ہمارے اس لشکر نے جزیرہ قادس اور اس کے بڑے شہر قادس پر قبضہ کرلیا ہے؟''
''نہیں۔ تمہارے لشکر نے نہ جزیرے پر قبضہ کیا ہے اور نہ ابھی وہ شہر پر قابض ہو سکا ہے۔ شہر کے اندر جو ہمارا چھوٹا سا لشکر ہے وہ محصور ہو کر حملہ آور نارمنوں کا مقابلہ کر رہا ہے جبکہ تمہارا ایک خاصا بڑا لشکر جزیرہ قادس کے اندر لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رہا ہے۔ بس تمہارے اسی لشکر سے نمٹنے کے لئے اب ہمارا پڑاؤ یہاں ختم ہو جائے گا اور ہمارا لشکر قادس کی طرف کوچ کرے گا۔''
اس کے ساتھ ہی اُس نوجوان نے سیرد کے کسی مزید سوال کا سامنا کرنے کی بجائے کھانے کے خالی برتن اٹھائے اور خیمے سے نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خیمہ گاہ اُکھاڑی جانے لگی اور اس کے کچھ ہی دیر بعد عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے لشکر کو لے کر قادس کا رخ کر رہے تھے۔

***

جہاں تک جزیرہ قاد کا تعلق تھا تو اس کا موجودہ نام ''ایلادی لیون'' ہے۔ اس جزیرے کے شمالی سرے پر قادس شہر واقع تھا۔ اس جزیرے کے مغرب میں بحیرۂ محیط، شمال اور مشرق میں خلیج قادس اور خلیج کے جنوبی حصے سے ایک چھوٹا سا دریا یا اسی خلیج کا ایک ٹکڑا بحیرہ محیط سے جاملتا تھا۔ یہ دریا یا خلیج کا ٹکڑا گویا جزیرہ قادس کی جنوبی حد بندی کرتا تھا۔ اس کے دہانے کے قریب چھوٹا سا ایک جزیرہ تھا۔ اس پر ایک قلعہ تھا جس کا نام ''شنتِ بیطر'' تھا۔
کہا جاتا ہے کہ جزیرہ قادس پہلے صوبہ نہ تھا لیکن 1833ء میں صوبہ اشبیلیہ کے چند اضلاع علیحدہ کر کے انہیں صوبہ قادس کا نام دیا گیا۔ اس کا حدود اربعہ کچھ اس طرح ہے:۔
شمال میں اشبیلیہ، مشرق میں مالقہ، جنوب مشرق میں بحیرہ متوسط، جنوب میں آبنائے جبل الطارق جس کو اہل عرب بحیرہ زقاق بھی کہتے تھے اور مغرب میں بحیرہ محیط تھا۔ شمال میں دریائے الکبیر کا وہ حصہ جو سمندر کے قریب آ کر بہت عریض ہو جاتا ہے موجود تھا۔ اشبیلیہ کے صوبہ سے صوبہ قادس کو یہی دریا علیحدہ کرتا ہے۔ وادی لَتّا یا وادئ

الگا جس کے اندر اسی نام کا دریا بہتا ہے صوبہ قادس کے شمالی اضلاع کو سیراب کرتا ہے۔

خلیج قادس سے نکل کر جنوب کی طرف کچھ بڑھا جائے تو ساحل پر تھوڑا فالگر کا شہر ملتا ہے جسے طرفِ الاغر کا نام بھی دیا گیا تھا۔ اس شہر کے قریب دریائے برباط بہت سی چھوٹی ندیوں کو شامل کرتا ہوا جبل الطارق یعنی بحرِ زقاق میں گرتا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک بڑی جھیل ہے جس کو اہلِ عرب البحیرہ کہتے تھے اور جس کا موجودہ نام لگونا دی الاہندہ ہے۔

اسی جھیل کے نام پر اسلامی عہد میں صوبہ قادس کے ایک بڑے حصے کو عرب جغرافیہ نویس اقلیم البحرہ کہتے تھے۔ صوبہ قادس کے مشرقی ساحل پر خلیج جزیرۂ خضرا ہے جسے خلیج جبل الطارق بھی کہتے ہیں۔ جبل الطارق کے قلعہ سے یہ خلیج بالکل نیچے پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ صوبہ قادس کے مشرقی حصہ کے پہاڑوں کا پانی وادیٔ آرد میں جمع ہوتا ہے اور یہ دریا صوبہ مالقہ کی سرحد کے قریب بحیرہ متوسط میں جا شامل ہوتا ہے۔ صوبہ کا مغربی حصہ تقریباً ہموار ہے اور مشرقی حصے میں نہایت خوش نما اور سرسبز کوہستانی سلسلے ہیں۔ آب و ہوا معتدل ہے۔ صوبہ قادس کے ساحلی مقابل جبل طارق، مرس الشجرہ، جزیرہ الخضراء، جزیرہ طریف، شدتِ بیطر، الکناتر، المساجد اور طریجانہ وغیرہ شامل ہیں۔

اسی جزیرہ کے اندر وحشی اور خونخوار نارمن بڑی تیزی سے اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے اور نارمنوں کے لشکر کا ایک حصہ شہر قادس کا گھیراؤ کئے ہوئے تھا اور قادس شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر تھا وہ محصور رہ کر اپنا دفاع کر رہا تھا۔ اس لشکر کو اب بڑی بے تابی اور بڑی بے چینی سے عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی آمد کا انتظار تھا۔ اس لئے کہ چند دن پہلے انہوں نے عبدالکریم بن مغیث کی طرف پیغام بھجوایا تھا کہ نارمنوں کے خلاف فی الفوران کی مدد کی جائے۔ اس لئے کہ قادس شہر میں رسد و خوراک کا سامان ختم ہوتا جا رہا تھا اور چند دن بعد شہر کے اندر قحط کا سماں برپا ہو جانے والا تھا۔

اسی بناء پر عبدالکریم اور اس کے ساتھی سالاروں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ختم کر کے جزیرۂ قادس کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک قادس شہر کا تعلق ہے تو اس سے متعلق کہا جاتا ہے کہ لگ بھگ 1100

برس قبل مسیح کنعانی عربوں کا ایک گروہ ارضِ شام سے نکل کر اُندلس کی طرف بڑھا۔ تاریخ کے اوراق میں عربوں کا یہ گروہ بنی کنعان بھی کہلاتا ہے۔ انہوں نے قادس نام کا یہ شہر بسایا تھا تا کہ برطانیہ سے تجارت کا مال لا کر وہاں جمع کریں اور پھر اس کو مختلف ملکوں میں لے جا کر فروخت کریں۔

اس شہر کا نام کنعانی عربوں نے اپنی زبان میں غدیر رکھا تھا جو عبرانی زبان میں اغادیر تھا۔ جس کے معنی دیوار یا ایسے مقام کے ہیں جو دیواروں یا شہر پناہ سے محفوظ کیا گیا ہو۔

یونانیوں نے اس کا نام غدیریا کر دیا تھا جبکہ رومنوں نے اس کا نام گادس رکھا اور جب عربوں نے طارق بن زیاد کی سرکردگی میں اُندلس پر حملہ کیا تو عربوں نے رومانیوں کے گادس کو قادس بنا دیا۔ اس کا موجودہ نام کیرس ہے۔

کنعانی عربوں نے 1100 برس قبل مسیح جزیرہ قادس کے بالکل سرے پر قادس شہر کو آباد کیا تھا۔ یہ جزیرہ زمین کی ایک پتلی سی پٹی تھی جو سمندر میں دور تک جنوب سے شمال مغرب کی سمت چلی گئی تھی۔ اس زمین کا زیادہ سے زیادہ عرض ایک میل تھا اور طول اس وقت پانچ میل کے لگ بھگ تھا۔ اسی طول کے آخر میں کنعانی عربوں نے قادس شہر بسایا تھا۔

500 برس قبل مسیح جب افریقہ کی مشہور قرطاجنی سلطنت جو کنعانی عربوں کی سلطنت تھی انہوں نے اندلس کے اور حصوں کو فتح کرنے کے لئے قادس کے شہر کو فوجی سامان کے لئے اپنا صدر مقام بنایا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یونانیوں کا یہاں غلبہ ہوا اور اکثر شرفاء یونان سے وہاں جا کر آباد ہو گئے۔

306 قبل مسیح میں یہاں رومنوں کا قبضہ ہو گیا۔ رومنوں کے بعد مینگال یا وحشی گوتی قوم وہاں پر قابض ہو گئی۔ 92 ہجری یا 711 عیسوی میں اہلِ عرب نے قادس کو فتح کر لیا۔ اب جغرافیہ نویسوں نے قادس کے قرب و جوار میں نہایت قدیم میناروں کا ذکر اصنام ہرنونس یا مخص الاصنام یا تماثیل ہرکلیہ کے نام سے کیا ہے۔

یورپ کے محقق لکھتے ہیں کہ گو یہ مینارے بہت قدیم زمانے کی یادگار ہیں مگر یونانی اور لاطینی کتابوں میں ان کا ذکر ایسی تفصیل سے کہیں نہیں آیا ہے جیسا کہ عرب مصنفوں نے بیان کیا ہے۔ ان مصنفوں نے اس قسم کے سات مینارے بیان کئے ہیں جن مں

ب سے زیادہ مشہور وہ مینارہ تھا جس کو مینارہ قادس یا سنن قادس لکھا گیا تھا۔ یہ مینارہ جزیرہ قادس سے چند میل جنوب میں طرف الامر کے قریب واقع تھا۔

کہتے ہیں کہ یہ پیتل کا ایک بہت بڑا بلند قامت بُت تھا جو ایک سنگین نشست پر نصب کیا گیا تھا اور نشست خود سنگِ مرمر کے دو بڑے پشتوں پر قائم کی گئی تھی۔

اس بت کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے ہاتھ میں ایک بڑی کنجی تھی۔ یہ بت صدہا برس سے قائم تھا اور اس کی نسبت طرح طرح کے قصے مشہور چلے آتے تھے۔

540ھ یا 1145 عیسوی میں مسلمانوں کے امیر البحر علی بن موسیٰ بن مامون نے اس خیال سے کہ اس بت کے اندر دولت بھری ہو گی اس کو گروا دیا مگر اس کے اندر سے کوئی خزانہ نہ نکلا البتہ بُت پر سونے کا ملمع کیا ہوا تھا اس سے جو سونا کھرچا گیا وہ ہزار ہا رقوم کا نکلا۔

جزیرہ قادس اور قادس شہر پر مسلمانوں کی حکومت 92ھ سے 662ھ یعنی 711ء سے 1264ء تک رہی۔

عبدالکریم بن مغیث اب اپنے لشکر کو لے کر جزیرہ قادس میں داخل ہوا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک محفوظ جگہ لشکر کا پڑاؤ قائم کر دیا گیا تھا۔ جس وقت پڑاؤ قائم ہو گیا، خیمے نصب کر دیئے گئے اور عبدالکریم اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ اپنے پڑاؤ کا جائزہ لے رہا تھا، وہی نوجوان جو نارمنوں کے حکمرانِ مناکش کی بیٹی سیرد کی دیکھ بھال اور اس کے کھانے کا اہتمام کرتا تھا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں عبدالکریم، اسمٰعیل، جریر اور حارث کھڑے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ نوجوان عبدالکریم کے سامنے آیا اور فکرمند سے لہجے میں کہنے لگا۔

”امیر! نارمن کے سردار مناکش کی بیٹی سیرد نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جب تک اس کی ملاقات اس شخص سے نہ کرائی جائے جس نے جنگ کے دوران اس پر کمند پھینک کر اسے گرفتار کیا ہے اس وقت تک نہ وہ کوئی چیز کھائے گی اور نہ ہی پانی پیئے گی۔ اس کا کہنا ہے کہ جس نے مجھے گرفتار کیا ہے ایک بار میں اس کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔“

وہ نوجوان جب خاموش ہوا تو مسکراتی ہوئی ایک نگاہ عبدالکریم نے اپنے پہلو میں کھڑے اسمٰعیل بن موسیٰ پر ڈالی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم یہاں اپنے کام میں مصروف رہو۔ میں خود مناکش کی بیٹی سیرد سے بات کر کے آتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی عبدالکریم آنے والے اس نوجوان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ عبدالکریم جب سیرد کے خیمے کے قریب پہنچا تب وہ نوجوان بھاگ کر عبدالکریم بن مغیث سے پہلے خیمے میں داخل ہوا اور سیرد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہمارے لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث تم سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔"

اس نوجوان کے ان الفاظ پر سیرد سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد عبدالکریم بن مغیث خیمے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی سیرد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے میں آگے بڑھتے ہوئے عبدالکریم نے ہاتھ کے اشارے سے سیرد کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ ساتھ ہی شفقت آمیز انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"بیٹی! بیٹھی رہو۔ میری آمد پر تمہیں اُٹھنے کی زحمت نہیں کرنی چاہئے۔"

لفظ بیٹی پر سیرد چونکی تھی۔ عبدالکریم کے کہنے پر وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ عبدالکریم اس کے قریب جا کر کھڑا ہوا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھ مناکش کی بیٹی! تجھے یہاں کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔ یوں جانو تمہاری حیثیت ہمارے ہاں ایک معزز مہمان کی ہے۔ ہمارے ہاں نہ صرف تمہاری جان بلکہ تمہاری عزت، تمہاری آبرو بھی محفوظ رہے گی۔ اس سلسلے میں تمہیں کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے اس وقت تک کھانا کھانے سے انکار کر دیا ہے جب تک تم اس نوجوان کو نہ دیکھ لو جس نے جنگ کے دوران تمہیں کمند پھینک کر گرفتار کیا۔

مناکش کی بیٹی! میں تم پر انکشاف کروں کہ جس نوجوان نے تمہیں جنگ کے دوران گرفتار کیا اس کا نام اسمٰعیل بن موسیٰ ہے اور وہ میرا قریبی عزیز اور رشتہ دار ہے۔ تم معمول کے مطابق کھانا پینا جاری رکھو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ عنقریب میں تمہاری ملاقات اسمٰعیل بن موسیٰ سے کراؤں گا۔ اس سلسلے میں تمہیں پریشان ہونے کی

ضرورت نہیں ہے۔"

عبدالکریم بن مغیث کی اس گفتگو سے سیرد کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ عبدالکریم کی گفتگو سے اسے حوصلہ بھی ہوا تھا۔ لہٰذا اپنی ہمت جمع کر کے اس نے پوچھ لیا۔

"مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے کب تک آپ لوگوں کے پڑاؤ میں رہنا ہو گا؟"

عبدالکریم مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تم ہمارے پڑاؤ میں قیدی نہیں ہو۔ ہمارے لشکر میں اور ہمارے پڑاؤ کے اندر تم اس وقت تک رہو گی جب تک تمہارا رہنا ہمارے لئے سود مند ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں عزت و احترام کے ساتھ تمہارے باپ کے پاس واپس روانہ کر دیا جائے گا۔ اب تم بیٹھو۔ یہ نوجوان تمہارا کھانا لاتا ہے۔ آرام سے بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی عبدالکریم بن مغیث سیرد کے خیمے سے نکل گیا تھا۔





نارمنوں کے دونوں بڑے سالار پرسُول اور غندش شکست اٹھانے کے بعد اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر جزیرہ قادس ہی کی طرف بھاگے تھے۔ جزیرہ قادس میں پہلے سے چھوٹے سالاروں کی سرکردگی میں جو رومن تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل رہے تھے ان لشکریوں کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ ملا کر ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا جس کی تعداد اس لشکر سے بھی کہیں زیادہ تھی جس کے ساتھ اس سے پہلے پرسُول اور غندش دونوں مسلمانوں سے ٹکرا چکے تھے۔

چنانچہ پرسُول اور غندش دونوں نے جب سارے لشکر کو اپنی جنگی منصوبہ بندی سے آگاہ کر دیا تب دونوں نے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اپنے سارے چھوٹے سالاروں کو اپنے پاس جمع ہونے کا حکم جاری کیا۔

جب سارے نارمن سالار غندش اور پرسُول کے پاس جمع ہو گئے تب پرسُول نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! ہمارے ساتھی سالار کوراش کو مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ کوراش ہمارا بہترین ساتھی اور ہمارا دستِ راست تھا۔ اس کی موت کا انتقام ہم اسمٰعیل بن موسیٰ سے لینا بھولیں گے نہیں۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کی دوسری بڑی حرکت جس نے ہمیں دکھ اور غم سے دوچار کر دیا ہے وہ یہ کہ گزشتہ جنگ کے دوران اس نے کمند پھینک کر ہمارے حکمران اور ہمارے سالار مناکش کی بیٹی سیرد کو گرفتار کر لیا اور اب ہماری بدبختی کا عالم یہ ہے کہ سیرد مسلمانوں کی قید اور اسیری میں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد پرسُول خاموش ہوا۔ کچھ سوچا۔ پھر دوبارہ وہ اپنے

سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ سے جہاں ہم نے کوراش کا انتقام لینا ہے وہاں اسے سیرد کو گرفتار کرنے کی سزا بھی دینی ہے۔ اس سے پہلے ہمارا ایک سورما اسمٰعیل بن موسیٰ سے انفرادی مقابلہ کر چکا ہے لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ کی خوش قسمتی کہ اس انفرادی مقابلے میں اسمٰعیل کامیاب رہا اور ہمارا تیغ زن اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

میرے عزیز ساتھیو! مسلمانوں کے اس سالار سے ہم نے ہر صورت میں کوراش کی موت اور سیرد کی اسیری کا انتقام لینا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ ایک بہت بڑا تیغ زن اور حرب وضرب کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور اس نے ہمارے ایک اچھے تیغ زن کو انفرادی مقابلے میں موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ لیکن اس بار اس کا انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے لشکر کے نامور تیغ زن گلوس نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ اپ لوگ جانتے ہیں گلوس بھی ایک مانا ہوا، نامور بلکہ بے نظیر تیغ زن ہے۔ طاقت اور قوت میں بھی اس کا جواب اور کوئی ثانی نہیں ہے۔ گلوس کا کہنا ہے کہ اسے اسمٰعیل بن موسیٰ سے انفرادی مقابلہ کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس انفرادی مقابلے کے دوران میں اسمٰعیل بن موسیٰ کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اسے زندہ گرفتار کر کے لشکر میں لایا جائے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں سے یہ سودے بازی کی جائے گی کہ ان کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو اس وقت چھوڑا جائے گا جب تک مسلمان ہمارے حکمران اور سپہ سالار کی بیٹی سیرد کو رہا نہیں کر دیتے۔

چنانچہ اپنے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کا سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث یقیناً سیرد کو ہماری طرف بھیج دے گا۔ ہم یہ بھی شرط رکھیں گے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو اس وقت رہا کیا جائے گا جب سیرد ہمارے پاس پہنچ جائے گی۔ چنانچہ جب سیرد ہمارے پاس واپس آ جائے گی تو ہم کوراش کا انتقام لینے کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ کو اس کے لشکر میں واپس بھیجنے کی بجائے اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

اتنا کہنے کے بعد پرسُول کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا، پھر دوبارہ اپنے سالاروں

کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"کل ہم یہاں سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس سمت کا رخ کریں گے جہاں مسلمانوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے گلوس کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ کے انفرادی مقابلے کا اہتمام کیا جائے گا۔ میرے عزیز ساتھیو! تم میں سے جو ہماری اس تجویز سے متفق نہیں ہے وہ بولے اور اپنی رائے کا اظہار کرے۔"
چنانچہ پرسُول کی اس تجویز کے خلاف نہ کسی نے آواز اٹھائی نہ ہی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اس پر پرسُول خوش ہوا۔ چنانچہ اگلے روز پرسُول اور غندش دونوں نے اپنے جرار لشکر کو لے کر اس سمت کا رخ کیا تھا جہاں عبدالکریم بن مغیث اور اس کے ساتھی سالاروں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔
نارمنوں کے سالار پرسُول اور غندی نے اپنے چھوٹے بڑے سارے سالاروں کے ساتھ اس جگہ جا کر پڑاؤ کیا جہاں اب عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل، جریر اور حارث نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔
پڑاؤ کرنے کے بعد پرسُول اور غندش اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ دو دن تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے۔ تیسرے روز نارمنوں نے جنگ کی ابتداء کرنے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ تیسرے روز صبح ہی صبح رومنوں نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں۔ لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دی جانے لگی تھی۔ دوسری طرف عبدالکریم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دے چکا تھا۔
حسب سابق لشکر کے درمیانی حصے میں وہ خود رہا۔ حارث بن بزیغ کو اپنے ساتھ نائب کی حیثیت سے رکھا۔ لشکر کا دایاں پہلو اسمٰعیل بن موسیٰ کی کمانداری میں اور بائیں پہلو پر پہلے کی طرح جریر بن موفق کو کماندار مقرر کیا گیا تھا۔
دوسری طرف نارمنوں نے اپنی صفیں درست کرنے کے بعد عجیب سے انداز میں کچھ دیر تک وحشیانہ نعرے بلند کئے۔ شاید ایسا کر کے وہ اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں پر اپنا رعب، اپنا دبدبہ ڈالنا چاہتے تھے۔ کچھ دیر تک میدانِ جنگ نارمنوں کے نعروں سے گونجتا رہا۔ پھر ان کے اندر سے ایک گھڑ سوار

سرکش گھوڑے پر سوار میدان میں اُترا۔ وہ نارمنوں کا بہترین تیغ زن گلوس تھا جسے پرسُول اور غندش دونوں نے اپنے سالاروں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد انفرادی مقابلے کے لئے اُتارا تھا۔

گلوس اپنے گھوڑے کو ایک طرح نچاتا، اسے کلیلیں کراتا ہوا میدان کے وسطی حصے میں آن رکا تھا۔ پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی برچھا نما تلوار بے نیام کر کے بلند کی اور اس کے ساتھ ہی اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے کی دعوت دی تھی۔ اپنا نام سنتے ہی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اسمٰعیل بن موسیٰ اس جگہ آیا جہاں اب عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف جریر بن موفق بھی اپنے حصے کے سامنے سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ نے ایک گہری نگاہ اب عبدالکریم بن مغیث پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''امیر! مجھے میدان میں اُترنے کی اجازت دیجئے۔ اس لئے کہ........''

اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ بیچ میں جریر بن موفق بول اٹھا تھا۔ عبدالکریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! اسمٰعیل بن موسیٰ اس سے پہلے نارمنوں کے ایک تیغ زن کے ساتھ انفرادی مقابلہ کر چکا ہے اور وہ مقابلہ جیت کر اس نے اس نارمن کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اب رومنوں کا ایک اور سالار انفرادی مقابلے کے لئے اُترا ہے۔ امیر! اس بار انفرادی مقابلے کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ نہیں، میں اُتروں گا۔''

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے گھورنے کے انداز میں جریر بن موفق کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''ہرگز نہیں۔ میدان میں اُترنے والے نارمنوں کے سالار نے میرا نام لے کر مجھے انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے اور اگر میں اس سے مقابلہ کرنے کے لئے خود نہیں اُترتا اور تمہیں میدان میں اترنے کی اجازت دیتا ہوں تو پھر گلوس ہی نہیں، سارے نارمن یہ خیال کریں گے کہ میں ان سے خوف زدہ رہنے لگا ہوں۔ وہ یہ خیال کریں گے کہ ان کے سالار کوراش اور ان کے حکمران کی بیٹی سیرد کو گرفتار کرانے کے بعد میں ان سے چھپتا پھرتا ہوں اور ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتا کہ کہیں وہ مجھے موت

کے گھاٹ اتار دیں۔ سو ان حالات میں میرے عزیز بھائی! تم مجھے کیسے یہاں چھوڑ کر انفرادی مقابلے کے لئے اُترو گے؟ جریر بن موفق! میرے عزیز بھائی! میں جانتا ہوں تم عمر میں مجھ سے بڑے ہو۔ لیکن میرے بھائی! جو کام میرے کرنے کا ہے، اسے تم اپنے اوپر مسلط نہ کرو۔ میں تمہارے جذبے، تمہارے ایثار، تمہاری جانثاری کو سلام پیش کرتا ہوں۔ لیکن یہ کام چونکہ میرے کرنے کا ہے لہٰذا مجھے ہی کرنا ہوگا۔

جریر بن موفق! میرے بھائی! جو ہمدردی، دردمندی، ایثار و وفاداری تم میری خاطر کررہے ہو، میں اسے سلام پیش کرتا ہوں۔ دیکھو! میں تو تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ مجھے میدان میں اترنے دو۔ مجھے روکو مت۔ ذرا امیر مجھے میدان میں اُترنے کی اجازت دیں، پھر دیکھنا میں نارمنوں کے اس تیغ زن کی جو میدان میں اتر کر میرا انتظار کررہا ہے، کیا حالت بناتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی سوالیہ اور استفہامیہ سے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے سپہ سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

اس موقع پر عبدالکریم بن مغیث مسکرایا۔ کہنے لگا۔

”ابنِ موسیٰ! نارمنوں کے سالار نے انفرادی مقابلے کے لئے چونکہ تمہارا نام لے کر پکارا ہے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تم ہی میدان میں اترو۔ میرے عزیز بھائی! میں تمہیں انفرادی مقابلہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ ساتھ ہی اپنے خداوند قدوس اور اپنے مہربان رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں مقابلے کے اس میدان اور رزم گاہ کے اس امتحان میں کامیاب اور فوزمند رکھے۔“

عبدالکریم بن مغیث کے یہ الفاظ سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر بڑی خوشگوار اور دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ سر کو جھکا کر اس نے عبدالکریم بن مغیث کو سلام پیش کیا اور اس کے بعد اپنے پاؤں کے ساتھ بندھی ہوئی مہمیز کو پیچھے لے گیا اور گھوڑے کی دائیں ران کے اوپر کے حصے میں جب اس نے مہمیز لگائی تب گھوڑا ہنہنایا۔ پھر اس نے ایک جست لی۔ انتہائی وحشیانہ انداز میں اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتا ہوا فضا میں الف ہوا۔ اس کے بعد وہ بے روک آندھی کی طرح میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ جب نارمنوں کے تیغ زن گلوس کے سامنے جا کر رکا تب گلوس نے

اس پر ایک گہری نگاہ ڈالی۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''کیا تم ہی اسمٰعیل بن موسیٰ ہو؟ کیا تم ہی وہ ہو جس نے ہمارے سالار کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا؟ کیا تم ہی وہ بدبخت انسان ہو جس نے ہمارے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد کو گزشتہ جنگ کے دوران کمند پھینک کر گرفتار کیا اور ابھی تک وہ تمہاری اسیری میں ہے؟''
گلوس کے یہ الفاظ سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔
''ہاں میں وہی ہوں جس کا تُو ذکر کر رہا ہے۔ اب مزید کہہ، تُو کیا کہنا چاہتا ہے؟''
اس پر گلوس نہتائی غضب ناکی اور خوف ناک انداز میں کہنے لگا۔
''تیرے لئے بہتری اور بھلائی یہی ہے کہ میرے ساتھ انفرادی مقابلہ نہ کر۔ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے۔ میں تجھے گرفتار کر کے اور تجھے اپنا اسیر بنا کر اپنے لشکر میں لے جاؤں گا۔ تجھے ضمانت دیتا ہوں کہ وہاں کوئی بھی تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہاں! تمہارے سپہ سالار کے ساتھ ہم ایک سودے بازی کریں گے اور تمہیں گرفتار کرنے کے بعد اس کی طرف پیغام بھجوائیں گے کہ اگر وہ ہمارے حکمران مناکش کی حسین و خوبصورت بیٹی سیرد کو لوٹا دے تو اس کے جواب میں ہم تمہیں واپس جانے کی اجازت دے دیں گے۔
اور اگر تُو ایسا نہیں کرے گا تو پھر اے ابنِ موسیٰ سن! رزم گاہ کے اس کھیل، موت کے اس رن پٹ میں، میں جب زندگی کو موت کی فاقہ کشی پر مجبور کرتی شرر خیزیوں کی یلغار کی طرح تم پر حملہ آور ہوں گا، وہم بوتے قہر اور خوابوں کو بے تعبیر کرتی برق کی روشن لکیروں کی طرح تم پر ضرب لگاؤں گا، سمندر کی طوفاں بدوش موجوں میں تیزی سے پھیلتے موت کے سایوں کی طرح تیرے خلاف یلغار کروں گا اور تعفن بھرے میدانوں اور نفرت کے بکھرے بازاروں میں تلخیوں اور محرومیوں بھرے عذابوں، سرطان زدہ آتشیں بگولوں کی طرح جب تم پر سایہ فگن ہوں گا تو اے ابنِ موسیٰ! تم آپ سے آپ موت کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ لہٰذا تمہارے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ انفرادی مقابلے سے باز رہو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر گزرو۔''

گلوس کے یہ الفاظ سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر کچھ ایسی اضطراری کیفیت طاری ہو گئی تھی جیسے ہزارہا آتشیں بگولے برق کی آندھیوں سے گلے مل کر کسی خوفناک کام کی ابتداء کرنے لگے ہوں۔ شعلے برساتی اس کی آنکھوں میں اس لمحے جبر کی کالی آندھیاں، برہنہ چنگاریوں سی شدید وحشت ناکی جوش مارنے لگی تھی۔

اس کے بعد انتہائی ہولناک لہجے میں اسمٰعیل بن موسیٰ، گلوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''پہلے اپنا نام کہہ! تاکہ تیرا نام لے کر میں تجھے مخاطب کروں۔''

جواب میں گلوس طنزیہ سے انداز میں مسکرایا۔ کہنے لگا۔ ''میرا نام گلوس ہے۔ لیکن اس میدان میں تم مجھے موت اور مرگ کہہ کر پکار سکتے ہو۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ نے کھا جانے والے انداز میں گلوس کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

''گلوس! تُو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ ظالم کے بچے! ہم تو خود خون کے جلتے دشت میں شمسی شعاعوں، وقت کے گہرے طوفانی ساغر میں سرکش و بے زنجیر جذبوں، قومی نفرتوں کے ماحول میں عناد کی آگ اور نفرتوں کے طوفانوں کی طرح موت کا تعاقب کرتے ہیں۔ موت ہمارے پیچھے قضا کے فیصلے چھوڑنے کی بجائے ہمارے لئے زندگی کے لمحے بکھیرتے ہوئے بھاگتی ہے۔ تُو ہمیں موت سے ڈراتا ہے۔ سن گلوس! اگر وقت کی فرہنگ میں نفرتوں کے رنگ، ہوس کی خواہشیں، نفس کی ملامتیں اور تیرے دل کی پیاسی زمین تجھے کھینچ کر موت کے اس میدان میں لے ہی آئی ہے تو آ پھر مقابلہ کریں۔ پھر دیکھیں کس کی پیاسی تلوار کس کے خون سے رنگین ہوتی ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو سے گلوس تاؤ کھا گیا تھا۔ کچھ دیر تک قہر بھرے انداز میں اسمٰعیل کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''اگر تم مسلمان یہ خیال کرتے ہو کہ اندلس کی سرزمینوں میں ہمارے خلاف تم لوگوں نے دو چار کامیابیاں حاصل کر لی ہیں تو یہ ایک وقتی تبدیلی ہے جو عنقریب تمہارے خلاف خونی انقلاب میں تبدیل ہو جائے گی۔ سنو! نارمن وہ جنگجو ہیں جنہوں نے اس سے پہلے نہ صرف کئی لشکروں کو تباہ و برباد کیا بلکہ کئی ملکوں کی قسمت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ لہٰذا ان کے مقابلے میں تو تمہاری حیثیت ہمارے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ تم زیادہ عرصہ ہمارا سامنا نہیں کر پاؤ گے۔ اور سنو.......''

گلوس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے قہر بھرے انداز میں

اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا تھا۔

''سن گلوس! اگر تیری قوم تہذیب کا دل پارہ پارہ، علم و ثقافت کے گہوارے ریزہ ریزہ کرنے کا ہنر جانتی ہے۔ اگر تم لوگوں کی ساری عمر کی کل کمائی یلغار اور موت کی گونجتی چاپ کھڑا کرنا ہے، اگر تم لوگ رزم گاہوں میں جہنم کا پرتو بن کر متعصب و جنونی اور غیر سنجیدہ، ابہام پرست شیطان ثابت ہوتے ہو تو اپنے دل پر یہ بھی لکھ رکھنا کہ تمہارے مقابلے میں ہم عصمتوں کے آنچلوں، زندگی کی حلاوتوں کے امین ہیں۔ اس نگار خانے میں خیر و ایمان کے پاسبان ہیں۔ ہم لوگ تو ٹوٹی کہانیوں، بکھرے قصوں کی تنظیم و تزئین کو بحال کر کے درست کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم اپنے لئے نہیں، دوسروں کے لئے بھی درندگی کے خلاف سینہ سپر ہونے والے امن و خوشحالی کے پیغامبر ہیں۔ گلوس! یاد رکھنا اگر تم لوگ فاسق و فاجر، گنہگار و شیطان کے گماشتے اور دکھ کا آسیب ہو تو ہم تمہارے مقابلے میں ہفت افلاک کی رفعت میں زندگی کی معراج اور ذہنی اُفق کی انتہا ہیں۔ جب ہمارے ساتھ لگا تار ٹکراؤ گے تو یاد رکھنا، تھک کر چور ہو جاؤ گے اور سنبھلنے نہیں پاؤ گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا۔ پھر پہلے کی نسبت زیادہ قہر بھرے انداز میں گلوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''گلوس! اب بات اور گفتگو کو طول نہ دو۔ اگر تم نے مقابلہ شروع کرنے کی بجائے پھر گفتگو پر اُترنے کی کوشش کی تو میں یہ سمجھوں گا کہ تم مقابلے سے پہلو تہی کرنا چاہتے ہو۔ میرے ساتھ ٹکراتے ہوئے تمہارے دل میں خوف و اندیشوں کے طوفان اُٹھ رہے ہیں۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو سے گلوس تاؤ کھا گیا تھا۔ لہٰذا تلوار اور ڈھال کو اپنے سامنے اس نے لہرایا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اس کے بعد وہ اسمٰعیل بن موسیٰ پر عناد کے طوفانوں میں باطن پر اُترتے نفرت کے انگاروں، خشونت انگیز ظلمت کی پرچھائیوں میں زہر میں بجھے خنجروں، الم خیزیوں کی چمکتی خونی آندھیوں اور دشتِ اخوت میں بھڑکتی محرومیوں کی داستانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں، آگے پیچھے کرتے ہوئے بڑے منجھے ہوئے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک گلوس کے حملوں کو بڑی آسانی اور طمانیت کے ساتھ روکتا

رہا۔ اس انداز پر گلوس خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ شاید یہ سمجھ رہا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود رکھنا چاہتا ہے اور اس کے خلاف جارحیت اختیار نہیں کرے گا۔

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد گلوس کے سارے اندازے ریت پر لکھی تحریروں کی طرح مٹ کر رہ گئے۔ اس لئے کہ اچانک اسمٰعیل بن موسیٰ نے دفاع کا غلاف اتار پھینکا تھا۔ اس کے بعد وہ عجیب سے انداز میں حرکت میں آیا۔ پہلے زوردار انداز میں اس نے چند بار تکبیریں بلند کیں۔ پھر طوفانی صورت اختیار کرتے ہوئے وہ زیست کے عنوان پر قضا کا رقص کرتے وسوسوں کے انداز میں اپنے گھوڑے کو آگے پیچھے کرتے ہوئے آنکھوں کی راحتوں میں گردشِ ایام کی نامہربانیاں اور درد کی پھیلتی کہر، ذہنوں کی یکسوئی میں فنا کے رینگتے مناظر کھڑے کرتے صداؤں کے ہذیان و سرسام کی طرح گلوس کے خلاف ضربیں لگانے لگا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے یہ حملے ایسے شدید، ایسے تیز تھے کہ اس نے لمحوں کے اندر گلوس کی ذات کی اندرونی سطحوں تک کو وقت کے غبار آلود کرب میں جبر کی اُڑتی دُھول کی مانند کر دیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے فطرت کی ہیبت و جلال بھری تقدیر کی طرح گلوس پر چھانے لگا تھا۔ گلوس کی حالت اب آہستہ آہستہ بے تنویر شمعوں، بے چہرہ تصویروں، شکستوں کے غبار میں بے سود تمناؤں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی اور گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس کی حالت سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کسی قدر تھکاوٹ کا بھی شکار ہو رہا تھا۔ اُس کی اس حالت کا اندازہ شاید اسمٰعیل بن موسیٰ نے بھی لگا لیا تھا۔ لہٰذا ایک بار اس پر اپنی تلوار کا خوفناک وار کرنے کے بعد اسمٰعیل نے نہ صرف اپنی تلوار کا اسے زوردار جھٹکا دیا بلکہ اس کی ڈھال سے ڈھال ٹکراتے ہوئے اُسے اس قوت سے پیچھے دھکیلا کہ گلوس سوکھی شاخوں کے خشک پتوں کی طرح اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا۔ اتنی دیر تک گلوس اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یوں گھوڑوں سے اترنے کے بعد دونوں پھر انتہائی خوفناک انداز میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ گلوس زیادہ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور ایک خوفناک حملے کے دوران وہ اسمٰعیل کے سامنے اپنا دفاع قائم نہ رکھ سکا اور اسمٰعیل بن موسیٰ کی تلوار اسے کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔

گلوس کا خاتمہ کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر میں واپس چلا گیا تھا۔ جبکہ گلوس کے مقابلہ ہارنے کے تھوڑی ہی دیر بعد نارمنوں کا لشکر کرب والم کھڑی کرتی ظلم وستم کی یورش کی طرح حرکت میں آیا۔ پھر وہ افسردہ اور ملول کر دینے والی سنگین وحشت ناکی، ہواؤں کے شانوں پر چیختی تباہی کی ستم خیزیوں، وحشت کے غبار اور اجل کے خوفناک مناظر کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی کمانداری میں لڑنے والے مسلمان بھی عجیب سے انداز میں حرکت میں آئے۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی بے سوز سینوں تک کو بھسم کرنے، جلا مارنے والی آگ کی خوفناک لپٹوں، آندھیوں کی طرح بپھرتی، سانپ کی طرح سرسراتی قضا کی آگ، بدبختی کی شامِ غریباں کے علاوہ زوال پذیری طاری کرتے دکھ کے سرگرم کہرام کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے جزیرہ قادس میں تغیر کے جنوں میں جبر وقہرمانیت کی داستانیں کھڑی ہونے لگی تھیں۔ شکست وریخت کی تلخی بڑی تیزی سے بڑھنے لگی تھی۔ خوف بھری آوازوں کے اندر موت کے جلتے دھارے بڑی تیزی سے اپنے رنگ دکھانے لگے تھے۔

نارمنوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں لیکن ان کی بدقسمتی، ان کی بدبختی کہ جزیرہ قادس میں لڑی جانے والی اس جنگ میں بھی انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا نارمن اپنے بچے کھچے لشکر کو سمیٹتے ہوئے اشبیلیہ شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ جہاں ان کے لشکر کے ایک حصے نے نہ صرف یہ کہ اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا بلکہ اشبیلیہ کے گرد ونواح میں اپنے لئے خوراک اور ضروریات کا دوسرا سامان حاصل کرنے کے لئے لوٹ مار کا بازار بھی گرم کر رکھا تھا۔

دوسری طرف مسلمان سالاروں نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد جہاں جنگ ہوئی تھی، پڑاؤ کو وہیں رہنے دیا تھا تا کہ لشکریوں کو چند یوم تک آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کیا جائے۔

***

جزیرہ قادس میں ایک روز عبدالکریم، اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور دیگر چھوٹے بڑے سالار اپنے پڑاؤ کے اندر ایک جگہ بیٹھے اپنی آئندہ کی منصوبہ بندی سے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ جن لشکریوں کے ذمہ دن کے وقت پڑاؤ کی حفاظت کا کام لگایا گیا تھا ان میں سے ایک وہاں آیا اور عبدالکریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! نارمنوں کے دو سفیر جو قاصد بن کر آئے ہیں، آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے حکمران اور سپہ سالارِ اعلیٰ مناکش کا کوئی پیغام لے کر آئے ہیں۔''

اس موقع پر عبدالکریم نے آنے والے اس جوان کی طرف غور سے دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''ان دونوں کو یہیں لے آؤ۔ اس وقت ہم سب اکٹھے بیٹھے ہیں۔ سب کی موجودگی ہی میں ان سے گفتگو ہو جائے گی۔''

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان پیچھے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو نارمنوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا جو اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے تھے۔ جب انہیں اپنے ساتھ لانے والے اس مسلح جوان نے عبدالکریم اور دیگر سالاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تعارف کرایا تب دونوں نارمن قاصدوں نے اپنے گھوڑوں کو ذرا فاصلے پر کھڑا کر دیا۔ پھر دونوں عبدالکریم کے پاس آئے۔ عبدالکریم نے ہاتھ کے اشارے سے ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ مسلمانوں کی طرح زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو عبدالکریم نے انہیں مخاطب کیا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نارمنوں کے حکمران مناکش کی طرف سے آئے ہو۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

عبدالکریم بن مغیث کے اس استفسار پر دونوں قاصدوں نے پہلے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ایک کسی قدر سخت لہجے میں عبدالکریم کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

''مسلمانوں کے سالار! ہم اپنے حکمران مناکش کا یہ پیغام لے کر آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ اس کی بیٹی سیرد کو رہا کر دیں اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے........''

وہ قاصد اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبدالکریم بول اٹھا۔

''اگر ہم تمہارے حکمران کی بیٹی کو رہا نہ کریں تو پھر تم کیا کر لو گے؟''

اس بار نارمنوں کے اس قاصد نے گھورنے کے انداز میں عبدالکریم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ایسی صورت میں ہمارے حکمران مناکش نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم تمہارے علاقوں میں زندگی اور موت کا ایسا کھیل کھیلیں گے کہ اس کھیل میں تم لوگوں کے لئے ہار ہی ہار، بربادی ہی بربادی ہو گی۔ لہٰذا اس بھیانک وقت سے بچنے کے لئے تم لوگوں کے لئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ سیرد کو رہا کر دیا جائے؟''

عبدالکریم نے اس بار کھا جانے والے انداز میں نارمنوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''واپس جا کر اپنے حکمران مناکش سے کہنا کہ ہم اس کی بیٹی سیرد کو رہا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس نے جو ہمارے خلاف طوفان کھڑا کرنا ہے، کر لے۔ میری طرف سے اسے یہ بھی پیغام دینا کہ اب تک وہ ہمارے علاقوں میں کئی لشکر پھیلا چکا ہے۔ کیا اب تک اس کے ذہن میں یہ حقیقت نہیں آئی کہ ہم نے ہر جگہ اس کے لشکریوں کو بدترین شکست دی ہے اور اب تک ہم ہزاروں نارمنوں کو شکست کا داغ دینے کے ساتھ ساتھ انہیں موت کے گھاٹ بھی اتار چکے ہیں۔ پھر بھی تمہارا حکمران مناکش کہتا ہے کہ وہ ہمارے علاقوں میں موت اور بربادی کا کھیل کھیلے گا۔

واپس جا کر مناکش سے کہنا کہ مسلمانوں کا سالار عبدالکریم بن مغیث کہتا ہے کہ وہ جو موت کا کھیل کھیلنا چاہتا ہے پہلے وہ کھیل کھیل لے۔ اس کے بعد ہم اس کی بیٹی سیرد کو رہا کریں گے۔ سیرد اس وقت تک ہمارے پاس رہے گی جب تک اس کا یہاں قیام ہمارے مفاد میں ہے اور اگر مناکش نے زیادہ پھیلنے کی کوشش کی تو میری طرف سے اسے جا کر یہ بھی کہنا کہ اس کی بیٹی سیرد تو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے گی، ہم مناکش کا بھی ان سرزمینوں میں سر کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اگر مناکش اس دھوکے اور فریب میں پڑ گیا ہے کہ اس کی قوم ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر ہے تو اب تک اس کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ کیا ہم تیسری بار نارمنوں کو بدترین شکست دے کر

ہزاروں نارمنوں کو موت کا لقمہ نہیں بنا چکے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ نارمن قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہاں، اپنے حکمران اور سالار مناکش کو میرا یہ پیغام بھی دینا کہ میں عبدالکریم بن مغیث تم لوگوں سے مخاطب ہوا ہوں۔ میں مسلمانوں کے لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ ہوں۔ میں وہی عبدالکریم بن مغیث ہوں جس نے اس سے پہلے فرانس کے بادشاہ شارلیمان کو کئی مواقع پر بدترین شکستیں دیں۔ میں وہی ہوں جس نے فرانس میں داخل ہو کر نا قابل تسخیر بننے والوں کو اپنے سامنے جھکنے اور زیر ہونے پر مجبور کیا۔

مناکش سے کہنا کہ اس کی بیٹی سیرد کی جان، اس کی عزت و آبرو ہمارے ہاں بالکل محفوظ رہے گی۔ چونکہ ساحل سمندر سے کوچ کرتے وقت مناکش کی بیٹی سیرد نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اپنے منگیتر کوارش کے قاتل کو قتل کر کے رہے گی۔ اس بناء پر ہم نے اسے فی الحال اسیری میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے تا کہ اسے یہ احساس ہو جائے کہ جو اعلان اس نے کیا ہے وہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اس پر عمل کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ واپس جا کر مناکش سے یہ بھی کہنا کہ اپنے دو شہروں کے علاوہ اب ہم تیسری بار جزیرہ قادس میں اس کے لشکر کو بدترین شکست دے چکے ہیں۔ اس جنگ میں اگر شکست اٹھا کر پرسول اور غندش بھاگ نہ جاتے تو مناکش کے سالار کوارش کی طرح ہم ان دونوں کی بھی گردنیں کاٹ کر رکھ دیتے۔ مناکش پر انکشاف کرنا کہ ہم صرف چند روز یہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد اشبیلیہ شہر کا رخ کریں گے۔ اشبیلیہ شہر میں اگر وہ کوئی بڑی طاقت وقوت جمع کرنا چاہتا ہے تو کر لے۔ ہم اشبیلیہ میں بھی نارمنوں کو کاٹ کر رہیں گے۔ اس کے بعد ہم سمندر کے اس ساحل کا رخ کریں گے جہاں اس وقت مناکش نے اپنے جہازوں اور کشتیوں کو لنگر انداز کر کے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ پھر جب ہم وہاں حملہ آور ہوں گے تو اس حملے کے دوران نارمنوں کی جو حالت ہو گی وہ دیکھنے والوں کے لئے بڑی عبرت خیزی کی ہو گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔ میں اس سے زائد تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔''

اس کے ساتھ ہی نارمن قاصد وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

***

حسین اور خوبصورت اریش ایک روز صبح ہی صبح تقریباً بھاگتی ہوئی انتہائی گھبراہٹ اور فکر مندی کے عالم میں مصارہ کی حویلی میں داخل ہوئی تھی۔ اس وقت مصارہ اور اس کی ماں رزین دونوں مطبخ میں کام کر رہی تھیں۔ انہوں نے جب اس حالت میں اریش کو بھاگتے اور فکر مندی کے عالم میں حویلی کا صحن عبور کرتے دیکھا تو دونوں پریشان ہو کر مطبخ سے نکلیں۔

اتنی دیر تک اریش بھاگتی ہوئی حویلی کے برآمدے میں داخل ہو چکی تھی۔ اتنی دیر تک مصارہ اور رزین بھی وہاں جا پہنچیں۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے رزین نے بڑی فکر مندی سے اسے مخاطب کیا۔

''اریش! میری بیٹی! خیریت تو ہے؟ تیرے ماں باپ اور بھائی تو ٹھیک ہیں؟ تیرا اس طرح گھبراہٹ اور پریشانی میں ہمارے ہاں داخل ہونا میری بچی! میرا دل کہتا ہے کہ کسی وجہ یا علت کے بغیر نہیں ہے۔ بتا کیا معاملہ ہے؟''

اریش بے چاری رو دینے والی ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ رزین کے ان الفاظ پر وہ اور زیادہ پگھل گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے دو آنسو گرے۔ ایک دم اس نے سر پر بندھے ہوئے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کیں۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے مصارہ اور رزین کی حالت بھی بری ہو گئی تھی۔ مصارہ خود بھی رو دینے والی ہو رہی تھی۔ آگے بڑھی۔ اریش کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کے گال، اس کی پیشانی چومی، پھر پوچھا۔

''میری عزیز بہن! بتا تو سہی کیا معاملہ ہے؟ تیری آنکھوں سے یہ گرنے والے آنسو یقیناً ہمارے لئے پریشانی اور فکر مندی کا باعث ہیں۔''

اس موقع پر مصارہ کی ماں رزین بھی دکھ بھرے انداز میں اریش کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اتنی دیر تک مصارہ کا باپ عبادہ بن عامر بھی حویلی کے اندر سے نکل آیا تھا۔ وہ بھی اریش کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اریش دکھ بھرے انداز میں بول اٹھی۔

''اسمٰعیل بن موسیٰ کے باپ موسیٰ بن عبدالعزیز فوت ہو گئے ہیں۔ جبکہ اسمٰعیل کی ماں ترجیلہ اس وقت سخت اور تیز بخار میں مبتلا ہے۔ اب گھر کو سنبھالنے والے اسمٰعیل بن موسیٰ کے دادا عبدالعزیز بن علقمہ ہیں۔ آپ لوگ جانتے ہیں وہ بوڑھے ہیں، کام

کاج کرنے کے قابل تو نہیں ہیں۔ جو شخص ہمیں بتانے کے لئے آیا تھا وہ ان کا ہمسایہ ہے۔ وہ آپ لوگوں کے ہاں بھی آنا چاہتا تھا پر میں نے اسے واپس بھیج دیا تا کہ اسمٰعیل کی ماں اور اس کے دادا کو جا کر سنبھالے۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ مصارہ اور اس کے اہلِ خانہ کو میں خود اطلاع کر دوں گی۔ میرے بابا، ماں اور بھائی ان کے ہاں جانے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ میں آپ لوگوں کو اس کی اطلاع کرنے کے لئے آئی ہوں۔"

یہ خبر سن کر مصارہ اور اس کی ماں رزین دونوں انتہا درجہ کی فکرمند ہو گئی تھیں پھر رزین کہنے لگی۔

"مصارہ میری بیٹی! باورچی خانہ کا کام جہاں ہے وہیں چھوڑ دو۔ آؤ، اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاں جائیں۔ اگر اس کے باپ موسیٰ بن عبدالعزیز فوت ہو گئے ہیں، اس کی ماں بیمار ہے تو پھر گھر اور گھر والوں کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

مصارہ اور اس کے باپ عبادہ بن عامر نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اریش کے ساتھ وہ گھر سے نکلے۔ گھر کو باہر سے قفل لگایا، اریش کے ہاں داخل ہوئے۔ وہاں اریش کا باپ، ماں اور بھائی بھی تیار کھڑے تھے۔ وہ بھی نکلے اور اس طرح سب اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

جب وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا اُدھر کاٹ کھانے والی خاموشی تھی۔ ہمسایوں نے حویلی کے کھلے صحن میں موٹے سُوت کی کچھ دریاں بچھا دی تھیں اور وہاں کچھ لوگ آ کر بیٹھ بھی چکے تھے۔ گھر کا جو دیوان خانہ تھا وہاں افسوس کرنے والی عورتیں جمع ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ لاش کو اس کمرے میں رکھا گیا تھا جو کمرہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہ سب جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا لاش کے قریب عبدالعزیز بن علقمہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو اس کے دامن کو بھگو رہے تھے۔ وہ سب جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو عبدالعزیز بن علقمہ نے ایک نگاہ ان پر ڈالی پھر ہونٹ کاٹتا ہوا پہلے کی طرح گردن جھکا کر بیٹھ گیا تھا۔ لاش کے ایک طرف زمین پر نیچے اوپر دو گدے بچھائے، وہاں اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس حالت میں کہ پریشانیاں فکرمندیاں اس کی آنکھوں سے آنسو بن

کر بہہ رہی تھیں۔

یہ صورتِ حال بڑی عجیب اور ناقابلِ برداشت تھی۔ اس موقع پر اریش اور مصارہ دونوں بھاگتی ہوئی آگے بڑھیں اور اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ کو سنبھالنے لگیں۔ ان کے اس طرح سنبھالا دینے پر ترجیلہ بے چاری پھوٹ پڑی تھی۔ ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رونے لگی تھی۔ رزین اور اریش کی ماں حماسہ دونوں بھی ترجیلہ کے پاس بیٹھ کر اسے تسلی دینے لگی تھیں۔ اسی دوران مصارہ کا باپ عبادہ بن عامر اور اریش کا باپ ارتمیں دونوں آگے بڑھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے دادا عبدالعزیز بن علقمہ کو انہوں نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ وہاں سے اسے سہارا دے کر حویلی کے صحن میں موٹے سوت کی دریوں پر جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان پر جا بٹھایا۔ خود بھی وہاں بیٹھ گئے تھے۔

مصارہ اور اریش دونوں کچھ دیر تک ترجیلہ اریش سے لپٹی اسے تسلی دیتی رہیں۔ اسے سنبھالنے کی کوشش کرتی رہیں۔ ان کی کوششوں سے آخر کار ترجیلہ سنبھلی۔ اپنے آپ کو اس نے سنبھالا۔ جب سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں تب اریش بڑے پیار اور بڑی چاہت سے اپنا منہ ترجیلہ کے قریب لے گئی۔ پھر ہمدردی اور پیار میں ڈوبی ہوئی آواز میں اس نے ترجیلہ کو مخاطب کیا۔

"اماں! ابا کے مرنے کی اطلاع کیا اسمٰعیل کو کر دی گئی ہے؟"

ترجیلہ جواب تک اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی، کچھ دیر ہونٹ کاٹتی رہی۔ ایک بار اس نے کمرے کا جائزہ لیا، پھر اریش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اسمٰعیل کے باپ موسیٰ نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا۔ آخری الفاظ جو اس نے کہے وہ کچھ اس طرح تھے۔

"میری زندگی کی کہانی اور میری زیست کا نصاب ختم ہونے کو ہے۔ مرنے سے پہلے مجھے میرے بیٹے کی خواب گاہ میں لے جاؤ۔"

میں اس وقت بخار میں تپ رہی تھی لیکن اسمٰعیل کے دادا کے ساتھ مل کر انہیں سہارا دیتی ہوئی میں اس کمرے میں لائی اور یہاں مسہری پر لٹا دیا۔ یہاں لیٹنے کے بعد انہوں نے جو مجھے آخری وصیت کی وہ اسمٰعیل ہی سے متعلق تھی۔ انہوں نے کہا تھا۔

"ہر انسان کو ایک روز اس جہانِ فانی سے کوچ کر جانا ہے۔ سو دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی اس جہانِ فانی سے کوچ کر رہا ہوں۔ میرے مرنے کی اطلاع میرے

بیٹے اسمٰعیل کو مت کرنا۔ اس لئے کہ وہ نارمنوں کے خلاف جہاد میں مصروف ہے۔ میرے مرنے کی اطلاع جس نے بھی اسے دی، میں سمجھوں گا اطلاع دینے والا میرا دشمن ہوگا اور وہ میرے بیٹے کو نارمنوں کے خلاف جہاد کے نتیجہ میں ملنے والے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے۔"

انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا تھا کہ کاش وہ میدانِ جنگ میں اسمٰعیل کے ساتھ مصروفِ جہاد ہوتے۔"

اس سے آگے ترجیلہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آواز ڈوب گئی تھی اور گلے سے اٹھنے والی ہچکیوں اور سسکیوں کو اس نے وہیں روک کر رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر اریش اور مصارہ میں سے کوئی ترجیلہ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کمرے میں اریش کا باپ ارتمیں داخل ہوا۔ قریب آیا اور مصارہ اور اپنی بیٹی اریش کی طرف دیکھتے ہوئے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری دونوں بچیو! مجھے اسمٰعیل کے دادا عبدالعزیز بن علقمہ نے بھیجا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ گزشتہ دو روز سے اسمٰعیل کی والدہ بخار میں تپ رہی ہیں۔ ان دو روز کے دوران موسیٰ بن عبدالعزیز کی حالت چونکہ بری ہو گئی تھی لہٰذا اپنے بخار اور اس کے غم کی وجہ سے اس نے کچھ بھی کھایا پیا نہیں ہے۔ لہٰذا اسمٰعیل کے دادا کی یہ خواہش ہے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں کو کھانا کھلایا جائے۔"

ارتمیں یہاں تک کہنے کے بعد کمرے سے نکل گیا تھا۔ ارتمیں کے الفاظ سن کر اریش اور مصارہ دونوں پریشان اور فکرمند ہو گئی تھیں۔ اریش پھر اپنا منہ ترجیلہ کے قریب لے گئی اور محبت سے کہنے لگی۔

"اماں! آپ نے دو دن سے کھانا کیوں نہیں کھایا؟ ہم سے غلطی ہوئی کہ میں اور مصارہ نے ان دو دنوں میں آپ کی طرف چکر ہی نہیں لگایا۔ اگر آپ کو بخار تھا تو آپ نے کسی کو بھیج کر مجھے اور مصارہ کو بلا لیا ہوتا۔ ہم رات کو بھی آپ کے پاس قیام کرتیں اور گھر کا سارا کام کاج کرتیں۔ ایسا نہ کر کے آپ نے ہم دونوں پر بڑا ظلم اور جبر کیا ہے۔ کیا اس سے ہم یہ مطلب لے لیں کہ آپ ہم دونوں کو اجنبی اور ناآشنا خیال کرتی ہیں؟"

اریش کے ان الفاظ پر ترجیلہ چونک سی پڑی تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس نے

اریش اور مصارہ دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میری بچیو! میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ ایک ہی بیٹا اسمٰعیل ہے۔ بس وہی میری توجہ کا مرکز ہے۔ تم دونوں کی حیثیت میری بیٹیوں کی سی ہے لہٰذا میں تم دونوں کی ماں کی حیثیت سے تمہیں کیسے اجنبی اور نا آشنا خیال کر سکتی ہوں؟ میری بچیو! میں تو تمہیں اس گھر کا فرد خیال کرتی ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ترجیلہ رکی، پھر دوبارہ کہتی چلی گئی تھی۔

''اریش! تُو یہاں اکثر مصارہ کے ساتھ میرے ہاں آتی رہی ہے۔ یہاں تُو کئی بار اکیلی بھی آئی ہے اور جس انداز میں تُو میری خدمت کر رہی ہے ایسی تو اکثر اوقات سگی بیٹیاں بھی نہیں کرتیں۔ دیکھو! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے دو دن سے کھانا نہیں کھایا لیکن جب میں تم دونوں کی طرف دیکھتی ہوں تو اگر میں غلطی پر نہیں تو میں یہ اندازہ لگاتی ہوں کہ تم دونوں نے بھی آج صبح کا کھانا نہیں کھایا۔ میری بچیو! جھوٹ مت بولنا، سچ کہنا۔''

اس موقع پر اریش بڑے پیار سے ترجیلہ کے ساتھ لپٹتے ہوئے کہنے لگی۔

''اماں! آپ کا کہنا درست ہے۔ جس وقت آپ کے شوہر کے مرنے کی اطلاع ہمیں پہنچی، اس وقت ہم نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ لہٰذا ہم سب کھانا کھائے بغیر ادھر آ گئی ہیں۔''

ترجیلہ نے ایک لمبا سانس لیا۔ پھر کہنے لگی۔

''اگر یہ بات ہے تو دونوں مطبخ کی طرف جاؤ اور سب کے لئے کھانا تیار کرو۔ اگر تم سب کھاؤ گے تو میں کھاؤں گی۔ ورنہ نہیں کھاؤں گی۔''

ترجیلہ کے اس جواب سے اریش اور مصارہ دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ کمرے سے نکلیں اور مطبخ کی طرف بڑھیں۔

مطبخ کی طرف جاتے ہوئے مصارہ نے احتجاج بھرے انداز میں اریش کو ہلکی سی کہنی ماری اور کہنے لگی۔

''اریش! یہ تو مجھے اب پتہ چلا کہ تم میرے ساتھ یہاں آنے کے ساتھ ساتھ یہاں اکیلی بھی آتی رہی ہو۔ اس کا تو نہ میں نے پہلے اندازہ لگایا نہ مجھے خبر تھی۔ اب تمہارے

اس طرح اکیلے آنے اور اماں ترجیلہ سے تمہاری اس قدر محبت اور فریفتگی سے میں ایک نتیجہ پر ضرور پہنچی ہوں۔“

ایرش نے گھورنے کے انداز میں مصارہ کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

”کس نتیجہ پر پہنچ گئی ہو تم؟“

ساتھ ہی ایرش ہنس دی تھی۔ مصارہ نے سنجیدگی سے ایرش کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

”ایرش! میری بہن! جھوٹ مت بولنا۔ سچ کہنا۔ کیا تم بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ کو پسند کرنے لگی ہو؟“

ایرش کے لبوں پر تبسم کھیل رہا تھا تاہم اس نے مصارہ کی طرف گھورا اور کہنے لگی۔

”کیا یہ موقع ایسے سوال کرنے کا ہے؟“

اس کے ساتھ ہی دونوں مطبخ میں داخل ہوئیں۔ مصارہ نے ایرش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، پھر کہنے لگی۔

”دیکھ! تیری حیثیت میری چھوٹی بہن کی سی ہے اور میں نے تجھے بہن ہی کی طرح چاہا ہے۔ جو میں نے سوال کیا ہے پہلے اس کا جواب دو۔ اس کے بعد باورچی خانہ میں کام کرتی ہیں۔“

اس موقع پر ایرش مصارہ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک دم رک گئی۔ اس لئے کہ ایرش کی ماں حماسہ اور مصارہ کی ماں رزین دونوں مطبخ ہی کی طرف آ رہی تھیں۔ اس بناء پر ایرش مصارہ کی طرف گھورتے ہوئے خاموش رہی۔ اتنی دیر تک رزین اور حماسہ بھی باورچی خانہ میں داخل ہوئیں۔ پھر چاروں مل کر کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔





جزیرہ قادس میں اپنے پڑاؤ کے اندر ایک روز عبدالکریم اپنے سارے سالاروں کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایک قاصد قرطبہ سے وہاں پہنچا اور اسمٰعیل بن موسیٰ کے باپ موسیٰ بن عبدالعزیز کے مرنے کی اطلاع دی۔ یہ خبر سن کر سارے سالار اُداس اور افسردہ ہو گئے تھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کی حالت نا قابل برداشت ہو گئی تھی جبکہ عبدالکریم بھی غم اور دکھ میں دُہرا ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ عبدالکریم، اسمٰعیل بن موسیٰ کا رشتہ دار تھا۔ کچھ دیر تک مرگ کی یہ خبر سن کر سب خاموش بیٹھے رہے۔ نظریں جھکی رہیں۔ پھر عبدالکریم کی سربراہی میں موسیٰ بن عبدالعزیز کے لئے دعا مانگی گئی۔ عبدالکریم کے علاوہ دوسرے سالار بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کو تسلی دیتے رہے جس کے ردِ عمل کے طور پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر وہ عبدالکریم بن مغیث کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ہمارا یہاں زیادہ دن قیام کرنا ہمارے لئے سود مند نہیں، نقصان کا باعث ہو گا۔ اس لئے کہ ہمیں اشبیلیہ کا رخ کرنا چاہئے۔ اشبیلیہ کے نواح میں نارمنوں کا ایک لشکر ترک تاز اور یلغار کئے ہوئے ہے جبکہ نارمنوں کے دوسرے لشکروں نے اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اشبیلیہ میں جو ہمارا حاکم ہے وہ بڑی جرأت مندی، بڑی مہارت سے حملہ آور نارمنوں کو روکے ہوئے ہے اور انہیں نہ فصیل پر چڑھنے دے رہا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے۔ لیکن وہ زیادہ عرصہ مزاحمت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس کی مدد کے لئے ہمیں فی الفور پہنچنا چاہئے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں سے کوچ کرنے سے قبل ہمیں نارمنوں کے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد کو رہا کر دینا چاہئے۔ اب ہم اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اسے یہاں رکھ کر صرف یہ سبق دینا مقصود

تھا کہ اس پر ثابت کیا جائے کہ مسلمان قتل و غارت گری کے خلاف ہیں اور وہ عورت کی کس قدر عزت اور اس کا کس قدر احترام کرتے ہیں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب عبدالکریم مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اسمٰعیل بیٹے! پہلے اُٹھ کر ایک اچھے گھوڑے کا انتخاب کرو جس پر بیٹھ کر سیرد واپس جائے گی۔ اس کے ساتھ کچھ محافظ بھی بھیج دو جو اسے اس کے باپ تک چھوڑ کر آئیں گے۔ گزشتہ جنگوں میں ہمارے ہاتھ نارمنوں کے بے شار گھوڑے لگے ہیں۔ انہی گھوڑوں سے ایک اچھا گھوڑا سیرد کے لئے تیار کر دیا جائے لیکن اسے رہا کرنے سے پہلے تم اس کے خیمے میں جاؤ۔ اس لئے کہ اس کی خواہش بلکہ اس کی سخت آرزو ہے کہ وہ اس نوجوان کو دیکھے جس نے اس کے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود اس پر کمند پھینک کر اسے اپنا اسیر بنا لیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

"امیر! میں جانتا ہوں یہ سیرد مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ اپنے منگیتر کوراش کے مرنے کے صلے میں یا اس کا انتقام لیتے ہوئے مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہے اور ایک مسلمان کی حیثیت سے موت سے کیا ڈرنا؟ اگر میری موت ان نارمنوں کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ اور اگر میری موت ان کے ہاتھوں نہیں لکھی ہوئی اور میرے مقدر میں خداوند قدوس نے ان پر غالب آنا لکھا ہوا ہے تو پھر کوئی زبردستی مجھ پر موت مسلط نہیں کر سکتا۔"

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ، عبدالکریم بن مغیث کے کہنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلے اس نے سیرد کے لئے گھوڑا تیار کروایا، کچھ مسلح جوانوں کو تیار کیا جو سیرد کو اس کے باپ کے پاس لے کر جائیں گے۔ اس کے بعد وہ اس کے خیمے میں داخل ہوا جس میں سیرد کو رکھا گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنے خیمے میں دیکھ کر سیرد کسی قدر پریشان ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ایک دم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر کسی قدر سخت لہجے میں کہنے لگی۔

"تم کون ہو؟ اور مجھ سے پوچھے بغیر اور میری اجازت لئے بغیر تم میرے خیمے میں کیسے داخل ہو گئے؟"

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''خانم! تم نے مجھے بلایا سو میں حاضر ہو گیا۔''

''میں نے بلایا؟ یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟ کیا تمہارا ذہن کام کر رہا ہے؟ کیا تم اپنے شعور اور حواس میں تو ہو؟''

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ پھر مسکرایا۔ کہنے لگا۔

''مناکش کی بیٹی! تُو کئی مواقع پر اس جوان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کر چکی ہے جس نے کمند پھینک کر تجھے گرفتار کیا۔ اور ایک جنگ کے دوران تمہارے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کہو! کیا تم اس نوجوان سے ملنا نہیں چاہتی تھیں؟ کیا تم نے ملاقات کی آرزو کا اظہار نہیں کیا تھا؟''

سیرد نے اس موقع پر بڑے غور سے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگی۔

''تمہارا کہنا درست ہے۔ پر میں تو اُس نوجوان سے ملنا چاہتی ہوں۔ تم کون ہو؟''

''میں ہی اسمٰعیل بن موسیٰ ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس نے تم پر کمند پھینک کر تمہیں اپنا اسیر بنایا۔ میں ہی وہ اسمٰعیل بن موسیٰ ہوں جس نے جنگ کے دوران تمہارے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا۔ تم چونکہ مجھ سے ملنا چاہتی تھیں لہٰذا میں تمہارے خیمے میں آیا ہوں۔ ساتھ ہی تمہیں ایک خوشخبری بھی دیتا ہوں کہ میں تمہیں رہا کرتا ہوں۔ باہر تمہارے لئے ایک گھوڑا تیار کر دیا گیا ہے۔ اس پر بیٹھ جاؤ۔ تمہارے ساتھ کچھ مسلح جوان جائیں گے جو تمہیں تمہارے باپ کے پاس چھوڑ کر آئیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک سیرد حیرت اور اچنبھے سے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر زیادہ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''تو تم اسمٰعیل بن موسیٰ ہو۔ تم نے مجھ پر کمند پھینک کر مجھے اپنا اسیر بنایا ہے اور ایک جنگ کے دوران تم نے ہی میرے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا۔ تمہارا قد کاٹھ تو خوب ہے۔ عام نوجوانوں میں نمایاں دکھائی دیتے ہو۔ جسم بھی مضبوط اور کسا ہوا ہے لیکن ابھی نوعمر ہو۔ جبکہ میرا منگیتر کوراش ایک منجھا ہوا تیغ زن تھا۔ حیرت ہے، تم نے تیغ زنی کے مقابلے میں اسے کیسے زیر کر لیا؟''

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''خانم! میں نے صرف تمہارے منگیتر ہی کو زیر نہیں کیا بلکہ تمہاری قوم اپنے دو بہترین تیغ زنوں کو انفرادی مقابلے کے لئے میرے مقابل لائی۔ ان دو میں سے ایک کا نام دروقہ اور دوسرے کا نام گلوس تھا۔ شاید یہ خبریں تم تک پہنچ چکی ہوں گی کہ ان دونوں انفرادی مقابلوں میں، میں نے تمہاری قوم کے فرد دروقہ اور گلوس دونوں کو مقابلے کے دوران موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب سیرد مزید کچھ گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر کہنے لگی۔

''تم نے جو مجھے کمند پھینک کر اپنا اسیر بنایا تو اس اسیری سے تمہیں کیا فائدہ ہوا؟''

اسمٰعیل بن موسیٰ بڑے مطمئن انداز میں کہنے لگا۔

''سن مناکش کی بیٹی! تُو نے اعلان کیا تھا کہ تُو اپنے منگیتر کوراش کے قاتل کو موت کے گھاٹ اتارے گی۔ میں نے تمہارا یہ اعلان سن کر تہیہ کر رکھا تھا کہ اگر تم کسی جنگ میں حصہ لینے کے لئے آؤ گی تو تمہیں ضرور گرفتار کروں گا۔ سو میں نے کمند پھینک کر تمہیں گرفتار کیا۔ ایسا کر کے میں تم پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اگر تم میری جان کے درپے ہو سکتی ہو تو میں بھی جنگ کے دوران بڑی آسانی سے تمہیں موت کے گھاٹ اُتار سکتا ہوں۔ خواہ تمہارے اردگرد تمہارے کتنے ہی محافظ کیوں نہ ہوں۔ اس کے علاوہ یہاں چند روز تک تمہیں اپنا قیدی بنا کر رکھنے کا یہ مقصد تھا کہ تم مسلمانوں کے اخلاق، ان کی عادات، ان کے رسم و رواج اور ان کی رحم دلی کو جانو۔ یہاں جو تم نے چند روز قیام کیا ہے تو میرا دل کہتا ہے اس قیام کے دوران یقیناً تم نارمنوں اور مسلمانوں کے درمیان فرق محسوس کرو گی اور تم یہ بھی اندازہ لگا چکی ہو گی کہ ہم کیسی ایمانداری، کیسے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ عورت کی جان اور اس کی آبرو کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اسمٰعیل جب خاموش ہوا تو سیرد پھر بول اٹھی۔

''اگر میں تمہارے پڑاؤ سے کوچ کرنے سے پہلے ایک بار پھر تم سے کہوں کہ میں تم سے اپنے منگیتر کوراش کا انتقام لوں گی تو کیا تم پھر میرے خلاف انتقامی کارروائی کرو گے؟''

''بی بی! ہم تمہاری رہائی کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ جو کچھ تم نے کرنا ہے واپس جا کر کرنا۔ اگر تُو میرے قتل کے درپے ہونا چاہتی ہے تو ہو لینا۔ میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ پر جانے سے پہلے ایک بات یاد رکھنا، ہمارا ایمان بڑا مضبوط، بڑا پختہ اور گہرا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ جو رات قبر میں آنی ہے اس رات کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر تُو میرے خلاف انتقامی کارروائی کرنا چاہتی ہے، اپنے مرنے والے منگیتر کا انتقام لینا چاہتی ہے تو لے لینا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا، انتقام لینا آسان نہ ہو گا۔ بہر حال انتقام لے سکو تو لے لینا۔''

''اگر میں تمہارے انتقام کی بات کروں تو کیا تم بھی میرے خلاف انتقامی کارروائی کرو گے؟''

''خانم! تم عورت ہو۔ ہم عورت کی بڑی عزت اور اس کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اگر تم مجھ سے انتقام لینے کا اعلان کرتی ہو تو میں تمہارے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کروں گا اور نہ ہی تم سے کوئی انتقام لینے کا دعویٰ کروں گا........ دیکھو! اب وقت ضائع نہ کرو۔ اپنا سامان جو ہم نے تمہیں یہاں سے بنا کر دیا ہے وہ سارا سمیٹ کر ایک خرجین میں ڈال لو اور پھر خیمے سے باہر آ جاؤ تا کہ میں تمہارے کوچ کو آخری شکل دوں۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ خیمے سے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حسین اور خوب صورت سیرد خیمے سے نکلی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ چمڑے کی ایک خاصی بڑی خرجین اس کے پاس تھی جس میں اس نے اپنا فالتو سامان اور کپڑے ڈال لئے تھے۔ جب وہ خیمے سے باہر آئی تو اس نے دیکھا اسمٰعیل بن موسیٰ ایک گھوڑے کے پاس کھڑا تھا اور اس کے پیچھے کچھ مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر تیار اور مستعد تھے۔

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے چند قدم آگے بڑھ کر سیرد کو مخاطب کیا۔

''مناکش کی بیٹی! یہ گھوڑا تمہارے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جو خرجین تم نے ہاتھ میں پکڑی ہے اسے زین کے ساتھ باندھ دو۔ گھوڑے پر سوار ہو اور یہ جو مسلح جوان پیچھے کھڑے ہیں ان کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤ۔''

جواب میں سیرد کچھ نہ بولی۔ پہلے اس نے خرجین گھوڑے کی زین سے باندھی، پھر

رکاب میں پاؤں جما کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور اسے ایڑ لگا کر ایک طرف ہانک دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے وہ محافظ بھی اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

***

سیرد ایک روز ساحلِ سمندر پر اپنے پڑاؤ میں داخل ہوئی۔ اس کی آمد پر اس کے باپ مناکش اور اس کی ماں ساگون کے علاوہ سارے نارمنوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ پڑاؤ کے اندر لوگ رقص کرنے لگے تھے۔ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ سیرد کے ساتھ جو محافظ کئے تھے، مناکش اور سیرد کی ماں ساگون نے ان کی بیٹی لانے پر ان کا شکریہ ادا کیا اور جب انہیں قیام کرنے کے لئے کہا تو ان میں سے ایک مناکش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نارمنوں کے سردار! ہمیں یہاں رات بسر کرنے کی اجازت نہیں۔ ہم اب یہاں سے واپس جائیں گے۔''

مناکش نے جب مزید زور ڈالا تب بھی انہوں نے وہاں قیام کرنے سے انکار کر دیا۔ سیرد کو اس کے باپ کے پاس پہنچا کر وہ مسلح جوان واپس چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد مناکش اور ساگون دونوں سیرد کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر ساگون نے مناکش کے اشارے پر سیرد کو مخاطب کیا۔

''بیٹی! وہاں قیام کے دوران تیری جان تو محفوظ رہی۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تیری آبرو؟''

سیرد مسکرائی۔ غور سے ماں کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔

''اماں! میں جیسی یہاں سے گئی تھی، ویسی ہی اچھوت لوٹی ہوں۔ مسلمان عورت کا بڑا احترام، اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے مجھے گرفتار اس لئے کیا تھا کہ میں نے اپنے منگیتر کوراش کا انتقام لینے کے لئے اسے قتل کرنے کا اعلان کیا تھا۔ وہ مجھے گرفتار کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اگر میں ان سے انتقام لینا چاہتی ہوں تو وہ بھی مجھ سے انتقام لے سکتے ہیں۔ لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ کی یہ گفتگو اس کے پڑاؤ تک محدود تھی۔ اب میں نئے انداز میں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آؤں گی اور ہر صورت میں کوراش کا انتقام اسمٰعیل بن موسیٰ سے لے کر رہوں گی۔ اماں! اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں کچھ دیر

آرام کرلوں؟''

ساگون نے پہلے سیرد کو گلے لگا کر اسے پیار کیا پھر آرام کرنے کی اجازت دے دی اور سیرد ایک بستر میں گھس کر استراحت کرنے لگی تھی۔

***

عبدالکریم اور اس کے ساتھی سالار اب اپنے لشکر کو لے کر جزیرہ قادس سے نکلے اور انہوں نے اشبیلیہ شہر کا رخ کیا تھا۔ نارمنوں کے سپہ سالارِ اعلیٰ اور ان کے حکمران مناکش کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے تین مختلف جنگوں اور تین مختلف مقامات پر نارمنوں کو بدترین شکست دینے کے بعد اب اشبیلیہ کا رخ کیا ہے تو اس نے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

نارمنوں کے دو لشکر اس وقت پہلے ہی اشبیلیہ میں موجود تھے۔ ایک اشبیلیہ کے نواح میں لوٹ مار اور ترک تاز کا بازار گرم کئے ہوئے تھا اور دوسرے لشکر نے اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جہاں تک اشبیلیہ شہر کا تعلق تھا تو یہ شہر سینکڑوں برس قبل مسیح کنعانی عربوں نے آباد کیا تھا۔ اشبیلیہ شہر دریائے کبیر کے بائیں کنارے پر آباد تھا اور سمندر سے لگ بھگ 54 میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ شہر سے تھوڑی ہی دور دریائے کبیر میں دو دریا آ کر ملتے تھے۔ ایک دریائے شنیل اور دوسرا دریائے آرہ تھے۔ اشبیلیہ شہر میں داخل ہونے کے لئے پہلے دریائے کبیر کو عبور کرنا پڑتا تھا جس پر کشتیوں کا پُل بنا دیا گیا تھا۔ اشبیلیہ اور اس کے گرد و نواح کے شہروں میں بار برداری کے جہازوں کی ہر وقت آمدورفت رہتی تھی۔ دریا پر ایک طرف کشتیوں کا پُل تھا۔ بازار مالِ تجارت سے بھرے رہتے تھے۔ آب و ہوا معتدل تھی۔ ہر طرف سبزہ زار تھے۔ عمارتیں نہایت خوبصورت تھیں جن پر سفیدی ہوتی رہتی تھی اور باغوں کے سبزے پر وہ ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے رات کو آسمان پر ستارے۔ نہ صرف اندرونِ شہر بلکہ سوادِ شہر بھی حُسن و خوش نمائی میں دُلہن سا بنا رہتا تھا۔

دریا کے دونوں کناروں پر باغات تھے جن میں انگور اور سیب کے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے۔ یہ باغات سیر گاہیں بھی ہوا کرتی تھیں جنہوں نے دریا کی زینت کو بڑھا دیا تھا۔ شہر سے باہر جبلِ رحمت پر انجیر کے باغ تھے۔ شہر کے اندر ہر طرف سے نہریں جاری کی گئی تھیں۔ درختوں کی خصوصاً نارنگی و لیموں اور ترنج کی

کثرت تھی۔ یہاں کا سردا نہایت عمدہ اور مشہور ہوا کرتا تھا۔ مسلمانوں نے اس شہر کو جنت نظیر بنا کر رکھا ہوا تھا۔

اُندلس کا یہ پرانا شہر کسی دور میں کنعانی عربوں کے تحت ہوا کرتا تھا۔ یہ وہی کنعانی تھے جو شام کے شہر صیدا اور صور سے اٹھ کر افریقہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ ان کنعانی عربوں کے بعد رومنوں کا اس شہر پر قبضہ ہو گیا۔ 45 ق م میں روما کے قیصر جولیس نے اس شہر پر پہلے پہل قبضہ کیا تھا۔

کہا جاتا ہے جس شخص نے اشبیلیہ شہر آباد کیا اس کا نام یولیس تھا جس کو سب سے پہلے قیصر کا خطاب ملا۔ جب وہ اُندلس میں اس موقع پر آیا تو یہاں شہر کی بنیاد ڈالی اور پتھر کی ایک تصویر بنائی اور خود قصبے اور محلے آباد کئے۔ کسی دور میں یہ شہر اُندلس کا پایۂ تخت بھی ہوا کرتا تھا۔

نارمنوں کو یہ خبر ہو چکی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر اب جزیرۂ قادس سے نکل کر اشبیلیہ شہر کے گرد و نواح میں نارمنوں سے ٹکرائے گا لہٰذا اشبیلیہ شہر کے اردگرد نارمنوں نے اپنی طاقت اور قوت کو جمع کر لیا تھا۔ اب وہ ہر صورت میں مسلمانوں کو پسپا کر کے اُندلس کے اندر اپنے قدم جمانے کے درپے ہو گئے تھے۔

اشبیلیہ کا وہ حصہ جو سمندر کی طرف تھا، مسلمان اس طرف کا رخ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہاں نارمنوں کا ایک کافی بڑا بحری بیڑہ کھڑا تھا اور اس کے اندر مسلح جنگجو بھی تھے۔ لہٰذا اس سمت سے نارمن مطمئن تھے۔

نارمنوں نے دریائے کبیر کے کنارے کنارے اس علاقے تک کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا جہاں جبلِ رندا اور جبلِ سلج سے نکلنے والے دریا اور چھوٹے ندی نالے دریائے کبیر میں آ کر ملتے تھے۔ جبلِ سلج کا دوسرا نام جبلِ شنیل بھی تھا۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی لگ بھگ 11664 (گیارہ ہزار چھ تو چونسٹھ) فٹ سطح سمندر سے اونچی تھی اور یہ اندلس کی پہاڑی چوٹیوں میں سب سے زیادہ بلند تھی۔ ان سب چوٹیوں کا پانی اس جگہ تک دریائے کبیر میں گرتا تھا جہاں تک کے علاقے کو نارمنوں نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

نارمنوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جو لشکر ان سے ٹکرانے کے لئے آ رہا ہے اسے ان کے مرکزی شہر قرطبہ سے کوئی مدد اور رسد نہیں ملنی چاہئے۔ چنانچہ اشبیلیہ سے وہ

شاہراہ جو دریائے کبیر کے کنارے کنارے قرطبہ شہر کی طرف جاتی تھی اس شاہراہ کو انہوں نے مسدود کر دیا تھا اس لئے کہ اشبیلیہ شہر کی طرح قرطبہ شہر بھی دریائے کبیر ہی کے کنارے واقع تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اشبیلیہ کی طرف آنے والی دوسرے شہروں کی شاہراہوں کو بھی مسدود کر دیا گیا تھا۔ ایک شاہراہ غرناطہ سے سیدھی اشبیلیہ شہر کی طرف جاتی تھی۔ دوسری قرطبہ کی طرف جاتی تھی۔ تیسری شاہراہ جبلِ مورینہ میں سے ہوتی ہوئی مادہ اور پھر وہاں سے بطلیوس شہر کی طرف نکل جاتی تھی۔ چوتھی شاہراہ بالکل جنوب کی سمت جبلِ رندہ کا رخ کرتی تھی۔ پانچویں شاہراہ بائیں ہاتھ بحیرۂ محیط کی طرف جاتی تھی جہاں نارمنوں کا ایک بہت بڑا بحری بیڑہ پہلے ہی کھڑا تھا۔

اب مسلمانوں کے لئے اشبیلیہ شہر کا دفاع کرنا انتہائی مشکل اور تکلیف دہ تھا۔ مسلمان مغرب کی طرف نہیں جا سکتے تھے جہاں نارمنوں کا بحری بیڑہ کھڑا تھا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی بحری بیڑہ نہیں تھا جسے استعمال کرتے ہوئے وہ نارمنوں کے بحری بیڑے سے ٹکراتے۔

جہاں تک باقی سمتوں کا تعلق تھا تو مادہ، قرطبہ، غرناطہ اور جبالِ رندہ کی طرف جانے والی ساری شاہراہوں کو نارمنوں نے مسدود کر دیا تھا۔ ان حالات میں عبدالکریم اور اس کے ساتھی سالاروں نے اپنے لشکر کو جزیرہ قادس سے نکالا اور سب سے پہلے وہ جبالِ رندہ میں داخل ہوئے۔ وہاں عبدالکریم بن مغیث نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا اور پڑاؤ قائم کرنے کے ساتھ ہی اپنے سارے سالاروں کو کوہستانی سلسلے کی ایک چٹانوں بھری چوٹی کے پاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار عبدالکریم کے پاس جمع ہو گئے اور اونچی نیچی کوہستانی چٹانوں پر آ کر بیٹھ گئے تب عبدالکریم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میں کوئی بھی کام اپنی مرضی سے نہیں کرنا چاہتا۔ ہم اس وقت انتہائی مشکل ترین حالات میں گھرے ہوئے ہے۔ میرے بھائیو! جزیرہ قادس میں اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنے کے بعد میں نے اپنے کچھ مخبروں کو نارمنوں پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ وہ مخبر یہاں پڑاؤ کرنے سے پہلے راستے ہی میں واپس آ چکے ہیں اور انہوں نے

نارمنوں سے متعلق ہمیں بڑی سودمند اطلاعات فراہم کی ہیں۔
نارمنوں نے اس وقت ایک طرح سے اشبیلیہ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔
ان کا مطمع نظر یہ ہے کہ ہر صورت میں اشبیلیہ شہر کو فتح کر کے اسے اپنا مرکز بنائیں۔
وہاں اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کریں۔ اشبیلیہ ہی کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنا کر وہ مسلمانوں کے دوسرے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح یہ نارمن جست وخیز کرتے ہوئے ہمارے مختلف علاقوں پر قبضہ کر کے یہاں مستقل قیام کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر کے لئے عبدالکریم رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے بھائیو! جو خبریں ہمارے مخبر لے کر آئے ہیں ان کے مطابق دریائے کبیر کے بائیں کنارے پر نارمنوں کے دو بڑے لشکر قیام کئے ہوئے ہیں۔ ایک نے اس شاہراہ پر پڑاؤ کر رکھا ہے جو غرناطہ سے اشبیلیہ کی طرف جاتی ہے اور نارمنوں کا دوسرا خاصا بڑا اور جرار لشکر اس شاہراہ کے قریب قیام کر چکا ہے جو شاہراہ جبال رندہ سے نکل کر اشبیلیہ کا رخ کرتی ہے۔

مخبر یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اگر ان لشکریوں میں سے کسی پر بھی ہم نے حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو دوسرا لشکر اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔ یعنی اگر ہم نے نارمنوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی جو غرناطہ سے جانے والی شاہراہ پر قیام کئے ہوئے ہے تو پھر نارمنوں کا وہ لشکر جو جبالِ رندہ کے شمال میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے وہ لشکر بھی ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا۔ اس طرح نارمن ہمیں کسی بھی صورت اشبیلیہ شہر سے قریب آنے نہیں دینا چاہتے۔ جبکہ ہم نے ہر صورت میں اشبیلیہ کا رخ کرنا ہے۔
میں اشبیلیہ کے حاکم کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اس کی جرأت مندی، اس کی دلیری پر آفرین کہتا ہوں کہ اشبیلیہ شہر میں مختصر لشکر رکھنے کے باوجود وہ نارمنوں کو شہر کے قریب نہیں آنے دے رہا۔

میں آپ لوگوں پر یہ انکشاف کرنا بھی بھول گیا ہوں کہ میں نے اپنے چند مخبروں کو اشبیلیہ شہر کی طرف بھی روانہ کیا ہے۔ میرے خداوند نے چاہا تو مقامی

نصرانیوں کے بھیس میں اشبیلیہ شہر میں داخل ہو جائیں گے اور اشبیلیہ شہر کے حاکم کو میری طرف سے یہ پیغام دیں گے کہ وہ نارمنوں کے خلاف ڈٹا رہے۔ عنقریب ہم نارمنوں پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ وہ اشبیلیہ کا محاصرہ ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

دشمن سے نمٹنے کے لئے میں تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ تم میں سے جو کوئی بھی اس تجویز سے اختلافِ رائے رکھے، برملا اور کھل کر کہے تاکہ اگر وہ کوئی اس سے بہتر تجویز پیش کرے تو اس پر عمل کیا جا سکے۔

میں چاہتا ہوں جہاں ہم نے پڑاؤ کیا ہے یہاں اپنے لشکر کو صرف ایک دن اور ایک رات آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے تاکہ لشکری تازہ دم ہو جائیں۔ اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے۔ کوچ سے پہلے کچھ مخبر رومنوں کے اس لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کئے جائیں جو جبالِ رندہ کی طرف سے جانے والی شاہراہ پر پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر ہم نے دوسری احتیاط یہ کرنی ہے کہ ہم نے یہاں سے کوچ عشاء کے بعد کرنا ہے۔

ہم نے چونکہ اس وقت جبالِ رندہ کے اندر قیام کر رکھا ہے جبکہ نارمنوں کا لشکر اس جگہ قیام کئے ہوئے ہے جہاں رندہ نام کا یہ کوہستانی سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ چنانچہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر آدھی رات کے بعد جبکہ ہر چیز نیند میں اونگھ رہی ہوگی ہم نارمنوں پر شب خون ماریں گے۔ شب خون ایسا زوردار اور ایسا شدید ہونا چاہئے کہ نارمن اسے برداشت نہ کر سکیں۔

اس موقع پر آپ لوگوں سے میں یہ بھی کہوں گا کہ رات کے وقت جبکہ رومن اونگھ رہے ہوں گے اور ہم ان پر شب خون مارتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ ہمارا شب خون کامیاب رہے گا۔ ہماری کامیابی کی صورت میں رومن ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر شمال کا رخ نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہیں شکست ہوئی تو مسلمان ان کا تعاقب کریں گے اور اس تعاقب کے دوران انہیں دریائے کبیر کو عبور کرنا ہوگا۔ دریا کو عبور کرتے وقت ان سب کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد رومنوں کا وہ شکست خوردہ لشکر اپنے اس دوسرے لشکر کی طرف بھاگے گا جس نے اس وقت غرناطہ سے اشبیلیہ کی طرف جانے والی شاہراہ

پر قیام کر رکھا ہے۔

اب ہم نے بھی ایک احتیاط کرنی ہے۔ لشکر پہلے کی طرح تین حصوں میں تقسیم ہو گا۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا حصہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور تیسرا جریر بن موفق کے پاس رہے گا جبکہ حارث بن بزیغ پہلے کی طرح میرے ساتھ کام کرے گا۔ جب ہم جبال رندہ کے شمال میں نارمنوں کے لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر لشکر کا ایک حصہ حارث بن بزیغ کی سرکردگی میں دیتے ہوئے اسے پیچھے چھوڑا جائے گا تاکہ وہ نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر ہمارے پیچھے آئے جبکہ ہم تینوں اپنی پوری طاقت و قوت کے ساتھ بھاگتے نارمنوں کا تعاقب کریں گے اور سورج طلوع ہونے تک ان کی تعداد کو کم کرتے رہیں گے۔

اس موقع پر ہمارے کچھ مخبر بھی ہمارے ساتھ ہوں گے تاکہ ہمیں وہ بتا سکیں کہ غرناطہ کی طرف سے اشبیلیہ جانے والی شاہراہ کے کس مقام پر نارمنوں کے دوسرے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے تاکہ ہم اس لشکر سے کچھ فاصلے پر رک کر قیام کر لیں۔ وہاں اس وقت تک قیام کیا جائے گا جب تک حارث بن بزیغ رومنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز لے کر ہمارے پاس نہیں پہنچ جاتا۔ اتنی دیر تک ہمارے لشکریوں کو بھی کچھ آرام کرنے اور ستانے کا موقع مل جائے گا۔ اس کے بعد ہم نارمنوں کے اس لشکر کے خلاف حرکت میں آئیں گے جس نے غرناطہ والی سڑک پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! نارمنوں پر حملہ آور ہونے کے لئے میری منصوبہ بندی کا یہ پہلا مرحلہ ہے۔ دوسرے مرحلے کو ہم آخری شکل اس وقت دیں گے جب ہم پہلے مرحلے سے سرخرو اور کامیاب ہو کر نکل جائیں گے۔ اب بولو، اس کے خلاف تم میں سے کسی کے پاس کوئی جواز ہے؟"

جب سارے سالاروں نے عبدالکریم بن مغیث کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب اس پر سب نے ہی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد لشکر اور پڑاؤ کی دیکھ بھال کا کام شروع ہو گیا تھا۔ عبدالکریم اور ساتھی سالاروں نے اپنے لشکر کے ساتھ صرف ایک روز وہاں قیام کیا۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی سے مسلمانوں کے کچھ مخبر نصرانیوں کے بھیس میں اِدھر اُدھر پھیل گئے تھے اور عبدالکریم بن مغیث کے حکم پر وہ یہ خبریں پھیلانا شروع ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر نے اشبیلیہ کا رخ کرنا ترک کر دیا ہے۔

مسلمانوں کے اس لشکر کو نارمنوں کی طاقت اور عددی فوقیت کا احساس ہو گیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا وہ لشکر جزیرہ قادس سے جبلِ رندہ تک آیا اور جبلِ رندہ سے وہ قرطبہ شہر کی طرف چلا گیا ہے تاکہ وہاں سے مزید کمک حاصل کی جائے اور اس کے بعد نارمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔

یہ خبریں سارا دن نارمنوں کے ان دو لشکروں کے اردگرد گردش کرتی رہیں، منڈلاتی رہیں۔ جن میں سے ایک غرناطہ اور دوسرے نے جبل رندہ کی شاہراہ پر پڑاؤ کر رکھا تھا۔

یہ کارروائی مکمل کرنے کے بعد عبدالکریم اور اس کے ساتھی سالاروں نے اسی روز اپنا پڑاؤ ترک کر کے وہاں سے کوچ کیا تھا۔ پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ لیا گیا تھا۔ اب مسلمانوں کے لشکر نے جبلِ رندہ سے نکل کر رات کی گہری تاریکی میں اس شاہراہ سے ہٹ کر سفر کرنا شروع کیا تھا جو شاہراہ جبلِ رندہ سے اشبیلیہ شہر کی طرف جاتی تھی اور جس شاہراہ پر نارمنوں کے ایک لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

***

ہُنر گر اور محرمِ اسرار مہتاب کب کا غروب ہو چکا تھا۔ حلقہ در حلقہ مرگ کی جھلک کی طرح ظلمت و تاریکی کا تسلسل چاروں طرف پھیل چکا تھا۔ رات بیداری کی ہر کفِ خیال کو بند کرتی خود شناسی کی معراج پر کھڑے ہونے کے لئے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ شب تیرہ کی اندھی فضاؤں میں ازل سے ابد تک اپنے چکر میں رواں رہنے کے لئے ہر شے پرانے دور کی کہنہ اقدار کی طرح اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی تھی۔ روشنی کے باب بند ہو چکے تھے۔ تشنگی کے کھولتے کرب جیسے اندھیرے چاروں طرف رقص کرنے لگے تھے۔

ایسے میں ہر طرف سوچوں کی اُڑتی راکھ، تشنہ لب صحرا کے پیچ وخم جیسی خاموشی، درد و کرب کے سایوں، مخفی حقائق جیسی چپ اور رات کے بے کراں سلسلوں میں اپنے ہونے اور نہ ہونے کی حدود جیسا سکوت تھا۔

نارمن مرگِ نوخیز، کہنہ شجر کی شاخوں، وہم و گمان کی منزلوں کے اس پار خوابوں کے نشہ کی طرح گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ ان کے طلایہ گردوں نے انہیں یہ خبریں پہنچا دی تھیں کہ مسلمانوں کا جو لشکر جزیرہ قادس سے نکل کر ان سے ٹکرانے کا عزم کر

رہا تھا اور جس نے اشبیلیہ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تھا وہ نارمنوں کی تعداد سے خوف زدہ ہو کر قرطبہ کی طرف جا چکا ہے۔ گو اس خبر میں کوئی حقیقت نہ تھی اور نارمنوں کے مخبروں نے اس کی تحقیق کئے بغیر سنی سنائی خبریں اپنے سالاروں تک پہنچا دی تھیں جس کی بناء پر نارمن اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہو کر گہری نیند سے ہمکنار ہو چکے تھے۔

ایسے میں ان کے لئے ایک خونی انقلاب رونما ہوا۔ اچانک ایک طرف سے عبدالکریم بن مغیث نمودار ہوا اور اپنے لشکر کے ساتھ عبدالکریم بن مغیث اور اس کا نائب حارث بن بزیغ دونوں خیالوں کی طلب پر اُترتے بربادیوں کے خوفناک بھنور اور زیست کے ذائقے تبدیل کرتی شعلہ زن نفرتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس شب خون کی وجہ سے نارمن فوراً سنبھلے۔ پہلے تو ان کے حواس جاتے رہے اس لئے کہ انہیں خبریں پہنچ چکی تھیں کہ مسلمانوں کا لشکر قرطبہ جا چکا ہے۔ اب جو ان پر شبِ خون مارا گیا تو وقتی طور پر ان پر خوف و ہراس طاری ہوا لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ ان پر حملہ آور ہونے والا لشکر تعداد میں نہ ہونے کے برابر ہے تب نارمنوں نے تہیہ کر لیا کہ شب خون مارنے والے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر کر اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ اپنے انہی ارادوں کے تحت نارمنوں نے ایک طرح سے عبدالکریم بن مغیث اور حارث بن بزیغ کے لشکر کے گرد ایک حصار بنانے کی ابتداء کر دی تھی۔

ایسے میں نارمنوں کے لئے ایک اور بربادی کا سماں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ دوسری سمت سے اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ زندگی کے حصار میں قضا کے رنگ کا اہتمام کرتے شکست و ریخت کے بے روک سلسلوں، گلیوں کو ملبوں، ندیوں کو صحراؤں، آنکھوں کو مسافر ویرانیوں میں تبدیل کرتے جبر کے سوکھے موسموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کا یہ حملہ اتنا شدید، اتنا خوف ناک تھا کہ نارمن عبدالکریم اور حارث بن بزیغ کے گرد حصار بنانے کے اپنے ارادوں کو فراموش کر بیٹھے اور انہوں نے اپنی آدھی قوت کو عبدالکریم بن مغیث اور دوسری آدھی قوت کو اسمٰعیل بن موسیٰ کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔

پر رات کی گہری تاریکی میں نارمنوں کی ایک اور بدقسمتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ تیسری سمت سے جریر بن موفق دلوں کو الم گاہ، ذہنوں کو سنگلاخوں، بستیوں کو ویرانیوں میں تبدیل کرتے کرب خیز طوفانوں اور وقت کے لافنا پاسبانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں دونوں لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے رات کی مانگ میں دھول دھول دہشت اور درندگی قہر آلود فسوں کی طرح ناچ اٹھی تھی۔ ہواؤں میں نوحے، فضاؤں میں ماتم کی کیفیت کھڑی ہو گئی تھی۔ جراحتوں کی بے روک آندھیاں، مرگ کی دراز ہوتی طیلسان، ستم گری کی اندھی برسات اور دکھ کی معیاد بڑھانے والی موت کی خوفناک چاپ نے ہر شے کو اپنی ضرب پر رکھ لیا تھا۔

نارمنوں نے کچھ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن وہ جم نہ سکے۔ تین اطراف سے عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کے حملوں نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ خوف زدہ ہو گئے تھے اور ان کے اندر یہ وسوسے جوش مارنے لگے تھے کہ شاید مسلمانوں کو ان کے مرکزی شہر قرطبہ سے رسد مل گئی ہے۔ اسی بناء پر ان پر ایک نہیں مسلمانوں کے تین لشکر بہ یک وقت حملہ آور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ان خیالات کے تحت رات کے وقت نارمنوں کی حالت بڑی تیزی سے بنجر ویرانوں کے تھل، یاس و حرماں نصیب زندان، پرانی یادوں کی گرد میں ان گنت وہموں کی صداؤں سے بھی زیادہ الم ناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک انہوں نے مزید مقابلہ کیا۔ اس کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے چاروں طرف ان کے اپنے ہی ساتھیوں کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں تب وہ شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان کو شکست دینے کے بعد جس امر کی ابتداء کرنی تھی چونکہ عبدالکریم نے اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ مل کر پہلے سے منصوبہ بندی کر رکھی تھی لہٰذا جب نارمن شکست اٹھا کر بھاگے تب عبدالکریم، اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے پوری طاقت وقوت سے نارمنوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا جبکہ لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ حارث بن بزیغ نے رات کی گہری تاریکیوں میں نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے مشرق کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

مسلمانوں کے مخبر برابر اپنے سالاروں کی راہنمائی کر رہے تھے۔ اور جب انہوں نے عبدالکریم پر یہ انکشاف کیا کہ نارمنوں کا دوسرا لشکر اب نزدیک ہی رہ گیا ہے تب عبدالکریم نے وہاں اپنے لشکر کو روک دیا۔ جس جگہ لشکر رکا تھا وہاں زمین کٹی پھٹی تھی۔ جگہ جگہ نشیب و فراز تھے۔ چنانچہ عبدالکریم نے اسی جگہ کا انتخاب کیا۔ اتنی دیر تک، رات بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ عبدالکریم نے وہاں اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی بڑی تیزی سے پڑاؤ قائم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حارث بن بزیغ بھی نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس طرح عبدالکریم اور اس کے ساتھی وہاں قیام کر کے حالات کا جائزہ لینے لگے تھے۔



☆★☆

ایک روز عصر کے وقت خوب صورت مصارہ، حسین و پُر جمال اریش کے ہاں داخل ہوئی۔ اس وقت اریش کی ماں صحن میں بیٹھی اناج صاف کر رہی تھی۔ مصارہ کو دیکھتے ہی اریش کی ماں حماسہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مصارہ پہلے ہی بول اُٹھی اور حماسہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''خالہ! اریش کہاں ہے؟''

اس پر دھیمی دھیمی، ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں حماسہ بول اُٹھی۔

''بیٹی! وہ تو اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاں گئی ہے۔ تمہیں بلانے گئی تھی لیکن تم سوئی ہوئی تھی لہٰذا وہ واپس آئی اور یہ اطلاع دے کر چلی گئی کہ وہ اماں ترجیلہ کے ہاں جا رہی ہے۔ اسے تو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔''

مصارہ مڑتے ہوئے کہنے لگی۔

''اچھا اماں! میں اسی کی طرف جاتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی مصارہ وہاں سے نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد مصارہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی میں داخل ہوئی۔ دیوان خانہ کے سامنے سے گزر کر جب وہ دوسرے کمرے میں گئی تب اس نے دیکھا کہ اس کمرے میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ ایک مسہری پر کمبل لئے لیٹی ہوئی تھی۔ مصارہ کو دیکھتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی کہ مصارہ آگے بڑھی۔ ترجیلہ کو سہارا دے کر لٹایا اور کہنے لگی۔

''اماں! آپ لیٹی رہیں۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ہماری آمد پر آپ اس طرح بیٹھنے یا اٹھنے کی کوشش نہ کیا کریں۔ آپ یہ بتائیں کہ دادا کہاں ہیں اور اریش

یہاں آئی ہے؟"
اس پر ترجیلہ پُرسکون انداز میں کہنے لگی۔
"دادا تو میرے لئے دوا لینے طبیب کے پاس گئے ہیں جبکہ اریش کافی دیر کی آئی ہوئی ہے۔ بے چاری میری اور دادا کی بہت خدمت کرتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اب اٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف گئی ہوئی ہے۔ کہہ رہی تھی پہلے میں سارے گھر کی صفائی کروں اس کے بعد آپ کے پاس بیٹھوں گی۔"
مصارہ مسکرائی اور کہنے لگی۔
"اچھا اماں! میں کام میں اس کی مدد کرتی ہوں اور پھر دونوں بہنیں آپ کے پاس آ کر بیٹھتی ہیں۔"
ترجیلہ نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب مصارہ وہاں سے نکلی، ساتھ والے کمرے میں جب وہ آئی تو اس نے دیکھا وہاں اریش ہر چیز کو قرینے اور سلیقے سے رکھنے کے ساتھ ساتھ کمرے کی صفائی بھی کرتی جا رہی تھی۔ ہر چیز کی جھاڑ پھونک کر رہی تھی۔ وہ کمرہ جس کی صفائی اس وقت اریش کر رہی تھی وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کا تھا۔
مصارہ کو وہاں آتے دیکھ کر اریش مسکرائی۔ مصارہ کچھ دیر تک بڑی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔
"افسوس .... تمہارے رویے پر صد افسوس۔ کیا تم مجھے اپنے ساتھ نہیں لا سکتی تھیں؟ میرے خیال میں اب تم جان بوجھ کر یہاں اکیلی آنا چاہتی ہو۔"
اریش نے آگے بڑھ کر مصارہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ کہنے لگی۔
"ایسی باتیں نہیں کرتے۔ تم میری بڑی بہن ہو۔ میں تمہیں زندگی کے کسی موڑ پر بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ گھر سے نکلنے کے بعد پہلے میں تمہاری طرف گئی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ تمہیں ساتھ لے کر میں یہاں آؤں۔ تم چونکہ سو رہی تھیں لہٰذا میں دوبارہ اماں کے پاس آئی اور میں نے ان سے کہا اماں! میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی میں جا رہی ہوں۔ تم سو رہی تھیں لہٰذا میں اکیلی چلی آئی۔ بتاؤ اس میں میرا کیا قصور ہے؟"
مصارہ نے آگے بڑھ کر اریش کا کان پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگی۔

''میں تو کہتی ہوں کہ اب اس حویلی میں پکی رہائش اختیار کرلو۔''

اریش نے بڑے تیز انداز میں مصارہ کو گھورا پھر اپنے دونوں ہاتھ کمر پر لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

''کھل کر کہو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''تم اتنی بچی نہیں ہو کہ میری بات کو سمجھ نہ پاؤ۔'' مصارہ نے اس کا کان پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

جواب میں اریش اپنی گردن کھجاتے ہوئے کہنے لگی۔

''کچھ کچھ سمجھ تو گئی ہوں لیکن تمہارے منہ سے ذرا تفصیل سے سننا چاہتی ہوں۔''

اچانک مصارہ نے آگے بڑھ کر اریش کا بازو پکڑ لیا۔ اسے کھینچتی ہوئی کمرے میں لگی مسہری کی طرف لے گئی۔ اس پر بیٹھی، اریش کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر بڑے غور سے اریش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اریش! اُس روز بھی تم میرے سوال کو ٹال گئی تھیں۔ دیکھو تم جانتی ہو میں تمہیں اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح چاہتی ہوں اور تم سے ویسی ہی محبت کرتی ہوں۔ میں نے اس دن تم سے سوال کیا تھا کہ کیا تم اسمٰعیل بن موسیٰ کو پسند کرنے لگی ہو؟''

جواب میں اریش نے بھی تیز نگاہوں سے مصارہ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگی۔

''کیا کسی کو پسند کرنا گناہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تم جریر بن موفق کو پسند کر کے کیا گناہ کی مرتکب نہیں ہوئیں؟''

بات کو ٹالنے کی کوشش نہ کرو اریش! جو کچھ میں نے پوچھا ہے اس کا جواب براہِ راست دو۔'' احتجاجی انداز میں اریش کی طرف دیکھتے ہوئے مصارہ نے کہہ دیا تھا۔

اریش فوراً سنجیدہ ہوگئی۔ پھر کہنے لگی۔

''مصارہ! تیری حیثیت میری بڑی بہن کی سی ہے۔ میں تم سے کوئی چیز چھپاؤں گی نہیں۔ اس بات کا اظہار میں نے ابھی تک اپنی ماں سے بھی نہیں کیا لیکن میں تم پر انکشاف کرتی ہوں کہ میں اسمٰعیل بن موسیٰ کو پسند کرنے لگی ہوں۔''

اریش کے یہ الفاظ سن کر مصارہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پہلے دونوں بازو پھیلا کر اس نے اریش کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی، اس کا منہ چوما، پھر کہنے لگی۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ تم ہمارے بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ کو کس قدر چاہتی ہو؟''
جواب میں ایرش کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے مصارہ کی طرف دیکھتی رہی، پھر کسی قدر بے تکلفانہ انداز میں وہ بول اٹھی تھی۔
''مصارہ! میری بہن! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ میں اب اسمٰعیل بن موسیٰ کو ٹوٹ کر پیار کرنے لگی ہوں۔ اب تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں انہیں کس قدر چاہتی ہوں۔ اس طرح تم میری محبت، چاہت کی گہرائی ناپنا چاہتی ہو جو مجھے اسمٰعیل بن موسیٰ سے ہے۔
مصارہ! اگر یہی معاملہ ہے تو پھر سنو۔ اسمٰعیل بن موسیٰ جو چند ہفتے قبل میرے لئے اجنبی تھے اب وہ میری زیست کے اندھے غبار میں پیار کی خوشبو، چاہت کی آرزو اور نغموں کا گوہر ہیں۔ زندگی کی بیگانگی کے وسیع صحرا میں وہ میرے لئے گلابی جاڑوں کی چاندنی، بہاروں کی سکون ریزی اور مہکتے پھولوں کی باس کی مانند ہیں۔
درد کے نادیدہ ساحلوں میں اسمٰعیل بن موسیٰ اب میرے لئے سیمگوں چاندنی، شنگرفی پھولوں اور رنگین آنچلوں کے شبنمی سائبانوں جیسے ہیں۔ منزلوں کے راستوں میں اب وہی میرے لئے طلب کا حسین لمحہ، نوائے حیات آموز ہیں۔ اندھیرے میں نہائی ملگجی راتوں میں وہ میرے لئے گل رنگ صدا، روشنی کا نادیدہ لمحہ اور برف زاروں میں صبح کی پھیلتی روشنی جیسے ہیں۔
اب وہی میرے حطیم حُسن میں میری نگاہوں کے سحر، میرے گلابی لبوں کے تبسم کے پاسبان اور اشکوں سے تردیدہ ماحول میں وہی میرے تمتماتے حُسن، میرے دل کے مہکتے خزانے اور میری جان و جسم اور میری عفت و آبرو سب کے مالک ہیں۔
مصارہ میری بہن! اسمٰعیل بن موسیٰ اب میری ریاضت کا ثمر بن چکے ہیں۔''
یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ایرش رکی۔ پھر دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔
''مصارہ! میری بہن! میں اسمٰعیل بن موسیٰ کو اسی روز سے چاہنے لگی تھی جس روز وہ مجھے اپنے ساتھ ایکس کلوس کے کلیسا میں لے کر گئے تھے اور وہاں انہوں نے میری اور تمہاری حفاظت اور تحفظ کی خاطر یولوجیوس اور الوارو کے علاوہ وہاں سارے بیٹھے ہوئے لوگوں سے تحکمانہ اور دھمکی آمیز انداز میں گفتگو کی تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایرش رکی، کچھ دیر خاموش رہی۔ اس دوران وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔ پھر نادیدہ اندیشوں کے تحت وہ کسی قدر فکرمندی سے مصارہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مصارہ! میں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنی محبت کا مرکز تو بنا لیا ہے، انہیں اپنی چاہت کی شہہ نشین پر بٹھا دیا ہے پر اب میں ڈرتی ہوں، خوف زدہ ہوں کہ کہیں وہ میری محبت کا جواب محبت سے نہ دیں۔ مجھے اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اگر مجھے چاہنے بھی لگیں تو کہیں ان کے دادا یا ان کی ماں میرا رشتہ لینے سے انکار کر کریں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر یہ زندگی تو میرے لئے قیامت خیز اور جہنم بن کر رہ جائے گی۔''

ایرش کی یہ ساری باتیں سننے کے بعد مصارہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہنے لگی۔

''ایرش! تم میری چھوٹی بہن کی مانند ہو اور میں اپنی چھوٹی بہن کو خوف زدہ اور فکرمند نہیں ہونے دوں گی۔ تم یہیں بیٹھو۔ کمرے کی صفائی کرو۔ میں اماں ترجیلہ کے پاس جاتی ہوں اور ان پر انکشاف کرتی ہوں کہ ایرش اپنے دل کی گہرائیوں سے اسمٰعیل بن موسیٰ کو چاہنے لگی ہے۔ لہٰذا میں اماں ترجیلہ کو یہ مشورہ دوں گی کہ وہ تمہارے گھر جا کر تمہارے باپ اور تمہاری ماں سے ملیں اور ان سے اسمٰعیل بن موسیٰ کے لئے تمہارا رشتہ مانگیں۔ اب کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

ایرش نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر مصارہ کا بازو پکڑ لیا۔ کہنے لگی۔

''تمہاری تجویز بہت اچھی ہے۔ اس طرح میرے سارے کام ہی آسان ہو جائیں گے۔ لیکن اس وقت نہیں۔ یہ سارا معاملہ میری موجودگی میں نہ اٹھاؤ۔ میں چلی جاتی ہوں۔ میرے بعد اس موضوع پر اماں سے گفتگو کر لینا۔''

مصارہ نے ہلکی سی ایک چپت ایرش کے حسین گلابی گال پر لگائی۔ پھر کہنے لگی۔

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسی کمرے میں بیٹھو۔ میں جلد لوٹ کر آتی ہوں۔''

ایرش روکنا چاہتی تھی پر مصارہ جلدی جلدی کمرے سے نکل گئی تھی۔

جس کمرے میں ترجیلہ بستر پر کمبلوں میں دبکی لیٹی ہوئی تھی وہاں ایک نشست کھینچ کر مصارہ ترجیلہ کے قریب ہو بیٹھی۔ پہلے اس کا بازو پکڑ کر نبض کا جائزہ لیا پھر کہنے لگی۔

''اماں! اس وقت بخار ہے۔ لیکن کافی ہلکا ہے۔ بہت جلد اتر جائے گا۔ دادا دوا لینے گئے ہوئے ہیں۔ شاید اس کے پینے سے آپ کا بخار جاتا رہے۔ اماں! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ناراض نہیں ہوں گی۔''

ترجیلہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔

''تُو کیسی باتیں کرتی ہے میری بیٹی؟ تُو جانتی ہے کہ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ لہٰذا تم جیسی بیٹیاں اگر کوئی بات کرتی ہیں تو یہ میری خوشی کا باعث ہوتی ہیں۔ کہو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

مصارہ کچھ دیر تک بڑے غور سے ترجیلہ کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

''اماں! آپ نے بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ کا رشتہ کہیں نہ کہیں تو کرنا ہی ہے۔ کیوں نہ ہم بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ کو ایرش سے بیاہ دیں۔ آپ جانتی ہیں کہ کم از کم اُندلس میں اس جیسی حسین اور پُرکشش لڑکی نہیں ہے۔ اب بولیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

ترجیلہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر کہنے لگی۔

''مصارہ! میری بیٹی! یہ تجویز تو انتہا درجہ کی نایاب اور خوش کن ہے۔ لیکن ایرش کے ماں باپ ایرش کا رشتہ ہمیں کیوں دینے لگے؟ ان کے اور ہمارے مالی حالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہمارے پاس یہ چھوٹی سی حویلی ہے جس میں ہم بڑی مشکل سے گزر بسر کرتے رہے ہیں۔ میری بچی! تُو جانتی ہے میرے شوہر ایک عرصہ سے چارپائی پر پڑے ہوئے تھے۔ جہاں تک دادا کا تعلق ہے وہ اب اتنے بوڑھے اور لاغر ہو چکے ہیں کہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اب ایک نو وارد کی حیثیت سے میرا بیٹا لشکر میں شامل ہوا ہے لہٰذا ایرش کے باپ کے مقابلے میں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے اور کم مایہ قسم کے لوگ ہیں۔ ایرش کے باپ کا قرطبہ کے اندر وسیع کاروبار ہے۔ جتنی ان کی حویلی ہے اس کے اندر ہماری چھوٹی سی چار پانچ حویلیاں بن جاتی ہیں۔ بیٹی! ان کا معیار ہم سے بہت اونچا ہے اور رشتہ طلب کرنے کے لئے صرف اوپر ہی نہیں دیکھنا چاہئے مصارہ میری بیٹی! نیچے بھی جھانکنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے انسان اپنی اوقات سے باہر نہیں نکلتا۔

میری بیٹی! اس سلسلے میں دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ پہلے اسمٰعیل بن موسیٰ کو آنے

دو۔ اگر اس نے کہا کہ ایرش کے رشتے کے لئے اس کے ماں باپ سے بات کی جائے کہ وہ ایرش کو پسند کرتا ہے تو پھر میں ضرور اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر ایرش کے ماں باپ سے اس کا رشتہ مانگوں گی۔ اگر انہوں نے انکار بھی کر دیا تو مجھے افسوس نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ ان کے اور ہمارے مالی اور اقتصادی حالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ترجیلہ جب خاموش ہوئی تب مصارہ نے ترجیلہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ہلکے ہلکے دباتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں! آپ کو اس سلسلے میں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ اس وقت اپنی سلطنت کے سب سے عمدہ سالاروں میں سرِفہرست ہے۔ اس لئے ہر کوئی اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنی لڑکی کا رشتہ دینا پسند کرے گا۔ آپ کو اس سلسلے میں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ چند روز کا وقفہ ڈال کر میں اس موضوع پر ایرش کے ماں باپ سے بھی گفتگو کروں گی پھر آپ کو بتاؤں گی کہ اس رشتہ سے متعلق ان کے کیا خیالات ہیں؟ بہر حال آپ کو فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب خود ایرش بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنی آرزوؤں کا محور اور مرکز بنا کر زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو پھر آپ کو اعتراض ہونا چاہئے اور نہ ہی کسی دوسرے کو۔"

جواب میں ترجیلہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"بیٹی! اس رشتہ کے لئے میری تو ہاں ہے لیکن........"

مصارہ نے ترجیلہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ کہنے لگی۔

"آپ کو لیکن کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ اس رشتہ کے لئے رضامند ہو جائیں گی تو پھر ایرش کے ماں باپ بھی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیں گے۔ آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کی صفائی ستھرائی کر کے میں اور ایرش تھوڑی دیر کے لئے اپنے گھروں کو واپس جائیں گی۔ شام سے پہلے پہلے آپ کے پاس آ جائیں گی۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا میں اور ایرش خود آ کر تیار کریں گی۔ اپنے ماں باپ کو بتاتے ہوئے میں اور ایرش اب اس وقت تک آپ کے ہاں ہی قیام کریں گی جب تک امیر اسمٰعیل بن موسیٰ نارمنوں سے لڑی جانے والی جنگ

سے فارغ ہو کر گھر نہیں آ جاتے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ دادا بے چارے بوڑھے ہیں۔ وہ طبیب سے ہر روز آپ کے لئے دوا تو نہیں لا سکتے۔ میں اور اریش دونوں آپ کے پاس آپ کی خدمت کے لئے رہیں گی۔ جبکہ گاہے گاہے ہم اریش کے بھائی جیوس کو بھی اپنے ساتھ لاتی رہیں گی۔ بازار سے گھر کی ضروریات کا سودا سلف اور آپ کے لئے دوائی اریش کا چھوٹا بھائی لایا کرے گا۔ وہ بہت اچھا بچہ ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مصارہ کچھ لمحے کو رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اماں! میں اور اریش دونوں تھوڑی دیر تک واپس جائیں گی۔ اس دوران ہم گھر کی صفائی کر جائیں گی۔ واپس جا کر میں اس موضوع پر اریش کی ماں حماسہ اور اس کے باپ ارتمیس سے بات کروں گی۔ صورتِ حال ان کے سامنے پیش کروں گی۔ پھر دیکھوں گی وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اس کے بعد میں اپنے گھر جاؤں گی اور اپنے باپ اور اپنی ماں سے آپ کے ہاں رہنے کی اجازت لوں گی۔ مجھے امید ہے کہ میرے اور اریش کے گھر والے ہم دونوں کو آپ کے پاس رہنے کی اجازت دے دیں گے۔"

ترجیلہ نے مصارہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد مصارہ وہاں سے نکلنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ عین اسی لمحہ اریش بھی اس کمرے کے دروازے کے پیچھے کھڑی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مصارہ اپنی جگہ سے اٹھی ہے تب وہ بھی بھاگتی ہوئی واپس اسی کمرے میں چلی گئی تھی جہاں سے مصارہ اٹھ کر ترجیلہ کے پاس آئی تھی۔

واپس اس کمرے میں جا کر مصارہ، اریش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"دیکھ! میں تیرے موضوع پر اماں سے بات کر کے آئی ہوں۔ اماں بے حد خوش ہیں اور وہ تیرا رشتہ تو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن بے چاری ڈرتی ہیں کہ کہیں........"

یہاں تک کہتے کہتے مصارہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اریش مسکراتے ہوئے بول اٹھی۔

"اس سے آگے جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو وہ میں مکمل کر دوں گی۔ وہ یہ کہ کہیں میرے ماں باپ اس رشتہ سے انکار ہی نہ کر دیں۔ سنو مصارہ! میں تمہیں یقین دلاتی

ہوں کہ میرے ماں باپ انکار نہیں کریں گے۔ میری امی اور ابا کے علاوہ میرا چھوٹا بھائی جیوس بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کو پسند کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ خبر سن کر وہ خوش ہوں گے۔"

مصارہ نے گھورنے کے انداز میں اریش کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"یہ تُو نے میرا ادھورا فقرہ کیسے مکمل کر دیا؟"

اس پر اریش نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کہنے لگی۔

"جس وقت تم اماں ترجیلہ سے بات کرنے کے لئے دوسرے کمرے کی طرف گئی تھیں میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے کمرے سے نکل گئی تھی اور اس کمرے سے باہر کھڑی ہو کر میں نے تمہاری اور اماں ترجیلہ کی ساری گفتگو سن لی ہے۔ اس بناء پر میں تمہارا ادھورا فقرہ مکمل کرنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔"

مصارہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو آؤ پہلے حویلی کی صفائی کرتے ہیں۔ پھر واپس جا کر اس معاملہ کو اور آگے بڑھاتے ہیں۔"

اریش نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر دونوں حویلی کی صفائی ستھرائی میں لگ گئی تھیں۔

***

مصارہ اریش کو لے کر اریش ہی کی حویلی میں داخل ہوئی۔ صحن سے گزرتے ہوئے اریش کو مخاطب کر کے مصارہ کہنے لگی۔

"اریش! میری بہن! تم اپنی خواب گاہ کی طرف چلی جاؤ۔ میں ادھر جاؤں گی جہاں تمہارے ابا اور امی بیٹھے ہوں گے۔ میں اس موضوع پر ان سے گفتگو کروں گی۔"

اریش نے مسکراتے ہوئے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا حویلی میں داخل ہونے کے بعد اریش اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی۔ مصارہ نے جب دیوان خانہ کا رخ کیا تو اس نے دیکھا دیوان خانے میں اس وقت اریش کے باپ ارتیس کے علاوہ اریش کی ماں حماسہ اور بھائی جیوس بیٹھے ہوئے تھے۔

مصارہ دیوان خانہ میں داخل ہوئی۔ تب کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے حماسہ بول اٹھی۔

"مصارہ! تم تو کہہ گئی تھیں کہ تم اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاں جاؤ گی۔ اب تم اکیلی

آئی ہو۔ یہ بتاؤ ایرش کہاں ہے؟"

اس پر مصارہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں! ایرش میرے ساتھ آئی ہے۔ وہ اپنی خواب گاہ کی طرف گئی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت آپ تینوں دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ لوگوں سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

مصارہ کے ان الفاظ کے جواب میں ارتیں اور حماسہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سوالیہ سے انداز میں دیکھنے لگے تھے۔ مصارہ ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس موقع پر جیوس مصارہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

"مصارہ! میری بہن! کوئی اچھی خبر سنانا۔"

مصارہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال اور میرے اندازے کے مطابق خبر بہت اچھی ہے۔"

اس کے بعد مصارہ نے لحہ بھر کے لئے باری باری ارتیں اور حماسہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

"اگر میں آپ تینوں پر یہ انکشاف کروں کہ ایرش کسی کو پسند کرتی ہے تو کیا آپ میری بات پر اعتبار کر لیں گے؟"

اس موقع پر حماسہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری بچی! کیوں اعتبار نہیں کریں گے؟ اس لئے کہ تم ایرش کو اپنی چھوٹی بہن خیال کرتی ہو اور تمہاری بات پر اعتبار نہ کرنا میں سمجھتی ہوں بہت بڑا جرم ہے۔"

مصارہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں آپ لوگوں پر انکشاف کروں کہ ایرش اسمٰعیل بن موسیٰ کو چاہنے اور اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس سلسلے میں ایرش سے میری تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے۔ اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ سے اپنی محبت اور چاہت کا بڑے عمدہ الفاظ میں اقرار کیا ہے۔ ایرش کی محبت کا انکشاف میں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ پر بھی کر دیا ہے اور وہ اس انکشاف پر بے حد خوش ہوئی تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے کچھ خدشات اور فکرمندی کا بھی اظہار کیا تھا۔"

مصارہ جب خاموش ہوئی تب حماسہ سنجیدگی میں کہنے لگی۔
"کیسی فکرمندی؟ کیسے اندیشے؟"
جواب میں مصارہ نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔
"اماں! اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ پر میں نے جب ایرش کی محبت کا ذکر ہی کیا تو اس نے بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ وہ اس بات پر فخر بھی کرنے لگی تھی کہ ایرش جیسی حسین اور خوبصورت لڑکی اس کے بیٹے اسمٰعیل بن موسیٰ کو چاہنے لگی ہے۔ اس کے بعد وہ سنجیدہ ہو گئی اور فکرمندی اور خدشات کا اظہار کرنے لگی۔ جب میں نے اس سے فکرمندی اور خدشات کی وجہ پوچھی تب وہ پریشانی میں کہنے لگی کہ مجھے اس بات کی تو بے حد خوشی ہے کہ ایرش میرے بیٹے اسمٰعیل بن موسیٰ کو چاہتی ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو جب میں اپنے بیٹے اسمٰعیل کے لئے ایرش کو مانگوں تو ایرش کے ماں باپ انکار کر دیں۔ اس کی وجہ ترجیلہ نے یہ بتائی تھی کہ ان کے مقابلے میں آپ لوگ مالی اور اقتصادی لحاظ سے بہت آگے ہیں اور اسے خدشہ تھا کہ شاید اسی کو وجہ بنا کر کہیں ایرش کے ماں باپ اسمٰعیل بن موسیٰ کو رشتہ دینے سے ہی انکار کر دیں۔"
اس موقع پر ایرش کی ماں حماسہ نے ایرش کے باپ ارتمیں کی طرف تھوڑی دیر تک دیکھا۔ دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا۔ آخر میں حماسہ نے اثبات میں گردن بھی ہلائی۔ اس پر ارتمیں، مصارہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"مصارہ! میری بچی! ہماری نگاہوں میں تیری عزت، تیرا مقام بھی وہی ہے جو ایرش کا ہے۔ دیکھ بیٹی! اگر ہماری بیٹی ایرش، اسمٰعیل بن موسیٰ کو پسند کرنے لگی ہے، اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے تو یاد رکھنا ہم اس کے فیصلے کو قبول کریں گے اور فخر کریں گے کہ ہماری بیٹی نے اسمٰعیل بن موسیٰ جیسے نوجوان کو پسند کیا ہے۔ ہاں......"
یہاں تک کہتے کہتے ارتمیں کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس بار حماسہ بول اٹھی۔
"مصارہ! میری عزیز بیٹی! واپس جا کر اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں سے کہنا کہ اگر وہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کے لئے ہماری بیٹی ایرش کا رشتہ مانگتی ہے تو ہم دونوں میاں بیوی یہ سمجھیں گے کہ ہمیں کسی نے تختے سے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔ اگر اسمٰعیل کے لئے ترجیلہ ایرش کا رشتہ مانگتی ہے تو ہم دونوں میاں بیوی بھی اس رشتہ پر خوشی اور رضامندی

کا اظہار کرتے ہیں۔"

حماسہ کے ان الفاظ پر مصارہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اس بار اُس نے ایرش کے بھائی جیوس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"جیوس! میرے عزیز اور چھوٹے بھائی! اماں اور ابا ایرش اور اسمٰعیل کے رشتے کے لئے اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کر چکے ہیں۔ میرے بھائی! اس سلسلے میں تم بھی کچھ کہو۔"

جواب میں جیوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میری بہن کو اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر اسمٰعیل بن موسیٰ سے بہتر اور کوئی اچھا جوان مل ہی نہیں سکتا۔"

جیوس کے ان الفاظ پر جہاں مصارہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی، وہاں ارتمیں اور حماسہ بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

اس پر مصارہ نے موضوع بدلا اور کہنے لگی۔

"اماں! اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں بیمار ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ دادا بوڑھے ہیں۔ وہ بے چارے بار بار بازار جا کر گھر کے لئے سودا سلف اور دوا نہیں لا سکتے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اور ایرش دونوں رات کے وقت اماں ترجیلہ کے پاس قیام کر لیا کریں گی۔ دن کے وقت کچھ دیر کے لئے اپنے گھر آ جایا کریں گی اور پھر دوبارہ اماں کے پاس چلی جائیں گی۔ انہیں کوئی سنبھالنے والا نہیں ہے۔ گھر پر کوئی دوسری عورت نہیں جو ان کی دیکھ بھال کرے، کھانا پکا کر دے۔ دادا بوڑھے ہیں۔ وہ بے چارے تو چلنے سے قاصر ہیں۔"

مصارہ ابھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ارتمیں بول اٹھا۔

"مصارہ! میری بیٹی! ایرش کو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ وہ ترجیلہ کی خدمت کے لئے وہاں قیام کر سکتی ہے۔ دادا سودا سلف اور دوا دارو لینے کے لئے بازار کیوں جائیں گے؟ تم دونوں بہنیں جب بھی محسوس کرو، جیوس کو اپنے ساتھ لے جایا کرو۔ جیوس بازار سے ضرورت کا سارا سامان اور ترجیلہ کے لئے دوا لے آیا کرے گا۔ نہ تم دونوں کو جانے کی ضرورت ہے نہ دادا کو۔ اب بولو تم کیا کہتی ہو؟"

مصارہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''ارش میرے ساتھ ہی حویلی میں داخل ہوئی ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اس کی محبت کے موضوع پر تمہاری اماں، ابا اور بھائی سے بات کروں گی۔ اس بناء پر وہ شرماتی ہوئی اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی ہے۔ میں ذرا گھر جاتی ہوں۔ اماں اور ابا سے ارش کے ساتھ اماں ترجیلہ کے ہاں قیام کرنے کی اجازت لیتی ہوں، اس کے بعد میں اور ارش دونوں واپس چلی جائیں گی۔''

ارتمیں اور حماسہ دونوں نے اس سے اتفاق کیا۔ اس پر مصارہ اٹھ کر اپنے گھر گئی۔ اپنے ماں باپ کے سامنے سارا معاملہ پیش کیا۔ اس پر اُس کے ماں باپ نے ہی ارش کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ مصارہ ورارش دونوں ترجیلہ کے پاس چلی گئی تھیں۔





عشاء کی نماز کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے دیگر چھوٹے بڑے سالاروں کے ساتھ عبدالکریم بن مغیث کے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے میں خیمے کے اندر عبدالکریم بن مغیث کی آواز بلند ہوئی۔ اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''ابنِ موسیٰ! میں تمہارے ذمہ ایک انتہائی اہم ذمہ داری یا یوں کہہ لو، خطرناک مہم کرنے لگا ہوں۔ میرے فرزند! لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا حارث بن بزیغ، تیسرا جریر بن موفق اور چوتھا تمہاری کمانداری میں ہوگا۔ جو لشکر تمہاری سرکردگی میں رکھا جائے گا اس کی تعداد باقی حصوں سے کچھ زیادہ ہوگی۔ اب تمہارے ذمہ میں یہ کام لگاتا ہوں کہ ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے آج ہی رات تم نارمنوں کے اس لشکر کے مشرقی حصہ کی طرف چلے جاؤ جس نے غرناطہ کی طرف سے آنے والی شاہراہ پر اپنا پڑاؤ قائم کر رکھا ہے۔ دشمن کا پڑاؤ یہاں سے اب صرف چند میل دور ہے۔ دشمن کو بھی خبر ہو چکی ہے کہ ہم یہاں آ کر پڑاؤ قائم کر چکے ہیں اور ایک روز ان سے ٹکرائیں گے۔ انہیں یہ خبر بھی ضرور ہو چکی ہو گی کہ ہم نے ان کے اس لشکر کو بدترین شکست دی ہے جس نے جبلِ رندہ کے قریب پڑاؤ کر رکھا تھا اور اس لشکر کے شکست خوردہ افراد بھی ان سے آن ملے ہیں۔

میرے عزیز! میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں کل ہی دشمن سے ٹکرانا چاہتا ہوں۔ اگر ہم نے دیر کر دی تو نارمنوں کے ایک لشکر کی شکست کی خبر ان کے حکمران مناکش کے پاس اشبیلیہ کے نواح میں پہنچ جائے گی۔ ایسی صورت میں ہم سے نمٹنے کے لئے نارمن ایک اور لشکر بھیج سکتے ہیں۔ لیکن ان کے ایسا کرنے سے پہلے پہلے میں

نارمنوں کے دوسرے لشکر سے بھی نمٹ لینا چاہتا ہوں۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہماری ان دو کامیابیوں کی وجہ سے نارمنوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ مالِ غنیمت کی صورت میں ہمیں بہت کچھ ملے گا جو سارا لشکریوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس طرح ہمارے لشکری زیادہ تنگ و دو اور جانثاری کے ساتھ نارمنوں پر ضرب لگانے کے لئے تیار اور مستعد ہو جائیں گے۔

آج تھوڑی دیر تک تم یہاں سے اپنی منزل کی طرف کوچ کر جانا۔ دو راہنما تمہارے ساتھ ہوں گے جو تمہیں نارمنوں کے لشکر کے مشرقی حصے کی طرف لے جائیں گے اور وہاں کسی مناسب جگہ تمہاری گھات کا اہتمام بھی کریں گے۔ ہم یہاں آج رات بالکل چوکنے اور مستعد ہو کر گزاریں گے اور اگلے روز فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد میں نارمنوں کے لشکر کی طرف کوچ کروں گا۔ ان کے سامنے پڑاؤ کرنے کے بعد لشکر کی صفیں درست کر کے ان سے ٹکراؤ کی ابتداء کروں گا۔ اتنی دیر تک تم بھی پشت کی جانب دشمن کے قریب رہنا۔ جب ہم دشمن سے ٹکرا جائیں تو کسی مناسب موقع پر تم اپنی گھات سے نکلنا اور دشمن کے جس پہلو کو دیکھو کہ وہاں کمزوری کے آثار ہیں وہاں ایسی ضرب لگانا کہ دشمن کے سامنے شکست اور بھاگنے کے سوا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔

کل ہم غرناطہ کی طرف آنے والی شاہراہ پر نارمنوں کے لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو میرے عزیزو! نارمنوں کے وہ ان گنت لشکری جو اس وقت اشبیلیہ کے نواح میں پھیلے ہوئے ہیں اور نارمنوں کے جس لشکر نے اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے ان سے نمٹنے کے لئے ہمارے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔

جیسا کہ میں تم لوگوں کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اشبیلیہ میں اپنے والی کو میں نے خبر بھیج دی ہے کہ وہ برابر نارمنوں سے برسرِ پیکار رہے۔ انہیں شہر کے نزدیک نہ آنے دے۔ بہت جلد ہم اس کی مدد کے لئے پہنچ جائیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ اشبیلیہ میں ہمارا حکمران نارمنوں کو خوب روکے گا۔

میں چاہتا ہوں کہ کل نارمنوں کے اس لشکر کو شکست دینے کے بعد لشکر کو صرف شام تک ستانے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس دوران اپنے مخبر اشبیلیہ کی طرف پھیلا دیئے جائیں اور پھر انہی مخبروں کی راہنمائی میں ہم اشبیلیہ کا رخ کریں گے۔ پہلے ان نارمنوں سے نمٹیں گے جو اشبیلیہ کے نواح میں قتل و غارت گری اور ترک و تاز میں

مصروف ہیں۔ اس کے بعد براہِ راست اس لشکر پر ضرب لگائیں گے جس نے اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے علاوہ باقی سارے سالاروں نے بھی چونکہ عبدالکریم بن مغیث کی تجویز سے اتفاق کیا تھا لہٰذا عبدالکریم بن مغیث اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سالار بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر لشکر کی تقسیم کے کام کو آخری شکل دی گئی۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر وہاں سے پراسرار طور پر کوچ کر گیا تھا۔

اگلے روز عبدالکریم بن مغیث نے بھی سارے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا۔ اس شاہراہ پر آیا جو غرناطہ سے اشبیلیہ کی طرف جاتی تھی اور پھر وہاں جو نارمنوں کا لشکر تھا اس کے سامنے پڑاؤ کیا تھا۔

نارمن پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف تپے بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے ایک لشکر کو شکست ہو چکی تھی اور اس لشکر کے بچے کھچے لشکری بری حالت میں ان کے پاس پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا جس وقت عبدالکریم بن مغیث نے دشمن کے سامنے پڑاؤ قائم کیا اسی وقت نارمنوں نے اپنے لشکر کے اندر نرسنگے بجانے شروع کر دیئے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ فی الفور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے عبدالکریم نے بھی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ وسطی حصہ کی کمانداری عبدالکریم نے اپنے پاس رکھی۔ دائیں پہلو کا کماندار جریر بن موفق کو اور بائیں طرف کی کمانداری حارث بن بزیغ کے حوالے کی گئی تھی۔

جنگ کی ابتداء نارمنوں کی طرف سے ہوئی۔ نارمنوں نے اپنے لشکر کو رگوں میں خوف طاری کرنے والی موت کی خوف ناک چاپ، اُداسی کی خنک راتوں کو نوحوں میں بدل دینے والے وحشی قرنوں کے خونخوار عذاب کی طرح آگے بڑھایا تھا۔ پھر نارمن مسلمانوں پر بستیاں مٹاتی، آبادیاں جلاتی نفرت کی بھڑکتی سیال آگ، خونی چکیاں چلاتے تمناؤں کو بے ثباتی کے قصوں اور خواہشوں کو سرابی تصورات میں تبدیل کرتے اندھے پیاسے سرابوں اور گناہوں کی خوفناک یلغار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ان کی اس کارروائی کے ساتھ ہی ساتھ عبدالکریم بن مغیث، جریر بن موفق اور

حارث بن بزیغ نے بھی اپنے لشکر کو بے روک طغیانی کھڑے کرنے والے عناصر، بلند و بالا حیات کو شکن شکن کرتی خون کی گھنگھور گھٹاؤں اور سرابوں کے یاس افزا کشف کی طرح آگے بڑھایا تھا۔ اس کے بعد عبدالکریم بن مغیث، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ احساس کی شہہ نشینوں پر نزول کرنے والے اندیشوں کی خوفناک رُتوں، زمین کے ادطاقوں، خواہشوں کی روشنیوں، دلوں کے احساسات، ساعت کے شعور، روحوں کی گہری نیلی گہرائیوں، زندگی کے رسیلے پن تک میں زندان کی تاریکیاں، قفس کی اُداسیاں اور کرب کے رنگوں کی تحریریں بھر دینے والی موت اور مرگ کی اُلجھنوں، زخموں کی کہکشاؤں اور ریگ وصرصر کے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

غرناطہ سے نکلنے والی شاہراہ پر تاریخ کے ادھورے صفحات پر ژولیدہ خوابوں کی خونی تحریریں ثبت ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ دلوں کے کورے کاغذوں پر زہر کی بوندوں کی لکیریں پھیلنے لگی تھیں۔ فضاؤں کا ماتم، ہواؤں کا نوحہ، قتل گاہوں کو اپنا نقوش بناتے نوحہ گر قضا کے اندھے شور میں ڈوب کر رہ گیا تھا۔

نارمن خوش تھے کہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کا ایک مختصر سا لشکر ہے اور اسے وہ لمحوں کے اندر فنا کر کے رکھ دیں گے۔ نارمن حیران اور پریشان بھی تھے کہ مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے لشکر نے اس سے پہلے ان کے ایک لشکر کو تباہ و برباد کر کے اپنی کامیابی کو یقینی بنایا، اب نارمن اپنے تباہ ہنے والے لشکر کا انتقام بھی مسلمانوں سے لینے پر تُلے ہوئے تھے اور انہیں قوی بلکہ پکی اُمید تھی کہ مسلمانوں کے اس لشکر کو وہ لمحوں کے اندر اُدھیڑ کر رکھ دیں گے۔ لیکن قدرت اس موقع پر کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی۔

جس وقت رزم گاہ کے آبشاروں کی صدائیں اپنے عروج پر آ گئی تھیں اور میدانِ جنگ کے تال وسُر کے پیمانے لبریز ہو گئے تھے اسی وقت اسمٰعیل بن موسیٰ نارمنوں کی پشت کی طرف سے اپنی گھات سے آسمان سے برستی شعلہ زن نفرتوں، تمناؤں کے بادبانوں کے چیتھڑے، لہو کے خوف ناک پھریرے اُڑاتے ہوئے ذہنی عقلی قواء کو محدود کرتی عفریت کی طرح نمودار ہوا۔ اس کے بعد وہ نارمنوں کی پشت پر وقت کے ماہ و سال کو چھیدتے گردابِ اجل کے رقص، منزلوں کے تعین کو موہوم کرتے تباہی کے ہولناک گرداب، چڑھتے بخار کی طرح موت کی کمند پھینکتی جبر کی گہری گھٹاؤں اور

سرگرداں صحرائی بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نارمن جو تھوڑی دیر پہلے اپنی فتح اور اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کر رہے تھے اب اپنے آپ کو بے بسی اور لاچارگی میں پھنسا محسوس کرنے لگے تھے۔ اس لئے کہ جہاں پشت کی جانب سے ان پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے پوری شدت اور پوری طاقت کے ساتھ ضرب لگائی تھی وہاں سامنے کی طرف سے عبدالکریم، جریر اور حارث نے بھی اپنے حملوں میں شدت اور تیزی پیدا کر دی تھی۔

میدانِ جنگ کے اندر ہر کوئی بحر سے فوزمندی کے موتی، ابر سے فتح مندی کا آب صفا، آگ سے کامرانیوں کے شعلے، راکھ کی تہوں سے فتح مندی کے انگارے اور طلسمات کی داستانوں میں کامیابیوں کا سحر تلاش کرنے لگا تھا۔ ہر کوئی اپنے ہُنر وکسب اور ریاضت سے اپنی فتح مندی کو یقینی بنانے کے درپے ہو گیا تھا۔

دکھ کی رزم گاہ میں روحوں کی سیرابی، زخموں کا مرہم، درد کا درماں نایاب ہونے لگا تھا۔ اپنے آپ کو قلعہء محکم جیسے ناقابلِ تسخیر سمجھنے والے بڑے بڑے تیغ زن زمین بوس ہونا شروع ہو گئے تھے۔ طبل وعلم زمین پر گرنے لگے تھے۔ بڑے بڑوں کا غرور اور فخر، تعصب وگھمنڈ خاک میں ملنے لگا تھا۔

ہر نفس میں طوفان، ہر سانس میں زلزلے، ہر شے میں اضطراب، ہر اسم وجسم میں لرزشیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے جنگجو اس طرح میدانِ جنگ میں ڈھیر ہونے لگے تھے جس طرح قلم کی نوک سے بڑے بڑے الفاظ معزول ومسترد کر دیئے جاتے ہیں۔ چاروں طرف موت زرد خزاؤں کے موسموں کے رقص کا اہتمام کرنے لگی تھی۔

نارمنوں نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو پسپا کر کے اپنی فتح مندی کو یقینی بنائیں لیکن ان کی بدقسمتی کہ سامنے کی طرف سے عبدالکریم، جریر اور حارث نے اور پشت کی جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان کے لشکر کے اندر لاشوں کی صفیں بچھانا شروع کر دی تھیں۔ نارمنوں کے سالاروں نے جب دیکھا کہ ان پر دوطرفہ حملوں کا بڑا برا اثر ہو رہا ہے اور ان کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو گئی ہے تب انہوں نے شکست کو قبول کیا اور اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر وہ اُس شاہراہ پر بھاگ کھڑے ہوئے جو غرناطہ سے اشبیلیہ کی طرف جاتی تھی۔ عبدالکریم، اسمٰعیل، حارث اور جریر نے بھی کچھ دور تک بھاگتے دشمن کا خوفناک انداز

میں تعاقب کیا، ان کی تعداد مزید کم کی، اس کے بعد انہوں نے دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرلیا تھا۔

صرف ایک رات اپنے لشکریوں کو اس مقام پر آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ بھی اسی شاہراہ پر ہو لئے تھے جو اشبیلیہ کی طرف جاتی تھی۔ اب ان کے سامنے سب سے بڑا ہدف یہ تھا کہ اشبیلیہ کے نواح میں جو نارمن کارروائیاں کررہے تھے ان پر ضرب لگا کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

اسی دوران قرطبہ شہر سے اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس باقاعدہ طور پر ایک شخص کے ذریعے یہ خبر بھی پہنچ گئی تھی کہ اس کا باپ انتقال کرگیا ہے۔ اسے اپنے باپ کی آخری نصیحت یعنی جنگ میں شامل رہنے سے متعلق بھی آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا اسمٰعیل بن موسیٰ نے قرطبہ جانے کی بجائے نارمنوں کے خلاف مہم میں حصہ لینے کو ترجیح دی تھی۔





اشبیلیہ شہر کے نواح میں حسین اور خوبصورت سیرد اپنی ماں ساگون کے ساتھ خیمے میں بیٹھ کر کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی کہ اسی دوران سیرد کا باپ اور وحشی نارمنوں کا حاکم مناکش خیمے میں داخل ہوا۔ وہ اُداس، افسردہ، بکھرا بکھرا اور گردن جھکائے ہوئے خیمے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے جہاں اس کی بیوی ساگون اُٹھ کھڑی ہوئی تھی وہاں سیرد بھی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑی ہوگئی۔ آگے بڑھی، اپنے باپ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے، پھر اسے اپنے قریب ہی بٹھایا۔ کچھ دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد سیرد نے مناکش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''اے میرے باپ! میں دیکھتی ہوں آپ کا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ آپ تھکے تھکے سے خیمے میں داخل ہوئے ہیں۔ کیا آپ کو کوئی بری خبر ملی ہے؟''

سیرد کے ان الفاظ کے جواب میں مناکش نے پہلے تو چند بار اثبات میں گردن ہلائی پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اس کے بعد اپنی بیٹی سیرد اور بیوی ساگون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ شمالی اُندلس کے حکمران ایسٹریاس اور ریاست جلیقیہ کے سالاروں اور حکمرانوں نے ہماری غلط راہنمائی کی ہے۔ انہوں نے نہ صرف ہمیں تحائف بلکہ نقدی کے ڈھیر پیش کئے۔ ان گنت لڑکیاں بھی تحفے میں ہمیں پیش کیں اور ساتھ ہی ہمیں یہ بھی کہا کہ ہم جنوب میں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں۔ مسلمانوں کے پاس دولت کے انبار ہیں اور وہ جنگ کا کوئی خاص تجربہ بھی نہیں رکھتے۔ میں سمجھتا ہوں ایسٹریاس اور جلیقیہ کے حکمران طبقے نے ہمارے ساتھ بدترین مذاق کیا

ہے۔ یہاں آ کر جو میں نے اندازہ لگایا ہے اس سے پتہ چلا کہ ہم نارمن تو اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر خیال کرتے تھے لیکن ان مسلمانوں نے تو ہمیں بالکل ہی بے ضرر سمجھتے ہوئے کنگال کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر موقع پر انہوں نے ہمیں شکست سے دوچار کیا ہے۔ میں تو مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ ایک شہر کے بعد دوسرے شہر اور ایک قصبے کے بعد دوسرے قصبے کی طرف جست و خیز کرتے ہوئے ہم مسلمانوں کے مرکزی شہر قرطبہ میں داخل ہوں گے اور وہاں پہنچ کر من مانی کارروائیاں کریں گے۔ لیکن اب تک جس قدر ٹکراؤ مسلمانوں کے ساتھ ہو چکے ہیں ان میں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور پھر ہماری بدبختی یہ کہ اس دوران نہ صرف یہ کہ میرا آزمودہ کار سالار کوراش مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا بلکہ میری بیٹی سیرد کو بھی مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے گرفتار کر کے اپنے پاس چند روز تک قیدی بنا کر رکھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''یہ تو اس مسلمان سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی شرافت اور اس کی بلند کرداری ہے کہ اس نے میری بیٹی سیرد کو قیدی بنانے کے باوجود اس کی جان اور عزت کی حفاظت کی ورنہ اگر اس نے ہمارے رویے پر عمل کیا ہوتا تو پھر سیرد اپنی آبرو سے اب تک محروم ہو چکی ہوتی۔ اس کے لئے میں مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کا ایک طرح سے شکر گزار بھی ہوں.......''

یہاں تک کہتے کہتے مناکش کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سیرد آگ کے شعلوں کی طرح بھڑک اُٹھی تھی۔

''اس کا شکر گزار ہونے کی کیا ضرورت ہے بابا؟........اس کا شکریہ ادا کرنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے؟ اس نے نہ صرف میرے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا بلکہ ایک جنگ کے دوران مجھ پر کمند پھینک کر مجھے اپنا اسیر بنا لیا۔''

جواب میں مناکش کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

''سیرد میری بیٹی! میں تمہارے خیالات سے اتفاق نہیں کرتا۔ کوراش کے ساتھ اس کا دوبدو مقابلہ ہوا تھا۔ کوراش میں اگر دم خم ہوتا، تیغ زنی میں وہ زیادہ مہارت رکھتا تو اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنے سامنے زیر کرتا اور اس کا سر کاٹ دیتا۔ لیکن چونکہ اسمٰعیل بن

موسیٰ تیغ زنی میں اس سے بالا تھا لہٰذا اس نے کوراش کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو یہ بھی اس کی ہنر مندی ہے کہ عین جنگ کے دوران ہمارے لشکر کے وسطی حصے میں پہنچ کر اس نے تم پر کمند پھینکی اور تمہیں اپنا اسیر بنا لیا۔“

یہاں تک کہتے کہتے مناکش کو ایک بار پھر رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سیرد بول اُٹھی تھی۔

”بابا! کچھ بھی ہو، میں نے مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو قتل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور میں ہر صورت میں کوئی نہ کوئی ایسا جتن، ایسا حربہ ضرور استعمال کروں گی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ اگر یہ کام میں خود نہ کر سکی تو کسی اور سے کراؤں گی پر اسے موت کے گھاٹ ضرور اتاروں گی۔“

سیرد جب خاموش ہوئی تب دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مناکش پھر بول اٹھا۔

”مسلمان اب دن بدن ہم پر حاوی ہوتے چلے جا رہے ہیں میری بیٹی! انہوں نے نہ صرف تمہارے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتارا بلکہ تم جانتی ہو مسلمانوں کے سالاروں نے ہمارے نامور سالار غندش اور پرسُول دونوں کو بھی کئی مواقع پر بری طرح شکست دے کر میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ اور اب جو دو خبریں آئی ہیں وہ یقیناً ہمارے لئے انتہا درجہ کی حوصلہ شکن اور تکلیف دہ ہیں۔“

مناکش کے ان الفاظ پر سیرد اور ساگون دونوں ماں بیٹی چونک سی پڑی تھیں۔ اس بار ساگون نے اپنے شوہر مناکش کو مخاطب کیا۔

”اب کون سی خبریں آپ کے پاس پہنچ گئی ہیں؟ یہ خبریں کس سمت سے آئی ہیں؟“

جواب میں مناکش دکھ بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

”ساگون! بات دراصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے جنوب میں کوہستانِ رندہ کے اندر پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اسے روکنے کے لئے ہم نے دو مختلف مقامات پر اپنے بڑے بڑے لشکر مقرر کئے تھے۔ ایک لشکر جبلِ رندہ کے شمال میں متعین کیا گیا تھا اور دوسرا اس شاہراہ پر مقرر کیا گیا تھا جو جنوب مشرق کی طرف سے آتی ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک موقع پر اچانک جبلِ رندہ سے مسلمانوں کے لشکر نے کوچ کر لیا۔ ان کے کوچ کے بعد چاروں طرف یہ خبریں پھیلنا شروع ہو گئیں کہ مسلمانوں کا لشکر اشبیلیہ کے نواح میں ہم سے ٹکرانے کی بجائے قرطبہ شہر کی طرف چلا

گیا ہے۔ وہاں سے وہ مزید کمک حاصل کرے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے سالار ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

لیکن ہماری بدقسمتی مسلمانوں کا لشکر جس کا سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث اور اس کے تحت تین بڑے بڑے سالار کام کر رہے ہیں ایک اسمٰعیل بن موسیٰ، دوسرا جریر بن موفق اور تیسرا حارث بن بزیغ اپنے لشکر کے ساتھ یہ کوہستانِ رندہ سے نکلے اور کوہستانِ رندہ کے شمال میں جو ہمارا لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھا اس پر شب خون مارا۔ شب خون ایسا سخت تھا کہ ہمارے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بچے کھچے لشکری ہمارے دوسرے لشکر کی طرف بھاگے جو جنوب مشرق کی طرف سے آنے والی شاہراہ پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ مسلمان اس لشکر کی طرف بھی بڑھے اور اسے بھی شکست دی۔ اب اس لشکر کے بچے کھچے شکست خوردہ ہمارے لشکری اشبیلیہ شہر میں پہنچ گئے ہیں اور باقی لشکریوں کے اندر یہ بھی خبریں پھیلنا شروع ہو گئی ہیں کہ ہمارے دو لشکروں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ خبریں سن کر ہمارے لشکریوں کے اندر بددلی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔"

مناکش یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ خیمے کے دروازے پر ایک نارمن نمودار ہوا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ مناکش نے جب اسے خیمے میں داخل ہونے کی اجازت دی تب وہ نارمن آگے بڑھا۔ قریب جا کر جھکتے ہوئے اس نے مناکش کو تعظیم دی، پھر بڑی انکساری سے وہ مناکش کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مالک! تھوڑی دیر پہلے اشبیلیہ کے نواح میں ہمارے پڑاؤ کے اندر ہمارے کچھ قاصد داخل ہوئے ہیں۔ انہیں ہمارے سالار پرسُول اور غندش نے روانہ کیا ہے۔ انہوں نے آ کر یہ انکشاف کیا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر نے جہاں ہمارے دو بڑے بڑے لشکروں کو شکست دے کر ہمارے ان گنت جنگجوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا، وہاں انہوں نے گزشتہ شب ایک تیسری کارروائی بھی کر ڈالی۔ آنے والوں نے بتایا ہے کہ ہمارے دو لشکروں کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں نے ہمارے دونوں لشکروں کے پڑاؤ کا سامان سمیٹا اور سارا سامان انہوں نے اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اشبیلیہ کی طرف کوچ کیا تھا۔ دن کے وقت وہ چھپ کر کہیں نہ کہیں

گھات لگاتے رات کے وقت کوچ کرتے رہے۔

مالک! آپ جانتے ہیں کہ رات کے وقت ہمارے لشکریوں کے مختلف گروہ اشبیلیہ کے نواح میں چھوٹے شہروں، قصبوں اور بستیوں کے اندر کارروائیاں کرتے ہیں اور سامان حاصل کر کے اشبیلیہ کے نواح میں اپنے پڑاؤ میں پہنچاتے ہیں۔ گزشتہ شب جب ہمارے کئی چھوٹے چھوٹے لشکر اشبیلیہ کے نواح میں دور دور تک کارروائیوں میں مصروف تھے مسلمانوں کے لشکر نے مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر ہمارے مختلف لشکروں پر حملہ کیا اور ہمارے ان گنت بلکہ ہزاروں لشکریوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آنے والوں کا کہنا ہے کہ ہمارے سالار غندش اور پرسُول نے جس قدر چھوٹے چھوٹے گروہ مسلمانوں کے علاقوں پر کارروائیاں کرنے کے لئے مقرر کئے تھے مسلمانوں نے ان سب کا کام تمام کر دیا اور گزشتہ شب ہمارے مارے جانے والے جن لشکریوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں کارروائیاں کر کے سامان حاصل کیا تھا وہ سامان بھی مسلمانوں نے چھین لیا ہے اور جن جن علاقوں سے وہ سامان حاصل کیا گیا تھا مسلمانوں کے لشکر نے وہ سامان واپس اپنی بستیوں اور قصبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔“

آنے والا وہ نارمن ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مناکش دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”پہلے دو شکستیں ہی نا قابلِ برداشت ہو رہی تھیں۔ ان دو شکستوں ہی کو میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی اور بری خبریں خیال کر رہا تھا۔ اب تُو نے تیسری ان دونوں سے بھی ہولناک خبر سنا دی ہے جس میں ہمارے ہزاروں لشکری موت کا لقمہ بن گئے ہیں۔ کیا آنے والوں نے یہ نہیں بتایا کہ پرسُول اور غندش دونوں مسلمانوں کے خلاف کیسی منصوبہ بندی کر رہے ہیں کہ قدم قدم پر مسلمان انہیں اپنی ٹھوکروں پر رکھتے ہوئے شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش جب خاموش ہوا تب آنے والا مسلح نارمن بول اٹھا۔

”مالک! ان قاصدوں نے جو پیغام دیا ہے اس پیغام کے مطابق پرسُول اور غندش نے آپ کے نام ایک پیغام روانہ کیا ہے۔ پرسُول اور غندش نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں کا پورے کا پورا لشکر اس وقت اشبیلیہ کے نواح میں ہے۔ انہوں نے آپ سے یہ التماس کی ہے کہ آپ فی الوقت اشبیلیہ شہر کا محاصرہ ترک کر دیں اور جس

قدر ہمارے لشکر نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے وہ لشکر یہاں سے کوچ کر کے پرسُول اور غندش کی طرف جائے۔ ہمارا پورا لشکر ایک جگہ جمع ہو اور کسی مناسب اور سود مند جگہ کو میدانِ جنگ بنا کر مسلمانوں سے ٹکرایا جائے۔ اگر ہم ساری قوت کو یکجا کر دیں اور مسلمانوں سے ٹکرائیں تو پرسُول اور غندش کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو بدترین شکست دی جاسکتی ہے۔ ہمارے دونوں سالاروں کا خیال ہے کہ اگر ایک بار ہم مسلمانوں کو شکست دینے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر مسلمانوں کے سالاروں اور لشکریوں کے قدم کہیں جمنے نہ پائیں گے اور ہمارا لشکر بغیر کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے مسلمانوں کے مرکزی شہر قرطبہ تک یلغار کرتا چلا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نارمن جب خاموش ہوا تب لمحہ بھر کے لئے مناکش کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر آنے والے نارمن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں پرسُول اور غندش کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ واپس جا کر جہاں جس قدر سالار ہوں انہیں میری طرف سے یہ پیغام دو کہ کل لشکر کا بڑا حصہ یہاں سے غندش اور پرسُول کی طرف کوچ کرے گا۔ کوچ کرنے والے لشکر میں مَیں، میرے اہلِ خانہ کے علاوہ ہماری جس قدر عورتیں اور بچے ہیں وہ سب شامل ہوں گے۔ اشبیلیہ کے نواح میں چونکہ ہمارا پڑاؤ ہے اور مرکزی پڑاؤ کے اندر ہمارا سامان ہے۔ لہٰذا اس کی حفاظت بھی بڑی ضروری ہے کیونکہ اگر ہم نے اس کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا تو اشبیلیہ شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر ہے وہ ہماری غیر موجودگی میں شہر سے نکل کر پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔

لہٰذا اس پڑاؤ کی حفاظت کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر رکھا جائے۔ اس کے دو حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ پڑاؤ کے اندر ہی رہے اور دوسرا کہیں قریب ہی گھات میں پڑا رہے۔ اگر مسلمانوں کا لشکر جو شہر کے اندر محصور ہے، شہر سے نکل کر پڑاؤ کا رخ کرتا ہے تو سب سے پہلے پڑاؤ کے اندر جو ہمارا لشکر ہو گا وہ اس سے ٹکرائے۔ اس کے بعد گھات میں بیٹھا لشکر اچانک اپنی گھات سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے، مسلمانوں کا قتلِ عام کر دے۔ ایسی صورت میں جو لشکر ہم یہاں چھوڑیں گے وہ ہماری غیر موجودگی میں اشبیلیہ شہر پر یہ طریقہ استعمال کرتے ہوئے قبضہ بھی کر سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا، کچھ سوچا، دوبارہ اس مسلح نارمن کو مخاطب

کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اب تم جاؤ اور میری طرف سے سارے سالاروں کو یہ حکم سنا دو کہ........"

یہاں تک کہتے کہتے مناکش رک گیا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"نہیں، ٹھہرو۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اس لئے کہ لشکر کی تقسیم کا کام بھی سرانجام دینا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی مناکش اپنے خیمے سے نکل کر اس مسلح نارمن کے ساتھ ہو لیا تھا۔

مناکش نے لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دی۔ ایک خاصا بڑا لشکر اشبیلیہ میں اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا۔ لشکر کے دو حصے کر دیئے گئے تھے۔ ایک گھات میں بیٹھ گیا تھا اور دوسرے حصے نے پڑاؤ کے اندر قیام کیا تھا۔ جبکہ باقی سارے لشکر کو لے کر مناکش نے اس سمت کا رخ کیا تھا جہاں نارمنوں کے دو بڑے سالاروں پرسُول اور غندش نے قیام کر رکھا تھا۔

دوسری طرف عبدالکریم بن مغیث، اسمٰعیل بن جریر اور حارث بھی نارمنوں کی نقل و حرکت سے متعلق پوری طرح آگاہ ہو رہے تھے۔ اس لئے کہ ان کے مخبر انہیں نارمنوں کے پل پل کی نقل و حرکت سے متعلق آگاہ کرتے جا رہے تھے۔ چنانچہ عبدالکریم کو جب یہ خبر ملی کہ نارمن اب اپنی ساری قوت کو یکجا کر کے ان کے خلاف حرکت میں آنے لگے ہیں تب اس نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے پاس طلب کر لیا تاکہ دشمن سے نمٹنے کے لئے نیا اور آسان ترین طریقہ استعمال کیا جائے۔ چونکہ نارمنوں کی تعداد مسلمانوں کے لشکر کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی لہٰذا عبدالکریم اور اس کے ساتھی کوئی معقول جنگی حربہ استعمال کرتے ہوئے نہ صرف ان پر حاوی ہونا چاہتے تھے بلکہ ان کی تعداد کم کر کے انہیں شکست سے بھی دوچار کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ جب اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر اور حارث کے علاوہ دیگر چھوٹے بڑے سالار بھی عبدالکریم کے پاس جمع ہو گئے تب عبدالکریم ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عزیز ساتھیو! اب تک جو ہمارے مخبروں نے نارمنوں سے متعلق اطلاعات فراہم کی ہیں انہی اطلاعات کی روشنی میں مَیں تم سے گفتگو کرنے لگا ہوں اور انہی اطلاعات کو سامنے رکھتے ہوئے رومنوں کے خلاف حرکت میں آنے کی منصوبہ بندی کو آخری شکل دی جائے گی۔ پہلے میں وہ ساری صورتِ حال تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جو

اب تک مخبر ہمیں بتاتے رہے ہیں۔

نارمنوں کا حکمران اور سالار مناکش اس سے پہلے اشبیلیہ شہر کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا لیکن ہم نے لگاتار جو نارمنوں کے دو لشکروں کو شکست دی ہے اور پھر دریائے کبیر کو عبور کرنے کے بعد اشبیلیہ کے نواح میں نارمنوں کے چھوٹے چھوٹے لشکروں پر حملہ آور ہو کر جو انہیں نقصان پہنچایا ہے تو اس سے نارمنوں کے دونوں بڑے سالار پرسُول اور غندش پریشان اور فکرمند ہو گئے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے حکمران مناکش کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اپنی ساری قوت کو اس سمت جمع کیا جائے جہاں اس وقت ہمارا لشکر نارمنوں کے خلاف متحرک ہے۔

اگر عددی فوقیت کا اندازہ لگایا جائے تو رومن جنگجو ہمارے ہاتھوں کافی تعداد میں مرنے کے باوجود بھی ہم سے بیس گنا زیادہ تربیت یافتہ لشکری رکھتے ہیں۔ لہٰذا اتنے بڑے لشکر سے ٹکرانا میں سمجھتا ہوں دانش مندی نہیں ہے۔ اس بناء پر ہمیں ان نارمنوں کو کسی طریقے سے ذلت آمیز شکست سے دوچار کرنا ہوگا۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ نارمنوں کا سالار مناکش اپنے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنے بڑے سالاروں پرسُول اور غندش کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ نارمنوں کا ایک بہت بڑا پڑاؤ جو ضروریات کے سامان سے بھرا ہوا ہے وہ اشبیلیہ شہر کے نواح میں ہے، وہاں مناکش نے دو لشکر چھوڑے ہیں۔ ایک پڑاؤ کے اندر قیام کئے ہوئے ہے اور دوسرا ایک کٹی پھٹی زمین کے اندر گھات میں ہے۔ دراصل مناکش کا یہ خیال ہے کہ اگر اشبیلیہ کے اندر محصور مسلمانوں کے لشکر نے شہر سے نکل کر نارمنوں کے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو پڑاؤ میں موجود نارمنوں کا لشکر تو مقابلہ کرے گا ہی لیکن جو لشکر مناکش نے گھات میں بٹھا رکھا ہے وہ ایک دم اپنی گھات سے نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے گا اور شہر میں رہنے والے لشکر کا خاتمہ کر کے نارمن اشبیلیہ پر قبضہ کر لیں گے۔

دراصل اشبیلیہ پر اپنی گرفت کر کے نارمن اشبیلیہ کو اپنی طاقت وقوت کا مرکز بنا کر مسلمانوں کے خلاف مزید کارروائیاں کرنے کے درپے ہیں۔ وہ یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ اشبیلیہ کو مرکز بنا کر مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے مرکزی شہر قرطبہ تک جا پہنچا جائے۔ لیکن ہم انہیں یہ بھیانک کھیل کھیلنے نہیں دیں گے۔

اس وقت جہاں ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے، نارمن اپنی پوری طاقت وقوت کو یہاں

ہمارے سامنے جمع کریں گے۔ ایسا وہ مناکش کے آنے کے بعد کریں گے۔ اس لئے کہ پرسُول اور غندش نے ابھی یہاں سے کافی مغرب میں پڑاؤ کر رکھا ہے اور جب ان کا سپہ سالار مناکش بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا تو پھر وہ مشرق کی طرف پیش قدمی کر کے ہمارے سامنے پڑاؤ کر کے جنگ کی ابتداء کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے ہی نارمنوں کو ایسا نقصان پہنچایا جائے کہ وہ ہماری سرزمینوں سے نکلنے ہی میں اپنی عافیت جانیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث رکا، پھر دوبارہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے ساتھیو! اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا۔ اس لئے کہ اسی کے مطابق دشمن پر ضرب لگائی جائے گی۔ دشمن کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے کے لئے ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا اسمٰعیل بن موسیٰ کی کمانداری میں ہو گا۔ جریر بن موفق اسمٰعیل بن موسیٰ کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ جبکہ حارث بن بزیغ میرے ساتھ رہے گا۔ اسمٰعیل کے ذمہ میں یہ کام لگا رہا ہوں کہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بڑی رازداری سے رات کی گہری تاریکی میں اشبیلیہ کی طرف بڑھے۔ ہمارے وہ مخبر جو ان علاقوں میں کام کرتے رہے ہیں وہ وہاں تک اسمٰعیل بن موسیٰ کی رہنمائی کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم دم لینے کے لئے رکا، پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''ابنِ موسیٰ! میرے عزیز بیٹے! میں تمہارے ذمہ ایک انتہائی خطرناک کام لگانے لگا ہوں اور اس کام میں جریر بن موفق تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ دیکھو! اشبیلیہ کے نواح میں جو نارمنوں کا بہت بڑا پڑاؤ ہے وہ سامان سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے نارمنوں کا ایک لشکر پڑاؤ کے اندر ہی موجود ہے۔ دوسرا گھات میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ! تم اپنے کچھ راہبروں کے ساتھ اشبیلیہ کا رخ کرو۔ مخبر وہاں تک تمہاری راہنمائی کریں گے جہاں نارمنوں کے ایک لشکر نے گھات لگا رکھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اور جریر بن موفق پہلے نارمنوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہو جو اس وقت گھات میں ہے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد ایک دم آندھی

اور طوفان کی طرح بڑھو اور نارمنوں کے پڑاؤ میں جو ان کا حفاظتی لشکر ہے اس پر بھی ضرب لگا کر رومنوں کے پڑاؤ سے ہر چیز سمیٹ کر اشبیلیہ شہر میں منتقل کر دو۔

ساتھ ہی آج ہی میں اپنے کچھ قاصد اشبیلیہ میں اپنے حاکم کی طرف بھجوا رہا ہوں اور اسے اس کی کارکردگی پر شاباش دوں گا۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی کہوں گا کہ جس طرح اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق دونوں اشبیلیہ کے نواح میں رومنوں کے خلاف حرکت میں آنے والے ہیں وہ بھی شہر سے نکل کر اسمٰعیل بن موسیٰ کی مدد کرے اور اسمٰعیل کے ساتھ مل کر نارمنوں کے قتل عام میں شریک ہو۔ اس کے بعد رومنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر اشبیلیہ شہر میں منتقل کر دیا جائے گا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ! میرے عزیز! جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ساحل سمندر کا رخ کروں گا۔ اس لئے کہ مخبر مجھے بتا چکے ہیں کہ ساحلِ سمندر پر نارمنوں کا بحری بیڑہ کھڑا ہے۔ کچھ جہاز ساحل پر ہیں، باقی جہاز ساحل سے ذرا ہٹ کر کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ ساحل پر بھی نارمنوں کا ایک پڑاؤ ہے اور اس پڑاؤ کے لئے بھی نارمنوں نے ایک خاصا بڑا لشکر مقرر کر رکھا ہے۔ وہاں بھی پڑاؤ کے اندر ضروریات کا بڑا سامان نارمنوں نے جمع کر رکھا ہے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ! میں یہ بتا چکا ہوں کہ تم نے اور جریر بن موفق نے کیا کارروائی کرنی ہے۔ اب جو کچھ میں کروں گا اس کی تفصیل بھی سنو۔ میں حارث بن بزیغ کو لے کر ساحل سمندر کا رخ کروں گا۔ ساحل پر نارمنوں کا جو لشکر اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر ہے اس پر حملہ آور ہوں گا۔ نارمنوں کو شکست دینے، ان کا قتل عام کرنے، انہیں وہاں سے بھگا مارنے کے بعد میں بالکل خشکی پر کھڑے نارمنوں کے جہازوں اور کشتیوں کی طرف متوجہ ہوں گا اور ان پر جلتے پروں کے تیر پھینک کر انہیں آگ لگا دوں گا۔ اس کے بعد ساحلوں پر جو نارمنوں کا پڑاؤ ہے وہاں سے بھی جو کچھ ہمیں ملے گا وہ ہم اشبیلیہ میں منتقل کر دیں گے۔ چنانچہ اشبیلیہ کو اپنا مرکز بنا کر ہم متحد ہو کر نارمنوں کے خلاف ضرب لگائیں گے اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم ایسا کر گزریں تو نارمن کسی بھی مہم، کسی بھی محاذ پر ہمارا مقابلہ نہ کر پائیں گے۔ ہر جگہ شکست اور ذلت آمیز پسپائی سے دوچار ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث خاموش ہو گیا۔ سارے سالاروں نے

عبدالکریم کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اسی روز رات کے وقت لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ عبدالکریم کی کمانداری میں رہا۔ حارث بن بزیغ کو اس نے پاس رکھا۔ دوسرے لشکر کی کمانداری اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ جریر بن موفق اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس طرح اپنے اپنے لشکر کو لے کر عبدالکریم اور اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔





رات وقت کے سلسلوں کو سمیٹتی منزلوں کو گرہیں لگاتی گہری تاریکیوں کے ساتھ وارد ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی شوق کے سلسلوں، سوچوں کے ستاروں، تخیل کے نقش و نگار تیزی سے بھاگتی رات کے سامنے منجمد ہونے لگے تھے۔ خواہشیں آپ سے آپ بے ثمر ہو کر رہ گئی تھیں۔ رات بڑی تیزی سے دشتِ تنہائی میں نا آشنائی کے حروفِ سربند اور کرب کی منزلوں کے مسافروں کی طرح بھاگنے لگی تھی۔ نیند طاری ہو گئی تھی۔ سارے گلاب حروف چپ، سارے الفاظ بجھے چراغوں جیسے روداد ہو کر رہ گئے تھے۔

لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی اور ڈھلتی رات کے دامن میں گمبھیر پاتال کے خوفناک نگر، دلوں میں ابال پیدا کرتے خوفناک خوابوں اور بھیانک کہنہ کھنڈرات جیسی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

اشبیلیہ کے نواح میں نارمنوں کے دو لشکر تیار و مستعد اور بیدار تھے اور ان دونوں لشکروں کی نگاہیں اشبیلیہ شہر پر جمی ہوئی تھیں اس لئے کہ انہیں امید تھی کہ اشبیلیہ شہر سے مسلمانوں کا کوئی لشکر نکلے گا اور نارمنوں کے پڑاؤ کو ہدف بنائے گا۔ چنانچہ نارمنوں کے ان دونوں لشکروں نے یہ ٹھان رکھی تھی کہ جونہی شہر سے مسلمانوں کا لشکر نکل کر ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو گا، پڑاؤ کے اندر جو نارمنوں کا لشکر ہے وہ تو سامنے کی طرف سے ان کا مقابلہ کرے گا جبکہ نارمنوں کا وہ لشکر جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا، پشت کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر شہر سے نکلنے والے سارے مسلمانوں کا خاتمہ کر دے گا۔ اس طرح نارمن بڑی آسانی سے اشبیلیہ شہر پر قبضہ کر لیں گے۔ لیکن رات کی گہری تاریکی میں قدرت کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی۔

آدھی رات کے لگ بھگ رات کی گہری تاریکی میں اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن

موفق دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے آغاز و انجام دونوں کو تحیر خیز کر دینے والے قضا کے بے کراں مناظر کی طرح اشبیلیہ شہر کے نواح میں نمودار ہوئے تھے۔ وہ بڑی رازداری سے وہاں تک آئے تھے اور قریب آ کر انہوں نے سب سے پہلے نارمنوں کے اس لشکر کو اپنا ہدف بنایا جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ جو لشکر لے کر آیا تھا اس کی راہنمائی وہ مخبر کر رہے تھے جو نارمنوں کے دونوں لشکروں کے محل وقوع سے واقف تھے۔

چنانچہ نارمنوں کے جس لشکر نے گھات لگائی ہوئی تھی اس کے قریب آ کر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنی رفتار تیز کر دی، پھر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق دونوں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ جان و تن کو سلگا مارنے والے تند جولاں، گرم رو بگولوں، احساسات کو بے بصیرت، سانسوں کے طلسم کو منجمد زیست کی تڑپ و طرب کو اضطراری کیفیت میں تبدیل کر دینے والے سیاہ بختی کے سایوں، مستی میں جھاگ اُڑاتے فطرت کے عزائم اور شعلوں کی لپک کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ حملہ ایسا شدید، ایسا خوفناک، ایسا اچانک تھا کہ نارمنوں کو لگا جیسے رات کی گہری تاریکی میں صورِ اسرافیل پھونک دیا گیا ہو یا کسی کیمیا گر نے آزادی و امن اور خوشحالی کو تباہی کے خوفناک دہانوں، خوشی اور طمانیت کی تلاطم خیزیوں کو دھاروں دھار برستی عقوبتوں میں تبدیل کر دیا ہو۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق پوری طاقت وقوت اور شدت کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔ نارمن چونکہ مستعد تھے، انہیں انتظار تھا کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر شہر سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو گا۔ لیکن یہاں ان کی مستعدی کوئی زیادہ کام نہ آئی۔ اس لئے کہ ان کی ساری توجہ اشبیلیہ شہر کی طرف تھی۔ جبکہ ان کی پشت کی طرف سے اچانک اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق حملہ آور ہو گئے تھے۔ اس طرح نارمنوں کے لشکر میں سنسناتے تیروں، کوندتی شمشیروں، سائیں سائیں کرتے نیزوں نے وحشتوں کے غبار کھڑے کر دیئے تھے۔

تاریکی کی اوٹ میں اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے اپنے حصے کے لشکر کو بڑے عمدہ انداز میں استعمال کرتے ہوئے نارمنوں کا خوب قتل عام کیا۔ اب نارمنوں پر ایک خوف اور خدشہ طاری ہو گیا تھا۔ انہیں یہ یقین تھا کہ ان کا حاکم اور سپہ سالار

مناکش نارمنوں کے لشکر کے بڑے حصے کو لے کر مشرق کی طرف گیا ہے جہاں وہ مسلمانوں کے سالار عبدالکریم اور اس کے نائبوں سے مقابلہ کرے گا۔ اب جو اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے رات کی تاریکی میں شب خون مارا تو وہ عجیب و غریب غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ ان اندیشوں میں ڈوب گئے تھے کہ مسلمانوں کا کوئی اور لشکر کسی دوسرے شہر سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ کچھ نارمن یہ بھی خیال کر رہے تھے کہ مسلمانوں کا سپہ سالارِ اعلیٰ عبدالکریم تو اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ مناکش، پرسُول اور غندش کے ساتھ اُلجھ رہا ہو گا جبکہ قرطبہ کی طرف سے کوئی لشکر گمنام راستوں سے ہوتا ہوا ان پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی نارمن اس خدشہ کا شکار بھی ہو گئے تھے کہ کہیں اس موقع پر شہر سے مسلمانوں کا لشکر بھی ان پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ لہٰذا ان اندیشوں کے تحت ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ اس صورتِ حال سے اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے خوب فائدہ اٹھایا۔ نارمنوں کا رات کی تاریکی میں بڑی تیزی سے قتل عام کیا۔

اشبیلیہ کے نواح میں نارمنوں کے دونوں لشکر چونکہ ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے چنانچہ جب اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق نے گھات لگائے ہوئے نارمنوں کے لشکر پر حملہ کیا اور وہاں شور و شرابہ اٹھا اور ان گنت نارمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تب نارمنوں کا دوسرا لشکر جو پڑاؤ کی حفاظت کر رہا تھا اس نے سوچا کہ شاید مسلمانوں کا لشکر شہر سے نکل کر گمنام راستوں سے ہوتا ہوا ان کے اس لشکر پر حملہ آور ہو گیا ہے جو گھات میں ہے۔ چنانچہ پڑاؤ والے لشکر نے گھات والے لشکر کی مدد کا ارادہ کیا اور اس کا سالار پڑاؤ میں چھوٹا سا ایک لشکر چھوڑ کر بڑی تیزی سے گھات لگانے والے لشکر کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف مسلمان مخبر اسمٰعیل بن موسیٰ کو نارمنوں کی نقل و حرکت سے بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ آگاہ کر رہے تھے۔ چنانچہ جب اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ نارمنوں کا وہ لشکر جو پڑاؤ کی حفاظت پر ہے اس کا ایک بڑا حصہ بھی گھات لگانے والے نارمنوں کی مدد کے لئے آ رہا ہے۔ اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ گھات لگائے جانے والے لشکریوں کی اکثریت کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ لہٰذا جریر بن موفق سے رازدارانہ مشورہ کرنے کے

بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا اور رات کی تاریکی میں دشمن کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

جس وقت پڑاؤ کی طرف سے آنے والا نارمنوں کا لشکر گھات لگانے والے لشکر کے پاس پہنچا، اس وقت تک اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنا کام کر کے جا چکے تھے۔ لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ایک دم پیچھے ہٹ کر انہوں نے اپنا رخ بدلا اور چھوٹا سا ایک چکر کاٹتے ہوئے وہ نارمنوں کے پڑاؤ کی طرف بڑھے اور پڑاؤ کی حفاظت پر نارمنوں کا جو لشکر اس وقت موجود تھا، اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نارمنوں کے اس لشکر پر ذات کی انا اور آن پر ضرب لگاتی بادبانوں کی گرہیں کھولتی آندھیوں، ہر موڑ پر اُلجھن، ہر دوراہے پر صلیب، ہر قدم پر تعاقب کھڑی کرتے شکم گرسنہ شاہینوں، تشنہ لب وحشتوں اور جبر و قہرمانیت کی داستانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ اس طرح لمحوں کے اندر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے ان سارے نارمنوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا جو اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر تھے۔ اب اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے نارمنوں کے پڑاؤ کے اندر قیام کرتے ہوئے وہاں کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے بڑی دانش مندی کا کام کیا۔ اُس نے تیز رفتار قاصد اشبیلیہ شہر میں اپنے حاکم کو بھجوائے اور اسے یہ بتایا کہ ہم نے نارمنوں کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا ہے۔ نارمنوں کا جو لشکر گھات میں بیٹھا ہوا تھا، پہلے اس پر حملہ کیا، پڑاؤ کی حفاظت کرنے والا لشکر ان کی مدد کے لئے گیا اور اس کی غیر موجودگی میں ہم نے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔ اور اب اگر نارمنوں کا وہ لشکر واپس اپنے پڑاؤ کی طرف آئے تو اشبیلیہ شہر میں جو مسلمانوں کا لشکر ہے اس لشکر کو لے کر اشبیلیہ کا حاکم نکلے اور نارمنوں کی پشت پر حملہ آور ہو جائے۔ جبکہ سامنے کی طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق ان پر ضرب لگائیں گے۔ یہ پیغام بھیجنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق بڑے مطمئن ہو کر نارمنوں کے پڑاؤ کے اندر قیام کر گئے تھے۔

اُسی رات دو مسلح جوان اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اسی پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ سیدھے اس طرف گئے جہاں اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق تھے۔ اسمٰعیل اور جریر دونوں نے انہیں پہچان لیا تھا لہٰذا ان سے جب آنے کی وجہ پوچھی تب ان میں

سے ایک اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
''امیر! جس طرح آپ یہاں نارمنوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اسی طرح امیر عبدالکریم اور حارث دونوں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ دشمن کے اس لشکر پر حملہ آور ہوئے جس نے ساحلِ سمندر کے آس پاس ایک بہت بڑا پڑاؤ قائم کر رکھا تھا اور اس پڑاؤ کے اندر نارمنوں نے مالِ غنیمت کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ وہاں نارمنوں کا جس قدر لشکر تھا اس سارے لشکر کو امیر عبدالکریم نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد امیر کے کہنے پر جو نارمنوں کی کشتیاں ساحل کے قریب کھڑی تھیں، ان پر جلتے پروں کے تیر پھینکے گئے جس کی بناء پر ان کشتیوں نے آگ پکڑ لی۔ لہٰذا ان کشتیوں اور جہازوں کے اندر جو نارمن ملاح تھے وہ جہازوں اور کشتیوں کو پیچھے ہٹا کر گہرے سمندر کی طرف لے گئے ہیں۔ آپ کے پاس آنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں امیر عبدالکریم بن مغیث اپنی اس کارروائی میں کامیاب ہوئے ہیں وہاں ہمیں ایک دھچکا بھی لگا ہے۔ اسی دوران امیر سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں جس رات آپ اور امیر نے اشبیلیہ کے نواح میں حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کیا تھا اس سے پہلے ہی امیر عبدالکریم بخار میں مبتلا ہو چکے تھے لیکن انہوں نے کسی کو بتایا نہیں۔ لہٰذا بخار ہی کی حالت میں وہ ساحل سمندر کی مہم میں حصہ لیتے رہے جس کی بناء پر ان کا بخار بگڑ گیا ہے۔ بخار کی وجہ سے ایک موقع پر ساحل سمندر پر ان پر غشی بھی طاری ہو گئی تھی۔ لہٰذا انہیں اب اشبیلیہ شہر میں منتقل کر دیا گیا ہے اور اشبیلیہ کے طبیب ان کا علاج کر رہے ہیں۔ ساحل سمندر پر نارمنوں نے جو مالِ غنیمت کے ڈھیر لگا رکھے تھے ان پر امیر عبدالکریم نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب ان سارے ڈھیروں کی حفاظت حارث بن بزیغ اپنے لشکر کے ساتھ کر رہا ہے۔ چونکہ محترم عبدالکریم سخت بخار میں مبتلا ہو چکے ہیں لہٰذا جس وقت انہیں اشبیلیہ شہر میں منتقل کیا جا رہا تھا اس وقت انہوں نے حارث بن بزیغ کے علاوہ اشبیلیہ کے حاکم کو بلا کر یہ نصیحت کی تھی کہ ان کی غیر موجودگی میں سارے لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ آپ ہوں گے۔ لہٰذا حارث بن بزیغ کی طرف سے ہم یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ اب اس کے سلسلے میں آپ کیا حکم جاری کرتے ہیں؟''
اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے بڑی سنجیدگی سے آنے والے قاصدوں کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"حکم اور حاکمیت تو صرف میرے اللہ کی چلتی ہے۔ واپس جا کر حارث بن بزیغ سے کہو کہ وہ وہیں قیام کیئے رہے جہاں اس وقت وہ ہے۔ میں نے اشبیلیہ کے حاکم کی طرف پیغام بھجوایا ہے کہ اشبیلیہ میں جو مسلمانوں کا لشکر ہے اسے لے کر وہ نکلے ہیں اور وہ رومنوں کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے۔ دراصل رومنوں کے اس لشکر کو تو میں نے حملہ آور ہو کر بے ضرر کر دیا ہے۔ ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ بہت کم اپنی جانیں بچا کر اِدھر اُدھر بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ اب اپنے اُس لشکر کی مدد کے لئے یہاں اس پڑاؤ میں جو نارمنوں کا لشکر قیام کیئے ہوئے تھا وہ اس طرف گیا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں ہم نے یہاں نارمنوں کے محافظوں کا خاتمہ کر کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب نارمنوں کا وہ لشکر پلٹے گا۔ میں نے اشبیلیہ کے حاکم کو پیغام بھجوایا ہے۔ جب نارمنوں کا وہ لشکر پلٹ کر مجھ پر حملہ آور ہو تو پشت کی جانب سے وہ اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس دو طرفہ حملے کی وجہ سے نارمنوں کو عددی فوقیت کے باوجود ہم تباہ و برباد کرنے اور شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

اتنا کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا۔ پھر دوبارہ آنے والے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نارمنوں کے اس لشکر کا کام تمام کرنے کے بعد پھر میں اشبیلیہ شہر میں داخل ہوں گا اور محترم عبدالکریم کی احوال پرسی کروں گا۔ اب تم واپس جاؤ اور حارث بن بزیغ کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ جہاں وہ ہے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہیں رہے۔ پہلے مجھے نارمنوں کے اس لشکر کا خاتمہ کر لینے دو، اس کے بعد میں خود بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جریر بن موفق کے ہمراہ حارث بن بزیغ سے جا ملوں گا۔"

دوسری طرف نارمنوں کا وہ لشکر جو پڑاؤ سے نکل کر گھات لگانے والے اپنے لشکر کی طرف گیا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ گھات لگانے والے لشکریوں کی اکثریت کو تو مسلمانوں نے حملہ آور ہو کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تب وہ بڑے بد دل ہوئے۔ پلٹ کر اپنے پڑاؤ کی طرف آنا چاہتے تھے کہ راستے ہی میں نارمن مخبروں نے اس لشکر کے سالاروں کو اطلاع دی کہ ان کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کے جس لشکر نے گھات لگانے والے لشکر کو تباہ کیا ہے اس نے پڑاؤ کے محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار کر پڑاؤ پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور مخبروں نے نارمنوں کے سالاروں کو یہ خبر بھی دی کہ مسلمانوں

کے ایک لشکر نے ساحل سمندر پر جو نارمنوں کا لشکر تھا، اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام بھی تمام کر دیا ہے۔ وہاں جس قدر مال و اسباب تھا اس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں نے جہازوں اور کشتیوں پر جلتے پروں کے تیر پھینک کر انہیں آگ بھی لگا دی ہے۔ یہ خبریں یقیناً نارمنوں کے اس لشکر کے سالار کے لئے انتہا درجہ کی دل شکنی کا باعث تھیں۔

اس موقع پر نارمنوں کے اس لشکر کے سالاروں نے ایک چال چلی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے ان کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا ہے۔ مسلمانوں کا ایک لشکر اشبیلیہ کے حاکم کی سرکردگی میں شہر کے اندر موجود ہے جبکہ ساحل سمندر پر جو نارمنوں کے مالِ غنیمت کے ڈھیر ہیں وہاں مسلمانوں کا ایک ہی سالار حارث بن بزیغ جبکہ مسلمانوں کے لشکریوں کا سپہ سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث تیز اور جان لیوا بخار میں مبتلا ہو کر اشبیلیہ شہر میں منتقل ہو چکا ہے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے رومن سالاروں نے یہ فیصلہ کیا کہ ساحل سمندر کا رخ کیا جائے۔ وہاں جو مسلمانوں کا لشکر ہے اسے موت کے گھاٹ اتار کر ساحل سمندر کے اپنے پڑاؤ کو واپس لیا جائے اور اس کے بعد طاقت وقوت کو مجتمع کر کے اشبیلیہ شہر کے نواح میں ان کے جس پڑاؤ پر قبضہ کیا گیا ہے اسے بھی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس مقصد کے لئے نارمنوں نے ساحلِ سمندر کا رخ کیا تھا۔ لیکن ان کی ہر نقل و حرکت کی اطلاع مسلمان مخبر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق ہی کو نہیں، شہر کے اندر اشبیلیہ کے حاکم اور ساحل سمندر پر حارث بن بزیغ کو بھی پہنچا رہے تھے۔

چنانچہ اس موقع پر اشبیلیہ کا حاکم ایک لشکر لے کر شہر سے نکلا۔ سیدھا اس طرف گیا جہاں پڑاؤ میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے قیام کر رکھا تھا۔ چنانچہ اشبیلیہ شہر کے حاکم نے حکم دیا کہ نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو شہر کے اندر منتقل کر دیا جائے جبکہ وہ خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نارمنوں کے تعاقب میں نکلتا ہے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد اشبلیہ کا حاکم نارمنوں کے سارے سامان کو وہاں سے شہر کے اندر منتقل کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنے سارے لشکر کو اس کام پر لگا دیا تھا جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر نارمنوں کے اس لشکر کے پیچھے لگ گیا تھا جس نے ساحل سمندر کا رخ کیا تھا۔ دوسری طرف حارث بن بزیغ کو بھی خبر ہو گئی تھی،

کہ نارمنوں کا ایک لشکر ساحل سمندر کا رخ کر رہا ہے چنانچہ وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مستعد ہو گیا تھا۔

رومنوں کا وہ لشکر ابھی ساحل سمندر کی طرف سفر کرتے ہوئے تھوڑا سا ہی آگے گیا ہو گا کہ اچانک پشت کی طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور پھر نارمنوں پر ان کی پشت کی طرف سے وہ آنکھوں کے منجدھار میں نوحہ گری کا خواب سجاتی اندھی قوت کی کالی آندھیوں، شعور کی بلند و بالا دیواروں پر موت کے حروف لکھتے چیختے چنگھاڑتے، بغاوت کرتے طوفانوں، جسموں کی فصیلوں کو خاک و خون کے منظروں سے دوچار کر دینے والے صحرا کے خونیں بگولوں اور وقت کے حیرت کدوں کے طلسم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نارمن سالار تو یہ سوچ رہے تھے کہ وہ ساحل پر پہنچ کر حارث بن بزیغ پر حملہ آور ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر جس سارے سامان پر حارث بن بزیغ نے قبضہ کیا ہے اسے اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ ساتھ ہی اپنے حکمران مناکش کی طرف یہ بھی پیغام بھجوا دیں گے کہ جس جگہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے وہاں اب پڑاؤ کرنا بے کار ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے اپنی عسکری قوت کو اب ساحلِ سمندر پر متعین کر دیا ہے۔ اور اگر مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے مناکش، غندش اور پرسول نے بھی اپنی عسکری قوت کا رخ ساحل کی طرف نہ پھیرا تو پھر مسلمان پے در پے حملہ آور ہوتے ہوئے نارمنوں کو اندلس کی سرزمینوں سے نکال باہر کریں گے۔

لیکن جب پشت کی جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ حملہ آور ہوا تب اس نے نارمنوں کے سارے خیالات کو کرچی کرچی کر کے رکھ دیا تھا۔ نارمنوں پر مسلمان حملہ آوروں کا اب کچھ ایسا خوف اور اندیشہ طاری ہو گیا تھا کہ وہ کھل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے اور خم ٹھونک کر مسلمانوں کے مقابل آنے کی بجائے پچھلی صفوں کی طرف کھسک رہے تھے۔ اُن کی اس حرکت کی وجہ سے تھوڑی دیر کے ٹکراؤ کے بعد ہی نارمنوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے کچھ دیر تک ان کا قتل عام کیا۔ اس صورتِ حال نے نارمنوں کے لشکر کی حالت سوچوں کے بجھتے شعلوں، حرص و ہوس کی طرف میلان رکھنے والی ذلت اور مسکنت، بدبختی کے نگار خانوں، ٹوٹے بکھرے ستاروں کی اضطراب انگیزیوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر جنگ کرتے ہوئے نارمن اپنی قسمت آزماتے رہے اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ شکست ان کا مقدر بننا چاہتی ہے، اس کے بعد مسلمان ان کا قتل عام شروع کر دیں گے تب وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ نے کچھ دور تک تعاقب کر کے ان کے لشکر کی تعداد کو مزید کم کیا اور باقی بچنے والے لشکری اپنی جانیں بچاتے ہوئے مشرق میں اپنے حکمران مناکش کی طرف بھاگ گئے تھے۔

نارمنوں کو مار بھگانے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے ساحلِ سمندر کا رخ کیا۔ حارث بن بزیغ سے جا ملا۔ حارث بن بزیغ جس سامان کی حفاظت کر رہا تھا وہ سارا سامان اشبیلیہ شہر کے اندر منتقل کر دیا گیا تھا۔ یہ ساری کارروائی سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے مکمل کر دی گئی تھی۔ چنانچہ سورج طلوع ہونے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی جگہ آیا جہاں عبدالکریم بن مغیث کو رکھا گیا تھا۔ اس کے ساتھ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی تھے۔ انہوں نے عبدالکریم بن مغیث کی عیادت کی۔ عبدالکریم سخت اور تیز بخار میں مبتلا تھا۔ طبیبوں کے علاج کے باوجود بخار نہ ٹوٹا تھا۔ عبدالکریم بن مغیث کے پاس بیٹھ کر اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک اس کی پنڈلیاں اور پاؤں دباتا رہا جبکہ عبدالکریم بن مغیث برابر اسے منع کرتا رہا۔ ساتھ ہی عبدالکریم کا دل بہلانے کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ نارمنوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کی تفصیل بھی عبدالکریم بن مغیث کو بتاتا جا رہا تھا۔





نارمنوں کے حکمران اور سپہ سالارِ اعلیٰ مناکش کے خیمے میں اس کے سارے سالار جمع تھے۔ اس کے پاس ہی اس کی بیٹی سیرد بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس موقع پر جہاں مناکش کے چہرے پر غضب ناکی کے آثار تھے وہاں سیرد بھی انتہائی غصے کے عالم میں دکھائی دے رہی تھی۔ خیمے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ مناکش ہونٹ کاٹتا رہا ساتھ ہی گاہے گاہے گہری نگاہوں سے اپنے سالاروں کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا۔ جبکہ سیرد کی نگاہیں برابر اپنے باپ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ مناکش انتہائی غضب ناک آواز میں اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”کیا یہ صورتِ حال، یہ انکشاف ہمارے لئے ذلت اور رسوائی کا پیغام نہیں ہے کہ مسلمان ہر محاذ پر ہم پر حاوی ہوتے جا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبروں نے جو خبریں دی ہیں وہ یقیناً ہمارے لئے حوصلہ شکن اور ذلت کا باعث ہیں۔ مسلمانوں نے ہمیں دھوکے میں رکھ کر ذلت اور بدبختی کی دلدل کی طرف دھکیل دیا ہے۔ میں اسے دھوکا نہیں کہوں گا، ان کی جنگی چال کہوں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ ان کی بہترین جنگی چال تھی۔ انہوں نے ہمیں اس فریب میں رکھا کہ وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ قرطبہ کا رخ کر رہے ہیں اور ان کے مخبروں نے بھی ہمیں یہی تاثر دینے کے لئے ہمارے چاروں طرف یہی خبر پھیلا دی تھی۔ لیکن انہوں نے یہ کارروائی کر کے ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ جونہی ہم نے اشبیلیہ سے قرطبہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر شروع کیا، انہوں نے اپنے سفر کی ابتداء اشبیلیہ کی طرف کر دی تھی اور پھر ہماری مزید بدبختی کہ مخبروں نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اشبیلیہ کے نواح میں جو ہم نے مسلمانوں کے علاقوں سے جمع ہونے والے سامان کے ڈھیر اور انبار لگائے تھے اب وہ

ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے۔ میں نے وہاں مقرر کئے جانے والے سالاروں کو ہدایت بھی کی تھی کہ ایک حصہ گھات میں رہے، دوسرا حصہ پڑاؤ میں رہے لیکن ہمارے ان دونوں لشکروں کی بدقسمتی کہ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے نائب جریر بن موفق کے ساتھ نہ صرف یہ کہ ہمارے ان دونوں لشکریوں کو بدترین شکست دی ہے اور وہاں ہمارے سارے سامان پر قبضہ کر لیا ہے بلکہ ہمارے شکست خوردہ لشکری اب ہماری طرف بھاگ رہے ہیں۔ یہ صرف مسلمانوں کے ایک سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی کارروائی تھی۔ اب مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث کی کارکردگی سنو! وہ سمندر کے ایک حصے کے ساتھ ساحل سمندر کی طرف بڑھا۔ وہاں بھی ہم نے رسد کا ڈھیروں سامان جمع کر رکھا تھا اور اس کی حفاظت کے لئے خاصا بڑا لشکر تھا۔ عبدالکریم نے اس لشکر کو شکست دی اور اس سارے سامان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مناکش رکا، تاسف بھرے انداز میں کچھ دیر تک اس کی گردن جھکی رہی، پھر انتہائی غضب ناکی کے عالم میں وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''کیا ہم وہی نارمن نہیں جنہوں نے شمال کی اپنی برفستانی زمینوں سے نکل کر یورپ کے شمالی حصوں پر سم آلود آندھیوں، بنجر پن کے سسکتے خوابوں کی طرح حملہ آور ہو کر وہاں کی شادمان گلیوں اور کوچوں میں درد کے بستر کھول دیئے تھے؟ کیا ہم وہی نارمن نہیں جو فرانس کی سرزمینوں میں، فضاؤں میں اُمڈتے سناٹے، دلوں میں اُٹھتی خوف کی کسک، اُداسی کی خنک راتوں اور مایوسیاں بھرے پت جھڑ کی طرح حملہ آور ہوئے تھے اور وہاں کی سرزمینوں میں نہ صرف زیست کے تاریک زندان کھڑے کئے بلکہ بے ثمر موسموں کی خونی داستانیں رقم کیں۔ شدید اور شدت بھرے لمحوں کی طرح چارسُو تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا؟ کیا ہم وہی نارمن نہیں جو اب سے پہلے انگلستان کی سرزمینوں پر غم کی یلغار، فنا کی ترک تاز، فسوں خیز خونی انقلاب، شعلہ فگن بگولوں، آتش فشانی لاووں کی طرح حملہ آور ہوئے اور وہاں ہم نے انوکھا اور نیا کھیل کھیلا۔ وہاں کے مکینوں کو زندگی کے شبستانوں سے نکال کر ہم نے قضا کی آغوش میں لا کھڑا کیا تھا؟ کیا ہم وہی نارمن نہیں جنہوں نے اس سے پہلے اسپین کی شمالی ریاست جلیقیہ پر فنا کی خاموشیوں، نیستی کی صداؤں، تباہی کے اضطراب، بے اتھاہ عذاب اور کرب کی

طرح حملہ آور ہو کر ان سرزمینوں میں چاروں طرف سسکتی ویرانیاں اور افلاس بھرے راستے پھیلا دیئے تھے؟

یہاں آ کر جنوبی سرزمینوں میں ہمیں ایسے مسلمانوں سے پالا پڑا جو بکری کا تلا ہوا گوشت کھاتے ہیں، سرکہ لگی ترکاریاں استعمال کرتے ہیں، روغنِ زیتون اور مکئی کی روٹیاں، شہد لگے گندم کے چھلکے تناول کرتے ہیں، خشک پھل، میٹھے چاول، پیالوں میں رکھی خشک بوٹیاں، میٹھی بالائی لگے انجیر، پنیر کے ٹکڑے خوش ہو کر کھاتے ہیں۔ ہم نے یہ سمجھا تھا کہ یہ لوگ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ہماری نسبت یہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ یہ مسلمان اپنی عورتوں کے لئے ریشم، اطلس کے ملبوسات، قیمتی نگینوں کے ہار، چمکتے سنہری آویزے اور انگوٹھیاں خریدتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اپنے گھریلو استعمال کے لئے ہاتھی دانت کے کنگھے، کانسی کے کامدار پیالے، تانبے کی خوب صورت صراحیاں استعمال میں لاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو ہمارے سامنے ٹھہرنا ہی نہیں چاہتے تھا۔ لمحوں کے اندر ہمیں ایسے لوگوں کو اپنے سامنے زیر کر دینا چاہئے تھا۔ پھر کیا معاملہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے ہاتھوں پے در پے شکستوں، ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟"

مناکش جب خاموش ہوا تب اُس کا ایک سالار اُٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک! جو کچھ آپ نے کہا ہے، درست ہے۔ سلمان ایسے ہی ہیں جیسے آپ نے ان کی نقشہ کشی کی ہے۔ لیکن آپ نے ان کی خوبیوں کا صرف ایک پہلو دیکھا ہے۔ دوسرا پہلو ہم نے جنگ کے دوران دیکھا ہے اور وہ یہ کہ وہ نرسل کی چٹائیوں پر بیٹھتے ہوئے بھی فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہماری طرح ریشمی چغے اور لباس استعمال نہیں کرتے۔ سن اور اُون کے کپڑے پہنتے ہوئے فخر کرتے ہیں۔ جب حملہ آور ہوتے ہیں تو نعرے لگاتی برف باری کی یلغار کی طرح پیش قدمی کرتے ہیں۔ ہماری نسبت وہ اخلاقی اور روحانی طور پر زیادہ استوار ہیں۔ ان کے حملہ آور ہوتے وقت ان کے اندر عزمِ راسخ، عہد محکم اور عظیم اعتماد ہوتا ہے۔ جب حملہ آور ہوتے ہیں تو درد کے اُڑتے طوفانوں، آسیب کے کھولتے بحر کی طرح آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے ان ساری جنگوں میں حصہ لیا ہے اور میں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ برے سے برا،

کمزور سے کمزور مسلمان بھی مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں شجاعت کا جوہر آبدار بن کر سامنے آتا ہے۔ اپنے لمبے برچھے کی نوک پر اپنے مذہب اور اپنی ملت کی عقیدت کا روغن چڑھا کر سزا و جزا سے بے خبر ہو کر دشمن کی صفوں کے اندر صرف آگے بڑھنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش کا وہ سالار رُکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ مناکش کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میں جانتا ہوں میری باتوں سے آپ برہم ہوں گے۔ لیکن آپ کے سامنے میں وہی بیان کر رہا ہوں جو میں نے دیکھا۔ میں اس سے پہلے مسلمانوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکا ہوں اور میں نے ہر معرکے میں دیکھا کہ مسلمان ہمارے مقابلے میں ناچتی برہنہ فضا، موت کی خوفناک چاپ، ہجر لمحوں کی کہانیوں اور گردشِ ایام کی نامہربانیوں میں لاوا اُگلتی موت کی آتش فشانی کی طرح ہمارے خلاف حرکت میں آتے رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے برفانی معاملوں سے نکل کر ہم نے نہ صرف شمالی یورپ کو روندا بلکہ فرانس اور انگلستان کی سرزمینوں میں ہم نے تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلا جو کھیل اس سے پہلے ان سرزمینوں کے لوگوں نے نہیں دیکھا ہو گا۔ پھر جلیقیہ میں ہم نے اس سے بھی بدترین تباہی اور بربادی کے سمے برپا کئے لیکن یہاں کے مسلمان ان سب اقوام سے مختلف ہیں۔ دوسری اقوام کے لوگ جہاں تک میرا اندازہ ہے ہماری یلغار سے بچنے کے لئے اگلی صفوں سے پچھلی صفوں کی طرف بھاگتے تھے لیکن مسلمانوں کا معاملہ الٹ ہے۔ یہ ہم سے مقابلہ کرنے کے لئے پچھلی صفوں سے اگلی صفوں کی طرف دوڑتے ہیں اور ہمارے اندر گھس کر موت کا کھیل کھیلتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھا کہ کرب و قضا کی منزلوں میں یہ مسلمان ہمارے خلاف وحشی خونخوار کرنوں، پُرعذاب خونی بگولوں، وحشت ناک سسکتی کہانیوں کی طرح حملہ آور ہوتے رہے۔ اپنے سالاروں کی سرکردگی میں مسلمان لشکری ہماری صفوں پر حملہ آور ہو کر جس طرف بھی رخ کرتے تھے اپنے پیچھے خوفِ مسلسل کا دھواں، تباہی کی پھیلتی ردا، بے جہت لاچارگی پھیلاتے چلے گئے۔ میں نے اپنی ان آنکھوں سے یہ بھی دیکھا کہ کمزور سے کمزور اور بڑے سے بڑے مسلمان لشکری کی جنگ کے دوران

سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ وہ آتشی آندھیوں کی یلغار، درد کی ہجر کہانیوں اور صحرائی بگولوں میں سرگرداں سیال آتش کی طرح آگے بڑھ کر ہمارے لشکریوں کا قتل عام کرے۔ اور میں سمجھتا ہوں مسلمان ایسا کرنے میں یقیناً کامیاب ہوئے ہیں۔

مسلمانوں نے ہمارے کئی پڑاوٗ پر قبضہ کرلیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ان کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ہمیں کوئی نیا جتن، کوئی نیا رخ اختیار کرنا ہوگا ورنہ ان کے ہاتھوں پے در پے شکستیں اٹھانے کے بعد ہم اپنے جنگجوؤں کی خاصی بڑی تعداد سے بھی محروم ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ سالار بیٹھ گیا تو کچھ دیر تک مناکش اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کرتا رہا۔ اس کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ پورا لشکر ساحل سمندر کی طرف کوچ کرے۔ مسلمانوں نے چونکہ اس وقت اشبیلیہ شہر میں قیام کر رکھا ہے اور ان سے چھینے جانے والے سارے سامان کو بھی شہر میں منتقل کر دیا ہے لہٰذا آگے بڑھ کر اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کرلیا جائے اور محاصرے کے اندر ایسی سختی پیدا کی جائے کہ مسلمان ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد نارمنوں نے وہاں سے اپنا پڑاوٗ ختم کر دیا۔ پھر ان کا سپہ سالار مناکش بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے جرار لشکر کو لے کر اشبیلیہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔

✷✯✷

اشبیلیہ شہر میں قیام کے دوران چونکہ سپہ سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث کی بیماری میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا، اشبیلیہ میں ہونے والے علاج سے اس کی بیماری میں کوئی افاقہ نہ ہوا تھا لہٰذا اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد عبدالکریم بن مغیث کو چند محافظ دستوں کے ساتھ جبلِ رندہ کے گمنام راستوں کے ذریعے اپنے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف روانہ کر دیا تھا تاکہ وہاں قیام کے دوران عبدالکریم کا بہتر انداز میں علاج ہو سکے۔

عبدالکریم بن مغیث کی قرطبہ کی طرف روانگی کے بعد جب اشبیلیہ میں مسلمان مخبروں نے یہ خبریں پہچانا شروع کیں کہ نارمن اپنی پوری طاقت اور قوت کو سمیٹتے ہوئے

اشبیلیہ شہر کا رخ کر رہے ہیں۔ تب اشبیلیہ شہر کے مستقر میں اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور لشکر میں شامل چھوٹے سالار ایک جگہ جمع ہوئے۔ عبدالکریم بن مغیث کی روانگی کے بعد کیونکہ متفقہ طور پر اسمٰعیل بن موسیٰ کو عبدالکریم بن مغیث کی جگہ لشکر کا سالارِ اعلیٰ مقرر کر دیا گیا تھا چنانچہ جب سارے سالار ایک جگہ جمع ہو گئے تب سب کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز بھائیو! امیر عبدالکریم کے بعد حالات نے ذمہ داری میرے کندھوں پر لا ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں، میں اپنے بھائیوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہ صرف مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کیا بلکہ میرے شانے سے شانہ ملا کر نارمنوں کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ عزیز ساتھیو! نارمنوں کا سپہ سالار اور حکمران مناکش بڑی برق رفتاری سے ایک جرار لشکر لے کر اشبیلیہ کا رخ کئے ہوئے ہے۔ اس لشکر کے علاوہ ان گنت جنگجو نارمن اس وقت اپنے بحری بیڑے میں موجود ہیں۔ جہاں تک ہمیں خبریں ملی ہیں، ابھی تک مناکش نے اپنے بحری بیڑے میں متعین اپنے لشکر کو اشبیلیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے طلب نہیں کیا۔ لہٰذا ہم نے اسی صورتِ حال سے فائدہ اٹھانا ہے۔

مناکش کے اشبیلیہ کے پاس آنے سے پہلے پہلے ہم نے اپنی عسکری منصوبہ بندی کو آخری شکل دینی ہے۔ اپنے دونوں بھائیوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد ہم نے ایک تجویز کو آخری شکل دی ہے، وہ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ تم میں سے کوئی اگر اس میں اضافہ یا ترمیم کرنا چاہے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہوگی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''آنے والی شب کو جس قدر لشکر اس وقت اشبیلیہ شہر میں موجود ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصہ شہر کے اندر موجود رہے گا۔ شہر کے اندر ہمارا بھائی حارث بن بزیغ رہے گا۔ اس کے علاوہ اشبیلیہ کا حاکم بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ ماضی میں بھی وہ شہر کے اندر محصور رہ کر نارمنوں کا مقابلہ کرتا رہا ہے اور شہر کو اس نے نارمنوں کے سامنے زیر نہیں ہونے دیا۔ لہٰذا حارث بن بزیغ اشبیلیہ کے حاکم کے ساتھ مل کر شہر کا دفاع کرتا رہے گا۔

جہاں تک میرا اور جریر بن موفق کا تعلق ہے تو ہم لشکر کے ایک ایک حصے کو لے کر اشبیلیہ شہر کے دائیں بائیں جو کوہستانی سلسلے ہیں ان کے اندر گھات میں چلے جائیں گے۔ شہر سے باہر ہم اپنے مخبر بھی مقرر کر دیں گے جو نہ صرف نارمنوں کی نقل و حرکت بلکہ ان کے عسکری منصوبوں سے بھی ہمیں آگاہ کرتے رہیں گے۔ ظاہر ہے نارمن یہاں پہنچتے ہی اشبیلیہ شہر کو اپنا ہدف بنانا شروع کریں گے اور ان کی کوشش یہ ہوگی کہ شہر کی فصیل پر چڑھ کر شہر کو فتح کر لیں۔ نارمنوں کا اس سے پہلے بھی یہ مقصد تھا کہ اشبیلیہ شہر پر قبضہ کیا جائے۔ اپنی ساری عسکری طاقت اور قوت کو اشبیلیہ شہر میں رکھا جائے اور یہیں سے نکل کر ہمارے دوسرے علاقوں پر گرفت مضبوط کی جائے۔ لیکن ہم نارمنوں کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ چنانچہ اشبیلیہ پہنچ کر جب مناکش شہر پر حملوں کی ابتداء کرے گا تب شہر کے اندر سے حارث بن بزیغ اور اشبیلیہ کا حاکم شہر کا دفاع کریں گے۔ اشبیلیہ شہر کی فصیل کے سارے برجوں کے اندر جنگجو متعین کر دیئے جائیں گے۔ برجوں کے اندر تیر، تلواریں اور دیگر ضروری اشیاء وافر مقدار میں رکھ دی جائیں گی اور مجھے امید ہے کہ اشبیلیہ کا حاکم اب حارث بن بزیغ کے ساتھ مل کر پہلے کی نسبت بہتر انداز میں شہر کا دفاع کرتا رہے گا۔

ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں کہ اس سے پہلے اشبیلیہ شہر کا دفاع آسان تھا کیونکہ نارمنوں نے اپنی ساری عسکری قوت کو اشبیلیہ کی جنگ میں نہیں جھونکا تھا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان کا چھوٹا سا لشکر ہی اشبیلیہ شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسی دوران جب ہم نے ان کے خلاف معرکہ آرائی شروع کر دی تو وہ اشبیلیہ پر اپنی پوری توجہ مرکوز نہ کر سکے۔ اب مناکش اپنی پوری عسکری قوت کو سمیٹتے ہوئے اشبیلیہ کا رخ کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں پہلے کی نسبت زیادہ استوار اور چوکنا ہو کر نارمنوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ شہر کے اندر سے جہاں حارث بن بزیغ اور اشبیلیہ کا حاکم نارمنوں کے مقابلے میں شہر کا دفاع کریں گے وہاں شہر کے باہر سے میں اور جریر بن موفق بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے نارمنوں پر حملہ آور ہوتے رہیں گے۔ اس طرح جب نارمن اشبیلیہ شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے تو فصیل کے اوپر سے مزاحمت ہوگی۔ جبکہ میں اور جریر بن موفق بھی مختلف سمتوں سے نکل کر جب نارمنوں پر اپنے حملوں کی ابتداء کریں گے تو یقیناً نارمن شہر کی فصیل پر چڑھنے کے عمل کو

ترک کر کے ہماری طرف متوجہ ہوں گے اور اتنی دیر تک ہم ان کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹنے کے بعد اپنی اپنی گھات کی طرف چلے جائیں گے۔"

ہمارے اس طرح گھات سے نکل کر نارمنوں پر حملہ آور ہونے میں کچھ خدشات، خطرات اور تحفظات بھی اٹھتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ نارمن ہمارا تعاقب بھی کر سکتے ہیں۔ اگر نارمن ہم دونوں میں سے کسی ایک کا تعاقب کرتے ہیں تو دوسرا اپنے لشکر کے ساتھ نارمنوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں نارمن تعاقب ترک کر دیں گے۔ اور اگر نارمن ہم دونوں کا تعاقب شروع کرتے ہیں تب ہم ان کے خلاف ایک ایسا عسکری حربہ استعمال کریں گے کہ نارمنوں کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور ساتھ ہی ان کی تعداد بھی بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو جائے گی اور وہ عسکری حربہ کچھ یوں ہو گا۔

میں اور جریر بن موفق دونوں اپنی اپنی گھات سے نکل کر نارمنوں پر ضرب لگائیں گے۔ اس موقع پر آپ لوگوں کے ذہن میں یہ سوال بھی اٹھ سکتا ہے کہ میں اور جریر بن موفق کیسے اور کس طرح بیک وقت اپنی اپنی گھات سے نکل کر نارمنوں پر حملہ آور ہوں گے تو اس کے لئے میں وضاحت کر دوں کہ شہر کے اندر حارث بن بزیغ اور اشبیلیہ کا حاکم جو اس وقت آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے یہ دیکھیں گے کہ شہر پر نارمنوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے تب وہ شہر کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند کریں گے۔ جلتے پروں کا یہ تیر میرے اور جریر بن موفق کے لئے نشان ہو گا کہ اب ہم نے اپنی گھات سے نکل کر دو مختلف سمتوں سے نارمنوں پر ضرب لگانی ہے۔

نارمن اپنے حملوں کی ابتداء دن یا رات دونوں میں سے کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔ اور دونوں ہی وقت جلتے پروں کا نشان ہمارے لئے حملہ آور ہونے کی نشانی ہو گا۔ اب اگر نارمنوں پر حملہ آور ہونے کے بعد ہم یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ نارمنوں کا دباؤ ہم پر بڑھتا جا رہا ہے تو ان کا دباؤ کم کرنے یا شکست کا آخری کیل ٹھونکنے کے لئے میں اور جریر ایک منصوبے پر عمل کریں گے۔ اس منصوبے پر ہم دباؤ کے بغیر ہی ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کرتے ہوئے نارمنوں کی تعداد کم کرنے کے لئے بھی کر سکتے ہیں۔ یہ منصوبہ کچھ اس طرح ہو گا کہ جب ہم نے نارمنوں کو نقصان پہنچانا ہو گا تب میں اور جریر دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر شہر پناہ کے قریب ہو جائیں

گے۔ شہر پناہ کے قریب جا کر ہم ایک دم نارمنوں کے سامنے سے پسپا ہوں گے۔ یہ پسپائی اگر دن کے وقت ہو گی تو فصیل کے اوپر جو ہمارا لشکر ہو گا وہ اندازہ کر لے گا کہ کہاں ہمارے لشکر کی پشت ہے اور کہاں سے نارمنوں کا لشکر شروع ہوتا ہے۔ اور اگر یہ معاملہ رات کے وقت پیش آتا ہے تب میرے اور جریر بن موفق کے پشتی حصے میں جو چند دستے ہوں گے ان سب کی پیٹھوں پر ڈھالیں بندھی ہوں گی اور ان کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں ہوں گی۔ یہ مشعلیں فصیل کے اوپر ہمارے لشکریوں کے لئے نشانی ہو گی کہ ان مشعلوں پر آ کر ہمارے لشکر کی انتہا ہوتی ہے۔

چنانچہ جب میں اور جریر بن موفق اپنے لشکر کو لے کر فصیل کے ساتھ ساتھ نارمنوں کے آگے بھاگیں گے تو فصیل کے اوپر جو ہم نے تیر انداز مقرر کئے ہوں گے وہ فصیل کے ساتھ ساتھ ہمارے تعاقب میں بھاگنے والے نارمنوں پر تیز و تند اور موسلا دھار بارش کی طرح تیر اندازی کریں گے اور میرا اندازہ ہے کہ اسی تیر اندازی کی وجہ سے ہم ہزاروں نارمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اور جب اس تیر اندازی کی وجہ سے نارمنوں میں کھلبلی اور افراتفری مچ گئی ہو گی تو میں اور جریر بن موفق اچانک اپنا رخ تبدیل کریں گے، پلٹیں گے اور اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ نارمنوں پر حملہ آور ہوں گے۔ نارمنوں میں اس وقت چونکہ تیر اندازی کے باعث مرنے اور زخمی ہو جانے والوں کی وجہ سے کھلبلی مچ گئی ہو گی لہٰذا اس کھلبلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نارمنوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے ہزاروں ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اور جب ایسا ہو گا تو یقیناً نارمنوں کا حکمران مناکش اشبیلیہ شہر کا محاصرہ ترک کر کے واپس اپنے بحری بیڑے کی طرف جانے اور یہاں سے کوچ کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب رُکا تب لشکر کا ایک چھوٹا سالار اپنی جگہ سے اٹھا اور اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! اس موقع پر میں آپ اور امیر عبدالکریم بن مغیث کے ایک اقدام پر اعتراض کا اظہار کرتا ہوں۔ مناکش کی حسین اور خوبصورت بیٹی سیرد نے اس وقت آپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے اور آپ کی گردن کاٹنے کی قسم کھائی تھی جب آپ نے اشبونہ شہر سے باہر لڑی جانے والی جنگ کے دوران اس کے منگیتر کوراش کو موت کے

گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور پھر خداوند قدوس کی مدد، نصرت اور اس کی حمایت کے بل پر حالات نے ہمارے حق میں ایسا پلٹا کھایا کہ جنگ کے دوران آپ نے مناکش کی اسی بیٹی سیرد کو گرفتار کر لیا جس نے آپ کی گردن کاٹنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ سیرد کو چند ہفتوں تک اپنا اسیر رکھنے کے بعد اسے باعزت رہا کر دیا گیا۔ واپس جانے کے بعد سیرد نے پھر اعلان کر دیا کہ وہ ہر صورت میں اپنے منگیتر کوراش کا انتقام لینے کے لئے آپ کی گردن کاٹے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ چھوٹا سالار خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''میرے عزیز! اس میں ہم نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ نہ ہی کوئی غلط قدم اٹھایا تھا۔ ایک عورت پر کیا ہاتھ اٹھانا۔ ہم چاہتے تو سیرد کا اس وقت سر بھی قلم کر سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ لڑکی جو جنگ کے دوران اگلی صفوں میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنے لشکر کے وسطی حصے میں رہ کر اپنے لشکریوں کو انگیخت کرنے اور انہیں جنگ پر ابھارنے تک محدود رکھتی ہے وہ میری گردن کیا کاٹے گی۔ اسے رہا کر کے ہم نے نہ صرف اسے سبق دیا ہے بلکہ اس کے منہ پر ایک بھرپور اخلاقی طمانچہ مارا ہے کہ اس نے میری گردن کاٹنے کی قسم کھائی تھی جبکہ وہ خود گرفتار ہو کر ہمارے لشکر میں پہنچ گئی۔ اگر ہم چاہتے تو اس کی گردن کاٹ سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ میرے عزیز بھائی! اس میں ہماری اخلاقی فتح ہے اور ہماری اخلاقی فتح ایک نہ ایک روز مناکش کی بیٹی کو اپنی غلطی اور اپنے غلط اقدام کا احساس ضرور دلائے گی۔ نارمن یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہماری سرزمینوں میں ایک لمبا عرصہ تک دندناتے پھریں گے اور اپنے لئے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ ان کی غلط فہمی اور خود فریبی ہے۔ اب ان کے یہاں سے بھاگنے کے دن قریب آ رہے ہیں۔ تین چار جنگوں میں ہم انہیں بدترین شکستیں دے چکے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اشبیلیہ شہر کے نواح میں اپنی تیار کی جانے والی منصوبہ بندی کے تحت ہم نارمنوں کو وہ جان لیوا نقصان پہنچائیں گے کہ نارمن کان لپیٹ کر یہاں سے بھاگنے والی بات کریں گے۔

آپ لوگوں نے یہ بھی دیکھا کہ شمال کے برفستانوں سے نکلنے کے بعد ان نارمنوں

نے پہلے شمالی یورپ کو اپنا ہدف بنایا۔ ہزاروں لوگوں کو انہوں نے تہہ تیغ کیا۔ اس طرح ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ اس کے بعد وہ جنوب کی طرف بڑھے، انگلستان کی سرزمین کو روندا۔ وہاں بھی ہزاروں کا قتلِ عام کیا، لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ ایسا ہی انہوں نے فرانس کی سرزمینوں میں کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ جن کی وجہ سے ان کا دماغ خراب ہو گیا، مزید جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے وہ جلیقیہ کی نصرانی سلطنت پر حملہ آور ہوئے اور وہاں بھی انہوں نے تباہی کا کھیل کھیلا۔ اس طرح یہ نارمن اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرنے لگے تھے اور وہ یہ جان گئے تھے کہ کوئی انہیں شکست دے ہی نہیں سکتا۔ اپنے انہی ارادوں کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے مزید جنوب میں ہمارے علاقوں کا رخ کیا لیکن ہمارے علاقوں کے اندر جو سبق انہیں ملا ہے اسے وہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ لگ بھگ چار مقامات پر ہم انہیں بدترین شکستیں دے چکے ہیں۔ اس طرح جو حوصلے، جو ولولے نارمن شمال سے لے کر جنوب میں ہمارے علاقوں کی طرف آئے تھے ان کے وہ جذبے، ان کے وہ ولولے، ان کے وہ حوصلے اب ماند پڑ چکے ہیں۔ پہلے جیسے نہیں رہے۔ اگر اشبیلیہ کے نواح میں لڑی جانے والی جنگ کے دوران بھی ہم ان نارمنوں کو پہلے کی طرح بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو میرے بھائیو! یاد رکھنا، نارمنوں کے خلاف اشبیلیہ کی یہ جنگ آخری مہم ہو گی۔ اس کے بعد شاید نارمن ہم سے ٹکرانے یا ہمارا سامنا کرنے کی جرأت و جسارت نہ کریں۔ ایسی صورت میں وہ اپنے بحری بیڑے کا رخ کریں گے اور یہاں سے بھاگنے والی بات کریں گے۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر میرے ذہن میں ایک ایسی تجویز ہے جس پر عمل کرتے ہوئے صرف ایک دن میں ہم نارمنوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔ وہ تجویز کیونکہ جنگی نقطہ نظر سے کم تر حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اس پر پہلے عمل نہیں کیا جائے گا۔ پہلے نارمنوں کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا اور اس مقابلے کے دوران مجھے امید ہے کہ نارمنوں کو زیر کر کے ہم انہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔''

لشکر کے اندر چھوٹے بڑے سارے سالاروں نے چونکہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزلیغ اور اشبیلیہ کے حاکم کی اس منصوبہ بندی کو پسند کیا تھا لہٰذا وہ اجلاس ختم کر دیا گیا۔ اسی روز رات کے وقت اس منصوبہ بندی پر عمل شروع کیا گیا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر شہر کے دائیں بائیں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں چلے گئے تھے جبکہ حارث بن بزیغ اور اشبیلیہ شہر کے حاکم کے ساتھ مل کر شہر کے برجوں کے اندر تیروں کے ڈھیر اور ضروریات کا سامان جمع ہونے لگا تھا۔ اس طرح مسلمان بڑی بے چینی سے نارمنوں کے لشکر کا انتظار کرنے لگے تھے۔



☆★☆

حسین اور خوب صورت ایرش اور مصارہ دونوں ایک روز اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی میں داخل ہوئیں۔ اس وقت حویلی کے دیوان خانے میں اسمٰعیل بن موسیٰ کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ اور اس کی ماں ترجیلہ دونوں اداس، افسردہ اور بکھرے بکھرے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایرش اور مصارہ جب دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئیں تب کچھ دیر تک دونوں بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتی رہیں۔ اس دوران انہیں دیکھتے ہوئے ترجیلہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

ایرش اور مصارہ آگے بڑھیں۔ دونوں نے ترجیلہ کے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے درمیان بٹھا لیا۔ کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھتی رہیں۔ ساتھ ساتھ وہ کبھی عبدالعزیز بن علقمہ اور ترجیلہ کا بھی جائزہ لیتی رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ایرش نے ترجیلہ کو مخاطب کیا۔

''اماں! اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟''

ترجیلہ کے چہرے پر اس سے غم آلود ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ ہلکی سی چپت اس نے ایرش کے گال پر لگائی پھر پیار بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میری بچی! تمہیں کچھ کہنے کے لئے مجھ سے اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

ایرش کو کچھ حوصلہ ہوا۔ پھر کہنے لگی۔

''اماں! میں دیکھتی ہوں آپ اور دادا دونوں ہی آج خلافِ معمول اُداس اور افسردہ ہیں۔ اماں! گو یہ ذاتی قسم کا سوال ہے لیکن چونکہ میں اور مصارہ دونوں آپ کو اپنی ماں کے برابر خیال کرتی ہیں لہٰذا آپ کو ہم دکھ اور افسردگی میں نہیں دیکھ سکتیں۔

مجھ سے کوئی چیز چھپائیے گا نہیں۔ سچ سچ کہیے گا کہ کیا معاملہ ہے۔"

اس موقع پر ترجیلہ نے ایک غائر نگاہ اپنے شوہر کے باپ عبدالعزیز بن علقمہ پر ڈالی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"ایرش! میری بیٹی! تیرا اندازہ درست ہے۔ دراصل آج صبح ہی صبح میدانِ جنگ کی طرف سے کچھ قاصد قرطبہ شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ ہمارے ہاں بھی آئے۔ انہوں نے جہاں ہم باپ بیٹی کو اسمٰعیل کی خیریت اور جنگ کے دوران اس کی کارکردگی سے آگاہ کیا وہاں انہوں نے ہم پر یہ برا انکشاف بھی کیا کہ نارمنوں کے سردار اور سالارِ اعلیٰ مناکش کی ایک بیٹی ہے۔ وہ انتہا درجہ کی خوبصورت اور پُرکشش ہے۔ جنگ کا تجربہ بھی رکھتی ہے۔ اس کا نام سیرد ہے اور اس نے میرے بیٹے اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔"

یہ الفاظ سن کر ایرش کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ آنکھوں میں غم اور دکھ کے کہرام کھڑے ہو گئے تھے۔ مصارہ بھی اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ ترجیلہ کی آواز پھر سنائی دی۔

"میری دونوں بیٹیو! دراصل وجہ یہ ہے کہ ایک جنگ کے دوران میرے بیٹے اسمٰعیل نے نارمنوں کے ایک سالار کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس سالار کا نام کوراش تھا اور وہ نارمنوں کے حکمران اور سپہ سالار مناکش کی بیٹی سیرد کا منگیتر تھا۔ اپنے منگیتر کے اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھوں مارے جانے کے بعد مناکش کی بیٹی سیرد نے میرے بیٹے کو نقصان پہنچانے کی قسم کھا لی ہے۔ بس اسی انکشاف نے آج صبح سے ہم دونوں باپ بیٹی کو اُداس اور افسردہ بنا رکھا ہے۔"

ترجیلہ جب خاموش ہوئی تب مصارہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں! آپ کس قسم کے ردِعمل کا اظہار کرتی ہیں۔ اُس سیرد کی ایسی تیسی۔ اس کے باپ مناکش کی بھی ایسی تیسی۔ میرا بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ اگر جنگ کے دوران سیرد کے منگیتر کوراش کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے تو سیرد کو تو وہ چٹکیوں میں اُڑا کر رکھ دے گا۔ سیرد کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ آپ کو اس سلسلے میں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خداوند نے چاہا تو نارمن عنقریب ان سرزمینوں

سے بھاگتے دکھائی دیں گے۔ وہ بڑے عزم، بڑے زعم اور بڑے استقلال کے ساتھ ہماری سرزمینوں کی طرف آئے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ وہ ہمارے مرکزی شہر قرطبہ تک یلغار کرتے چلے آئیں گے۔ لیکن اب تک جس قدر جنگیں ہوئی ہیں، ہمارے سالاروں نے نارمنوں کو بدترین شکستیں دی ہیں۔ اگر نارمنوں کے سالار ہمارا مقابلہ نہیں کر پائے تو ان کے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد ہمارے بھائی اسمٰعیل بن موسیٰ کا کیا بگاڑے گی؟ اور اگر اس نے کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو میرا دل کہتا ہے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔"

مصارہ کی اس گفتگو سے اریش کو کسی حد تک تسلی اور طمانیت ہوئی تھی۔ اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ بول اٹھا تھا۔

"میری دونوں بچیو! اس کے علاوہ بھی ہمارے لئے ایک تکلیف دہ وجہ ہے اور وہ ہمارے عزیز اور محترم عبدالکریم بن مغیث کی بیماری ہے۔ وہ اشبیلیہ ہی میں بیمار ہو گیا تھا جبکہ میرے پوتے اسمٰعیل نے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد اسے قرطبہ بھیج دیا ہے۔ یہاں اس کا شاہی معالجوں کے ذریعے بہترین علاج ہو رہا ہے۔ پر میں اور ترجیلہ دونوں باپ بیٹی کل اس کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ اس کی بیماری دن بدن زور کرتی جا رہی ہے۔ کوئی افاقہ نہیں ہو رہا اور میرا دل کہتا ہے کہ اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔"

عبدالعزیز بن علقمہ کے ان الفاظ پر اریش اور مصارہ بھی اُداس اور افسردہ ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس بار اریش بول اٹھی۔ "دادا! ہم ان کے پاس سے ہو کر ہی آپ کی طرف آئی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر عبدالکریم کی حالت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ اللہ کرے ان کی صحت ٹھیک ہو جائے اور وہ پہلے کی طرح دشمنوں کے خلاف ضرب لگانے کے قابل ہو جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اریش رکی، بڑے غور سے چند لمحوں تک ترجیلہ کی طرف دیکھتی رہی، پھر اپنا رخ بدل کر وہ ترجیلہ کے دونوں شانے بڑے پیارے انداز میں دباتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں! فکرمند نہ ہونا۔ نہ ہی اپنے آپ کو پریشانی میں مبتلا ہونے دینا۔ اسمٰعیل ٹھیک ہیں۔ ٹھیک ہی رہیں گے۔ مناکش کی بیٹی سیرد ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور اگر

اس نے کچھ بگاڑنے کی کوشش کی تو اپنی ذات، اپنے حلیے کو بگاڑ بیٹھے گی۔"

ایرش کے ان الفاظ پر ترجیلہ نے ایک قہقہہ لگایا، پھر ایرش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مصارہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر ایرش مصارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"مصارہ! آؤ میری بہن! پہلے گھر کے سارے کام کاج ختم کریں، اس کے بعد اماں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی ہیں۔"

مصارہ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں دیوان خانے سے نکل گئی تھیں۔

***

زمین کے سینے کو روندتے ہوئے فطرت سے بغاوت کرتے، ناروا گمبھیر قہر، جذبات کی یورش و شورش، خون میں نہلاتی داستانوں اور شب کی اداسیوں اور رات کے اُجاڑ پن میں نزع کی بے صوت تحریکوں کی طرح نارمن زمین کے سینے کو ادھیڑتے ہوئے بڑی تیزی سے مسلمانوں کے شہر اشبیلیہ کا رخ کر رہے تھے۔ آدھا دن گزر جانے کے بعد انہوں نے اشبیلیہ کے نواح میں آن پڑاؤ کیا تھا۔ اس وقت ان کے لشکر میں غضب ناک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ شام تک نارمن اپنا سامان اشبیلیہ شہر کے نواح میں اتارتے رہے، اس کی ترتیب درست کرتے رہے۔ انہوں نے وہاں خیمے نصب نہیں کئے تھے۔ شاید وہ وقت ضائع کئے بغیر اشبیلیہ شہر پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرنے کے درپے تھے۔ چنانچہ جب رات گہری ہونے لگی تب نارمنوں نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ وہ امیدوں کی ساعتوں کو اضطراب انگیزیوں، لہو کی گردش، زبان کی حرکت کو منجمد کرتی زہریلی صداؤں اور خوفناک آوازوں کی طرح اشبیلیہ شہر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

وہ بار بار اپنے سامنے ڈھالیں رکھتے ہوئے شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے لیکن دوسری طرف حارث بن بزیغ اور اشبیلیہ کا حاکم بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اپنے دفاع پر اترتے ہوئے ہر صورت میں بدی کی ان محرک قوتوں، دہر کے اس خوفناک فتنے اور جبر کی کالی آندھی کو پسپا کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ نارمن بار بار پھیلتی شامِ غم میں دور تک بکھرتی کہر کی طرح اشبیلیہ شہر کی طرف بڑھتے کچھ دیر تک فنا کی دراز دستی اور موت کی بڑھتی اشتہا کی طرح شہر کی فصیل پر حملہ آور ہو کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے۔ جب انہیں ناکامی ہوتی تو بے پناہ غضب اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

دراصل اشبیلیہ کے حاکم نے حارث بن بزیغ کے ساتھ مل کر اشبیلیہ شہر کے دفاع کا خوب اہتمام کر رکھا تھا۔ جس طرف نارمنوں نے آ کر پڑاؤ کیا تھا، اپنی عسکری قوت کی اکثریت کو ادھر ہی رکھا گیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف کے برجوں میں بھی کچھ دستے متعین کر کے انہیں مستعد کر دیا گیا تھا اور وہ چاک و چوبند ہو کر اپنے اطراف میں نگاہ رکھے ہوئے تھے تاکہ نارمن اگر کوئی دوسرا محاذ فصیل کے قریب کھولیں تو اس کی اطلاع حارث بن بزیغ اور شہر کے حاکم کو دی جائے۔ لیکن نارمنوں نے فصیل کے مشرقی حصے ہی کو اپنا ہدف بنائے رکھا۔ انہوں نے اپنی پوری عسکری طاقت کو یکجا کر کے بار بار اشبیلیہ شہر کی فصیل پر حملہ آور ہو کر فصیل پر چڑھنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

جس وقت نارمن کئی بار فصیل پر چڑھنے کی کوشش میں ناکام ہو کر پیچھے ہٹ چکے تھے اور رات خاصی گہری ہو چکی تھی، اشبیلیہ شہر کی فصیل کے اوپر جگہ جگہ بڑی بڑی مشعلیں روشن تھیں جنہوں نے اردگرد کے ماحول کو خاصا روشن کر دیا تھا۔ جس وقت نارمن سالار آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد اشبیلیہ شہر پر نئے انداز میں حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے کہ اشبیلیہ شہر کے دائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سے اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اندھیروں کی دہلیز پر شہابی شعلوں کے رقص، خاموشیوں کے جنگل میں درد کے اٹھتے طوفانی بگولوں کی طرح نمودار ہوا۔ اس کے بعد وہ سناٹوں کے ویرانوں میں بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ صداؤں کو گم، خواہشوں کو برف، ذہنوں کی ساری یکسوئی میں سماعت کی ساری راحتوں کو مقدر کی بدترین سیاہی میں تبدیل کر دینے والے موت کے درد بھرے قہر اور کھولتی خوفناک آتش کی طرح نارمنوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

یہ صورتحال نارمنوں کے لئے نئی اور انوکھی تھی۔ وہ یہی خیال کئے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کا پورے کا پورا لشکر اشبیلیہ شہر میں محصور ہے اور وہ صبح تک کوئی نہ کوئی حیلہ کوئی نہ کوئی جتن استعمال کرتے ہوئے شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ایک بار فصیل پر چڑھ گئے تو پھر شہر پر ان کا قبضہ یقینی ہو جائے گا۔

جب اسمٰعیل بن موسیٰ دائیں جانب سے ان پر حملہ آور ہوا تب انہیں ایک نئی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔ شہر کی فصیل پر حملہ آور ہونے کی بجائے انہوں نے اپنی پوری عسکری قوت کو اسمٰعیل بن موسیٰ کے خلاف جھونک دیا تھا۔ جس وقت وہ اسمٰعیل پر

دباؤ ڈالتے ہوئے اسے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے عین اسی لمحہ نارمنوں کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ جریر بن موفق بائیں طرف کے کوہستانی سلسلوں کی طرف سے نمودار ہوا۔ پھر وہ نارمنوں کی پشت کی طرف سے زندگی کو تکریم سے خالی کرتے وحشت کے کھولتے سرابوں، چار سُو کو بہ کو پھیلتی وحشت اور ہولناکی بھری ہجر کی سیاہ راتوں، خاموشیوں کی دھن پُر امن اور خوشحالی میں درد کی اُڑتی خاک بکھیرتے انجانے اندھیاؤ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نارمن جو اس سے پہلے اشبیلیہ شہر پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرنے سے متعلق منصوبہ بندی کر رہے تھے، اب دائیں بائیں سے ان کے لئے مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن نارمن پھر بھی اپنی جگہ مطمئن تھے۔ انہوں نے جب رات کی گہری تاریکیوں میں دو طرف سے حملہ آور ہونے والے لشکروں کا جائزہ لیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔ اس لئے کہ ان کے مقابلے میں حملہ آور ہونے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

چنانچہ بڑی تیزی سے حرکت میں آتے ہوئے نارمنوں کے حکمران مناکش نے لشکر کے مختلف حصے بنا کر انہیں اپنے سالاروں میں تقسیم کیا اور ان دو طرفہ حملوں کو روکنے کے ساتھ ساتھ جارحیت اختیار کرنے کے احکامات بھی جاری کر دیئے گئے تھے۔

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے کمال دانش مندی سے کام لیا تھا۔ وہ بالکل اشبیلیہ شہر کی فصیل کے قریب رہتے ہوئے نارمنوں پر حملہ آور ہوئے تھے جس کی بناء پر نارمنوں کو بھی مزید فصیل کے قریب ہونا پڑا تھا اور یہ صورتِ حال مسلمانوں کے لئے بڑی خوش کن تھی۔ اس لئے کہ فصیل کے اوپر جو مسلمان اس وقت مستعد تھے انہوں نے بھی نارمنوں پر تیز تیر اندازی کرنا شروع کر دی تھی اور وہ تیر اندازی نارمنوں کے لئے خاصے نقصان کا باعث بنتی جا رہی تھی۔

کچھ دیر تک اشبیلیہ شہر کے باہر فصیل کے آس پاس زخم خوردہ اجسام کٹی شاخوں کی طرح اِدھر اُدھر گرتے رہے۔ میدانِ جنگ میں ریزہ ریزہ ہوتے گھروندوں، فضاؤں کے ماتم، ہواؤں کی نوحہ گری کی سی کیفیت چھانے لگی تھی۔ میدان ایک طرح سے قتل گاہوں کا مقروض ہونے لگا تھا۔ دلوں کو مضطرب کرتے الم خیزیوں کے نوحے، خاک و خون میں لپٹی ہوس کی پرچھائیاں اور نفرت کے سلگتے سپنے چاروں طرف رقص کرنے لگے تھے۔

ایسے میں فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند ہوا جو شاید اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے درمیان پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کا کوئی اشارہ تھا۔ جلتے پروں کے اس تیر کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق بیک وقت اپنے اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ ایسا وہ بالکل فصیل کے ساتھ ساتھ رہتے ہوئے کر رہے تھے۔

نارمن سالاروں نے یہ خیال کیا کہ حملہ آور کیونکہ ان کے مقابلے میں عددی کمی کا شکار ہیں لہٰذا وہ زیادہ دیر تک ان کا مقابلہ نہیں کر سکے اور اب اپنی جانیں بچانے کے لئے پیچھے ہٹنے لگے ہیں۔ اس صورتِ حال نے ان کے جذبوں، ان کے ولولوں کو جوان کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور دوسرا جریر بن موفق کے پیچھے ہو لیا تھا۔ اس طرح اپنے طور پر اندازہ لگاتے ہوئے نارمنوں نے ایک طرح سے اسمٰعیل اور جریر کا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ قدرت ان کے خلاف بدترین فیصلے کر چکی تھی۔

اسمٰعیل اور جریر اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا ہی آگے گئے ہوں گے کہ نارمنوں کے لئے بدترین قہر بھری ساعتیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس لئے کہ فصیل کے اوپر سے موسلادھار بارش کی طرح ان پر تیر اندازی کی گئی تھی۔ اس تیر اندازی نے چاروں طرف نارمنوں کی لاشیں پھیلا دی تھیں اور یہ کیفیت یقیناً نارمنوں کے لئے ناقابل برداشت تھی اور ان کے اندر ایک ہلچل اور افراتفری سی پیدا ہو گئی تھی۔

کچھ دیر تک یہی سماں رہا۔ تیر اندازی برستی بارش کی طرح ہوتی رہی۔ نارمن لاشوں میں تبدیل ہو کر زمین پر گرتے رہے۔ پھر اچانک ایک بار پھر فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا تیر بلند ہوا تھا۔ اس تیر کا بلند ہونا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پلٹے۔ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ انہوں نے اپنی اپنی طرف سے نارمنوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔

نارمن چونکہ اس وقت تیر اندازی کی وجہ سے افراتفری، ہلچل اور بدنظمی کا شکار تھے لہٰذا اسمٰعیل اور جریر نے دو طرفہ حملے کرتے ہوئے ان کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

یہ صورتِ حال نارمنوں کے لئے یقیناً نا قابلِ برداشت تھی۔ رات اب اپنے آخری لمحوں کی طرف بھاگ رہی تھی۔ مشرق سے روشنی کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ چنانچہ نارمنوں کے سالاروں نے اندازہ لگایا کہ اگر وہ اسی طرح اشبیلیہ شہر کے نواح میں مسلمانوں سے ٹکراتے رہے تو سورج طلوع ہونے تک ان کے لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد نارمن سالاروں نے اپنے لشکر کو سمیٹا اور وہ ساحل سمندر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جہاں ان کے جہاز اور کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں۔

اشبیلیہ شہر کے نواح میں مسلمانوں کے ہاتھوں نارمنوں کے لئے یہ بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی۔ ان کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اتنی دیر تک شہر کے اندر سے شہر کا حاکم اور حارث بن بزیغ بھی باہر نکل آئے تھے۔ شہر کا ایک دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے زخمیوں کو شہر کے اندر منتقل کیا گیا۔ شہر کے نواح میں جو چاروں طرف نارمنوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اور صبح کا سورج طلوع ہونے تک نارمنوں نے جو اپنا پڑاؤ قائم کیا تھا وہاں جس قدر سامان تھا وہ بھی اشبیلیہ شہر میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ اشبیلیہ شہر میں قیام کر لیا تھا۔

***

دوسری طرف نارمن شکست اٹھانے کے بعد ساحل سمندر پر پہنچے۔ وہاں پہلے سے ان کا ایک لشکر موجود تھا۔ یہ وہ لشکر تھا جو زیادہ تر بحری بیڑے ہی میں رہتا تھا۔ وہاں پہنچ کر نارمنوں نے پہلے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی، پھر مناکش کے کہنے پر اس کے سارے چھوٹے بڑے سالار ساحل سمندر پر ایک جگہ جمع ہوئے۔ مناکش کے ساتھ اس وقت اس کی بیٹی سیرد اور اس کی بیوی ساگون بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک مناکش اپنے چھوٹے بڑے سالاروں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس سے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اور فکرمندی کی لہریں تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ کیسے ان مسلمانوں کے مقابلے میں ہمیں لگاتار اور برابر شکستوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حالانکہ اس سے پہلے دور شمال کی

بڑی بڑی سرکش قوتوں کو ہم نے زیر کیا، ان کا قتلِ عام کیا۔ شمالی یورپ کی ساری قوتوں کو ہم نے کھنگالا۔ یورپ کی دو بڑی قوتوں انگلستان اور فرانس پر حملہ آور ہو کر انہیں بھی اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ یہی نہیں، اسی اندلس کی سرزمینوں میں نصرانیوں کی طاقت ور جلیقیہ نام کی سلطنت کو بھی ہم نے تباہی اور بربادی سے ہمکنار کیا۔ لیکن یہاں آ کر ان مسلمانوں نے الٹا ہمیں تباہی اور بربادی سے ہمکنار کرنا شروع کیا۔ کیا یہ صورتِ حال ہمارے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث نہیں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش تھوڑی دیر کے لئے رکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میری سمجھ میں یہ صورتِ حال بالکل نہیں آئی کہ ہمیں ان مسلمانوں کے مقابلے میں کیوں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا؟''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش جب خاموش ہوا تب اس کا ایک سالار سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''دراصل ہم نے مسلمانوں کی طاقت، ان کی جنگی ہنرمندی کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ یہ مسلمان ہمارے مقابلے میں دوسری قوتوں کے برعکس بالکل مختلف اور جدا ثابت ہوئے۔ ان سرزمینوں میں جس قدر جنگیں ان کے ساتھ ہوئیں ان میں کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا کہ یہ مسلمان جنگ کے دوران ندیوں کو صحراؤں، دریاؤں کو دھول، صحرا کے کراؤز کو ہجر کے چڑھتے درد، جوان، خوشنما جذبوں کو دکھ کی بستیوں اور عروس نگر کو موت کے مناظر سے سجانے کا ہنر جانتے ہیں۔ جب یہ میدانِ جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں تو بڑے سے بڑے بھنور کی گرہیں کھول کر اپنے مدمقابل کے شعور اور لاشعور کے بیچ کھولتے اضطراب بھرتے چلے جاتے ہیں۔ شدید اور شدت بھرے موسموں میں بھی برف کے ڈھیروں پر خون کے نشان کھڑے کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان جنگوں میں آپ سب نے اندازہ لگایا ہو گا کہ مسلمان تعداد میں ہر جنگ کے دوران ہم سے کم تر تھے پھر بھی انہوں نے ہمارے مقابلے میں بے نام مسافتوں میں زیست کے ہر عنوان کو لہولہو کیا، ہر معرکے میں وہ ہمارے خلاف قیامت کی ہنگامہ خیزیاں کھڑے کرتے ہوئے وحشت کے جلتے دشت کی طرح ہمارے سامنے آئے اور ظلم کے لمبے ہاتھوں کی طرح ہمیں شکست، ذلت اور رسوائی سے دوچار کرتے رہے۔

ان پر حملہ آور ہونے سے پہلے کم از کم ہمیں ان کے حالات، ان کی عادات، ان کے اطوار، ان کے جنگی کارناموں کا جائزہ لینا چاہئے تھا۔ یہ شمال کی ہر قوم سے مختلف ثابت ہوئے۔ ہم شمال کی قوموں پر حملہ آور ہونے کے عادی تھے۔ ہم اسی زعم میں پڑے ہوئے تھے کہ ہم نے شمال میں ہنستے بستے شہروں کو برباد کیا، تابندہ بستیوں کو آثارِ قدیمہ، آباد راستوں کو ویرانیوں میں تبدیل کر کے کھلکھلاتی وادیوں کو بخار زدہ کر کے رکھ دیا۔ ہم نے شمال میں ہجوم آشنا راہداریوں کو موت کے سکوتِ دوام میں ڈبویا لیکن یہاں مسلمانوں کے مقابلے میں وہی کیفیت ہماری ہوگئی۔ شاید آپ لوگ اس کی کوئی دوسری وجہ بیان کریں لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں جو شکست اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کی میرے سامنے صرف ایک ہی وجہ دکھائی دیتی ہے اور اس وجہ کا اندازہ میں نے جنگوں میں حصہ لیتے ہوئے کیا ہے۔

مسلمانوں سے جب ہماری جنگ ہوئی تھی تو ہر معرکے میں، میں نے اندازہ لگایا کہ ان کے لشکری پچھلی صفوں سے نکل کر اگلی صفوں کی طرف ہجوم کرتے تھے۔ شاید ان کا ہر لشکری پچھلی صفوں میں رہ کر جنگ کرنا اپنے لئے عار اور گناہ خیال کرتا ہے۔ میں نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ یہ مسلمان شاید زندگی کی معراج، ذہنی اُفق کی انتہا، ہفت افلاک کی رفعتوں اور آزادی کے وقار کے حصول کے لئے اگلی صفوں کی طرف لپکتے تھے۔ میدانِ جنگ میں ان کا جب کوئی ایک لشکری زخمی ہوتا تھا تو اس کے ساتھی اسے اس طرح سنبھالتے تھے جیسے وہ ان کے لئے انتہائی قیمتی اور نایاب شے ہو اور زخمی ہونے والے کی جگہ فی الفور پُر کر دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تعداد میں ہم سے کم ہونے کے باوجود ہمیں پے در پے مسلمانوں کے ہاتھوں شکستوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نارمن سالار تھوڑی دیر کے لئے رکا، اردگرد بیٹھے اپنے دوسرے ساتھیوں کا جائزہ لیا، پھر پہلے کی نسبت بلند آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"آپ میں سے کچھ میرے ساتھی یہ سمجھیں گے کہ میں مسلمانوں کی تعریف کر رہا ہوں۔ یہ ان کی تعریف نہیں ہے بلکہ جن عوامل، جن حالات کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، وہی حقیقت کی صورت میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس کے بعد متفقہ طور پر جب فیصلہ ہوگا، میں سب کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے لئے

تیار ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار جب خاموش ہوا تب نارمنوں کا سرکردہ سالار غندش اپنی جگہ پر مستعد ہوا اور مناکش اور وہاں جمع ہونے والے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے سب سے پہلے اس نے اپنے پہلے سالار کی مکمل طور پر تائید کی۔ اس کے اس طرح تائید کرنے پر مناکش کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر سوالیہ انداز میں اس نے پوچھ لیا۔

"اگر تمہارے بھی یہی خیالات ہیں تو پھر میں تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ اب ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہئے؟ ہم اپنے ان گنت لشکری بھی مسلمانوں کے ہاتھوں گنوا بیٹھے ہیں۔ مالی طور پر بھی ہمارا بے پناہ نقصان ہوا ہے۔ اب بولو تم لوگ مل کر کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

غندش نے کچھ سوچا۔ پھر وہ دوبارہ بولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں فی الفور یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے۔ اپنے بچے کھچے سامان اور لشکر کو جہازوں اور کشتیوں میں منتقل کر کے رختِ سفر باندھنا چاہئے۔ اُندلس کی سرزمینوں کے جنوبی حصے کا رخ کرنا چاہئے۔ سمندر کے اندر چکر کاٹتے ہوئے اندلس کے مشرقی ساحل کا رخ کرتے ہیں اور جیسا کہ ہمارے مخبر پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ اندلس کے مشرقی اور فرانس کے جنوبی سمندر میں ان گنت چھوٹے بڑے جزیرے ہیں۔ اس موقع پر جو بات میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ یہاں سے کوچ کریں، اندلس کے جنوب سے ہوتے ہوئے ان جزیروں کا رخ کریں، ایک کے بعد دوسرے پر حملہ آور ہوں، ہر جزیرے میں وہی کھیل کھیلیں جو اس سے پہلے ہم فرانس، انگلستان اور شمالی یورپ کے مختلف ملکوں اور ریاستوں میں کھیل چکے ہیں۔ وہاں سے جو کچھ ملے اسے حاصل کریں۔ اس طرح جزیروں پر حملہ آور ہونے سے ہماری اقتصادی حالت بہتر ہوگی۔ جب ہماری معیشت مضبوط ہو جائے گی تب ہماری عسکری اور جنگجوانہ قوت بھی مستحکم ہو جائے گی۔

جو کچھ بھی ان جزیروں سے ملے اس کا بڑا حصہ اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے اور وہ نئے ولولے اور نئے استقلال کے ساتھ اپنے دشمنوں پر ضرب لگانے کے لئے تیار اور مستعد ہو جائیں گے۔

اندلس کے مشرقی اور فرانس کے جنوبی جزیروں پر ہم جست و خیز کرتے ہوئے ان کے اندر خوب لوٹ مار، شکست و ریخت کا کھیل کھیلیں گے۔ مجھے امید ہے ہمیں وہاں سے بہت کچھ حاصل ہوگا۔ اس طرح اپنی معیشت کو مضبوط بنانے کے بعد اور مزید لشکریوں کو ترتیب دیتے ہوئے ہم ایک بار پھر پلٹیں گے۔ اس بار اندلس کے مغربی حصوں کا رخ نہیں کیا جائے گا۔ اندلس کے ان مشرقی حصوں پر ضرب لگانے کی ابتداء کی جائے گی جو مسلمانوں کے تحت ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ مشرق کی طرف مسلمانوں کے خلاف نیا محاذ کھولتے ہوئے ہم ان کے خلاف بھی شمال کے مختلف ملکوں کی طرح کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے میں کامیاب رہیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غندش خاموش ہو گیا تھا۔ مناکش کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اس دوران اس کے دائیں بائیں بیٹھی اس کی بیٹی سیرد اور بیوی ساگون برابر اس کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اپنے سامنے بیٹھے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے مناکش بول اٹھا۔

"عزیز ساتھیو! اب بولو تم کیا کہتے ہو؟ غندش نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اب میں تم سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔"

جواب میں جب سارے سالاروں نے غندش کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب فیصلہ ہوا کہ وقت ضائع کئے بغیر اندلس کے ان مغربی ساحلوں سے کوچ کرتے ہوئے اور جنوب سے ہوتے ہوئے مشرقی جزیروں کا رخ کر کے ان پر حملہ آور ہوا جائے۔

جب یہ فیصلہ ہو چکا تب سیرد اپنے باپ مناکش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اے میرے باپ! میں نے مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ سے انتقام لینے کی قسم کھا رکھی ہے اور میں ہر صورت میں اپنی قسم کی تکمیل چاہتی ہوں۔ جب تک میں اپنے ہاتھوں سے اس کا سر قلم نہیں کروں گی اس وقت تک مجھے ذہنی سکون نصیب نہیں ہوگا۔ میں اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہوں کہ میں مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل کا انفرادی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نہ ہی جنگ کے دوران کوئی حیلہ، کوئی حربہ استعمال کرتے ہوئے اسے اپنا اسیر بنا سکتی ہوں۔ ہاں، میں چاہتی ہوں کہ......"

یہاں تک کہتے کہتے سیرد کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں مناکش بول اٹھا تھا۔

''میری بیٹی! تُو نے جو مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کے خاتمہ کا عہد کر رکھا ہے وہ عہد ضرور پورا ہو گا۔ جو کچھ تم کہنا چاہتی تھی میں سمجھ گیا ہوں کہ تم حرب و ضرب میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مشرق کے جزیروں کی طرف جانے کے بعد اپنی اقتصادی حالت بہتر بناتے ہوئے جب ہم پلٹیں گے تو ایک نئے انداز میں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اس دوسرے ٹکراؤ کے دوران سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ مسلمانوں کا سالار اسمٰعیل بن موسیٰ لشکر کے کسی حصے کی کمانداری کرتا ہے۔ لہٰذا اس حصے کے لئے ہم اپنے کچھ خاص دستے متعین کریں گے۔ ان دستوں کے اندر تمہیں بھی رکھا جائے گا۔ وہ دستے خصوصی طور پر اسمٰعیل بن موسیٰ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ ان دستوں کے ذمے یہ کام لگایا جائے گا کہ ہر صورت میں وہ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو زندہ گرفتار کریں۔ اس طرح تم اسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرنا۔ پہلے سب کے سامنے گفتگو کے دوران اسے ذلیل و رسوا کریں گے، پھر سب کے سامنے تم اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن کاٹنا۔ میری بیٹی! یہ تمہارا عہد ہے اور تمہارا باپ تمہارے اس عہد کو ہر صورت میں پورا کر کے رہے گا۔''

مناکش کی اس گفتگو سے سیر دخوش ہو گئی تھی۔ پھر مناکش اٹھ کھڑا ہوا۔ باقی سب سالار بھی کھڑے ہو گئے۔ لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کچھ دیر نارمنوں نے ساحل سمندر پر ستا کر گزاری اور جب دور مغرب میں سورج غروب ہونے لگا تب وہ اپنے جہازوں اور کشتیوں میں بیٹھے، اس کے بعد وہ اندلس کے مغربی ساحلوں کو چھوڑتے ہوئے گہرے سمندر میں جنوب کا رخ کر رہے تھے۔





اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ تینوں نے چند دن تک اشبیلیہ شہر میں قیام کیئے رکھا۔ جب مخبروں نے یہ اطلاع دے دی کہ نارمن اپنی کشتیوں اور جہازوں میں اندلس کے جنوبی ساحل کے پاس سے ہوتے ہوئے دور مشرق کے جزیروں کی طرف چلے گئے ہیں تب اپنے لشکر کے ساتھ وہ اشبیلیہ سے نکلے اور اپنے مرکزی شہر قرطبہ کا رخ کیا تھا۔

ان کی آمد کی اطلاع پہلے ہی قرطبہ شہر میں کر دی گئی تھی۔ چنانچہ جس وقت وہ لشکر لے کر شہر میں داخل ہوئے تو شہر کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا تھا۔ جس جس شاہراہ، جس جس راستے سے لشکر گزر رہا تھا، لشکر پر پھول پتیوں کی بارش کی جا رہی تھی۔ لشکر کے پیچھے ان گنت باربرداری کے جانور تھے جو نارمنوں سے حاصل ہونے والے سامان سے لدے ہوئے تھے۔

جس وقت لشکر ایک شاہراہ پر سے گزر رہا تھا اور شاہراہ کے دونوں جانب شاہراہ کے کنارے اور مکانوں کی چھتوں پر کھڑے لوگ اپنے فاتح لشکر پر پھول پتیاں نچھاور کر رہے تھے اچانک مختلف رنگوں کے انتہائی خوبصورت گلابوں کا ایک گچھا جو ایک گلدستے کی صورت میں تھا اسمٰعیل بن موسیٰ کی زین کے ہنے پر آ کر گرا۔

جس طرف سے پھولوں کا وہ گلدستہ آ کر گرا تھا، اسمٰعیل بن موسیٰ نے جب اس سمت دیکھا تو ایک بلند جگہ ایرش کھڑی مسکرا رہی تھی اور اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ بھی ہلا رہی تھی۔ جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے بھی ہاتھ ہلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اس موقع پر ایرش نے بلند آواز میں فتح کی مبارک باد بھی دی۔

پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کی نگاہ جب گلاب کے پھولوں کے اس گلدستے پر گئی تو اس میں

گلدستے کے دھاگوں سے بندھا ہوا ایک کاغذ کا پُرزہ تھا۔ اس کاغذ کو اسمٰعیل بن موسیٰ نے جب غور سے دیکھا تو اس پر چھوٹی سی ایک تحریر تھی۔ لکھا تھا:

"میں اریش آپ کو اس شاندار فتح پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

وہ تحریر پڑھ کر تھوڑی دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتا رہا۔ شاید اریش نے بھی دیکھ لیا تھا کہ جو تحریر اس نے پھولوں کے گلدستے میں بھیجی ہے، اسمٰعیل بن موسیٰ اسے پڑھ رہا ہے۔ لہٰذا وہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ الفاظ پڑھنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے پھر اریش کی طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ ماتھے کی طرف لے جاتے ہوئے ایک طرح سے اریش کو سلام پیش کیا۔ اُس کی اس حرکت سے اریش کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ نہ صرف ہاتھ ہلاتے ہوئے بلکہ اپنے پاؤں کے پنجوں پر اُچھلتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔

لشکر جب آگے بڑھا تب امیر عبدالرحمٰن، ان کے بیٹے محمد اور عبداللہ، قاضی قضا یحییٰ بن یحییٰ، نائب قاضی قضا سعید بن محمد، سلطنت کے وزیر ہاشم اور دیگر تمام امراء کے علاوہ دو بڑے سالاروں عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ نے بھی شاندار انداز میں لشکر کا استقبال کیا۔ اس کے بعد لشکری مستقر کی طرف چلے گئے۔ سالار اپنے اپنے گھروں کا رخ کر رہے تھے۔

☆

اسمٰعیل بن موسیٰ جب اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کے دادا عبدالعزیز بن علقمہ اور ماں ترجیلہ نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ اُداس تھا۔ یہ اُداسی شاید اپنے باپ کے مرنے کی وجہ سے تھی۔ گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھا، پھر اپنے دادا اور اماں کے ساتھ دیوان خانے میں آکر بیٹھا۔ اپنے باپ کی غیر موجودگی میں مرنے کی وجہ سے دادا کے پاس بیٹھ کر اس نے دعا مانگی۔ اس کے بعد کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی۔ یہاں تک کہ ترجیلہ نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے! اگر تجھے بھوک ہو تو کھانے کے لئے کچھ لاؤں؟"

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اماں! مجھے بھوک نہیں ہے۔ جب ہوگی، میں آپ سے مانگ لوں گا۔"

کچھ دیر مزید خاموشی رہی۔ اس دوران ترجیلہ بار بار کبھی عبدالعزیز علقمہ، کبھی گاہے گاہے اپنے بیٹے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اسمٰعیل کو مخاطب کیا۔

''بیٹے! میں جانتی ہوں تُو تھکا ہارا آیا ہے۔ پر مجھے تیری آمد کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ بیٹے! تمہاری آمد کے ان لمحوں کا میں نے بڑی بے چینی سے انتظار کیا ہے۔ اس لئے کہ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔''

اپنی ماں ترجیلہ کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''اماں! آپ کو کچھ کہنے کے لئے نہ مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی آپ کو میری تھکاوٹ کا احساس ہونا چاہئے۔ اماں! ماضی میں اگر آپ نے کسی موقع پر کچھ کہنا چاہا ہو تو کیا میں نے کبھی انکار کیا ہے؟ پھر آج آپ کیوں اس انداز میں گفتگو کر رہی ہیں؟''

ترجیلہ مسکرائی۔ پھر دوبارہ وہ کہہ رہی تھی۔

''بیٹے! وہ موضوع ہی ایسا ہے کہ میں تیری پوری توجہ چاہتی ہوں۔ دراصل جس موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس موضوع میں تمہارے مستقبل، تمہاری خوشیوں کا بھی راز ہے۔''

''اماں! ایسی کوئی بات ہے تو کھل کر کہیں اور جلدی کہیں۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ سے ترجیلہ کو کسی حد تک تقویت ہوئی تھی۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اسمٰعیل! میرے بیٹے! تُو دیکھتا ہے گھر میں اب ویرانی ہے۔ میں اور دادا کب تک یوں حویلی میں پڑے پڑے سسکتے رہیں گے؟ پہلے تیرا باپ تھا۔ میں اور دادا کبھی اسے اٹھا کر باہر لے جاتے تھے، کبھی اندر لاتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے تھے، ہمارا وقت اچھا گزر جاتا تھا۔ اب وہ سماں نہیں رہا۔ میں چاہتی ہوں تیری شادی کر دی جائے۔ اس طرح گھر میں رونق آ جائے گی۔ بیٹے! ویسے اریش سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں تمہارے لئے اس کے ماں باپ سے اس کا رشتہ مانگوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا؟''

ترجیلہ کے ان الفاظ کے جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے چونکنے اور پُرشوق انداز میں اپنی ماں کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"اماں! یہ تم کیسی گفتگو کر رہی ہو؟ وہ لڑکی اُندلس کی حسین اور خوبصورت ترین حسینہ شمار کی جاتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے میں نے اس کی اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کے لئے کچھ اقدامات کئے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان اقدامات کو ان پر احسان سمجھ کر ہم اریش کا رشتہ مانگ لیں۔ اماں! اریش کے ماں باپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے اریش کا عندیہ جاننے کی کوشش کرنا۔ اگر اریش اس کے لئے رضامند ہو تو پھر اس رشتے کے لئے اس کے ماں باپ سے بات کرنا۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر جہاں عبدالعزیز بن علقمہ مسکرا رہا تھا، وہاں ترجیلہ بھی کھل کر ہنس دی۔ پھر کہنے لگی۔

"میرے عزیز بیٹے! میں یہ گفتگو یوں ہی نہیں کر رہی۔ میں تم پر انکشاف کروں کہ اریش تمہیں چاہتی ہے، تم سے محبت کرتی ہے۔ اس کا اظہار اریش نے اپنی زبان سے مصارہ سے کیا ہے اور مصارہ نے اس کی ساری کیفیت مجھ تک پہنچا دی ہے۔ یہاں تک کہ مصارہ نے اس موضوع پر اریش کے ماں باپ اور اس کے بھائی سے بھی بات کر لی ہے اور اریش کے ماں باپ اور اس کا بھائی اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اریش کا رشتہ تمہارے ساتھ طے ہو جائے۔ مصارہ کے ساتھ گفتگو میں انہوں نے اس عندیہ کا بھی اظہار کیا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو تمہاری اریش کے ساتھ منگنی کر دی جائے۔ اس طرح اریش کو یہ احساس ہو جائے گا کہ جس نوجوان کو اس نے پسند کیا ہے اسی کو اس کی زندگی کا ساتھی بنایا جا رہا ہے۔ بیٹے! اس کام کی ابتداء میں اپنی طرف سے تو نہیں کر رہی، تم سے محبت کی ابتداء اریش نے خود اپنی طرف سے کی ہے اور اپنی اس محبت کا اقرار اس نے کھلے الفاظ میں مصارہ سے کیا ہے۔ اسی بناء پر میرے بچے! اس موضوع پر میں نے تم سے گفتگو کی ہے۔ اب اگر تُو پسند کرے تو پھر میں اس سلسلے میں اریش کے ماں باپ سے گفتگو کروں۔"

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش رہ کر دبی دبی مسکراہٹ میں کچھ سوچتا رہا پھر اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں! تمہارا کہنا درست ہی ہے۔ اس لئے کہ راستے میں اس کا تھوڑا سا تجربہ

مجھے بھی ہوا ہے۔''

''کیسا تجربہ؟'' اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے اس کے دادا عبدالعزیز بن علقمہ نے پوچھ لیا تھا۔

اس پر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''دادا! جس وقت میں لشکر لے کر قرطبہ میں داخل ہوا تھا، دائیں بائیں شاہراہ کے کنارے اور چھتوں پر کھڑے مرد عورتیں سب لشکر پر گل پاشی اور پھول پتیاں نچھاور کر رہے تھے۔ ایسے میں پھولوں کا ایک بڑا گلدستہ میرے گھوڑے کی زین کے ہنے کے پاس آ کر گرا۔ جب میں نے اوپر دیکھا تو گلدستہ ایرش نے پھینکا تھا اور وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے اس شاندار فتح پر مبارک بادبھی پیش کر رہی تھی۔ اماں! جب میں نے اس گلدستے کا جائزہ لیا تو اس گلدستے کے اندر دھاگے سے ایک کاغذ بندھا ہوا تھا اور اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا، میں ایرش آپ کو اس فتح پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ وہ گلدستہ میں نے اپنی خرجین میں ڈال لیا تھا۔ اُس وقت تو میری سمجھ میں کوئی بات نہ آئی تھی۔ اب جبکہ آپ نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے تو پھر میں اس معاملے کی تہہ تک پہنچا ہوں۔ اماں! ایرش جیسی لڑکیاں کسی خوش قسمت انسان کو ملتی ہیں۔ ایرش اگر مجھے چاہتی ہے اور اس کے ماں باپ اس کا رشتہ مجھ سے طے کرنے کے لئے رضامند ہیں تو میں سمجھوں گا یہ میری خوش بختی ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کا یہ جواب سن کر عبدالعزیز بن علقمہ اور ترجیلہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سب سے پہلے ترجیلہ نے اٹھ کر اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنے ساتھ بپٹایا۔ ساتھ ہی عبدالعزیز بن علقمہ بھی اپنے بڑھاپے کو سمیٹتا ہوا اٹھا، اسمٰعیل بن موسیٰ کی پیشانی پر اس نے ایک طویل بوسہ دیا، پھر کہنے لگا۔

''میرے بیٹے! ایسی گفتگو کر کے تُو نے اپنے دادا کا دل خوش کر دیا ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ اس گھر میں رونقیں طوفان کی طرح آئیں گی اور حویلی کا ماحول یقیناً خوش کن ہو کر رہے گا۔''

اپنے دادا کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرا دیا تھا۔ اس موقع پر اس کی ماں نے پھر اس کو مخاطب کیا۔

''بیٹے! میں نے تیرا ایک نیا لباس طہارت خانے میں رکھا ہے۔ پہلے اٹھو، نہا دھو

کر لباس تبدیل کرو۔ اس کے بعد میں تمہارے کھانے کا اہتمام کرتی ہوں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کندھے پر لٹکتی خرجین اس نے اپنی ماں اور دادا کے سامنے رکھ دی تھی۔ کہنے لگا۔

"اس میں وہ نقدی ہے جو مالِ غنیمت میں میرے حصے میں آئی ہے۔ اسے سنبھال لینا۔ میں اتنی دیر تک نہا لیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ وہاں سے نکل گیا تھا۔ جبکہ اس کے جانے کے بعد عبدالعزیز بن علقمہ اور ترجیلہ دونوں نے خرجین کے سامان کا جائزہ لیا، پھر ترجیلہ نے سارا سامان دوسرے کمرے میں جا کر رکھ دیا تھا۔ جب وہ پلٹ کر دیوان خانے کی طرف آئی تب بیرونی دروازے سے اریش، اس کا باپ ارتیں، ماں حماسہ، بھائی جیوس، مصارہ، اس کی ماں رزین اور باپ عبادہ بن عامر داخل ہوئے تھے۔

ان کی آمد پر ترجیلہ کھڑی ہو کر خوشی کا اظہار کرنے لگی تھی۔ وہ قریب آئے۔ ترجیلہ انہیں لے کر دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ بڑے پُرتپاک انداز میں سب عبدالعزیز بن علقمہ سے ملے۔ اس موقع پر اریش کے باپ ارتیں اور اس کی ماں حماسہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے چند لمحوں تک اِدھر اُدھر دیکھا، پھر انہوں نے جو اپنے ہاتھوں میں کھجور کے پتوں کی سی بنی ہوئی ٹوکریاں پکڑ رکھی تھیں وہ ایک طرف رکھ دیں۔ اس موقع پر حماسہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ترجیلہ نے اسے مخاطب کیا۔

"میری عزیز بہن! کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ان ٹوکریوں میں کیا ہے؟"

اس پر حماسہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"ان میں ایک میں مٹھائی اور دوسرے میں میٹھا پنیر ہے۔ بالکل تازہ۔ یہ ہم اسمٰعیل بن موسیٰ کی آمد اور شاندار فتوحات کی خوشی میں لے کر آئے ہیں۔ پر ہم دیکھتے ہیں کہ اسمٰعیل تو یہاں ہے ہی نہیں۔"

جواب میں ترجیلہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"وہ طہارت خانے میں غسل کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک لوٹتا ہے۔ میں تو خود بابا کے ساتھ آپ کے ہاں آنے والی تھی تاکہ اسمٰعیل کے لئے آپ لوگوں سے اریش کا ہاتھ مانگوں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ جونہی اسمٰعیل باہر نکلتا ہے، اسے بازار بھیجوں گی تاکہ وہ کچھ پھل اور مٹھائی لے کر آئے۔ اس کے بعد میں آپ کے ہاں جانا چاہتی

تھی۔ اس لئے کہ جو حالات اب تک قرطبہ میں پہنچ رہے ہیں ان کے مطابق ہماری شمالی سرحدوں کے حالات مخدوش ہو رہے ہیں۔ اشتوراس کا بادشاہ ایسٹریاس اور جلیقیہ کے حکمران، نارمنوں کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس سلسلے میں امیر عبدالرحمٰن اسمٰعیل بن موسیٰ کو شمال کی کسی مہم پر روانہ کر دیں۔ لہٰذا اس کی روانگی سے پہلے پہلے میں چاہتی تھی کہ اسمٰعیل اور اریش کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو کسی بھی مخالف قوت کو اریش کی طرف نگاہ اٹھانے کی ہمت اور جرأت نہیں ہو گی اور اسی سلسلے میں، میں آپ لوگوں کے ہاں آنے والی تھی۔''

ترجیلہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس موقع پر حماسہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! اب جبکہ ہم خود ہی آ گئے ہیں، آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ جس طرح آپ کا بیٹا ہے ویسا ہمارا بھی ہے۔ لہٰذا یہیں بیٹھے بیٹھے دونوں کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اب آپ یہ کہیں گی کہ ہم لڑکی والے ہیں اور لڑکی والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خود اٹھ کر لڑکے والوں کے ہاں جائیں اور منگنی کا اہتمام کریں اس لئے کہ......''

حماسہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ ترجیلہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جیسا آپ لوگ چاہیں گے ویسا ہی ہو گا۔ جب سے مصارہ نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ اریش اسمٰعیل کو پسند کرنے لگی ہے، خدا گواہ ہے اس کے دوسرے دن ہی میں نے دو بہترین قسم کی انگشتریاں تیار کروا لی تھیں۔ یہ ٹھان رکھا تھا کہ جونہی اسمٰعیل واپس آئے گا اس کی اور اریش کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اب اگر آپ لوگ اس ارادے سے آ ہی گئے ہیں تو میں وہ انگوٹھیاں لے کر آتی ہوں۔ یہیں بیٹھے بیٹھے وہ اسمٰعیل اور اریش کو پہناتے ہیں اور ان کی منگنی کا اہتمام کر دیتے ہیں۔ اس خوشی میں آج سب کا کھانا یہیں ہماری حویلی میں ہو گا۔''

اس کے ساتھ ہی ترجیلہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ وہ دو سونے کی انگوٹھیاں جن پر انتہائی قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے وہ لا کر اس نے عبدالعزیز بن علقمہ کے ہاتھ میں رکھ دیں اور کہنے لگی۔

''ابا! یہ کام آپ کا ہے۔ جونہی اسمٰعیل غسل کر کے آتا ہے، آپ خود اس نیک کام کی ابتداء کریں گے۔''

عبدالعزیز بن علقمہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد سب عبدالکریم بن مغیث کی بیماری سے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ دیوان خانے میں داخل ہوا۔ وہاں اپنی ماں اور دادا کے پاس اریش، اس کے باپ، ماں، بھائی، مصارہ اور اس کے ماں باپ کو دیکھتے ہوئے لحہ بھر کے لئے دیوان خانے کے دروازے پر کھڑا ہو کر ٹھٹکا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس موقع پر احتجاجی انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''آپ لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس طرح میرا استقبال کر رہے ہیں جیسے میں.....''

اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ مصارہ کا باپ عبادہ بن عامر بول اٹھا۔

''بیٹے! یہ سب کچھ تمہاری شاندار فتوحات کی خوشی میں ہے۔ اور پھر تھوڑی دیر تک اس حویلی میں ایک اور اچھی خبر کی گونج اُٹھنے والی ہے۔''

جب سب بیٹھ گئے تب اسمٰعیل بن موسیٰ آگے بڑھا اور اس نے چاہا کہ وہ اپنے دادا کے پاس بیٹھے کہ عبدالعزیز بن علقمہ مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

''اسمٰعیل! میرے بیٹے! یہاں میرے پاس نہیں، وہاں بیٹھو۔''

عبدالعزیز نے اریش کے پہلو کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اریش کے ایک طرف اس کا باپ، دوسری طرف مصارہ بیٹھی ہوئی تھی۔ لہٰذا مصارہ ایک طرف کھسکی۔ اریش کو بھی اس نے اپنی طرف کھینچ لیا تھا جبکہ ارتیں بھی ذرا سرکا تھا۔ اپنے اور اپنی بیٹی اریش کے درمیان اس نے جگہ بنا دی تھی۔

اس موقع پر اسمٰعیل نے احتجاجی سے انداز میں اپنے دادا عبدالعزیز بن علقمہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''دادا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں آپ کے پاس کیوں نہ بیٹھوں؟''

عبدالعزیز نے گھورنے کے انداز میں اسمٰعیل کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''جس رسم کی میں ابتداء کرنے لگا ہوں اس رسم کا تقاضا یہ ہے کہ تم آگے بڑھ کر

ارش کے پاس بیٹھو۔ دیکھو ڈر کیوں رہے ہو؟ دشمن کے خلاف بڑے بڑے معرکوں کو سر کرتے رہے ہو۔ یہ تو تمہاری زندگی کا ایک بالکل معمولی معرکہ ہے جو میں طے کر رہا ہوں۔ ایسا کرو، وہاں اریش اور ارتیں کے درمیان جگہ تمہارے لئے خالی کر دی گئی ہے، وہاں بیٹھو۔''

اس موقع پر جواب طلب انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے ترجیلہ کی طرف دیکھا۔ اس کی اس ادا پر اریش اور مصارہ دونوں منہ ڈھانپے ہنس رہی تھیں۔ یہی حالت حماسہ اور مصارہ کی ماں رزین کی بھی تھی۔ یہاں تک کہ ترجیلہ نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بیٹے! ابا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم ارتیں کے ہاں جا کر تمہاری منگنی کرتے لیکن کیونکہ یہ سب لوگ خود ہی یہاں آ گئے ہیں لہٰذا یہیں تمہاری اور اریش کی منگنی کا اہتمام کیا جائے گا۔''

لمحہ بھر کے لئے اسمٰعیل کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ اریش کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔

اس موقع پر عبدالعزیز نے ہاتھ کے اشارے سے مصارہ کو اپنے پاس بلایا۔ مصارہ اُٹھی۔ مسکراتی ہوئی عبدالعزیز بن علقمہ کے پاس آئی۔ پھر عبدالعزیز اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! یہ دونوں انگوٹھیاں لو۔ جو انگوٹھی اریش کی ہے وہ اسمٰعیل کے حوالے کرو۔ اسمٰعیل کی انگوٹھی اریش کو دو۔ دونوں ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنائیں گے۔ اس طرح اس خوش کن رسم کی ابتداء کی جائے گی۔''

اس موقع پر جہاں اریش بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی وہاں مصارہ کے علاوہ اریش کے ماں باپ اور مصارہ کے ماں باپ کی خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ مصارہ نے دونوں انگوٹھیاں لے لیں۔ اسمٰعیل کی انگوٹھی اس نے اریش کو تھمائی۔ اریش کی انگوٹھی اس نے اسمٰعیل کو دی۔ پھر دونوں کو اس نے ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنانے کے لئے کہا۔

اس موقع پر اسمٰعیل اور اریش نے اپنا رخ ایک دوسرے کی طرف کیا۔ پہلے اریش کا ہاتھ پکڑ کر اسمٰعیل نے اسے انگوٹھی پہنائی۔ اس کے ساتھ ہی اریش نے بھی اسمٰعیل کو انگوٹھی پہنا دی تھی۔ ان کے ایسا کرنے پر سب لوگ بے پناہ خوشی کا اظہار کرنے کے

ساتھ ساتھ ایرش کے ماں باپ، اسمٰعیل کے دادا اور ماں کو مبارک دے رہے تھے۔
یرش کا باپ ارتمیں اسمٰعیل اور ایرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"میرے بچو! میری خداوند سے دعا ہے کہ وہ تمہیں خوش کن زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میری طرف سے تم دونوں کو اجازت ہے کہ تم جب اور جس وقت چاہو ایک دوسرے سے مل سکتے ہو، ایک دوسرے کے پاس اٹھ بیٹھ سکتے ہو، باہم گفتگو کر سکتے ہو، اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کر سکتے ہو۔"
یہاں تک کہنے کے بعد ارتمیں جب خاموش ہوا تب ترجیلہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"اسمٰعیل! میرے بیٹے! اب اٹھو، بازار جاؤ۔ ضروری سودا سلف لے کر آؤ۔ آج نہ صرف یہ کہ سب کا کھانا یہاں ہوگا۔ بلکہ سب لوگ شب بسری بھی یہیں کریں گے۔"
اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ ترجیلہ پھر بول اٹھی۔
"بیٹے! ایرش اور مصارہ مل کر تمہیں جو سامان بتاتی ہیں وہ بازار سے لے آؤ۔"
اس موقع پر ایرش کا باپ ارتمیں بھی اپنے بیٹے جیوس کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔ "جیوس! میرے بیٹے! تم بھی اپنے بھائی کے ساتھ جاؤ اور دونوں مل کر وہ چیزیں لے آؤ جو ایرش اور مصارہ بتاتی ہیں۔"
اس پر ایرش اور مصارہ نے آپس میں مشورہ کیا۔ اس کے بعد جو چیزیں منگوانی تھیں وہ مصارہ نے اسمٰعیل بن موسیٰ سے کہہ دی تھیں۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جیوس دونوں سامان لانے کے لئے حویلی سے نکل گئے تھے۔





مسلمانوں کے علاقوں پر نارمنوں کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے شمال کے عیسائی حکمرانوں کو شہ ملی۔ چنانچہ انہوں نے شمال کی طرف سے مسلمانوں کے علاقوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کر دیا تھا۔ شمال کی سمت سے اب مسلمانوں کے لئے دو جگہ سے خطرات اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پہلا خطرہ ایک شخص موسیٰ کی طرف سے اٹھا۔ یہ شخص نو مسلم تھا اور اسے کوہِ پیرانیز کی مہم کے سلسلے میں شمال کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس مہم میں جریر بن موفق بھی اس کے ساتھ تھا چنانچہ یہ دونوں شمال میں ترک تاز کرتے ہوئے طربونہ سے بھی آگے نکل گئے۔ ایک جگہ مشکل میں پھنس گئے۔ لیکن پھر نکل کر نصرانیوں کو شکست دی اور بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے۔

اس مہم کے دوران موسیٰ کا جریر بن موفق کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ چنانچہ معاملہ دربارِ خلافت میں پیش کیا گیا۔ موسیٰ چونکہ غلطی پر اور جریر بن موفق سچائی پر تھا لہٰذا اس جھگڑے کا فیصلہ موسیٰ کے خلاف ہوا۔ چنانچہ یہ فیصلہ سن کر وہ بگڑ گیا اور بغاوت پر اتر آیا۔

سب سے پہلے امیر عبدالرحمٰن الاوسط نے موسیٰ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے حارث بن بزیغ کی کمانداری میں ایک لشکر بھیجا۔ حارث بن بزیغ کے موسیٰ کے ساتھ دو بڑے معرکے ہوئے اور ان معرکوں میں سے ایک میں موسیٰ کا لڑکا مارا گیا اور موسیٰ ارنیطہ کے علاقوں کی طرف چلا گیا۔

چنانچہ موسیٰ کو پسپا کرنے کے بعد حارث بن بزیغ نے اس کا تعاقب کیا اور یلغار کرتا ہوا ارنیطہ جا پہنچا۔ چنانچہ موسیٰ نے بے بس ہو کر صلح کا پیغام بھیجا، شہر سے نکل گیا اور تطیلہ شہر جا پہنچا۔

یہاں پہنچ کر اس سے ایک غلطی ہوئی اور اس نے نوارہ کے نصرانی بادشاہ غرسیہ سے مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کی جو غرسیہ نے قبول کر لی۔ چنانچہ غرسیہ اور موسیٰ دونوں متحدہ لشکر لے کر حارث بن بزیغ سے ٹکرائے اور حالات کی ستم ظریفی کہ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں حارث بن بزیغ زخمی ہوا جبکہ نوارہ کا بادشاہ غرسیہ اور موسیٰ فتح مند رہے۔

جب اس بغاوت نے زور پکڑنا شروع کیا تب امیر عبدالرحمٰن الاوسط نے اپنے لڑکے محمد کو اس مہم پر روانہ کیا۔ چنانچہ محمد نے موسیٰ کو پے در پے شکستیں دیں۔ موسیٰ نے اطاعت اختیار کر لی۔ اس کے بعد ولی عہد محمد، نوارہ کے بادشاہ غرسیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں میں خوفناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے دوران ولی عہد محمد نے غرسیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یوں غرسیہ کا لشکر بھی منتشر ہو گیا۔

غرسیہ کے مارے جانے کے بعد موسیٰ نے پھر سرکشی اختیار کی لیکن امیر عبدالرحمٰن الاوسط خود ایک لشکر لے کر نکلا۔ موسیٰ کو شکست دی اور موسیٰ کے ایک لڑکے کو یرغمال بنا لیا۔ کچھ ہی دنوں بعد یہ لڑکا بھاگ گیا۔ چنانچہ موسیٰ نے پھر بغاوت کی لیکن اس کی بغاوت کو ختم کر دیا گیا اور کچھ عرصہ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔

اب اس نے پھر شمال میں مسلمانوں کے خلاف سرکشی اور بغاوت کھڑی کی تھی۔ مسلمانوں کے خلاف شمال میں نارمنوں کے جانے کے بعد یہ پہلی اندیشہ ناک خبر تھی۔ دوسرا خطرہ لیون کے نصرانی بادشاہ الفانسو کی طرف سے اٹھا تھا۔ لیون شہر 99 ہجری اور 717 عیسوی میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تھا لیکن 125 ہجری اور 743 عیسوی میں نصرانیوں نے اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ 229 ہجری اور 845 عیسوی میں مسلمانوں کی طرف سے ایک لشکر بھیجا گیا جس نے شہر کا محاصرہ کر لی۔ کچھ دن بعد شہر والے تنگ آ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ اسلامی لشکر نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد نصرانی پھر اس شہر پر قابض ہو گئے۔ دوبارہ اس کی تعمیر کر کے اسے مضبوط اور مستحکم بنا دیا۔ پھر الفانسو نے پَر پُرزے نکالے۔ بارسلونا شہر پر قبضہ کر لیا۔ عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی میں ایک لشکر بارسلونا کی طرف بھجوایا گیا۔ عبدالکریم نے الفانسو کو بدترین شکست دی۔ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔ لیکن جونہی عبدالکریم پلٹا، الفانسو پھر بارسلونا شہر پر قابض ہو گیا۔ دوبارہ مسلمانوں کی طرف سے بارسلونا کے لئے مہم اس لئے نہ بھیجی جا سکی کہ اسی دوران نارمنوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔

دونوں مہموں کے لئے امیر عبدالرحمٰن الاوسط نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا انتخاب کیا تھا۔
امیر عبدالرحمٰن الاوسط اب عبدالکریم بن مغیث کی بیماری کی وجہ سے اس کا منصب اور مقام اسمٰعیل بن موسیٰ کو دے چکا تھا۔ چنانچہ ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا گیا۔ لشکر کا کماندارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ کو بنایا گیا اور تین نامور سالار جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور عبداللہ اموی کو اسمٰعیل بن موسیٰ کے ساتھ کر دیا گیا تھا اور ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ پہلے بارسلونا پر حملہ آور ہو کر اسے الفانسو سے نجات دلائیں۔ اس کے بعد الفانسو جلیقیہ کے حکمرانوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے علاقوں میں ترک تاز اور یلغار کر رہا تھا، اسے روکا جائے اور اسے اس کی ان حرکتوں کی کڑی سزا دی جائے۔
اس مقصد کے لئے لشکر بھی مختص کر دیا گیا تھا۔ لشکر کے کوچ کی تیاریاں بھی شروع کر دی گئی تھیں۔ پھر بدقسمتی سے اسی دوران عبدالکریم بن مغیث وفات پا گئے اور عبدالکریم کے انتقال ہی کی وجہ سے اس مہم میں کچھ دن کی تاخیر ہو گئی۔ اس تاخیر کو الفانسو نے مسلمانوں کی کمزوری جانا اور اس نے اپنی عسکری طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے علاقوں پر حملوں میں تیزی اور شدت پیدا کر دی تھی۔
ان حالات کو دیکھتے ہوئے عبدالکریم بن مغیث کے انتقال کے چند دن بعد اسمٰعیل بن موسیٰ ایک خاصا بڑا لشکر لے کر شمال کی اپنی ان دونوں مہموں کی طرف روانہ ہوا تھا۔
بارسلونا شہر سے چند میل دور اسمٰعیل بن موسیٰ نے کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ لشکر جب رکا تب جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ تینوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس آئے۔ پھر عبداللہ بن امیہ، اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''امیر! کیا بات ہے، آپ نے لشکر کو روک دیا ہے۔ خیریت تو ہے؟''
اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک باری باری عبداللہ بن امیہ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھتا رہا، پھر حارث کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''ابنِ بزیغ! چھوٹے بڑے سالاروں کو یہاں میرے پاس جمع کر لو تاکہ دشمن پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی ہم یہیں طے کر لیں۔''
اس پر حارث پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور باقی سالار بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کے گرد آ جمع ہوئے تھے۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان سب کو مخاطب کرتے

ہوئے کہنا شروع کیا۔
"میرے ساتھیو! میں سب سے پہلے بارسلونا شہر کو اپنا ہدف بنانا چاہتا ہوں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یاد رکھنا الفانسو ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ میرے خیال میں الفانسو کو خبر ہو چکی ہو گی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر قرطبہ سے نکلا ہے اور وہ اپنی شمال کی کسی مہم کو سر کرے گا۔ وہ ابھی شش و پنج میں ہو گا کہ ہم کس شہر یا کس سرزمین کو اپنا ہدف بناتے ہیں۔ چنانچہ جب ہم بارسلونا کا رخ کریں گے تو یقیناً وہ کوشش کرے گا کہ بارسلونا میں جو نصرانیوں کا لشکر ہے وہ اپنا دفاع کرتا رہے اور باہر سے الفانسو ہم پر حملہ آور ہو کر اس مہم کو ناکام بنانے کی کوشش کرے۔ لیکن میں الفانسو کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ میرے عزیز ساتھیو! میں لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔ ایک حصہ میرے پاس ہو گا۔ جریر بن موفق میرے ساتھ کام کرے گا۔ دوسرے حصے کے کماندار حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ ہوں گے۔ حارث بن بزیغ! تمہارا اب جنگ کا وسیع تجربہ ہے۔ عبداللہ بن امیہ بھی جنگ کی ہر ہنرمندی سے واقف ہے۔ میرے عزیز ساتھیو! جو لشکر میں تم دونوں کے حوالے کروں گا اسے لے کر تم اس شاہراہ کی طرف چلے جانا جو شاہراہ لیون سے بارسلونا شہر کی طرف آتی ہے اور شاہراہ کے کنارے کسی مناسب جگہ گھات لگا لینا۔

جب میں بارسلونا شہر پر حملہ آور ہوں گا تو یقیناً الفانسو اپنے مرکزی شہر سے نکل کر بارسلونا شہر کا رخ کرے گا۔ چنانچہ تم دونوں کا یہ کام ہو گا کہ الفانسو کو راستے ہی میں روک لو۔ لیکن الفانسو سے ٹکراتے ہوئے ایک احتیاط ضرور برتنی ہے۔

جب تم دونوں بارسلونا کی طرف آنے والی شاہراہ کے کنارے گھات لگا لو تو شمال مغرب کی طرف اپنے مخبر پھیلا دینا جو تمہیں الفانسو کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں۔ مخبروں کو یہ بھی ہدایت کرنا کہ وہ تمہیں الفانسو کے لشکر کی تعداد سے بھی آگاہ کرتے رہیں۔ اگر تم دونوں دیکھو کہ الفانسو کے پاس کوئی بڑا لشکر نہیں تو پھر تم دونوں کو اجازت ہو گی، کوہستانی سلسلوں سے نکل کر اس کی راہ روکو اور کھلے انداز میں اس سے ٹکراؤ۔ لیکن جب تم یہ اندازہ لگاؤ کہ الفانسو کے پاس تم دونوں کی نسبت کئی گنا بڑا لشکر ہے تو پھر کھلے میدانوں میں اس سے نہ ٹکرانا۔ اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھنا۔ کوہستانی سلسلوں سے نکل کر دائیں بائیں سے اس پر حملہ آور ہوتے ہوئے ایک طرح

سے اسے روکے رکھنا۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اتنی دیر تک میرے خداوند نے چاہا تو میں اور جریر بن موفق بارسلونا شہر کو فتح کر چکے ہوں گے۔ بارسلونا شہر کو فتح کر کے اس کا نظم و نسق چند ہی دنوں میں درست کر کے میں اور جریر بھی اپنے لشکر کے ساتھ تم دونوں سے کوہستانی سلسلے میں آن ملیں گے۔ پھر پورے لشکر کے ساتھ الفانسو کا مقابلہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ الفانسو کیسے اپنے مرکزی شہر لیون سے نکل کر ہمارے علاقوں پر دھاوا بولتا ہے اور لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا ہے۔''

جریر بن موفق، حارث بن بزیغ، عبداللہ بن امیہ سب نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ لشکر نے وہاں پڑاؤ کر لیا۔ لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کے لئے وہیں شب بسری کی گئی اور اگلے روز صبح ہی صبح لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ لے کر اس شاہراہ کی طرف چلے گئے تھے جو لیون سے بارسلونا کی طرف جاتی تھی جبکہ خود اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بارسلونا شہر کا رخ کر گئے تھے۔

جہاں تک بارسلونا شہر کا تعلق ہے تو قدیم تاریخوں میں اسے برشینونہ بھی لکھا گیا ہے۔ اس کا پرانا نام بارسینونہ تھا۔ اس کا موجودہ نام بارسلونا ہے۔ اہل روما کے دورِ حکومت میں اسپین کے شمال مشرقی اضلاع کا دارالحکومت قراکو ہوا کرتا تھا جس کو عربوں نے عربی میں ڈھال کر طرکونا پکارنا شروع کر دیا تھا۔ پرانے دور میں بارسلونا شہر طرکونا شہر کے تحت رکھا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اس کی علیحدہ انتظامیہ مقرر کر دی گئی تھی اور ایک خاص علاقہ مختص کر کے بارسلونا شہر کو اس کا مرکزی شہر قرار دے دیا گیا تھا۔ بارسلونا شہر کے شمال اور مشرق میں جرندہ کا علاقہ پڑتا تھا۔ جنوب میں بحر متوسط، مشرق میں طرکونہ شہر تھا۔

بارسلونا شہر کے مغربی اور شمالی حصے میں جبلِ ابرکات کی شاخیں ہیں۔ 94 ہجری اور 713 ہجری میں پہلی بار عالمِ اسلام کے سالار موسیٰ بن نصیر نے ولید بن عبدالملک کے عہد میں اس شہر کو فتح کیا۔ تقریباً 91 برس یہ شہر اسلامی مملکت میں رہا۔ یہاں تک کہ 185 ہجری اور 801 عیسوی میں فرانس کے بادشاہ کا بیٹا کارلہ اس پر حملہ آور ہوا۔ دراصل کارلا اپنے باپ کی طرف سے جنوبی فرانس پر حکومت کرتا تھا۔ چنانچہ اپنی طاقت

اور قوت میں اضافہ کر کے وہ بارسلونا شہر پر حملہ آور ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔ چنانچہ ایک مدت سے یہ شہر نصرانیوں کے قبضے میں چلا آتا تھا۔ اس کے بیرونی علاقوں میں مسلمانوں اور نصرانیوں میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ بیرونی علاقے کبھی مسلمانوں، کبھی نصرانیوں کے ہاتھوں میں چلے جاتے تھے۔

بارسلونا شہر کے اندر جو فرانسیسیوں کا لشکر تھا اسے جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے ان کے شہر بارسلونا کا رخ کر رہا ہے تب فرانسیسیوں کا وہ لشکر اپنے سالار اور حاکم کی سرکردگی میں بارسلونا شہر سے نکلا اور شہر سے چند میل دور انہوں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی راہ روک دی تھی۔ ساتھ ہی انہوں نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بھی اپنے لشکر کو ترتیب دینے لگا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بارسلونا کے فرانسیسی اسمٰعیل اور اس کے لشکریوں پر حسد اور نسلی تعصب کی طرف دھکیلتے لفظوں کے بھڑکتے انگاروں، لالچ اور خود غرضی کی آگ بھڑکاتے ذلت اور مسکنت بھرے اندھیاؤ اور اندھی قہرمانیت کے نشتر چلاتے ہولناک تعصب کے فسوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ اسمٰعیل اور جریر بن موفق کی سرکردگی میں مسلمان لشکریوں نے سب سے پہلے چہروں کو عرق عرق، قرارِ دل کو تباہ، آہنی عزم اور استقلال کو پارہ پارہ کرنے کے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ تکبیروں کی آوازوں سے یوں لگا جیسے اچانک مخفی اثرات سے کوئی فسوں خیز خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہو گا۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ متحیر اور مدہوش کر دینے والی سنسناتی آندھیوں کی شاؤں شاؤں، آتش مزاجی اور خود سری پر اترتے شجاعت کے جوہر آفتاب اور تاریخ کے اوراق میں درد کی کہر پھیلاتے طوفانوں اور اماوس بھری گمبھیر راتوں میں تیزی سے نزول کرتی روشنی کی کرنوں کی طرح فرانسیسیوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

بارسلونا شہر سے دور کچھ دیر تک دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے انسانیت مجروح ہوتی رہی۔ دکھ کی میعاد بڑھتی رہی۔ عداوت کی سرزمینوں کو لال کرتی رہی۔ وقت کے مقتل اور لمحوں کے اندر زیست کے محور اور مرکز گرتے رہے۔ ارادے بڑی تیزی سے زنگ آلود ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ فرانسیسیوں نے خود ہی اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں

کے مقابلے میں ان کی حالت بڑی تیزی سے دشتِ دہر میں بے تنویر شمعوں، گھپ اندھیروں میں بے چہرہ تصویروں اور ہجر کی کالی راتوں میں ریت پر لکھی تحریروں سے بھی زیادہ المناک ہونا شروع ہو گئی ہے۔ وہ یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ اگر جنگ جاری رکھی گئی تو حملہ آور مسلمان فرانسیسیوں کو مکمل طور پر کاٹ کر رکھ دیں گے۔ لہٰذا فرانسیسیوں نے شکست قبول کی۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بارسلونا شہر میں جا کر محصور ہو گئے۔

فرانسیسی چونکہ یہ عزم رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کو مار بھگائیں گے لہٰذا وہ اپنے ساتھ رسد اور ہتھیاروں کی صورت میں ڈھیر کے ڈھیر لے کر آئے تھے۔ لہٰذا یہ ساری چیزیں مسلمانوں کے قبضے میں چلی گئی تھیں۔

اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق بارسلونا شہر کی طرف بڑھنا چاہتے تھے کہ کچھ مخبر لشکر میں داخل ہوئے۔ سیدھے اس جگہ جہاں اس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کھڑے ہوئے تھے، قبل اس کے مخبروں میں سے کوئی کچھ بولتا، اسمٰعیل بن موسیٰ نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! کیا تم کوئی نئی خبر لے کر آئے ہو؟''

اس پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''امیر! ہم دو خبریں لے کر آئے ہیں۔ دونوں ہی اچھی نہیں ہیں۔''

مخبر کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق دونوں ہی کسی قدر پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ مخبر نے پھر کہنا شروع کیا۔

''امیر! پہلی جو بری خبر ہم لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ امیر عبدالرحمٰن الاوسط سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ لہٰذا قرطبہ کے حالات بڑی تیزی سے ابتر ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ ملکہ طروب اپنے بیٹے عبداللہ کو امیر عبدالرحمٰن کے بعد تخت و تاج کا وارث بنانا چاہتی ہے جبکہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ اس کے حاشیہ نشین بھی سب بے فکر اور عیاش ہیں۔ ملکہ طروب نے ابھی سے خواجہ سراؤں اور اپنے ہم نواؤں کے علاوہ سلطنت کے سرکردہ لوگوں کو خوش رکھنا شروع کر دیا ہے۔ وہ کوشش کر رہی ہے کہ سب کو رام کر کے عبدالرحمٰن الاوسط کے بعد اپنے بیٹے عبداللہ کو اندلس کا

حاکم بنادے۔ جبکہ عام لوگ عبدالرحمٰن کے بعد اس کے بیٹے محمد کو اپنا حکمران دیکھنا چاہتے ہیں۔ یوں جانیں ہمیں ولی عہد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ فی الفور لشکر لے کر قرطبہ پہنچ جائیں۔ دوسری بری خبر یہ ہے کہ لیون کا بادشاہ الفانسو ایک بہت بڑا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر سے نکلا ہے اور اس نے بارسلونا شہر کا رخ کیا ہے۔ الفانسو کے پاس اس وقت اتنا بڑا لشکر ہے کہ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ اس کی راہ نہیں روک پائیں گے۔ امیر! بس یہی دو خبریں تھیں جو ہم نے آپ سے کہہ دی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر جب خاموش ہو گیا تب کچھ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ اپنے قریب کھڑے جریر بن موفق اور دوسرے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"عزیز ساتھیو! بارسلونا کے فرانسیسی لشکر کو ایک بار ہم بدترین شکست دے چکے ہیں۔ اب بارسلونا پر پیش قدمی کر کے اس پر حملہ آور ہونا بے کار ہے۔ سب سے پہلے ہمیں الفانسو کی خبر لینی چاہئے۔ بارسلونا شہر پر بعد میں بھی حملہ آور ہو کر اسے اپنی گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت اگر ہم الفانسو پر کاری ضرب لگائیں تو کچھ عرصے کے لئے کم از کم وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور نہیں ہو سکے گا۔ اتنی دیر تک شاید ہماری حکومت کے حالات درست ہو جائیں اور ہم بہتر انداز میں بارسلونا کے علاوہ الفانسو کے خلاف حرکت میں آ سکیں۔ لہٰذا بارسلونا کو بھول کر اب ہم الفانسو کا رخ کریں گے۔"

جریر بن موفق کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے آنے والے مخبروں کو پھر مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے ساتھیو! پہلے یہ تو کہو کہ الفانسو اس وقت اپنے جرار لشکر کے ساتھ کہاں ہے؟ اور کیا تم عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ تک الفانسو کے آنے سے پہلے پہنچ کر انہیں میرا ایک پیغام دے سکتے ہو؟"

اس پر سارے مخبروں کی چھاتیاں تن گئی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک بولا۔

"امیر! ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اگر آپ کے پاس کوئی پیغام ہے اور وہ

پیغام آپ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم ابھی اور اسی وقت واپسی کا سفر اختیار کریں گے اور الفانسو کے پہنچنے سے پہلے پہلے آپ کا پیغام حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ تک پہنچا دیں گے۔"

مخبر کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے طمانیت اور خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم میں سے آدھے میرے ساتھ رہو۔ الفانسو کے لشکر کی طرف میری رہنمائی کرو گے۔ آدھے فی الفور حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ان دونوں کو جا کر میرا یہ پیغام دینا کہ الفانسو جو ایک جرار اور بہت بڑا لشکر لے کر بارسلونا کا رخ کئے ہوئے ہے وہ اس پر حملہ آور نہ ہوں۔ اگر میری آمد سے پہلے پہلے الفانسو ان کے پاس سے گزر جاتا ہے تو وہ دائیں بائیں رہتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ شاہراہ پر میں اور جریر بن موفق اپنے ساتھیوں کیساتھ الفانسو کی راہ روک کھڑے ہوں گے۔ الفانسو خوش ہو گا کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر اس کے مقابلے پر آیا ہے اور جب الفانسو مجھ سے ٹکرائے گا تو حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ اپنے دائیں بائیں سے الفانسو کے لشکر پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ جب ہم الفانسو پر سہ طرفہ حملہ کریں گے تو الفانسو کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ جائے گا وہ یہ کہ شکست قبول کرتے ہوئے وہ اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد یہاں سے مغرب کی طرف اس شاہراہ کی طرف کوچ کروں گا جو یہاں سے لیون کی طرف جاتی ہے۔ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ سے جا کر یہ بھی کہنا کہ جس قدر لشکر ان کے پاس ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر لیں تا کہ وہ ضرورت کے وقت دائیں بائیں سے الفانسو پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش ہو گیا تھا۔ پھر اس کے کہنے پر آدھے مخبر وہیں رہے۔ باقی کے آدھے اسی وقت بڑی تیز رفتاری سے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو بارسلونا سے لیون شہر کی طرف جاتی تھی۔



حاکم بنادے۔ جبکہ عام لوگ عبدالرحمٰن کے بعد اس کے بیٹے محمد کو اپنا حکمران دیکھنا چاہتے ہیں۔ یوں جانیں ہمیں ولی عہد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ فی الفور لشکر لے کر قرطبہ پہنچ جائیں۔ دوسری بری خبر یہ ہے کہ لیون کا بادشاہ الفانسو ایک بہت بڑا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر سے نکلا ہے اور اس نے بارسلونا شہر کا رخ کیا ہے۔ الفانسو کے پاس اس وقت اتنا بڑا لشکر ہے کہ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ اس کی راہ نہیں روک پائیں گے۔ امیر! بس یہی دو خبریں تھیں جو ہم نے آپ سے کہہ دی ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر جب خاموش ہو گیا تب کچھ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ اپنے قریب کھڑے جریر بن موفق اور دوسرے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عزیز ساتھیو! بارسلونا کے فرانسیسی لشکر کو ایک بار ہم بدترین شکست دے چکے ہیں۔ اب بارسلونا پر پیش قدمی کر کے اس پر حملہ آور ہونا بے کار ہے۔ سب سے پہلے ہمیں الفانسو کی خبر لینی چاہئے۔ بارسلونا شہر پر بعد میں بھی حملہ آور ہو کر اسے اپنی گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت اگر ہم الفانسو پر کاری ضرب لگائیں تو کچھ عرصے کے لئے کم از کم وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور نہیں ہو سکے گا۔ اتنی دیر تک شاید ہماری حکومت کے حالات درست ہو جائیں اور ہم بہتر انداز میں بارسلونا کے علاوہ الفانسو کے خلاف حرکت میں آ سکیں۔ لہٰذا بارسلونا کو بھول کر اب ہم الفانسو کا رخ کریں گے۔''

جریر بن موفق کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے آنے والے مخبروں کو پھر مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میرے ساتھیو! پہلے یہ تو کہو کہ الفانسو اس وقت اپنے جرار لشکر کے ساتھ کہاں ہے؟ اور کیا تم عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ تک الفانسو کے آنے سے پہلے جا کر انہیں میرا ایک پیغام دے سکتے ہو؟''

اس پر سارے مخبروں کی چھاتیاں تن گئی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک بولا۔

''امیر! ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اگر آپ کے پاس کوئی پیغام ہے اور

پیغام آپ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم ابھی اور اسی وقت واپسی کا سفر اختیار کریں گے اور الفانسو کے پہنچنے سے پہلے پہلے آپ کا پیغام حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ تک پہنچا دیں گے۔“

مخبر کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے طمانیت اور خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم میں سے آدھے میرے ساتھ رہو۔ الفانسو کے لشکر کی طرف میری رہنمائی کرو گے۔ آدھے فی الفور حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ان دونوں کو جا کر میرا یہ پیغام دینا کہ الفانسو جو ایک جرار اور بہت بڑا لشکر لے کر بارسلونا کا رخ کئے ہوئے ہے وہ اس پر حملہ آور نہ ہوں۔ اگر میری آمد سے پہلے پہلے الفانسو ان کے پاس سے گزر جاتا ہے تو وہ دائیں بائیں رہتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ شاہراہ پر میں اور جریر بن موفق اپنے ساتھیوں کیساتھ الفانسو کی راہ روک کھڑے ہوں گے۔ الفانسو خوش ہو گا کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر اس کے مقابلے پر آیا ہے اور جب الفانسو مجھ سے ٹکرائے گا تو حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ اپنے دائیں بائیں سے الفانسو کے لشکر پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ جب ہم الفانسو پر سہ طرفہ حملہ کریں گے تو الفانسو کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ جائے گا وہ یہ کہ شکست قبول کرتے ہوئے وہ اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد یہاں سے مغرب کی طرف اس شاہراہ کی طرف کوچ کروں گا جو یہاں سے لیون کی طرف جاتی ہے۔ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ سے جا کر یہ بھی کہنا کہ جس قدر لشکر ان کے پاس ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر لیں تا کہ وہ ضرورت کے وقت دائیں بائیں سے الفانسو پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش ہو گیا تھا۔ پھر اس کے کہنے پر آدھے مخبر وہیں رہے۔ باقی کے آدھے اسی وقت بڑی تیز رفتاری سے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو بارسلونا سے لیون شہر کی طرف جاتی تھی۔

❖❖○❖❖



لیون کا نصرانی حکمران الفانسو ایک بہت بڑا لشکر لے کر بارسلونا کے فرانسیسیوں کی مدد کے لئے بڑھا تھا۔ دوسری طرف اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے بھی بڑی برق رفتاری اور اسی قدر حیرت انگیز انداز میں مغرب کی طرف سفر کیا تھا کہ الفانسو کے پہنچنے سے پہلے پہلے وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی نگرانی میں جو لشکر اس وقت حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ کے پاس تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے شاہراہ کے دائیں بائیں گھات میں بٹھا دیا گیا تھا۔ خود اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق شاہراہ پر ہی رہے۔ اسی شاہراہ پر سارے سالاروں کو جمع کر لیا گیا تھا۔ پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''اس جگہ جہاں ہم نے قیام کیا ہے، ہم الفانسو سے نمٹیں گے۔ جہاں تک بارسلونا والوں کا تعلق ہے تو فرانسیسیوں پر میں اور جریر بن موفق ایسی ضرب لگا چکے ہیں کہ اب وہ بارسلونا شہر سے باہر نکل کر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے قابل نہیں رہے۔

جہاں تک الفانسو کا تعلق ہے تو یقیناً وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مشرق کی طرف رخ کئے ہوئے ہوگا۔ اس لئے کہ ماضی میں لگاتار تیاریاں کرتے ہوئے اس نے اپنی عسکری طاقت کو بڑا مستحکم اور مضبوط بنا لیا ہے۔ اب اس سے نمٹنے کے لئے میں تھوڑا سا آگے مغرب کی طرف پیش قدمی کروں گا۔ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ! تم یہیں شاہراہ کے دائیں کنارے کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات میں رہو گے۔ میں زیادہ سے زیادہ صرف دو فرلانگ آگے جا کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لوں گا۔ خیمے نصب نہیں کئے جائیں گے۔ لشکر کے ساتھ میں شاہراہ پر

ہی قیام کروں گا اور اپنے آگے اپنے مخبر پھیلا دوں گا اور جب مخبر اطلاع دیں گے کہ اپنے لشکر کے ساتھ الفانسو قریب آ گیا ہے تب شاہراہ پر ہی الفانسو کی راہ روک کھڑا ہوں گا۔ ظاہر ہے الفانسو جب دیکھے گا کہ مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے لشکر نے اس کی راہ روکی ہے تو یقیناً وہ حملہ آور ہونے میں دیر نہیں کریگا۔ میں پہلے ہی اس کا سامنا کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہوں گا۔ چنانچہ جب الفانسو حملہ آور ہو گا تو کچھ دیر تو میں اس کے حملوں کو روکوں گا، پھر پیچھے اس انداز میں ہٹنا شروع کروں گا کہ دشمن کو یہی تاثر ملے کہ میں ان کے تیز حملوں اور لشکر کی عددی فوقیت کو برداشت نہیں کر سکا۔ لہٰذا پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس طرح وہ خوش ہوں گے۔ میرا تعاقب کریں گے۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یہیں آ پہنچوں گا جہاں اس وقت ہم کھڑے ہیں۔ عبداللہ بن امیہ اور حارث بن بزیغ! اب تم دونوں کے کام کی ابتداء ہو گی۔ جب تم دیکھو کہ میں اپنے پیچھے پیچھے لگائے الفانسو کو یہاں لے آیا ہوں تو سب سے پہلے تم نے ایک کام کی ابتداء کرنی ہے۔ الفانسو جب ان وادیوں میں آئے تو دونوں طرف سے اس پر تیز تیر اندازی کی جانی چاہئے۔ تیر ایسے الفانسو کے لشکر پر گریں جیسے موسلادھار بارش ہوتی ہے اور اس تیر اندازی سے ظاہر ہے کہ الفانسو کے لشکر کا اگلا حصہ ایک طرح سے چھد کر رہ جائے گا۔ جب تم یہ دیکھو کہ تیر اندازی سے الفانسو کے کافی لشکری موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں اور ان کے خالی پیٹھ گھوڑے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے ہیں تب تم تیر اندازی ختم کر کے دائیں بائیں سے الفانسو کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا۔ اتنی دیر تک میں اور جریر بن موفق بھی اپنے کام کی ابتداء کر دیں گے۔ ہم پہلا قدم یہ اٹھائیں گے کہ الفانسو کے مرنے والے لشکریوں کے گھوڑے جو اِدھر اُدھر سرگرداں ہوں گے، انہیں ہم بری طرح الفانسو کے لشکر کی طرف ہانک دیں گے۔ اس طرح وہ گھوڑے جن میں سے کافی تیر اندازی کی وجہ سے زخمی ہوں گے، الفانسو کے لشکر میں گھس کر مزید ابتری پھیلائیں گے۔ اسی ابتری کے عالم میں تم دونوں بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دینا اور گھوڑوں کے پیچھے پیچھے میں بھی الفانسو کے لشکر پر ٹوٹ پڑوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ الفانسو کیسے اور کس طرح زیادہ دیر ہم سب کا سامنا کر سکتا ہے۔ اسے یقیناً بدترین شکست ہو گی اور اگر ہم اپنے ان ارادوں کی تکمیل کرتے ہوئے اسے شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو میرے عزیز

بھائیو! میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ آنے والے چند سالوں تک الفانسو میں اتنی سکت نہیں رہے گی کہ وہ ہمارے شمالی علاقوں پر چڑھ دوڑے اور وہاں ترک تاز کرتے ہوئے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کرے۔ اور اگر وہ ایسا کرے گا تو اتنی دیر تک ہماری سلطنت کے حالات درست ہو جائیں گے اور ہم الفانسو پر کاری ضرب لگانے کے قابل بھی ہو جائیں گے۔''

حارث بن بزلیغ، عبداللہ بن امیہ، جریر بن موفق اور سارے سالاروں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ جب اس منصوبے کو آخری شکل دے دی گئی تب حارث بن بزلیغ اور عبداللہ بن امیہ تو اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر شاہراہ کے دائیں بائیں کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات لگا گئے تھے اور شاہراہ کے کنارے کوہستانی سلسلے کے اوپر جو بڑے بڑے پتھر تھے اس کے پیچھے انہوں نے اپنے لشکری بٹھا کر ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگانا شروع کر دیئے تھے۔ جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے لشکر کو دو فرلانگ آگے لے جا کر شاہراہ کے کنارے پڑاؤ کر گئے تھے۔

☆

شام سے کچھ پہلے الفانسو اپنا ایک بہت بڑا اور جرار لشکر لے کر وہاں پہنچا اور شاہراہ پر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اس کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔ اپنے سامنے چھوٹے سے ایک لشکر کو دیکھ کر الفانسو، اس کے سالاروں اور لشکریوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کا جو لشکر ان کی راہ روکنے کے لئے آیا ہے یقیناً وہ لمحوں کے اندر اسے اُڑا کر رکھ دیں گے اور پھر بڑی تیزی سے بارسلونا کا رخ کریں گے۔ چنانچہ اپنے انہی عزائم اور خیالات کے تحت الفانسو نے اپنے لشکر کو صفیں درست کرنے کا حکم دیا تھا۔ الفانسو کے پاس جس قدر خوراک، ہتھیاروں اور ضروریات کے دوسرے سامان کے ذخیرے تھے اور جو باربرداری کے جانوروں پر لدے ہوئے لشکر کے پیچھے تھے وہ وہیں کھڑے رہنے دیئے گئے۔ چنانچہ الفانسو کے حکم پر اس کے لشکر نے اپنی صفیں درست کیں، ہر حصے پر سالار مقرر کر دیئے گئے۔ اس کے بعد الفانسو خوفناک مجبوریاں اور استیصال کھڑا کرتے ابلیس کے انیس و مونسوں، دل کی سلوٹوں میں کرب، روح کی تشنگی میں شدت پیدا کرتے شیطان کے گماشتوں، درد و الم

اور شکست و ریخت کے درکھولتے کالے منحوس سایوں، دکھ کے زیر و بم اور افلاس کی اندھی سلگاہٹوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق بھی فی الفور الفانسو سے نمٹنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی زمین کی پاتال کھودتے بلند آفاق کی اتھاہ کریدتے آتشی ہیولوں، چٹانوں بھرے کوہستانوں کو کاٹتے صحرا میں راستے بناتے پگھلے آتش فشانی لاوے اور دریاؤں کا رخ موڑتی، سمندر کو تسخیر کرتی فطرت کی خودکاری اور خودگری کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ پھر اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے پسپائی اختیار کی۔ آہستہ آہستہ انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کی اس پسپائی سے الفانسو اور اس کے سالار بڑے خوش ہوئے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ان کے اندازوں کے مطابق مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکے لہٰذا پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کر دی تھی تاکہ مسلمانوں کا لشکر الٹے پاؤں پیچھے جانے کی بجائے بھاگ کھڑا ہو اور الفانسو ان کا تعاقب کر کے ان کا خوب قتل عام کر کے ان کا خاتمہ کر دے۔ لیکن دوسری طرف اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کمال استقلال سے کام لے رہے تھے۔ گو انہوں نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا ہوا تھا لیکن بڑی جرأت مندی اور مہارت سے وہ الفانسو کے لشکر کے حملوں کو روکتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ الفانسو کے لشکر کو اس جگہ لے آئے جہاں دائیں بائیں حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی۔

الفانسو، اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کو پیچھے دھکیلتا ہوا جب گھات والی جگہ پر آیا تب اس کے خلاف پہلا خونی انقلاب اٹھا۔ دائیں جانب سے الفانسو کے لشکر پر تیز اور جان لیوا تیر اندازی شروع ہوئی تھی۔ تیر انداز پتھروں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اور موسلادھار بارش کی طرح انہوں نے تیر اندازی کی تھی۔

الفانسو کے لشکری بڑے خوفناک انداز میں اس طرف دیکھنے لگے تھے جس سمت سے ان پر تیر اندازی کی گئی تھی۔ چنانچہ تیر اندازی سے بچنے کے لئے انہوں نے اپنے

سامنے اپنی ڈھالیں کر لی تھیں لیکن عین اسی وقت دوسرا خونی انقلاب اٹھا۔ اس لئے کہ بائیں جانب سے عبداللہ بن امیہ نے حارث بن بزیغ ہی کے انداز میں تیر اندازی کرائی تھی۔ بائیں طرف کی اس تیر اندازی سے الفانسو کے لشکری چھد کر رہ گئے تھے۔

جس وقت جریر بن موفق نے تیر اندازی کروائی تھی، الفانسو کے لشکریوں کا کچھ نقصان ہوا تھا لیکن باقی نے چونکتے ہوئے اور سنبھلتے ہوئے جب اپنے سامنے اور کچھ نے اپنے پہلوؤں کی طرف ڈھالیں کر لیں تو وہ اپنے آپ کو محفوظ خیال کرنے لگے تھے۔ لیکن جب بائیں طرف سے بھی تیر اندازی ہوئی تو وہ سب چھد کر رہ گئے تھے۔ جنہوں نے اپنے سامنے ڈھالیں رکھتے ہوئے دائیں جانب دیکھنا شروع کیا تھا ان کی پیٹھیں چھد کر رہ گئی تھیں اور جو اپنے پہلوؤں پر اپنی ڈھالیں رکھتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے ان کے دوسرے پہلو تیروں سے چھد گئے تھے۔ اس طرح الفانسو کے ان گنت لشکری موت کا لقمہ بنتے ہوئے اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے۔

اب گھوڑے اِدھر اُدھر بدکنے لگے تھے۔ جس وقت الفانسو کے لشکر میں بری طرح ہلچل، اضطراب اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی، دائیں جانب سے حارث بن بزیغ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور الفانسو کے لشکر کے ایک پہلو پر وہ نگاہوں کو مفلوج کر دینے والی سوزش اور اضطراب، آنکھوں کے تجسس میں غم گساری اور اشک باری بھر دینے والی اندیشوں کی گہری دھوپ اور سوچوں کی دہلیز پر پیاسے سراب کھڑے کرتی خوفناکیوں سے بھری دہکتی آگ کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

الفانسو کے لشکر میں پہلے ہی خوفناک تیر اندازی کی وجہ سے ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اب جب حارث بن بزیغ نے اس کے ایک پہلو پر حملہ کیا تب ہلچل میں مزید اضافہ ہو گیا۔ عین اسی لمحہ بائیں جانب سے عبداللہ بن امیہ نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ بھی قضا کے گمبھیر سایوں میں نفرت کے زہر، روحوں کو ویران، دلوں کو بیابان کرتی آندھیوں، ضبط کے خونی لمحوں میں یکسوئی کا خاتمہ کرتی عناد و عداوت کی یلغار اور چہروں کو مسخ کرتے موت کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ کے ان دوطرفہ حملوں نے الفانسو کے لشکر کے اندر ایک خونی ہلچل اور اضطراب بھر کر رکھ دیا تھا۔ الفانسو کے لشکری جو اس سے پہلے تیز تیر اندازی کی وجہ سے سہمے ہوئے، ڈرے ہوئے اور اپنے سامنے ان گنت ساتھیوں

کی لاشوں کو دیکھتے ہوئے بددل ہو رہے تھے اب جو ان پر دو طرفہ حملے شروع ہوئے تب ان کی دل شکنی میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

عین اسی لمحہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ آندھی اور طوفان کی طرح وہ دونوں پلٹے۔ اِدھر اُدھر بھاگتے الفانسو کے لشکریوں کے گھوڑوں کو انہوں نے یکجا کیا۔ ان گھوڑوں کو مار مار کر اپنے آگے بھگاتے ہوئے وہ الفانسو کے لشکر کی طرف بڑھے تھے۔

ان میں سے اکثر گھوڑے زخمی ہوئے تھے لٰہذا وہ بری طرح ہنہناتے ہوئے الفانسو کے لشکر میں داخل ہوئے تھے۔ الفانسو کا لشکر پہلے ہی تیر اندازی اور حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ کے اچانک حملہ آور ہونے کی وجہ سے بددلی اور اضطراب کا شکار تھا اب جو سرکش گھوڑے ہنہناتے ہوئے لشکر میں داخل ہوئے تو نہ صرف لشکر کی رہی سہی تنظیم جاتی رہی بلکہ ان گھوڑوں سے اپنی جان بچانے کیلئے الفانسو کے بہت سے لشکری زمین پر گر گئے تھے۔ اس وقت الفانسو کے لشکر میں ایک ہولناک اضطراب کا سماں تھا اور عین اسی وقت سامنے کی طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے یلغار کی تھی۔ گھوڑوں کے پیچھے پیچھے وہ بھی الفانسو کے لشکر پر ذہن کی بیداری میں سیاہ نوحوں کا ہجوم، دل کے آنگنوں میں جبر کی خونی دھول، ذہن کے اوطاقوں میں گونگے خواب بھرتے تیز و تندسیل کی طغانیوں اور اندھی جدائی کی کالی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کے اس طرح سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے سے الفانسو کے لشکر کی ساری تنظیم جاتی رہی تھی۔ سامنے کی طرف سے گھوڑوں کے پیچھے پیچھے اچانک حملہ آور ہو کر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے الفانسو کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور یہی کھیل دائیں بائیں سے حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن امیہ بھی کھیل چکے تھے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے الفانسو نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ جنگ جیت نہیں سکتا بلکہ اگر جنگ نے طول پکڑا تو اس کا لشکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ لٰہذا شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کی سرکردگی میں مسلمانوں نے زوردار انداز میں الفانسو کے لشکر کا تعاقب کر کے ان کی تعداد مزید کم کی، پھر وہ اس جگہ آئے جس جگہ جنگ ہوئی تھی۔

الفانسو کے لشکر میں خوراک کے ڈھیر کے علاوہ تیروں اور دوسرے اسلحے کے وسیع ذخائر تھے جو الفانسو اور اس کے لشکری چھوڑ بھاگے تھے۔ ہر چیز پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے قبضہ کر لیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ نے احتیاط کے طور پر چند دن تک وہیں قیام کیے رکھا۔ اس دوران بارسلونا سے کسی نے اٹھنے کی کوشش کی نہ الفانسو مڑ کر آیا۔ جبکہ باغی موسیٰ بھی کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ لہٰذا چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ قرطبہ کا رخ کر گیا تھا۔





ایک مختصر سی بیماری کے بعد امیر عبدالرحمٰن کا انتقال آدھی رات کے وقت ہوا۔ اس وقت اس کے پاس صرف دو خواجہ سرا تھے۔ ایک کا نام ابوالمفرح اور دوسرے کا نام سعدون تھا۔ امیر عبدالرحمٰن کے بیٹوں میں سے دو اہم تھے۔ ایک محمد اور دوسرا عبداللہ۔ امیر عبدالرحمٰن نے باضابطہ طور پر اپنی سلطنت میں کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ مگر سب کو معلوم تھا کہ وہ اپنے بڑے بیٹے محمد کو وارثِ تخت و تاج سمجھتا تھا۔ محمد سخت مزاج، دین دار اور کفایت شعار شخص تھا۔ اس کے برعکس دوسرا بیٹا عبداللہ جو ملکہ طروب کے بطن سے تھا، عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ اس کے حاشیہ نشین بھی بے فکر اور عیاش تھے جبکہ اس کی ماں ملکہ طروب بھی خواجہ سراؤں کو نوازتے ہوئے خوش رکھنا چاہتی تھی اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب تھی۔ لیکن دو خواجہ سرا ابوالمفرح اور سعدون اس کی گرفت میں نہ آئے تھے اور عبداللہ اور اس کی ماں طروب کی بدقسمتی کہ جس وقت آدھی رات کے وقت امیر عبدالرحمٰن اس جہانِ فانی سے رخصت ہوا تو یہی دو خواجہ سرا یعنی ابوالفرح اور سعدون اس کے پاس تھے۔

جب امیر عبدالرحمٰن فوت ہو گیا تب ابوالمفرح اور سعدون بڑے فکرمند ہوئے۔ چنانچہ جس کمرے میں امیر عبدالرحمٰن کی لاش پڑی تھی اس کمرے میں ابوالمفرح سعدون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سعدون! میرے عزیز بھائی! اس وقت ہم دو کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہے کہ امیر عبدالرحمٰن اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ دیکھو یہ معاملہ بڑا سنگین ہے اور ہماری معمولی سی غلطی بھی مسلمانوں کی سلطنت کو منتشر کر کے رکھ سکتی ہے۔ میرے عزیز بھائی! میں جانتا ہوں کہ تُو ہر معاملے میں میرا ہم خیال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امیر کی رحلت

کی خبر کسی بھی طرح ملکہ طروب اور اس کے بیٹے عبداللہ کو نہیں ہونی چاہئے۔ میرے بھائی! اگر ایسا ہو گیا تو ملکہ اور عبداللہ تخت و تاج پر قبضہ کر لیں گے۔ محمد جو صحیح معنوں میں حکمرانی کا حقدار ہے اسے گرفتار کر کے بے بس کر دیا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ابوالمفرح رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ سعدون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"عزیز بھائی! امیر محمد کو کسی نہ کسی طرح ابھی بلکہ اسی وقت امیر عبدالرحمٰن کے وفات پانے کی خبر پہنچنی چاہئے اور اس کے ذہن میں یہ بھی بات ڈالنی چاہئے کہ وہ رات کے وقت ہی قصر میں داخل ہو اور تخت و تاج پر قبضہ کر لے اور اگر اس معاملے میں تاخیر سے کام لیا گیا تو یاد رکھنا سارے معاملات ابتر ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد جس کسی نے بھی سب سے پہلے تخت و تاج پر قبضہ کیا اسے ہی لوگ حکمران تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا میرے بھائی! میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم ابھی اسی وقت دریائے کبیر کے اس پار شہزادہ محمد کی رہائش گاہ کی طرف جاؤ اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ اسے اپنے ساتھ لے کر قصرِ شاہی میں آؤ تا کہ معاملات کو سدھارا جا سکے۔ میں تمہیں اس لئے بھیج رہا ہوں کہ تم ہر روز شہزادہ محمد کی لڑکی کو محل میں لے کر آتے ہو اور ساتھ لے جا کر گھر پہنچاتے ہو۔ لہٰذا رات کے وقت بھی اگر تم محل سے نکل کر دریائے کبیر کے اس پار محمد کی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہو تو کوئی تم پر شک نہیں کرے گا۔ میرے بھائی! تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے ورنہ حالات بگڑ جائیں گے۔"

ابوالمفرح جب خاموش ہوا تب سعدون اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابوالمفرح! میرے بھائی! تیری تجویز بہت اچھی ہے۔ لیکن میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھ شاہی قصر دریائے کبیر کے ایک طرف اور شہزادہ محمد کی قیام گاہ دریا کے دوسری سمت ہے۔ اس طرح مجھے دریا پار کر کے جانا ہے۔ میری غیر موجودگی میں اگر ملکہ طروب کے بیٹے عبداللہ کو یہ بھنک پڑ گئی کہ شاہی قصر کے اندر گڑ بڑ ہے تو یاد رکھنا سارے حالات ابتر ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے کہ دریا کے جس سمت شاہی قصر ہے اسی طرف ملکہ طروب اور عبداللہ کی رہائش گاہ ہے۔ لہٰذا شہزادہ محمد کی نسبت وہ جلدی قصر میں پہنچ سکتے ہیں۔ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہمیں شہزادہ

محمد کو خبر کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ حفاظتی اقدام بھی کرنے چاہئیں۔
ابوالمفرح! اس میں کوئی شک نہیں اس وقت تک امیر عبدالرحمٰن کی وفات کی خبر ہم دونوں کو ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارا سپہ سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی شمال کی مہم سے صرف ایک دن پہلے ہی یہاں پہنچا ہے اور ہم دونوں اس سے بھی باخبر ہیں کہ سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ شہزادہ محمد کے حق میں ہے۔ ملکہ طروب کے بیٹے عبداللہ کو وہ پسند نہیں کرتا۔ میں چاہتا ہوں جہاں رات کے وقت شہزادہ محمد کو بلایا جائے وہاں سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو بھی صورتِ حال سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ اگر ہمارے اس عمل کی تکمیل سے پہلے ہی ملکہ طروب اور اس کے بیٹے عبداللہ کو خبر ہو جائے اور وہ اپنے حامیوں کے ساتھ طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہیں تو جوابی کارروائی کی جا سکے۔ اس لئے کہ اگر اسمٰعیل بن موسیٰ کو خبر ہو گئی کہ معاملہ کیا ہے تو وہ نہ صرف خود چوکس اور مستعد ہو جائے گا بلکہ سارے لشکریوں کو اپنی گرفت میں کرتے ہوئے حالات کو احسن طریقے سے سنوارنے کی کوشش کرے گا۔“
سعدون جب خاموش ہوا تب ابوالمفرح خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”سعدون! تم بڑے عقل مند آدمی ہو۔ یہ بات میرے ذہن میں آئی ہی نہ تھی۔ اگر تم اجازت دو تو میں یہیں امیر عبدالرحمٰن کی لاش کے پاس رہتا ہوں۔ تم باہر نکلو۔ پہلے سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف جاؤ۔ اسے صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ اگر اسے خبر ہو جائے گی تو یقیناً لشکریوں کے علاوہ حالات کو بھی اپنی گرفت میں کرنے کی کوشش کرے گا۔ اتنی دیر تک تم دریائے کبیر کے اس پار جا کر شہزادہ محمد کو صورتِ حال سے آگاہ کرنا اور اسے اپنے ساتھ لے کر قصر میں آ جانا۔ ہو سکتا ہے اس سلسلے میں سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ بھی کوئی تدبیر اختیار کرے۔ لہٰذا جو کچھ وہ کہے اس پر ہمیں عمل کرنا ہو گا۔“

ابوالمفرح کی اس تجویز سے سعدون نے اتفاق کیا۔ لہٰذا وہ قصر سے نکلا۔ قرطبہ کے قصر کی حالت بھی عجیب تھی اور وہ قلعوں کی طرح فصیل بند تھا اور ایشیا کی رسم کی طرح رات کو اس کے پھاٹک بھی بند کر دیئے جاتے تھے۔ اس کے بعد کوئی شخص اندر آ جا نہ سکتا تھا۔ تاوقت وہ تسلی بخش طور پر اپنا مقصد نہ بیان کر دے۔ چنانچہ ابوالمفرح اور سعدون نے مثبت قدم اٹھایا۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن کے انتقال پر جانشین کا موجود

ہونا اور تخت پر سب سے پہلے قبضہ کرنا بھی ضروری تھا۔

سعدون کیونکہ خواجہ سرا تھا لہٰذا رات کے وقت قصر سے نکلا۔ چھپتا چھپاتا دیواروں کے ساتھ اندھیرے کی اوٹ میں وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی کی طرف بڑھا۔ رات کے وقت اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی تھی۔

دستک کی آواز سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دستک کی آواز پر اسمٰعیل بن موسیٰ کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ اور اس کی ماں ترجیلہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ جب اپنے کمرے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کمروں کے سامنے جو برآمدہ نما راہداری تھی اس میں اس کی ماں ترجیلہ اور دادا عبدالعزیز کھڑے تھے۔ جونہی اسمٰعیل باہر نکلا اس کی ماں ترجیلہ نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے! رات کے اس وقت حویلی کے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے؟"

اپنی ماں کے ان الفاظ کا جواب اسمٰعیل بن موسیٰ دینا ہی چاہتا تھا کہ اس کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ کھانستے ہوئے بول اٹھا۔

"بیٹے! تم اکیلے دروازے کی طرف نہ جانا۔ میں تمہارے ساتھ جاتا ہوں۔"

جواب میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی ماں اور دادا کے پاس آیا۔ دادا کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگا۔

"رات کے وقت آپ کو اس طرح اٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ سے چلا تو جاتا نہیں، آپ صدر دروازے تک کیا جائیں گے؟" پھر بڑے پیارے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنا ہاتھ اپنے دادا عبدالعزیز بن علقمہ کی کمر پر ڈالا اور کہنے لگا۔

"چلیں اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں۔ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس پر عبدالعزیز پھر بول اٹھا۔

"نہیں بیٹے! تُو مجھے صدر دروازے تک نہیں جانے دیتا تو پھر مجھے یہیں کھڑا رہنے دے تاکہ میں جان سکوں کہ دستک دینے والا کون ہے۔ ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ میرے بچے! مسلح ہو کر جانا۔ دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھنا کون ہے۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"دادا! آپ فکر نہ کریں۔ جیسا آپ چاہ رہے ہیں ایسا ہی کروں گا۔"

اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ وہاں سے ہٹا، اپنے کمرے میں گیا، کمر پر اپنی چمڑے

کی وہ پیٹی باندھی جس میں اس کی تلوار اور خنجر تھے، اس کے بعد وہ صدر دروازے کی طرف گیا۔ دروازے کی طرف منہ کرتے ہوئے اس نے ہلکی سی آواز میں پوچھا۔

''کون ہے؟''

باہر سے خواجہ سرا سعدون کی رازدارانہ سی آواز آئی تھی۔

''امیر اسمٰعیل بن موسیٰ! دروازہ کھولئے۔ میں خواجہ سرا سعدون ہوں۔''

سعدون کا نام سنتے ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے دروازہ کھول دیا۔ طوفانی انداز میں سعدون اندر داخل ہوا اور خود ہی وہ چھوٹا دروازہ بند کر دیا جس سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ پھر اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''آپ میرے ساتھ آیئے۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

سعدون اسمٰعیل بن موسیٰ کا ہاتھ پکڑ کر دیوان خانے کی طرف لے گیا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ ابھی تک پریشان تھا۔ اتنی دیر تک عبدالعزیز بن علقمہ اور ترجیلہ دونوں بھی دیوان خانے میں آ گئے تھے۔ کھڑے کھڑے سعدون، اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! میں بیٹھ کر وقت ضائع نہیں کروں گا۔ جو کچھ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ امیر عبدالرحمٰن فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی لاش اس وقت قصر میں پڑی ہوئی ہے اور ان کے وفات پانے کی خبر اس وقت صرف مجھے اور خواجہ سراؤں کے سربراہ ابوالمفرح کو ہے۔ ہم دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ سب سے پہلے اس وفات کی خبر آپ اور شہزادہ محمد کو ہونی چاہیئے۔ میں پہلے آپ کی طرف آیا ہوں تا کہ آپ کو خبر کر دی جائے کہ آپ حالات کو اپنی گرفت میں لے لیں۔ آپ لشکر کے سپہ سالارِ اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا آپ کو ہر معاملے کی خبر ہونی چاہیئے تا کہ حالات غلط سمت جا کر ابتری نہ پھیلا دیں۔ آپ سے ملنے کے بعد میں شہزادہ محمد کا رخ کروں گا اور اسے حالات سے آگاہ کروں گا اور التجا کروں گا کہ وہ ابھی اور اسی وقت تخت و تاج پر قبضہ کر لے ورنہ ملکہ طروب اور اس کا بیٹا ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سعدون جب رکا تب اسمٰعیل اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سعدون! تم نے اور ابوالمفرح نے بہت اچھا قدم اٹھایا۔ تم دونوں کو یقیناً ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ تھوڑی دیر رکو، دیوان خانے میں بیٹھو۔ میں لباس تبدیل کر کے آتا

ہوں۔ اس کے بعد تمہارے ساتھ جاتا ہوں۔ تم دریائے کبیر کے پار شہزادہ محمد کی طرف چلے جانا۔ میں مستقر میں جاؤں گا اور اہم سالاروں کو اپنے اعتماد میں لینے کے ساتھ ساتھ شہر کے اندر کچھ حفاظتی دستے مقرر کرنے کے علاوہ ملکہ طروب اور اس کے بیٹے عبداللہ کے قصر کے سامنے بھی مسلح جوان کھڑے کر دیں گے تاکہ وہ کہیں بغاوت، کھڑی کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کا جواب سن کر سعدون خوش ہو گیا تھا لہٰذا وہ دیوان خانے میں بیٹھ گیا۔ عبدالعزیز بن علقمہ اور ترجیلہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے کمرے میں گیا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ وہ پوری طرح مسلح ہو کر آیا تھا۔ پھر سعدون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے ساتھ آؤ"

سعدون چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ ترجیلہ ان دونوں کے پیچھے تھی۔ دونوں جب باہر نکلے تب ترجیلہ نے حویلی کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

اسمٰعیل بن موسیٰ مستقر کی طرف چلا گیا۔ سعدون نے دریا کا رخ کیا اور بڑی تیزی سے دریائے کبیر کے کشتیوں کے پل کو عبور کرنے کے بعد وہ تقریباً بھاگتا ہوا شہزادہ محمد کی رہائش گاہ کا رخ کر رہا تھا۔

***

جہاں تک اسمٰعیل بن موسیٰ کا تعلق تھا وہ بھی بڑی تیزی سے مستقر کی طرف گیا۔ عام سالاروں کو اس نے اعتماد میں لیا۔ مستقر سے بہت سے دستوں کو رات کے وقت چوکس کر دیا گیا۔ سارے سالار بھی حرکت میں آ گئے تھے۔ شہر کے مختلف حصوں میں مسلح دستے پھیلا دیئے گئے تھے جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق خود چند دستوں کو لے کر ملکہ طروب، شہزادہ عبداللہ کی رہائش گاہ کے باہر چوکس ہو گئے تھے۔

قصر سے نکلنے کے بعد خواجہ سرا سعدون جب ملکہ طروب اور اس کے بیٹے عبداللہ کے محل کے پاس سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ وہاں دادِ عیش دی جا رہی تھی۔ چنانچہ اپنے آپ کو اوٹ میں رکھتے ہوئے سعدون وہاں سے گزر گیا۔ دریائے کبیر کو عبور کرنے کے بعد شہزادہ محمد کی قیام گاہ میں داخل ہوا اور اسے اس کے باپ امیر عبدالرحمٰن کے فوت ہو جانے کی خبر دی۔

پہلے تو محمد بن عبدالرحمٰن یہ خبر سن کر بڑا حیران ہوا اور اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ کہیں اس کے خلاف یہ کوئی سازش ہی نہ ہو۔ لیکن دو چیزوں کی وجہ سے اسے اعتبار کرنا پڑا۔ پہلی وجہ تو خود خواجہ سرا سعدون تھا جو اب تک امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے علاوہ شہزادہ محمد کے ساتھ ہمیشہ مخلص اور جانثار رہا تھا۔

دوسری بات جس کی وجہ سے محمد کو یقین کرنا پڑا وہ شاہی خاتم اور انگوٹھی تھی۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن کے فوت ہو جانے کے ابوالمفرح اور سعدون دونوں نے شاہی مہر جسے انگوٹھی بھی کہتے تھے اور شاہی مہر بھی کہتے تھے پر قبضہ کر لیا تھا اور یہی شاہی مہر لے کر سعدون محمد کی طرف گیا تھا۔

چنانچہ محمد کو یقین آ گیا کہ ابوالمفرح اور سعدون دونوں اس کے لئے مخلص ہیں اور حقیقت بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ اب سب سے بڑا مسئلہ قصر کے بڑے پھاٹک سے گزر کر اندر جانے کا تھا جہاں پر بڑا کڑا پہرہ رہتا تھا۔ سعدون چونکہ خواجہ سرا تھا۔ قصر کے اندر اس کا آنا جانا تھا لہٰذا اسے تو نکل جانے دیا گیا تھا۔ رات کے وقت محمد کا قصر میں داخل ہونا بڑا دشوار تھا چنانچہ خواجہ سرا سعدون نے محمد کو مشورہ دیا۔

”امیر! آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کی لڑکی کو محل تک لے جایا کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ اپنی بیٹی کا لباس پہن کر میرے ساتھ چل پڑیں اور جس خچر پر سوار ہو کر وہ میرے ساتھ جاتی ہیں، اسی خچر پر آپ بھی ہو بیٹھیں۔“

محمد نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ سعدون کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں محمد نے دیکھا کہ ملکہ طروب اور شہزادہ عبداللہ کی رہائش گاہ کے اردگرد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے ساتھیوں کے ساتھ بالکل مستعد تھے۔ چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی کارگزاری کو دیکھتے ہوئے محمد بے حد خوش اور مطمئن ہوا۔

جب شہزادہ محمد اور خواجہ سرا سعدون دونوں شاہی قصر پہنچے اور بند دروازے پر دستک دی تب دربان نے پوچھا۔

”کون ہے؟“

اس پر خواجہ سرا سعدون نے بتایا۔ ”شہزادہ محمد کی صاحبزادی ہے اور اس کے ساتھ میں قصر میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

لیکن دروازے کا بوڑھا دربان حقیقت کو جان گیا تھا۔ اسے خبر ہو گئی تھی کہ سعدون

کے ساتھ شہزادہ محمد کی بیٹی نہیں، کوئی اور ہے۔ وہ دربان بھی چونکہ شہزادہ محمد کا ہمنوا اور طرف دار تھا لہٰذا اُس کی آواز پہچان کر شہزادہ محمد نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر اپنا مقصد بیان کیا اور اندر آنے کے لئے کہا۔

جب دربان کو یہ خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن انتقال کر گئے ہیں اور ان کے انتقال کی وجہ سے شہزادہ محمد قصر میں داخل ہونا چاہتا ہے تب وہ بوڑھا دربان بڑا پریشان ہوا اور خواجہ سرا سعدون اور محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجھے امیر کے انتقال کی خبر نہیں ہے۔ پہلے میں دیکھ آؤں کہ کیا معاملہ ہے۔ اس کے بعد لوٹتا ہوں۔''

چنانچہ دربان بھاگا بھاگا اندر گیا۔ جب اسے ابوالمفرح نے امیر عبدالرحمٰن کی لاش دکھائی تب اسے یقین ہو گیا۔ وہ بھاگا بھاگا واپس آیا اور قصر کا دروازہ اس نے کھول دیا۔ شاہی مہر پہلے ہی شہزادہ محمد کے پاس پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ اپنے باپ کی لاش کے پاس پہنچ کر اس نے لاش کا جائزہ لیا۔ تخت و تاج پر اس نے قبضہ کر لیا اور صبح سارے امراء کو طلب کرنے کے بعد شہزادہ محمد نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ یہ صورت حال ملکہ طروب اور اس کے بیٹے کے لئے بڑی پریشان کن اور حیرت انگیز تھی۔ لیکن کیونکہ امراء اور رعایا کی اکثریت شہزادہ محمد کے حق میں تھی لہٰذا دونوں ماں بیٹا کچھ نہ کر سکے۔ یوں امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے بعد ہسپانیہ میں مسلمانوں کی سلطنت کا حکمران محمد بن عبدالرحمٰن ہوا۔

امیر عبدالرحمٰن الاوسط بڑا نرم مزاج، بڑا نرم دل اور چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں کو معاف کر دینے والا تھا۔ چنانچہ اس کے انتقال کے بعد جب محمد ہسپانیہ میں مسلمانوں کا حکمران بنا تو جگہ جگہ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ بڑے بڑے سرکش قسم کے امراء خود مختاری کا اعلان کرنے لگے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حکومت کی تبدیلی سے انہیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح امیر عبدالرحمٰن نرم دل تھا اسی طرح ان کا بیٹا محمد بھی ہو گا۔ لہٰذا اسی نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ خود مختاری کا اعلان کر کے اپنی اپنی حکومتیں بنانے کے درپے ہو گئے تھے۔

ہسپانیہ میں تخت و تاج کا مالک بننے کے بعد امیر محمد نے انتظامِ حکومت سنبھالنے کے ساتھ ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایسے منصب داروں کو موقوف کر دیا جو دین

داری کے اصول پر چلنے سے غفلت برتتے تھے۔ ان کی جگہ دین دار اور باشرح لوگوں کو اعلیٰ مناصب عطا کیے۔

چونکہ جگہ جگہ بغاوتیں اور سرکشی کے آثار اٹھ کھڑے ہوئے تھے لہٰذا تخت و تاج سنبھالنے کے چند ہی دن بعد امیر محمد نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

امیر محمد نے تمام پرانے سالاروں کو اپنی جگہ بحال رکھا۔ چنانچہ جب اجلاس طلب کیا گیا تو اس اجلاس میں اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ، عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ، عبید اللہ، امیر محمد کا بیٹا منذر، قاضی سعید بن محمد، وزیر مملکت ہاشم اور دیگر چھوٹے بڑے سالاروں کے علاوہ سارے امراء نے بھی شرکت کی تھی۔

سب سے پہلے امیر محمد نے اس بات کا اعادہ کیا کہ پہلے کی طرح اسمٰعیل بن موسیٰ لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ رہے گا اور اس کی کارگزاری پر امیر محمد نے اطمینان کا اظہار بھی کیا۔ اس موقع پر امیر محمد نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اسمٰعیل! میرے باپ نے ہمیشہ تمہیں اپنا بیٹا جانا۔ تمہاری حیثیت بھی میرے ہاں اب بیٹے جیسی ہو گی۔ اس لئے کہ میرا بیٹا منذر اگر عمر میں تمہارے برابر نہیں تو تمہاری عمر کے آس پاس ہی ہو گا۔ ابنِ موسیٰ! تم جانتے ہو میرے تخت نشین ہونے کے بعد جگہ جگہ بغاوتیں اُٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ حکومت کی اس تبدیلی سے بہت سے لوگوں نے فوائد حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ان ساری بغاوتوں کو تم سارے سالاروں نے ہی فرو کرنا ہے اور جہاں کہیں بھی تم میری ضرورت محسوس کرو گے، خداوند قدوس نے چاہا تو تم مجھے اپنے لشکر کی اگلی صفوں میں پاؤ گے۔

ابنِ موسیٰ! میں چاہتا ہوں کہ یہ سارے کام تم پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ کرو۔ لہٰذا آج سارے سالاروں اور امراء کا اجلاس طلب کرنے سے پہلے میں نے تمہارے دادا عبدالعزیز بن علقمہ سے بھی گفتگو کی تھی۔ اس وقت تمہاری والدہ محترمہ ترجیلہ بھی وہاں موجود تھیں۔ تم شاید کسی کام کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے لہٰذا تمہارے دادا اور ماں سے مل کر یہ فیصلہ ہوا ہے کہ سب سے پہلے تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے۔ میری خوش قسمتی کہ جس وقت میں تمہاری حویلی میں گیا اور تمہارے دادا اور تمہاری ماں سے میری گفتگو ہوئی اس وقت اریش اور مصارہ دونوں وہاں موجود تھیں اور تمہاری حویلی کے سارے کام کاج کر رہی تھیں۔ ابنِ موسیٰ! اریش سے پہلے ہی

تمہاری منگنی طے ہے۔ جہاں تک مصارہ کا تعلق ہے تو وہ بھی جریر بن موفق سے منسوب کی جا چکی ہے۔ اب باقی معاملہ تمہارے ساتھی حارث بن بزیغ کا رہتا ہے اس سے متعلق مجھے میری بہن مصارہ نے تفصیل کے ساتھ بتایا تھا کہ حارث بن بزیغ اور فلورا کی چھوٹی بہن بلدی گوتھا ایک دوسرے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ لہٰذا میں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ چند دن تک تم تینوں کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس کے بعد مملکت کے خلاف اٹھنے والی بغاوتوں کی طرف توجہ کی جائے گی۔ اب تک اپنے مخبروں کے ذریعے جو خبریں شمال کی طرف سے آئی ہیں ان کے مطابق شمال کی عیسائی سلطنتیں متحد ہو کر ہمارے علاقوں پر دھاوے بولنے لگی ہیں اور کچھ علاقوں کے اندر انہوں نے پیش قدمی بھی کی ہے اور وہاں مسلمانوں کو بے گھر کرنے کے بعد لوٹ مار کا بازار بھی گرم کیا ہے۔ یہ خبر یقیناً ایسی ہے کہ ان کی روک تھام کی جانی چاہئے اور حملہ آوروں کو قرار واقع سزا دینے کے بعد اپنے علاقوں کی حفاظت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

میرے عزیز ساتھیو! اگر شمال کے نصرانی حکمران یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے باپ کے مرنے کے بعد وہ اپنی من مانی کریں گے اور مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ عزیز ساتھیو! ہمیں ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہونا ہے۔

اس کے علاوہ طلیطلہ کی طرف سے بھی یہ خبریں آنے لگی ہیں کہ وہاں ایک نہیں کئی باغی سر اٹھانے لگے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تین چار برس قبل یولوجیوس اور اس کے ساتھی نبرہ شہر کی طرف گئے تھے اور نبرہ سے قرطبہ کی طرف آتے ہوئے وہ راستے میں طلیطلہ شہر میں رکے تھے۔ وہاں انہوں نے کئی روز تک قیام کیا تھا اور وہاں کے لوگوں کو انہوں نے خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب جو آخری خبریں مجھ تک پہنچی ہیں ان کے مطابق طلیطلہ شہر میں سندولہ نام کا ایک بخت آزما شخص ہے۔ کہتے ہیں بلا کا جنگجو اور اپنے آپ کو دلیر اور شجاع خیال کرتا ہے۔ اس نے طلیطلہ میں ہنگامے کھڑے کر رکھے ہیں اور طلیطلہ کے ہمارے والی کی حکم عدولی پر اُترا ہوا ہے۔ لہٰذا پہلے ان دو مقامات کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر محمد رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''تم سب کی اطلاع کے لئے میں یہ کہوں کہ میں آج ہی اپنے کچھ تیز رفتار قاصد ماردہ اور سرقسط کے اپنے والیوں کی طرف روانہ کر رہا ہوں اور ان کے لئے یہ حکم جاری کر رہا ہوں کہ وہ اپنا ایک متحدہ لشکر تیار کریں اور شمال کی طرف سے جو قوتیں ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو رہی ہیں ان پر ضرب لگا کر انہیں واپس اپنے علاقوں کی طرف چلے جانے پر مجبور کر دیں۔

اس کے علاوہ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ایک لشکر عبداللہ بلنسی اور عبداللہ ابن امیہ کی سرکردگی میں دے کر طلیطلہ کی طرف روانہ کیا جائے اور طلیطلہ کے حالات پر گرفت کر کے وہ باغی سردار سندولہ کی سرکوبی کریں۔ اگر ماردہ اور سرقسط کے ہمارے والی اور طلیطلہ کی طرف عبداللہ بن امیہ اور عبداللہ بن بلنسی اپنی اپنی مہموں میں کامیاب رہے تو پھر ہم شمالی علاقوں اور طلیطلہ کو وقتی طور پر فراموش کرنے کے بعد ان دوسرے علاقوں کی طرف توجہ دیں گے جہاں سے بغاوت اور سرکشی کی خبریں مل رہی ہیں۔

ان سارے امور کے علاوہ جو سب سے اہم خبر ہے وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں اور اس کے لئے ہمیں ابھی سے تیاری کرنا ہوگی۔ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ تینوں کا میں اس لحاظ سے شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم تینوں نے ہمارے مرنے والے سالارِ اعلیٰ عبدالکریم بن مغیث کے ساتھ مل کر ان گنت کامیابیاں حاصل کیں۔ جگہ جگہ کئی مواقع پر وحشی نارمنوں کو بدترین شکست دے کر انہیں ساحل کی طرف سمٹنے پر مجبور کر دیا اور آخر کار ان پر کاری ضرب لگاتے ہوئے انہیں ہمارے علاقوں سے بوریا بستر سمیٹنے پر مجبور کر دیا۔ حالانکہ یہ وہی نارمن تھے جنہوں نے اس سے پہلے شمال کے دور دراز علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا اور پھر جنوب کی طرف رخ کرتے ہوئے انہوں نے انگلستان اور فرانس کی مملکت کے اندر وہ غارت گری کی جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ لہٰذا ان کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور ہمارے علاقوں میں بھی وہ تباہی کا وہی کھیل کھیلنا چاہتے تھے لیکن تم سب سالاروں نے مل کر جس جواں مردی اور شجاعت کا اظہار کیا اس سے ان نارمنوں کو خوب سبق ملا۔ لیکن اب ایک بار پھر وہی نارمن ہمارے لئے مسئلہ بننے کے درپے ہیں۔

میرے باپ نے مختلف علاقوں کی طرف اپنے مخبر بھیج رکھے تھے۔ انہوں نے جو خبریں دی ہیں ان کے مطابق وحشی نارمن ہمارے علاقوں سے نکل کر انتہائی جنوبی

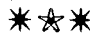
سمندر میں ہوتے ہوئے مشرق کی طرف بڑھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے جزائر بلبارک کا رخ کیا۔ راستے میں کچھ بحری قزاقوں سے ان کا پالا پڑا۔ ان بحری قزاقوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ان کے سارے بحری جہازوں اور کشتیوں پر بھی قبضہ کرلیا اور وہ سارے بحری جہاز اور کشتیاں لوٹ کے مال سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بحری قزاقوں کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے بعد نارمنوں کے حوصلے مزید بڑھے۔ لہٰذا وہ آندھی اور طوفان کی طرح مشرق کی طرف بڑھے۔ سسلی اور مالٹا پر حملہ آور ہو کر انہوں نے ان جزیروں کو ایک طرح سے ویران کر کے رکھ دیا ہے۔ اس طرح جنوب کے مختلف جزیروں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان نارمنوں نے مالِ غنیمت کی صورت میں بہت کچھ جمع کر لیا ہے۔ اب سنا ہے وہ جزائر بلبارک کے آس پاس پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اور عنقریب دوبارہ ہمارے علاقوں کا رخ کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نارمن جس وقت شمال سے نکلے تھے اور جنوب کی طرف تباہی اور بربادی پھیلاتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے، ان پیش قدمیوں کے دوران کہیں بھی انہیں شکست اور پسپائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اپنی مرضی اور اپنے ارادوں کے مطابق ہر جگہ انہوں نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا۔ صرف ہمارے علاقوں میں آ کر انہیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ مشرق کے جزیروں سے اپنے لئے بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد ہمارے مخبروں کے مطابق وہ نارمن پلٹیں گے اور ایک بار پھر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہم سے اپنی شکستوں کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد امیر محمد خاموش ہوا، پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر موسیٰ! میں آج سب کے سامنے تمہیں اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ جب بھی تم نارمنوں سے متعلق کوئی خبر سنو کہ وہ ہمارے علاقوں کو ہدف بنانے کے درپے ہو گئے ہیں تو تم اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق ان کے خلاف کارروائی کر سکتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ نارمنوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے میں نے جو اپنے مخبر مقرر کر رکھے ہیں ان پر بھی میں نے واضح کر دیا ہے کہ وہ نارمنوں کی ساری خبریں براہِ راست تم تک پہنچائیں گے۔ اور ان کے

ایک فرد کے ذمے میں نے یہ بھی کام لگایا ہے کہ وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے بعد خبریں مجھ تک پہنچایا کرے گا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ! تم جریر بن موفق، حارث بن بزیغ، عبید اللہ، عبداللہ بن امیہ، عبداللہ بلنسی اور دیگر سالاروں کے ساتھ ان نارمنوں کے خلاف جو بھی کارروائی کرو گے، یوں جانو اس میں تمہیں میری تائید حاصل ہو گی۔ اس لئے کہ نارمنوں کے خلاف جنگ کرنے کا تم بہترین تجربہ رکھتے ہو اور مجھے امید ہے کہ جس طرح تم نے ماضی میں ان نارمنوں کو مار مار کر کھنگال کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا، دوبارہ اگر انہوں نے ہمارے علاقوں کا رخ کیا تو تم ان کی حالت پہلے جیسی بنا کر رکھو گے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ! اس کے علاوہ بھی تمہارے ذمے میں ایک کام لگا رہا ہوں۔ تم سلطنت کے سپہ سالارِ اعلیٰ ہو اور میں چاہتا ہوں کہ کوئی بھی کام تمہاری مرضی کے خلاف نہ ہو۔ آج ہی تم بلدی گوتھا کے بھائی سے رابطہ قائم کرو۔ مصارہ کی شادی جریر بن موفق سے اور بلدی گوتھا کی شادی حارث بن بزیغ سے کب تک کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جہاں تک میں چاہتا ہوں اس کے مطابق آٹھ دس دن کے اندر تمہاری شادی ایرش سے، جریر بن موفق کی مصارہ سے، حارث بن بزیغ کی بلدی گوتھا سے ہو جانی چاہئے۔ اس کے بعد ہم مطمئن انداز میں باغیوں اور سرکشوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کی ابتداء کریں گے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ نے امیر محمد کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد بڑے رازدارانہ انداز میں کچھ دوسرے حربی امور پر بھی گفتگو ہوئی۔ پھر امیر محمد نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔



ایک روز یولوجیوس، اس کی بہن انولہ، قرطبہ کے راہبوں کا رئیس اسپرا، راہب جرمیاس، اس کی بیوی الزبتھ، راہب تھیودو اور کچھ دوسرے لوگ ایکس کلوس نام کے کلیسا میں جمع ہوئے۔ جہاں تک یولوجیوس کا تعلق تھا تو اس نے فلورہ کے بعد لکریتیا نام کی ایک اور لڑکی پر گرفت کر لی تھی۔ یہ مسلمان ماں باپ کی لڑکی تھی اور یولوجیوس نے اسے اپنے دام میں پھنسا لیا تھا۔ یہ بھی فلورہ کی طرح خوبصورت تھی۔ ایرش کے بعد یولوجیوس کو فلورا سے عشق ہو چکا تھا اور بہانے بہانے اس کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ چنانچہ فلورا کے مارے جانے کے بعد لکریتیا کو ورغلایا گیا۔ لکریتیا کو ورغلانے والی یولوجیوس کی

بہن انولہ تھی۔ چنانچہ جس وقت یہ سب لوگ ایکس کلوس کے کلیسا میں جمع ہوئے اس وقت حسین اور خوبصورت لکریتیا بھی ان کے اندر موجود تھی۔

اس موقع پر یولوجیوس بول اٹھا۔

''ایرش کی شادی ہونے لگی ہے۔ جو نہیں ہونی چاہئے۔ اس شادی کو روکنے کے لئے دو ہی اقدام کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ ایرش کو قرطبہ سے اٹھا کر کہیں اور پہنچا دیا جائے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف راغب کیا جائے۔ اگر یہ ممکن نہیں تو پھر کسی نہ کسی طرح ایرش کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس طرح نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ میرے ساتھیو! کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو ایرش کے سلسلے میں ان دو اقدامات میں سے کوئی ایک اٹھا سکے؟''

یولوجیوس کے ان الفاظ کے جواب میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ سب لوگ گہری سوچوں میں ڈوبے رہے۔ یہاں تک کہ راہب تھیودو اور راہب جرمیاس نے آپس میں صلاح مشورہ کیا۔ اس کے بعد جرمیاس یولوجیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یولوجیوس! یہ کام ہمارے ذمے رہا۔ میں نے اس سلسلے میں تھیودو کے ساتھ صلاح مشورہ کیا ہے اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دو کاموں میں سے ایک نہیں بلکہ ایک ہی کام کیا جائے۔ ہمارے عزیز! ایرش کو اٹھا کر کہیں اور پہنچا دینا ہمارے لئے خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے جہاں ہم ایرش کو رکھیں کسی طرح وہ وہاں سے بھاگ نکلے یا کسی کو خبر ہو جائے کہ اسے اٹھا کر ہم نے فلاں جگہ پہنچا دیا ہے۔ اور جب ایرش پکڑی جائے گی اور حقیقت حال کا انکشاف کرے گی تو پھر یاد رکھنا ہم میں سے کسی کا بھی سر اس کی گردن پر نہیں رہے گا۔

بس میں نے اور تھیودو نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایرش کا خاتمہ کرا دینا چاہئے۔ ہمارے پاس کچھ ایسے آدمی ہیں جو خفیہ انداز میں یہ کام کریں گے اور ایرش کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ یولوجیوس! ایرش کو اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم دوبارہ اسے عیسائیت کی طرف مائل کر لو گے تو یہ ناممکن ہے۔ اگر تم یہ سوچتے ہو کہ تم اس کی محبت اور ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو یہ بھی بڑا محال کام ہے۔ لہٰذا اس شادی کو رکوانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایرش کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور یہ کام میں اور تھیودو اپنے کچھ جاننے والے جنگجوؤں کے ذریعے کر

گزریں گے۔"

جرمیاس جب خاموش ہوا تب یولوجیوس کچھ دیر گردن جھکا کر سوچتا رہا۔ پھر جرمیاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں سمجھتا ہوں جو فیصلہ تم نے اور تھیودو نے مل کر کیا ہے وہی بہتر اور احسن ہے۔ اگر ایرش کا کام تمام کرنے سے ہی ہمارا کام بنتا ہے تو پھر یوں ہی سہی۔ میں تم دونوں کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے مسلح اور جنگجو ساتھیوں کے ذریعے ایرش کا خاتمہ کرا دو۔ لیکن یہ کام بڑی رازداری سے ہونا چاہیے تا کہ ایرش بھی ماری جائے اور ہم پر کسی قسم کی حرف گیری بھی نہ آئے۔"

جرمیاس اور تھیودو نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہونے کے بعد یولوجیوس نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔





اسمٰعیل بن موسیٰ اور اریش، جریر بن موفق اور مصارہ، حارث بن بزیغ اور بلدی گوتھا کی شادی خیر و عافیت سے اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ کوئی ہنگامہ کھڑا ہوا اور نہ ہی اریش کو کوئی نقصان پہنچا سکا۔ اس طرح اریش، مصارہ اور بلدی گوتھا اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئی تھیں۔

یولوجیوس کو مصارہ اور جریر بن موفق کی شادی کا کوئی قلق اور افسوس نہیں تھا۔ اسے صرف اریش اور بلدی گوتھا کی شادی پر بے پناہ غضب اور غصہ تھا۔ اریش کی شادی پر اسے غضب اس لئے تھا کہ اریش اور اس کے اہل خانہ کبھی نصرانی تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ اریش کی طرف یولوجیوس چونکہ مائل بھی تھا اور اریش نے اسے کوئی اہمیت نہ دی تھی اس بناء پر یولوجیوس اس کے سخت خلاف تھا۔

جہاں تک بلدی گوتھا کا تعلق تھا تو وہ فلورا کی چھوٹی بہن تھی۔ فلورا وہ حسین اور خوبصورت لڑکی تھی جسے یولوجیوس اپنے دل میں جگہ دے چکا تھا۔ لہٰذا بلدی گوتھا سے وہ اپنا ایک تعلق اور ربط خیال کرتا تھا اور اس کی شادی حارث بن بزیغ سے بھی یولوجیوس کے لئے ناگواری کا باعث ہوئی تھی۔

جس روز یہ تینوں شادیاں اپنے انجام کو پہنچیں اسی روز جس وقت شنت ایکس کلوس کے کلیسا میں یولوجیوس اور اس کے سارے ساتھی بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ کلیسا کا ایک شخص بھاگا بھاگا آیا۔ پہلے بے بسی کی ایک نگاہ اس نے یولوجیوس پر ڈالی پھر آخر میں اس کی نگاہیں جرمیاس اور تھیودو پر جم گئیں اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ دونوں نے جن مسلح جوانوں کو مقرر کیا تھا کہ وہ اریش کا کام تمام کر دیں، وہ

پکڑے گئے ہیں۔''

اس خبر پر یولوجیوس ہی نہیں، طبانوس کی خانقاہ کا راہب جرمیاس، اس کی بیوی الزبتھ، راہب تھیودو، الوارو، یولوجیوس کی بہن انولہ اور ان کے علاوہ جو لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے سب پیلے پڑ گئے تھے۔ فکرمندی کے آثار سب کے چہروں پر رقص کرنے لگے تھے۔

اس موقع پر الزبتھ نے آنے والے کو بڑی رازداری میں مخاطب کر کے پوچھا۔

''ہمارے مسلح جوان جو پکڑے گئے ہیں کیا انہوں نے کوئی راز تو افشا نہیں کیا؟''

اس پر آنے والے نے نفی میں گردن ہلائی۔ تب جرمیاس نے اسے مخاطب کیا۔

''ہمارے مسلح جوان جو پکڑے گئے ہیں، کیا ان سے تحقیق اور تفتیش بھی کی گئی ہے؟''

اس پر آنے والے نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ان سے کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی گئی۔ جونہی انہوں نے ایرش کو اپنا نشانہ بنانا چاہا، وہ پکڑے گئے اور پکڑنے والوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایرش پر ہاتھ ڈالنا ناممکن ہے۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے ایرش ہی نہیں اس کے اہلِ خانہ کی حفاظت کا بھی بڑا عمدہ اور بے مثال اہتمام کر رکھا ہے۔''

وہ شخص جب خاموش ہوا تب راہب تھیودو ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہنے لگا۔

''چلو یہ بھی اچھا ہوا۔ پکڑے جانے والوں کو پکڑنے والوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اگر وہ زندہ رہتے تو شاید معاملہ دور تک جاتا۔ ان پر سختی کی جاتی۔ یقیناً وہ ہمارا نام لینے پر مجبور ہو جاتے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تھیودو رکا۔ اس کے بعد یولوجیوس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''یولوجیوس! میں سمجھتا ہوں ہم نے یہ حماقت کی تھی۔ ایرش پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے تھا۔ دیکھو، ایرش کو زبردستی مسلمان نہیں کیا گیا۔ وہ اور اس کے اہلِ خانہ اپنی مرضی سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں۔ مجھے تو یہ خوف آ رہا ہے کہ اگر وہ مسلح جوان جن کے ذمے ہم نے ایرش کو قتل کرنے کی ذمہ داری لگائی تھی، وہ اگر پکڑے جاتے، تحقیق ہوتی اور وہ میرا اور جرمیاس کا نام لے لیتے تو معاملہ یقیناً امیر محمد کے پاس پہنچتا۔ اس لئے کہ اس میں اس کا سپہ سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے مفادات ملوث تھے۔ کیونکہ ایرش

اس سے بیاہی جانے والی تھی۔ لہٰذا امیر محمد تو ہم سب کی الٹی چمڑی اتارنے کا حکم دے دیتا۔ میرے خیال میں اس قسم کے جرائم سے آئندہ کے لئے ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

یولوجیوس کے چہرے کے تاثرات سے لگتا تھا جیسے اس نے تھیودو کی اس گفتگو کو ناپسند کیا ہو۔ پھر آنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب تم جاؤ۔ حالات پر نگاہ رکھو۔ اگر کوئی تبدیلی ہو تو اس سے ہمیں آگاہ کرنا۔"

اس پر وہ شخص جو یہ خبر لے کر آیا تھا وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

☆

مسلمانوں کا حکمران بننے کے بعد امیر محمد نے دو بڑے اقدام اٹھائے تھے۔ پہلا یہ کہ اس نے ماردہ اور سرقسطہ کے اپنے والیوں کو حکم بھیجا تھا کہ وہ شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے والے نصرانیوں کے لشکر کا مقابلہ کریں اور انہیں مار بھگائیں۔ چنانچہ یہ حکم ملنے کے بعد ماردہ اور سرقسطہ کے والی حرکت میں آئے۔ کئی مقامات پر وہ شمال کے حملہ آوروں سے ٹکرائے۔ مسلمانوں کے اس لشکر کی کمانداری سرقسطہ کا والی کر رہا تھا۔ یہ لشکر پیش قدمی کرتا ہوا جلیقیہ تک کے علاقوں میں جا گھسا لیکن وہاں نصرانیوں کے مختلف لشکروں نے ان کا گھیراؤ کیا۔ اس طرح سرقسطہ اور ماردہ کے متحدہ لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پسپا ہو کر اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ ساتھ ہی تیز رفتار قاصد انہوں نے مدد کے لئے امیر محمد کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

دوسرا اقدام امیر محمد نے طلیطلہ کے خلاف اٹھایا۔ طلیطلہ والوں نے بغاوت کر رکھی تھی۔ طلیطلہ کے اندر اس وقت ان گنت نصرانی تھے اور ان نصرانیوں کا شمال کے نصرانی حکمرانوں سے رابطہ تھا اور انہی کے ساتھ مل کر وہ طلیطلہ میں مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بُنتے رہتے تھے۔ شمال کے نصرانی حکمران ان کی کھل کر مدد کرتے تھے۔ مدد کرنے والوں میں سرِفہرست اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس، جلیقیہ کا سالار اعلیٰ گاتون اور نصرانی ریاست لیون کا حکمران الفانسو تھے۔ یہی تینوں شمال کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے تھے اور مسلمانوں کے شہروں اور قصبوں کو لوٹنے کے علاوہ مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بھی درپے تھے۔ اور ساتھ ہی انہوں نے مسلمانوں کے اندرونی حالات کو بگاڑتے ہوئے وہاں افراتفری پیدا کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ مسلمان اپنے اندرونی حالات کی کشاکش سے

ہی نجات نہ پاسکیں اور وہ ان کے سرحدی علاقوں پر حملہ آور ہو کر اپنے مفادات کی تکمیل کر سکیں۔

چنانچہ جس لشکر کو امیر محمد نے طلیطلہ کے حالات سنوارنے کے لئے روانہ کیا تھا اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شمال کے نصرانی حکمرانوں کے کچھ لشکر بھی طلیطلہ کے اندر گھس آئے۔ اس طرح طلیطلہ شہر کے اندر ایسی بغاوت، ایسی سرکشی پھیلی کہ وہاں کے نصرانیوں نے سندولا نام کے اپنے ایک سردار کو طلیطلہ کا حاکم بنالیا۔ اور طلیطلہ کے مسلمان حاکم کو انہوں نے گرفتار کر لیا۔

یہ صورتِ حال امیر محمد کے لئے یقیناً ناقابل برداشت تھی۔ امیر محمد ابھی شمال کے حکمرانوں کے حملوں کا ہی جائزہ لے رہا تھا کہ طلیطلہ کے حالات اچانک خراب ہو گئے۔ طلیطلہ میں وہاں کے مسلمان حاکم کو گرفتار کرنے اور اس کی جگہ اپنے سردار سندولا کو حاکم بنانے کے بعد طلیطلہ کے نصرانیوں کے حوصلے اس قدر بڑھے کہ انہوں نے اپنا ایک بہت بڑا لشکر ترتیب دیا۔ اس کے علاوہ شمال کے نصرانیوں کا ایک خاصا بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔ ایک طرح سے انہوں نے مسلمانوں کے شہر طلیطلہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد یہی لشکر طلیطلہ سے نکلا۔ طلیطلہ کے نواح میں رباح نام کا قلعہ تھا جس کے اندر مسلمانوں کا ایک لشکر اور رسد کا سامان رکھا جاتا تھا۔

چنانچہ طلیطلہ کے باغی ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کی صورت میں رباح نام کے قلعے پر حملہ آور ہوئے۔ قلعے کے اندر جو مسلمانوں کے دستے تھے ان کی آمد سے پہلے ہی انہوں نے قلعہ خالی کر دیا جس کے نتیجے میں مسلح نصرانی اس قلعے پر حملہ آور ہوئے۔ قلعے کی انہوں نے اینٹ سے اینٹ بجاتے ہوئے اس کی دیواریں اور فصیلیں گرا کر زمین بوس کر دیا۔

یہ ساری کارروائیاں ایسی تھیں کہ مسلمانوں کی مملکت کے اندر مایوسی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

ان حالات میں امیر نے اپنے امراء اور سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تب انتہائی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے امیر محمد ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہماری سلطنت کے اندر جو حالات اس وقت ہیں، میں جانتا ہوں وہ بڑے مایوس

کن ہیں اور مسلمان ان حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرنے لگے ہیں۔ اگر ہم نے جلد ہی ان حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش نہ کی تو اندلس میں مسلمانوں کی سلطنت ڈگمگا کر رہ جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو آنے والے دور میں کبھی بھی اسے سنبھالا دینا مشکل ہو جائے گا۔ جگہ جگہ بغاوتیں اُٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ شمال کے نصرانی حکمران بھوکے گِدھوں کی طرح ہمارے علاقوں پر ٹوٹ رہے تھے۔ طلیطلہ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے علاقوں میں بھی سرکشی اور بغاوت کے آثار ہیں۔ اس موقع پر اگر ہم نے کوئی غلطی کی تو مسلمانوں کی تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اگر آپ لوگ یہ خال کرتے ہیں کہ اپنے باپ عبدالرحمٰن کے بعد میری جگہ کوئی قابل حکمران ہوتا تو وہ اس سرکشی کی لہر کو روک سکتا تھا تو میں حکمرانی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری تاریخ کے اوراق میں کوئی یہ لکھے کہ جب نا اہل حکمرانوں کے ہاتھ حکومت آئی تو ملک اور قوم کو زوال آنے لگا۔"

(گو امیر محمد نے حالات کو سنبھالا دینے کی بڑی کوشش کی۔ باغیوں پر کافی حد تک قابو پایا۔ لیکن اس کے بعد جب مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن الثالث بنا تو اس نے نہ صرف سارے باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیا بلکہ اس نے مسلمانوں کی سلطنت جنوب میں سمندر کے کناروں سے لے کر شمال میں فرانس کی سرحدوں تک پھیلا دی تھی۔ اور کسی شمال کے نصرانی حکمران کو یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ اس کے سامنے سر اٹھا کر چلے)

یہاں تک کہنے کے بعد امیر محمد جب رکا تب اسمٰعیل بن موسیٰ، امیر محمد اور وہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہماری سلطنت میں یہ جو زوال اور انحطاط کے آثار ہیں، شمال کے نصرانی حملہ آوروں اور مملکت کے اندر سرکشی اور بغاوت کرنے والے نصرانیوں کی وجہ سے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے اور بھی بہت سے عوامل ہیں۔ ہمارے اپنے اندر نفاق، عصبیت اور خانہ جنگی کا ایک سلسلہ جاری ہے جس نے ہماری قوت کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ باغیوں اور شمال کے حملہ آوروں کے مقابلے میں اس وقت ہماری ہوا اُکھڑی ہوئی ہے۔ اس بناء پر فی الوقت ہمارے اندر وہ پہلے سی قوتِ مدافعت نہیں رہی۔ اس کے

برعکس ہمارے دشمنوں یعنی شمال کے نصرانیوں میں وحدت اور قومی جذبہ پرورش پا رہا ہے اور اندلس کو فتح کرنے کا عزم پروان چڑھ رہا ہے۔ جبکہ ہمارے اندر اتفاق و اتحاد اور مقصدیت کو زوال آ رہا ہے اور ہمارے مقابلے میں ہمارے دشمنوں میں مقصدیت ایک نئے انداز میں بیدار ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے جس قوم کے سامنے کوئی مقصد، کوئی منزل نہ ہو اس کے حالات اسی طرح ابتر و خراب رہتے ہیں جس طرح ہم موجودہ دور میں لرزش کا شکار ہیں۔''

اس کے بعد امیر محمد نے اپنے سارے سالاروں اور امراء سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ فی الحال شمال کے نصرانیوں کو نظر انداز کیا جائے۔ سب سے پہلے طلیطلہ کے حالات کو درست کیا جائے۔ اگر اندرونی حالات خراب رہیں گے تو بیرونی حملہ آوروں کو چڑھ دوڑنے کے زیادہ مواقع ملیں گے۔ اس بناء پر یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے اندرونی بغاوتوں اور سازشوں کا قلع قمع کیا جائے، اس کے بعد بیرونی حملہ آوروں سے نمٹا جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مجلس ختم کر دی گئی تھی۔

***

اُندلس میں مسلمانوں کی مملکت کے اندر نصرانی فتنہ دراصل امیر عبدالرحمٰن کی فراخدلی کی وجہ سے جڑ پکڑ چکا تھا۔ لیکن عبدالرحمٰن الثالث یعنی امیر محمد کے باپ میں مصلحت آمیزی کا ملکہ بہت تھا۔ وہ بغیر خون ریزی کے سرکشوں کو دبا لیتا تھا۔ چنانچہ امیر محمد کے عہد تک وہ لوگ منہ زور ہو گئے تھے۔

امیر محمد علوم و فنون کا بہت بڑا مربی تھا۔ وہ علماء کا دوست، خود شاعر اور خطیب تھا۔ اپنے زمانے میں بہترین خطاطوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ باوجود اس کے کہ نصرانیوں نے سخت ناروا حرکتیں کیں لیکن اس نے سخت گیری سے کام لیا۔ اس کے باوجود اس کے دور میں بغاوتوں اور نافرمانیوں کا لاوا ابل پڑا۔ اس موقع پر اگر امیر محمد کی بجائے کوئی اور حکمران بھی ہوتا تو وہ سلطنت کے اندر پھیلنے والی بغاوتوں اور نافرمانیوں پر ایک دم قابو پانے میں کامیاب نہ ہوتا۔ اس بناء پر امیر محمد کا عہد یقیناً مسلسل بدعنوانیوں اور مصائب کا عہد ہے۔ بغاوتوں اور نافرمانیوں کے علاوہ اس عہد میں وباؤں، زلزلے اور قحط سالی نے بھی اپنا رنگ دکھایا۔ لیکن امیر محمد نے جو بہت مستقل مزاج تھا، گھبرا کر کوئی غلطی نہیں کی بلکہ توکل اور رضائے الٰہی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ہر بغاوت کو اس نے کچلنے کا

عہد کر لیا۔

☆

ایرش ایک روز شام کا کھانا کھانے کے بعد ترجیلہ اور عبدالعزیز بن علقمہ کے پاس دیوان خانے میں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس پر ترجیلہ اُٹھی اور کہنے لگی۔

''میں دیکھتی ہوں دستک دینے والا کون ہے۔''

اس موقع پر ایرش جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ترجیلہ کا بازو پکڑ کر اس نے نشست پر بٹھا دیا پھر بڑی اپنائیت اور عقیدت مندی سے کہنے لگی۔

''اماں! آپ بیٹھیں۔ آپ کو جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دروازے پر یقیناً وہ خود ہی ہوں گے۔ میں دروازہ کھولتی ہوں۔''

اس پر ترجیلہ نے فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے ایرش کو مخاطب کیا۔

''بیٹی! جب سے تمہاری شادی کے ہنگاموں میں تم پر حملہ ہوا ہے، میں بڑی پریشان اور فکرمند رہتی ہوں کہ کہیں پھر تمہیں کوئی اپنا ہدف اور نشانہ نہ بنائے۔''

ترجیلہ کے ان الفاظ کے جواب میں ایرش نے آگے بڑھ کر ترجیلہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر کہنے لگی۔

''اماں! کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں۔ مجھے اپنے شوہر اسمٰعیل بن موسیٰ پر فخر ہے۔ میں جانتی ہوں انہوں نے میری حفاظت، میرے تحفظ کا ایسا عمدہ اور بہترین اہتمام کر رکھا ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ اب تو میں ان کی بیوی ہوں۔ جس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی، اس وقت بھی آپ نے دیکھا کیسے میری حفاظت کا اہتمام ہوا تھا اور ان محافظوں نے جو مجھ پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے، حملہ آوروں کو لمحوں کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لہٰذا آپ میرے تحفظ اور میری حفاظت سے متعلق قطعاً کبھی پریشان نہ ہوا کریں۔ اس موقع پر آپ کی تسلی کے لئے میں یہ بھی کہوں کہ شادی کے بعد اب جبکہ میں اپنے گھر میں منتقل ہو گئی ہوں تو جہاں میرے ماں باپ کی حویلی کی حفاظت بھی کی جاتی ہے، وہاں میرے اپنے گھر کے اطراف بھی کچھ مخصوص محافظوں کا پہرہ ہوتا ہے اور ان کی موجودگی میں کوئی سرپھرا یہاں آ کر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

ایرش کی اس گفتگو سے ترجیلہ خوش ہو گئی تھی۔ پھر ایرش مڑی اور حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

جونہی اس نے دروازہ کھولا، سامنے اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ حویلی کے صدر دروازے پر ایک مشعل جل رہی تھی جس کی روشنی میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے غور سے ایرش کی طرف دیکھا۔ ایرش مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کر رہی تھی۔ پھر ایرش نے دروازے کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اندر داخل ہوا۔ ایرش نے جب دروازہ بند کرنا چاہا تو اسمٰعیل نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ کہنے لگا۔

''تم رہنے دو۔ میں دروازہ خود بند کرتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل نے دروازہ بند کر کے اسے اندر سے زنجیر لگائی۔ اتنی دیر تک ایرش نے اسمٰعیل بن موسیٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے اصطبل کی طرف لے جانا شروع کر دیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اس کے پیچھے بھاگا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایرش! یہ تم کس قسم کے کام کرنا شروع ہو گئی ہو۔ گھوڑے کی یوں باگ پکڑ کر اصطبل کی طرف لے جانا تمہارا کام نہیں ہے۔''

اور پھر جب بھاگتے ہوئے اسمٰعیل نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ ایرش سے لینا چاہی تب ایرش نے باگ ایک طرف ہٹا لی۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کا مضبوط بازو اس نے اپنے نرم و نازک اور گداز ہاتھوں میں لیا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ مجھ سے آئندہ یہ مت کہا کریں کہ یہ کام آپ کا ہے اور میرا نہیں۔ اس لئے کہ آپ کا ہر کام اب میرا ہے۔ آپ کی خدمت اور کام میں آپ کی مدد میرے فرائض میں شامل ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ مجھے کس قدر چاہتے ہیں۔ گھوڑے کو پکڑ کر میں اصطبل میں لے کر جاؤں گی۔ اسے وہاں باندھوں گی۔ بس آپ صرف میرے ساتھ آیئے۔ گھوڑے کو باندھنے کے بعد پھر دونوں دیوان خانے میں جاتے ہیں۔''

ایرش کے ان الفاظ کے جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش ہو گیا تھا۔ دونوں اصطبل میں داخل ہو گئے۔ گھوڑے کو ایرش نے ایک طرف باندھا۔ اتنی دیر تک اسمٰعیل

نے گھوڑے کے منہ سے دھانہ نکال کر زین بھی اتار دی تھی اور قریب ہی پانی بھرے لکڑی کے حوض سے گھوڑے کو پانی بھی پلا دیا تھا۔ اتنی دیر تک آندھی اور طوفان کی طرح ایرش حرکت میں آئی۔ اس نے گھوڑے کے آگے چارہ ڈال دیا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی اصطبل سے نکلے۔ یہاں تک کہ ایرش نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میں رات کا کھانا تیار کر کے کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ اماں اور بابا کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسے میں آپ کی آمد کا انتظار یقیناً میرے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ بابا اور اماں بھی پریشان ہو رہے تھے کہ آپ اتنی رات گئے لوٹ کر گھر کیوں نہیں آئے۔''

جواب میں بڑے پیارے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے حسین اور خوبصورت ایرش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے آہستہ آہستہ سہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

''دیر سے آنے کی وجہ میں تم سے دیوان خانے میں جا کر ہی کہوں گا۔ اگر یہاں کہہ دی تو پھر بابا اور اماں کے پاس جا کر وہ گفتگو پھر دہرانا پڑے گی۔''

اس پر ایرش مطمئن ہو گئی تھی۔ دونوں آگے بڑھے۔ دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ بابا اور اماں سے اسمٰعیل بن موسیٰ نے سلام کہا۔ جب وہ ان دونوں کے سامنے بیٹھ گیا تب اس کا دادا عبدالعزیز بن علقمہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے! اتنی رات گئے تم لوٹے ہو۔ اگر اتنی دیر بعد آنا ہوتا ہے تو کسی کے ہاتھ دیر سے آنے کی وجہ بتا دیا کرو تا کہ ہم تینوں پریشان تو نہ ہوا کریں۔''

اس پر دادا کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''دادا! آپ، اماں اور ایرش کو میرے متعلق فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں میں بغیر ضرورت کے باہر نہیں رہ سکتا۔ میں جانتا ہوں ایرش کے سلسلے میں بھی آپ پریشان رہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کا سامان ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں آپ مطمئن رہیں۔ اس کی حفاظت کا ہم نے خوب سامان کر رکھا ہے۔ دراصل امیر کے پاس کافی دیر بیٹھنا پڑ گیا تھا۔ اس لئے کہ کل علی الصبح امیر لشکر لے کر طلیطلہ کی طرف روانہ ہوں گے اور اس لشکر میں میرے علاوہ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی شامل ہوں گے۔ یہاں کے حالات پر نظر رکھنے کے لئے عبداللہ

بن امیہ، عبداللہ بلنسی اور عبید اللہ کو رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امیر محمد کا بیٹا منذر بھی یہیں رہے گا۔ سنا ہے کہ وہاں کے حالات بڑے خراب ہو گئے ہیں۔ باغیوں نے شہر سے باہر نکل کر بھی کارروائیاں کرنا شروع کر دی ہیں۔ اس بناء پر امیر محمد کا یہ فیصلہ ہے کہ باغیوں سے نمٹنے کے لئے وہ خود بھی روانہ ہو گا۔ لہٰذا کل علی الصبح ہمارا لشکر یہاں سے طلیطلہ کی طرف روانہ ہو گا۔“

عبدالعزیز بن علقمہ، ترجیلہ اور ایرش تینوں اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گئے تھے۔ چاروں نے مل کر پہلے کھانا کھایا، اس کے بعد ایرش اور اسمٰعیل دونوں اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔

اگلے روز اسمٰعیل بن موسیٰ لشکر کے ساتھ قرطبہ شہر سے کوچ کر گیا تھا۔





امیر محمد اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ منزل پر منزل مارتا ہوا بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ طلیطلہ شہر کا رخ کئے ہوئے تھا۔

جُزِ مورینہ کے قریب پہنچ کر امیر نے اچانک اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس لئے کہ سامنے سے کچھ گھڑ سوار گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے، دھول اُڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔ امیر محمد ہی نہیں، سارے سالار بھی پہچان گئے۔ وہ ان کے مخبر تھے۔ قریب آ کر وہ رکے۔ پھر ان میں سے ایک امیر محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! طلیطلہ کی حفاظت کے لئے باغیوں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔ باغیوں کا سربراہ سندولہ ہے۔ سندولہ اور اس کے باغی سرداروں کو خبر ہو گئی تھی کہ آپ اب طلیطلہ کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا سندولہ اپنے چند سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ بذاتِ خود شمال کے نصرانی بادشاہ اور اشتوراس کے حکمران ایسٹریاس کے پاس گیا اور آپ کے خلاف اس نے ان سے مدد طلب کی۔ اس سلسلے میں اس نے تیز رفتار قاصد نصرانیوں کی دوسری حکومت جلیقیہ کی طرف بھی بھجوائے۔ جس کے نتیجہ میں ایک لشکر اشتوراس کے حکمران ایسٹریاس نے مہیا کیا ہے اور دوسرا لشکر جلیقیہ کی حکومت نے مہیا کیا ہے۔ اس متحدہ لشکر کا سالار جلیقیہ کے سپہ سالارِ اعلیٰ گاتون کو بنایا گیا ہے۔ گاتون کے متعلق یہ سنا گیا ہے کہ وہ جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے۔ انتہا درجہ کا دلیر، شورش پسند اور تیغ زنی میں مہارت میں بھی لاجواب خیال کیا جاتا ہے۔ آپ یوں جانیں طلیطلہ کی حکومت سندولہ کے پاس ہے۔ لشکریوں کی کمانداری جلیقیہ کے سپہ سالار گاتون کے سپرد کر دی گئی ہے۔ ہم نصرانیوں کے بھیس ہی میں طلیطلہ شہر میں داخل ہوئے تھے۔ طلیطلہ کے اندر مسلمانوں کا جینا ان باغیوں نے دوبھر کر کے رکھ دیا ہے۔

سندولہ اور جلیقیہ کے سپہ سالار گاتون کو جب خبر ہوئی کہ آپ ایک لشکر لے کر طلیطلہ شہر سے ان پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلے ہیں تو انہوں نے باہم مل کر یہ فیصلہ کیا کہ طلیطلہ شہر کے اندر محصور رہ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ طلیطلہ کی فصیل چونکہ بڑی مضبوط اور مستحکم ہے لہٰذا ان کا خیال ہے کہ محصور رہ کر وہ بہتر انداز میں آپ کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے شہر کی فصیل کے اوپر چھوٹی چھوٹی منجنیقوں کے علاوہ پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں اور ماہر تیر انداز بٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگانے کے علاوہ اَن گنت دستوں کو بھی فصیل کے اوپر بالکل چوکس کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا طلیطلہ پر بہت سوچ و بچار کے بعد حملہ آور ہونا چاہئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا وہ مخبر جب خاموش ہوا تب امیر محمد نے سب سے پہلے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا۔ انہیں لشکر میں شامل ہونے کا حکم دینے کے بعد جواب طلب سے انداز میں امیر محمد اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس موقع پر باری باری جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں تینوں نے کوئی فیصلہ کیا، اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ، امیر محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! لشکر کو یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیجئے۔ اس کے بعد دشمن سے نمٹنے کی ہم منصوبہ بندی کریں گے۔ جو حالات آنے والے مخبروں نے بتائے ہیں ان کے مطابق دشمن کے لشکر کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس میں نہ صرف طلیطلہ کے باغی شامل ہیں بلکہ جلیقیہ اور اشتوراس والوں کا لشکر بھی شامل ہو چکا ہے۔ یہ متحدہ لشکر یقیناً مسلمانوں کے علاقوں میں اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی غرض سے آیا ہے۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ شہر کے اندر رہ کر یہ ہمارا مقابلہ کریں۔ ہم نے ان سے ہر صورت میں شہر سے باہر نکل کر نمٹنا ہے۔ امیر! پہلے آپ لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیں۔ پڑاؤ قائم ہو جاتا ہے تو پھر ہم بیٹھ کر دشمن سے نمٹنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔''

امیر محمد نے مسکراتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کی تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ امیر محمد نے جبلِ مورینہ کے دامن میں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب پڑاؤ قائم ہو گیا تب چھوٹے بڑے سارے سالار امیر محمد کے خیمے کے باہر جو بڑا شامیانہ نصب کر دیا گیا تھا، اس میں جمع ہوئے۔ پھر امیر محمد نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی

طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
''ابنِ موسیٰ! تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر طلیطلہ پر حملہ آور ہونے کے لئے اگر کوئی منصوبہ بندی کی ہے تو کہو۔ تا کہ سب اس پر غور کریں اور کوئی درمیانی اور متفقہ راستہ نکالیں۔''
جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔
''امیر! بات یہ ہے کہ آپ کے پاس آنے سے قبل میں جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور دوسرے سارے سالاروں سے تفصیل کے ساتھ بات کر چکا ہوں اور ہم یقیناً ایک بات پر متفق ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر ہم پورے لشکر کے ساتھ طلیطلہ کا رخ کرتے ہیں تو طلیطلہ والے شہر کے اندر محصور ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ محصور ہو کر مقابلہ کرتے ہیں تو وہ فائدے میں اور ہم نقصان میں رہیں گے۔ آپ جانتے ہیں طلیطلہ کا شہر سنگِ خارا کی ایک اونچی نیچی پہاڑی پر آباد ہے جس کو سوائے شمالی سمت کے باقی اطراف میں دریائے تاجہ گھیرے ہوئے ہے۔ اور پھر کمال کی بات یہ کہ دریا کی رفتار یہاں بہت تیز ہے۔ کیونکہ بہاؤ کی طرف زمین کا نشیب زیادہ ہے۔ شہر بلندی پر ہونے کی وجہ سے جو بھی لشکر شہر کا محاصرہ کرے گا وہ شہر والوں کی تیر اندازی کی زد میں رہے گا۔ اس لئے کہ شہر کے اندر کسی بلند مقام سے چاروں طرف اگر دیکھا جائے تو بلندی پر ہونے کی وجہ سے شمال کی جانب قشتالیہ کے بنجر میدان، جنوب کی طرف دریا پار جبلِ طلیطلہ کے سلسلے اور وادیاں دور دور تک صاف دکھائی دیتی ہیں۔ جبکہ اگر شہر سے باہر کوئی لشکر شہر کا محاصرہ کرتا ہے تو شہر سے باہر اگر کسی مقام سے وہ شہر کو دیکھتا ہے تو تمام شہر سنگِ خارا کا ایک عظیم الشان قلعہ معلوم ہوتا ہے جس کی حفاظت تین طرف سے دریائے تاجہ کرتا ہے اور شمالی سمت میں جس طرف سے دریا نہیں ہے ایک دُہری فصیل نہایت مستحکم بنی ہے۔ یہ پرانی تعمیر شدہ فصیل ہے جس کی مضبوطی اور عمدگی کی تعریف آپ جانتے ہیں اکثر لوگ کرتے رہتے ہیں۔''
جب تک اسمٰعیل بن موسیٰ بولتا رہا، امیر محمد مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔
اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب امیر محمد نے اسے مخاطب کیا۔
''میرے عزیز بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے بالکل درست ہے۔ پر یہ کہو کہ ایسی صورت میں ہمیں دشمن سے کیسے نمٹنا ہوگا؟''

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی چھاتی تن گئی۔ پھر وہ کہنے لگا۔
"امیر! ہم ان سے ایسا نمٹیں گے کہ ان کی پشتیں یاد رکھیں گی۔ امیر! ہم لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں، دوسرا حصہ میرے پاس رہنے دیں۔ آپ کے پاس جو لشکر ہو گا اس کو لے کر آپ طلیطلہ شہر کا رخ کریں گے۔ حارث بن بزیغ اور کچھ دوسرے چھوٹے سالار آپ کے ساتھ ہوں گے اور آپ کے نائب کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔ جہاں تک اس لشکر کا تعلق ہے جو میرے پاس رہے گا، اسے میں مزید دو حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا حصہ میرے بھائی جریر بن موفق کی کمانداری میں ہو گا۔ امیر! میں اور جریر دونوں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگا لیں گے۔ اور یہ کارروائی آنے والی رات کو ہی مکمل کر لینی چاہئے۔ اس لئے کہ دشمن کے مخبر اور گماشتے بھی اِدھر اُدھر سرگرداں ہوں گے۔ ابھی تھوڑی دیر تک میں کچھ مسلح دستوں کو اطراف میں پھیلا دوں گا اور ان کے لئے یہ حکم جاری کر دیا جائے گا کہ جہاں کہیں بھی وہ دشمن کے مسلح جوانوں یا ان کے مخبروں کو دیکھیں، ان کا کام تمام کرتے چلے جائیں۔ آدھی رات کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں اور جریر بن موفق راستے میں ہی رہ جائیں گے۔ آپ صبح سویرے طلیطلہ شہر کے باہر نمودار ہوں۔

یہاں میں آپ سے گزارش کروں کہ اگر طلیطلہ کا باغی سردار سندولہ اور نصرانیوں کے متحدہ لشکر کا سپہ سالار گاتون یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ طلیطلہ شہر کے اندر محصور رہ کر ہمارا مقابلہ کریں گے تو آپ کے لشکر کی حالت دیکھتے ہوئے یقیناً وہ شہر سے باہر نکل کر آپ کا مقابلہ کرنا پسند کریں گے۔ اس لئے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ آپ کے ساتھ چھوٹا سا ایک لشکر ہے تب ان کی ہمت بڑھے گی۔ شہر سے باہر نکل کر وہ آپ کا مقابلہ کرنا چاہیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کو گرفتار کر لیا جائے۔ اس لئے کہ یہ خبریں تو پہلے ہی پہنچ چکی ہیں کہ امیر محمد خود اس لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے طلیطلہ کا رخ کر رہے ہیں۔

اب آپ کی طرف سے یہ کارروائی ہونی چاہئے کہ آپ تھوڑی دیر تک دشمن سے ٹکراتے رہیں۔ اس کے بعد اس انداز میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہو جائیں جیسے آپ دشمن کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکے اور پسپائی اختیار کر رہے ہیں۔ اس سے

دشمن کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ زیادہ تندہی اور جوش و خروش کے ساتھ آپ کا پیچھا کرنا شروع کر دیں گے اور اس بات کی خواہش کریں گے کہ آپ شکست اٹھا کر اور پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگیں اور وہ آپ کا تعاقب کریں۔

آپ الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے کوہستانی سلسلے میں داخل ہو جائیں۔ پشت پر ہم بھی قریب ہوں گے۔ اور جس جگہ میں نے اور جریر بن موفق نے گھات لگا رکھی ہو گی وہاں آ کر آپ اپنے حصہ کو حارث بن بزلیغ کے ساتھ مستعد کر لینا۔ جس جگہ میں اور جریر بن موفق نے اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی ہو گی اس کی آپ کو اور حارث بن بزلیغ کو پہلے سے نشان دہی ہو گی۔ لہٰذا وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے لشکر کو روک دینا ہے اور کسی کارروائی کی ابتداء نہیں کرنی۔ اس وقت تک دائیں بائیں سے میرے اور جریر بن موفق کی طرف سے دشمن پر تیر اندازی کی ابتداء کر دی جائے گی۔ ہماری طرف سے جب تیر اندازی کی ابتداء ہو گی تو جب تیر اندازی سے دشمن کو نقصان پہنچے گا تو یاد رکھئے گا کہ ان کے اندر افراتفری پھیلے گی اور وہ آپ کا تعاقب کرنا بھول جائیں گے۔ اس موقع پر آپ بھی اپنے لشکریوں کو تیار رکھئے گا کہ پہلے دشمن پر سامنے کی طرف سے تیر اندازی کریں۔ اس طرح دشمن کے لشکر کے کسی حصے کو بھی آپ کی طرف جانے کی جرأت نہیں ہو گی۔ اس کے بعد جب آپ دیکھیں کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے تکبیریں بلند ہوئی ہیں تب آپ تیر اندازی ترک کر دیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر! سب سے پہلے میں کوہستانی سلسلے کے اوپر تکبیر بلند کروں گا اور میری پیروی کرتے ہوئے میرے سارے لشکری تکبیریں بلند کریں گے۔ اس کے بعد بائیں طرف سے یہی کارروائی جریر بن موفق بھی کرے گا۔ ان تکبیروں کا مطلب اور مقصد یہ ہو گا کہ ہم تیر اندازی ترک کر کے دشمن پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔ چنانچہ آپ بھی تیار اور مستعد ہو جانا۔ لشکریوں کو حکم دے دینا کہ اپنی کمانیں اپنی پیٹھ پر لٹکا لیں۔ اپنے بچے ہوئے تیر ترکشوں میں ڈال کر دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی ڈھالوں اور تلواروں پر گرفت مضبوط کر لیں۔

اس کے بعد جب سامنے کی طرف سے آپ اور دائیں بائیں سے میں اور جریر بن

موفق دشمن پر ضرب لگائیں گے تو پھر کوہستانی سلسلے کے اندر باغیوں اور حملہ آوروں کو جہنم زاروں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ وہ کتنی دیر تک ہمارے سامنے مزاحمت کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم لمحوں کے اندر اُنہیں شکست دیں گے اور اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے امیر محمد کہنے لگا۔

''میرے عزیز! میں تیری اس تجویز کو پسند کرتا ہوں۔ یقیناً اس پر عمل کر کے ہم باغیوں اور دشمن کی سپاہ کو اپنے سامنے جھکنے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں آؤ اب لشکر کے کھانے کا اہتمام کریں۔ اس کے بعد لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دینے کے بعد ہم لشکریوں کو بھی بتا دیں کہ دشمن کے ساتھ ہم نے کس انداز سے نمٹنا ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور دوسرے سارے سالاروں نے امیر محمد کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا جانے لگا تھا۔

***

لشکر کو تھوڑا سا ستانے کا موقع دے کر امیر محمد نے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد پھر کوچ کیا تھا۔ جبلِ مورینہ سے گزر کر لشکر جبلِ طلیطلہ میں داخل ہوا۔

جہاں تک جبلِ مورینہ کا تعلق ہے تو یہ جبلِ طلیطلہ کے سلسلے کے جنوب میں ہے اور اس کو اندلس کے وسطی ارضِ مرتفع کے بالکل جنوبی سرے پر خیال کیا جاتا ہے۔ ارضی جغرافیہ دانوں نے اس کو عموماً جبالِ قرطبہ بھی لکھا ہے۔ کیونکہ اس کوہستانی سلسلے کی شاخیں دور دور تک پھیلتے ہوئے قرطبہ شہر کے قریب تک چلی جاتی ہیں۔

جہاں تک جبلِ طلیطلہ کا تعلق ہے تو یہ طلیطلہ شہر کے بالکل قریب کوہستانی سلسلہ ہے۔ اس کے اندر ہی دریائے تاجہ کے آس پاس اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات لگا لی تھی۔ جہاں تک دریائے تاجہ کا تعلق ہے یہ اسپین کا سب سے لمبا دریا شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی 565 میل تھی۔ اور یہ بنو رزین کے کوہستانی سلسلے سے نکلتا تھا۔ پہلے یہ شمال مغرب کی طرف بڑھتا تھا، پھر اس کا

رخ بالکل مغرب کی طرف ہو جاتا تھا اور بعد میں جنوب کی طرف جھک کر مغربی راستہ اختیار کر لیتا تھا۔ آس پاس کے اور دریا بھی اس میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ دریا شنترین شہر کے پاس پہنچ جاتا تھا۔

شنترین کے آگے بحیرہ محیط تک اس کا پاٹ اتنا چوڑا ہو جایا کرتا تھا کہ اس میں جہاز چل سکتے تھے اور سمندر کے مدوجزر کا اثر بھی وہاں تک پہنچتا تھا۔ شنترین شہر سے اس کے دو دھارے بن جایا کرتے تھے اور کچھ آگے دونوں مل کر شمال مشرق میں ایک وسیع جھیل بنا دیتے تھے جس کا تعلق بحیرۂ محیط سے ہوا کرتا تھا۔

دائیں ہاتھ سے جو دریا اس میں شامل ہوتے ہیں ان میں سے ایک دریا شرینا ہے جو طلیطلہ اور اربیش شہروں سے کسی قدر جنوب میں پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے دریا بھی اس میں آ کر ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بحیرۂ محیط سے جا ملتا ہے۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ امیر محمد اپنے حصے کا لشکر لے کر طلیطلہ کے باہر کھلے میدانوں میں جا پہنچتا تھا جبکہ اس کی پشت پر کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق گھات لگا گئے تھے۔ اس گھات کی صورتِ حال کچھ اس طرح تھی کہ جو شاہراہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر طلیطلہ شہر کی طرف جاتی تھی اس شاہراہ کے دائیں جانب اسمٰعیل بن موسیٰ اور بائیں جانب جریر بن موفق اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات لگا چکے تھے۔ جبکہ امیر محمد، حارث بن بزیغ اور کچھ دیگر چھوٹے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر طلیطلہ شہر کے سامنے نمودار ہوئے تھے۔

یہ صورتِ حال طلیطلہ کے لوگوں کے لئے بڑی عجیب تھی۔ طلیطلہ کے باغی سردار سندولہ نے اس موقع پر نصرانیوں کے متحدہ لشکر کے سالارِ اعلیٰ گاتون کے ساتھ امیر محمد کے لشکر کا جائزہ لیا۔ اس وقت وہ دونوں طلیطلہ شہر کی فصیل کے اوپر ایک برج کے اندر کھڑے تھے۔ کچھ دیر تک سندولہ اور گاتون دونوں امیر محمد کے لشکر کا جائزہ لیتے رہے، پھر سندولہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے گاتون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''گاتون! سب سے پہلے تو میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تم میری نسبت جنگ کا زیادہ اور وسیع تجربہ رکھتے ہو۔ لیکن اس وقت جو خیالات میرے دل میں ہیں اس کا اظہار میں تم سے کرتا ہوں۔ آگے جو فیصلہ تم کرو گے اسے ہی آخری سمجھا جائے گا۔

پہلے مسلمانوں کے امیر محمد کے لشکر کا جائزہ لو۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت ہمارے پاس جو طلیطلہ شہر کے اندر ہمارا وفادار لشکر ہے امیر محمد کا لشکر میرے خیال میں اس کا چھٹا حصہ بھی نہیں ہوگا۔ اس موقع پر میرا دل کہتا ہے کہ ہمیں بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے طلیطلہ شہر میں محصور رہ کر امیر محمد کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا میں اس بناء پر کہتا ہوں کہ کہیں یہ محاصرہ طول نہ پکڑ جائے اور طوالت سے تنگ آ کر امیر محمد کہیں مزید لشکر نہ طلب کر لے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر محاصرے کی طوالت میں اضافہ ہوتا رہے گا اور طوالت میں اضافے کے ساتھ ساتھ امیر محمد کے لشکر میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور یہ صورتِ حال یقیناً ہمارے لئے نقصان کا باعث ہوگی۔ چنانچہ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ شہر سے باہر نکل کر امیر محمد کا مقابلہ کیا جائے۔ جہاں تک میرا خیال ہے، امیر محمد اپنے ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ چند لمحے بھی ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ گاتون! اب بولو، تم کیا فیصلہ دیتے ہو؟''

جب تک سندولہ بولتا رہا، گاتون چپ چاپ اور خاموشی کے ساتھ اسے سنتا رہا۔ اور جب سندولہ خاموش ہوا تب گاتون اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سندولہ! اب میں نے کیا کہنا ہے۔ جو کچھ مجھے کہنا چاہئے تھا وہ تم نے پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ جہاں تم مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لے چکے ہو، وہاں میں بھی اسے دیکھ چکا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو لشکر مسلمانوں کا امیر محمد لے کر آیا ہے یہ تو ہمارے سامنے چند لمحے بھی نہ ٹھہر سکے گا۔ میرے خیال میں آؤ فصیل سے اترتے ہیں۔ لشکر کو شہر سے باہر نکال کر امیر محمد کے سامنے صف آرا کرتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں طلیطلہ کے سامنے ان کھلے میدانوں میں مسلمانوں کا امیر کب تک اور کتنی دیر تک ہمارے حملے اور ہمارے دباؤ کو برداشت کر کے بھاگتا نہیں ہے۔''

سندولہ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ دونوں نیچے اترے۔ اپنے لشکر کو استوار کیا۔ شہر پناہ کا ایک دروازہ کھولا اور اس دروازے کے ذریعے سندولہ اور گاتون دونوں لشکر لے کر نکلے اور اس لشکر کے ساتھ وہ امیر محمد کے لشکر کے سامنے صف آرا ہونا شروع ہو گئے تھے۔

چونکہ سندولہ اور گاتون کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی لہٰذا ان دونوں نے مل کر پہلے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد سندولہ اور گاتون دونوں

نے اپنے لشکر کو وقت کی ہمزاد بن جانے والی آندھیوں کی بے نوا فتنہ گری، خاموشیوں کے صحرا میں طوفانوں سے شناسا ہولنا کی کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ امیر محمد کے لشکر پر زمین کی اندھی پستیوں کو جنون کے کھلیانوں، ارادوں کے جلال و جمال کو تپتی لا انتہا کسک میں بدل کر نیلگوں آسمان کی وسعتوں میں ہر شے کی بساط لپیٹ دینے والی آندھیوں اور کراں تا کراں بے کراں و جاوداں عالمگیر کرب کھڑے کرتے اندھے سرابوں کے لا انتہا سلسلوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

امیر محمد نے بھی جوابی کارروائی کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے بھی فطرت کی گہرائیوں میں مشیت کے اٹل حادثات کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ امیر محمد کے پورے لشکر نے آوازوں کی گلیوں سے گزرتی دہکتی چنگھاڑتی وحشت ناکیوں کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد امیر محمد بھی گاتون اور سندولہ کے لشکر پر زلزلوں کی آوازوں کی طرح بھڑک اُٹھتی وقت کی بدترین حدتوں، اپنے شانوں پر قضا اٹھائے لمحوں کی بے روک یورش، عذابوں کے خونی قصے، سزاؤں کی ہولناک داستانیں کھڑی کرتے چنگھاڑتے، ناچتے شعلوں اور ظلمِ شب کے حصار میں ہیولوں کے طوفانی عکس کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

طلیطلہ شہر کے نواح میں اس طرح دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے چہرے زرد، جسم لاغر، دل افسردہ، آنکھیں پُرنم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ موت اپنی دہکتی شعلہ بار آنکھوں سے چاروں طرف حشر برپا کرتی طغیانیوں، نفرتوں کے اتھاہ نوحوں، گناہوں کے سیاہ ہیولوں، حشر برپا کرتی طغیانیوں اور جلتے تپتے ریگستانوں کی طرح ناچ اٹھے تھے۔

امیر محمد کچھ دیر تک ڈٹ کر گاتون اور سندولہ دونوں کا مقابلہ کرتا رہا اور اس نے گاتون اور سندولہ پر ثابت کر دیا تھا کہ وہ ان دونوں کا حملہ کمال جرأت اور ہنر مندی سے روک سکتا ہے۔ اس کے بعد امیر محمد نے پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق جب اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنا شروع کیا تو پورا لشکر ایک تنظیم اور ایک ضبط کے ساتھ لڑتے بھڑتے پیچھے ہٹنا شروع ہو گیا تھا۔

امیر محمد کے اس طرح پیچھے ہٹنے سے سندولہ اور گاتون دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ وہ امیر محمد کو شکست دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اور وہ یہ بھی خیال کر رہے تھے کہ امیر محمد اپنے لشکر کے ساتھ پیٹھ پھیر کر اس لئے نہیں

بھاگ رہا کہ کہیں تعاقب کے دوران ان سب کا خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ لہٰذا الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے اور شکست قبول کرنے کے بعد بچے کھچے لشکر کو سلامتی کے ساتھ نکالنا چاہتا ہے۔ لیکن سندولہ اور گاتون دونوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ یوں امیر محمد کو آسانی کے ساتھ بھاگنے نہیں دیں گے۔ لہٰذا جوں جوں امیر محمد اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پیچھے کوہستانی سلسلوں کی طرف ہٹتا رہا۔ توں توں گاتون اور سندولہ اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے امیر محمد کے لشکر سے لڑتے بڑھتے کوہستانی سلسلے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

سندولہ اور گاتون دونوں خوش تھے کہ طلیطلہ شہر کے نواح میں امیر محمد کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور وہ یہ بھی امید لگائے ہوئے بیٹھے تھے کہ تھوڑی دیر تک امیر محمد پلٹے گا اور بھاگ کھڑا ہو گا۔ اور اس وقت وہ خون ریزی کے سے انداز میں تعاقب کریں گے۔ وہ ایک ایک مسلمان کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ قانونِ فطرت ان کے خلاف کوئی اور ہی فیصلہ رقم کر چکا ہے اور یہ کہ تھوڑی دیر بعد خود بدبختی اور بدقسمتی ان کے حال پر قہقہے لگانے والی ہے۔

گاتون اور سندولہ جس طرح امیر محمد کے پیچھے ہٹنے پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے، یہ بات ان کے ذہن تک میں نہ آئی تھی کہ امیر محمد انہیں اپنے پیچھے لگائے انہیں جہنم زاروں اور بدنامی کی قہرمانی کی طرف گھسیٹے لے جا رہا ہے۔

آخر امیر محمد اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے میں داخل ہوا۔ سندولہ اور گاتون نے تعاقب جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ایک مخصوص جگہ جا کر امیر محمد نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ اس کے لشکر کا رکنا تھا کہ سب سے پہلے دائیں جانب سے موسلادھار بارش کی طرح تیروں کی بوچھاڑ آئی اور گاتون اور سندولہ کے کئی لشکری زخمی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ سندولہ اور گاتون ابھی ان حالات کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ بائیں جانب سے جریر بن موفق کی سرکردگی میں ایسی تیروں کی بوچھاڑ آئی جیسی کہ دائیں ہاتھ کی طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکریوں نے ماری تھی۔ چنانچہ جب بائیں طرف سے بھی تیروں کی بوچھاڑ اُن پر پڑی تب سندولہ اور گاتون کی بدبختی و بے بسی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ابھی وہ دونوں انہی سوچوں میں تھے کہ کریں تو کیا کریں۔ پیچھے ہٹ جائیں یا آگے جائیں کہ سامنے کی طرف سے بھی ان کے خلاف

کارروائی ہوئی اور امیر محمد کے تحت لڑنے والے لشکر نے اپنی پیٹھوں پر بندھی ہوئی کمانیں سنبھالیں۔ چلّوں پر تیر چڑھاتے ہوئے انہوں نے جب چلائے تو سامنے کی طرف سے آنے والی تیر اندازی نے بھی دشمن کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔ اس طرح دائیں بائیں اور سامنے کی طرف سے تیر اندازی ہوئی اور تیر اندازی بھی ایسی تھی کہ جان لیوا بن جائے۔

گاتون اور سندولہ کے جرار لشکر پر اس وقت چونکہ دائیں جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ، بائیں جانب جریر بن موفق اور سامنے کی طرف سے امیر محمد اور حارث بن بزیع نے جان لیوا تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ لہٰذا اس تیر اندازی کے نتیجہ میں جہاں گاتون اور سندولہ کے ان گنت لشکری بھی مجروح اور کئی موت کے گھاٹ اُتر گئے، وہاں ان کے خالی گھوڑے اِدھر اُدھر ہنہناتے ہوئے افراتفری برپا کرنے لگے تھے۔ اور پھر جن گھوڑوں کو تیر لگے تھے، تیر ابھی تک ان کے جسم میں پیوست تھے۔ اور وہ زیادہ بے پائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوہستانی سلسلے کے درمیان اور دشمن کے لشکر کے اندر ایک بدنظمی اور افراتفری برپا کرنے کی وجہ ثابت ہو رہے تھے۔

ایسے میں اچانک کوہستانی سلسلے کے دائیں جانب سے زوردار انداز میں ایک تکبیر بلند ہوئی۔ یہ تکبیر اسمٰعیل بن موسیٰ نے بلند کی تھی اور اس تکبیر کے جواب میں اس کے حصے کے سارے لشکر نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کی تھیں۔ تکبیروں کی صداؤں نے اس کوہستانی سلسلے کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور ان تکبیروں کی وجہ سے جہاں فضاؤں کے اندر ایک لرزش پیدا ہوئی تھی، وہاں گاتون اور سندولہ کے لشکریوں پر خوف اور وحشت کی لہریں بھی دوڑ گئی تھیں۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے اس طرح تکبیریں بلند کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اب دشمن پر تیر اندازی بند کر کے ان پر عام حملہ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ لہٰذا ان تکبیروں کے جواب میں جریر بن موفق اور امیر محمد نے بھی تکبیریں بلند کیں اور ان کے لشکریوں نے بھی ہواؤں اور فضاؤں اور وادیوں کو اپنی تکبیروں سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو اشارہ تھا کہ باقی سارے لشکر بھی اب دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد دائیں جانب کوہستانی سلسلے کے اوپر اچانک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ نمودار ہوا۔ پھر زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اس

نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور اس کے بعد زمین کی آنکھ اور آسمان کی چشمِ بصیرت نے دیکھا، اسمٰعیل بن موسیٰ، سندولہ اور گاتون کے لشکر پر جلتے تپتے ریگستانوں میں قضا سے کھیلتے خونی عناصر، وحشتوں کے مہیب جنگل میں آندھیوں کے بے خوف تھپیڑوں اور موت بھرے بے آب و گیاہ صحرا میں وحشت کے سرخ ریلوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہونے سے ایک انقلاب برپا ہو گیا تھا۔ اس کے حملوں میں وحشت کے سرخ رنگ ہیولوں، طاقت اور قوت کے ہیجان، خوف و وحشت بھری لہو کی بارش اور حشر برپا کرتی طغیانیوں جیسی کیفیت تھی۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے حملے کو روکنے کے لئے سندولہ اور گاتون متوجہ ہوئے۔ ان کی بدبختی کہ ان کے خلاف ایک اور طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ بائیں جانب سے جریر بن موفق ذلت و پستی کے کفن پہناتی خشونت آمیز ہولناکیوں، بے جہت کر دینے والی نفرت کے جال بُنتی آندھیوں اور زیست کو دھواں دھواں کرتے دکھ کے بھورے سایوں کی طرح سندولہ اور گاتون کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرح جریر بن موفق کے حملے میں بھی درد والم کی بھڑکتی آگ جیسی حدت، سرابوں کے بھنور اور تپتے برہنہ بگولوں جیسی تپش و حرارت تھی۔

سندولہ اور گاتون کے لئے دائیں بائیں سے مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پہلے جس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ حملہ آور ہوا تو اس نے جب گاتون اور سندولہ کے لشکر کی صفوں کی صفیں اُلٹنا شروع کیں تب گاتون اور سندولہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتنی دیر تک بائیں جانب سے جریر بن موفق بھی حملہ آور ہو گیا جس سے سندولہ اور گاتون کے لئے دوطرفہ مصیبتیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ ان مصیبتوں کے دوران وہ آمنے سامنے امیر محمد کو فراموش کر چکے تھے۔ اسی فراموشی سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ سامنے کی طرف سے امیر محمد زندگی کی اعلیٰ خواہشوں کو بدترین صورت دیتے طوفانوں، اُداس سنسان ویران کرتے دکھ کے خونی دھندلکوں اور لہو کے طوفان اٹھاتے درد و الم کے سلگتے آتش فشاں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

امیر محمد کے حملے میں بھی عذابوں کے خونی قصوں، سزاؤں کی ہولناک داستانوں اور موت کے کرب جیسی شدت تھی۔ جس صف پر وہ وارد ہوئے، دشمن کی اس صف کو انہوں نے تہہ تیغ کرتے ہوئے ایک طرح سے خون میں نہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس طرح کوہستانی سلسلے کے اندر دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدانِ جنگ گورکھ دھندوں کے پھیلاؤ، صحرا کی لو، کرب ناک شدت، طوفان و ابتلاء کے آہنگ، موت کے بکھرتے شعلوں، پیچ و تاب کھاتے گرد و غبار اور قضا کی خونی اشتہا کی سی کیفیت اختیار کر گیا تھا۔ کوہستانی سلسلے کے اندر موت دل کا سکون اور چین لوٹتی بدبختی کی آہیں کھڑی کرنے لگی تھی۔ چاروں طرف رقص کرتی قضا، زخموں کے طوفان، خونی انقلاب کے بھنور، سامانِ مرگ اور صاعقہ بدوش شعلوں کے نئے سے کھڑے کرنے لگی تھی۔

کچھ دیر تک سندولہ اور گاتون دونوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پھر انہوں نے دیکھا، اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کے دائیں بائیں کے حملوں کے علاوہ سامنے کی طرف سے امیر محمد کے جان لیوا حملوں کے باعث ان کے لشکر کی حالت اب بڑی تیزی سے دھواں دھواں، فضاؤں میں صدیوں پرانے کھنڈروں، فاصلوں سے اُلجھتے راستوں پر بے نام و رنگ قصوں اور سرابوں کی گہری دُھول میں حسرتوں کے حروفِ منتشر سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جبکہ دوسری طرف امیر محمد، اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق دشمن کے لشکر کی حالت دیکھتے ہوئے بلند آوازوں میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے سلگتی قیامت کے تلاطم، اضطراب اور ایک کربِ مسلسل کی طرح نزول کرنے والے جلتے شہابِ ثاقب کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے اور اپنے حملوں میں انہوں نے پہلے کی نسبت شدت پیدا کر لی تھی۔

اس موقع پر باغی سندولہ اور جلیقیہ نام کی شمالی نصرانی حکومت کے سالار گاتون نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو بے بسی کی حالت سے نکال کر جوابی کارروائی کرے اور اپنی کامیابی کو یقینی بنائے۔ انہوں نے بار بار اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے مسلمانوں پر جان لیوا حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن ان کا کوئی جتن کامیاب نہ ہوا۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف سے امیر محمد اور حارث بن بزیغ، دائیں جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ اور بائیں جانب سے جریر بن موفق قیامت بن کر ٹوٹ رہے تھے۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد گاتون اور سندولہ دونوں نے اندازہ لگا لیا کہ کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی وادی میں نہ صرف شکست ان کا مقدر بننے والی ہے بلکہ ان

کے سارے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ اندازہ لگاتے ہوئے سندولہ اور گاتون دونوں اپنے بچے کھچے لشکریوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے طلیطلہ شہر کا رخ نہیں کیا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے طلیطلہ شہر میں گھس کر مدافعت کرنے کی کوشش کی تو امیر محمد اپنے سالاروں کے ساتھ شہر کا محاصرہ کرے گا اور اس وقت تک محاصرہ ترک نہیں کرے گا جب تک باغی ہتھیار نہیں ڈال دیتے۔ اور اگر ایک بار وہ دونوں امیر کے ہتھے چڑھ گئے تو امیر ان کی گردن کاٹنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ لہٰذا گاتون اور سندولہ دونوں اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر شمال کی طرف بھاگ گئے تھے۔

اس جنگ سے متعلق مؤرخین اپنی رائے کا اظہار کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

> ''امیر محمد نے جب نصرانی لشکر کی کثرت پائی تو اس نے وادیٔ سلیطہ کی گھاٹی میں اپنے لشکر کا بڑا حصہ چھپا لیا اور خود چھوٹے سے لشکر کے ساتھ طلیطلہ شہر کے سامنے نمودار ہوا۔ باغیوں نے چھوٹا سا دستہ دیکھ کر حوصلہ کیا اور شہر سے نکل کر حملہ کیا۔ جلیقیہ کے سردار گاتون نے ساری فوج باہر نکال لی۔ امیر نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ انہیں موقع دیا کہ وہ دلیر ہو کر آئیں۔ حتیٰ کہ وہ اس جال میں پھنس گئے جو ان کے لئے لگایا گیا تھا۔''

مؤرخین اس جنگ سے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ اس ٹکراؤ کے دوران لگ بھگ بیس ہزار نصرانی مارے گئے اور بہت تھوڑے جان بچا کر بھاگے۔ مقتولین کے سر قرطبہ اور طلیطلہ شہر کی دیواروں پر رکھے گئے تا کہ بغاوت پسندوں کو عبرت ہو جائے۔

باغیوں کا سر کچلنے کے بعد امیر محمد نے قرطبہ شہر سے اپنے فرزند منذر کو بلایا اور اسے طلیطلہ شہر کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے علاوہ طلبیرہ شہر کے حاکم کو طلیطلہ بلایا گیا اور طلیطلہ شہر میں ایک لشکر رکھ کر اس لشکر کا سالار اسے مقرر کر دیا گیا تھا۔ ان ساری کارروائیوں کی تکمیل کے بعد امیر محمد اپنے لشکر کے ساتھ واپس قرطبہ چلا گیا تھا۔

***

طلیطلہ کی بغاوت فرو ہونے کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ جب قرطبہ پہنچا تو چند ہی دن کے بعد اس کا دادا کچھ دن بیمار رہ کر فوت ہو گیا اور اس کے مزید کچھ دن بعد قرطبہ شہر

کے اندر ایک افسوس ناک حادثہ بھی اپنے انجام کو پہنچا اور وہ حادثہ یولوجیوس کے مقدمہ اور اس کے قتل کا تھا۔

یولوجیوس جو حُسن پرست انسان تھا، پہلے اس نے فلورا جیسی حسین اور خوبصورت لڑکی پر ڈورے ڈالے تھے۔ اور جب وہ اس سے چھن گئی تب اس نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے خلاف اپنی زہر افشانیوں میں اضافہ کر دیا بلکہ اسی جیسی ایک اور خوبصورت لڑکی کو اپنا شکار بنا لیا۔ اس لڑکی کا نام لکریتیا تھا۔ اس حادثہ سے متعلق مؤرخین تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عربوں نے یولوجیوس جیسے عیسائیوں کو جو مسلمانوں سے متعلق گندہ ذہنی کرتے تھے، مجانین یعنی جنون زدہ کہا تھا۔ درحقیقت یہ لوگ تھے بھی ایسے ہی۔ ان کے ہم مذہب جنہیں مسلمانوں میں رہ کر عقلِ سلیم سے کچھ بہرہ ہو گیا تھا، خود ان لوگوں کے سخت خلاف تھے بلکہ اشبیلیہ کے بڑے اسقف نے ان سے میل جول رکھنا عیسائیوں کے لئے منع قرار دے دیا تھا۔ امیر محمد کے باپ امیر عبدالرحمٰن چونکہ نرم مزاج اور درگزر کرنے والے تھے لہٰذا یولوجیوس کو امیر نے آزاد کر کے غلطی کی تھی جس کے نتیجہ میں اس نے گندہ ذہنی کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ اس نے فلورا کے بعد لکریتیا نام کی لڑکی کو اپنے دام میں پھنسا لیا۔ یہ بھی فلورا کی طرح خوبصورت تھی۔ فلورا سے اسے عشق ہو چکا تھا اور بہانے بہانے سے وہ اس کا اظہار بھی کر چکا تھا۔"

اس سے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ لکریتیا کو ورغلا کر وہ اغواء کر کے لے گئے۔ جب اغواء کی رپورٹ سرکار میں پہنچی تو سرکاری گماشتے تفتیش کرنے لگے۔ آخر لکریتیا پکڑی گئی۔ ساتھ ہی یولوجیوس اور اس کی بہن انولا کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ اس جرم میں قاضی نے انہیں تازیانے کی سزا دی۔

اس موقع پر جب لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی اور گندہ ذہنی شروع کی، تب انہیں واجب القتل قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ اس جرم میں نہ صرف یولوجیوس بلکہ لکریتیا جو خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے نبی اور پیغمبرِ اسلام حضرت

محمد ﷺ کے خلاف گندہ دہنی میں برابر کی شریک تھی، دونوں کو سزائے موت دے کر ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس طرح اندلس کے جنونی اور متعصب نصرانیوں نے جو ایک گروہ بنا کر مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ کے خلاف گندہ دہنی کا کام شروع کیا تھا، اس کا خاتمہ ہوا۔





وحشی اور خونخوار نارمنوں نے جنہیں لوگوں نے اب شیطان کے گماشتے کہنا شروع کر دیا تھا، مسلمانوں کے مغربی ساحلوں پر لگاتار شکستیں کھانے کے بعد اُندلس سے منہ موڑ کر مشرق کا رخ کیا تھا۔ جزائر سارڈینیا، منورکہ، صقلیہ، مالٹا اور آس پاس کے دوسرے جزیروں پر حملہ آور ہو کر انہوں نے تباہی و بربادی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا تھا۔

ان دنوں سمندر کے اندر جس قدر قزاق سرگرداں تھے ان پر حملہ آور ہو کر نہ صرف ان کا قتلِ عام کیا بلکہ ان کی لوٹ مار کر کے ان کے سامان پر قبضہ کرنے کے بعد ان کے جہازوں اور کشتیوں پر بھی وہ قابض ہو گئے تھے۔

اس طرح مختلف جزائر پر حملہ آور ہونے کے بعد انہوں نے نہ صرف اپنے لئے دولت کے انبار بلکہ اپنے لئے اناج کے علاوہ دوسری ضروریات کے بھی انبار لگا لئے تھے۔ اب ان کے جہاز اور کشتیاں ان کی ضروریات کی چیزوں سے بھر گئی تھیں اور مطمئن ہو کر انہوں نے جزیرہ منورکہ میں آن قیام کیا تھا۔

ایک روز اسی جزیرہ منورکہ میں وحشی نارمنوں کے سالار اور حاکم مناکش نے اپنے سالاروں، اُمراء اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب طلب کئے جانے والے سارے لوگ مناکش کے پاس جمع ہو گئے تو اس موقع پر مناکش کے دائیں جانب اس کی حسین اور خوبصورت بیٹی سیرد بیٹھی ہوئی تھی۔ بائیں جانب سیرد کی ماں اور مناکش کی بیوی ساگون تھی۔ بڑے بڑے سالاروں میں سے پرسول، غندش اور دیگر چھوٹے بڑے سارے سالار اور امراء اپنے اپنے منصب کے مطابق بیٹھ چکے تھے۔

اس موقع پر مناکش نے وہاں جمع ہونے والے سب لوگوں پر ایک گہری نگاہ ڈالی،

پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! اپنے مسکنوں سے نکل کر جس قوم پر بھی ہم حملہ آور ہوئے، اسے نیست و نابود کیا، اسے شکست دی۔ ہم نے فرانس کو اُلٹ کر رکھا، انگلستان میں بربادی کا کھیل کھیلا، جلیقیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ لیکن ہماری بدبختی جب ہم مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے تو ماضی میں جس قدر ہمیں فتوحات حاصل ہوئی تھیں ان سے زیادہ ہمیں مسلمانوں کے مقابلے میں شکستوں اور ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان شکستوں کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ جو کچھ ہم نے جمع کر رکھا تھا، وہ خرچ ہو گیا اور ہمارے پاس اناج کے ذخیرے بھی ختم ہونے کے قریب ہو گئے تھے۔ لہٰذا میں نے مسلمانوں کے خلاف جنگوں کا سلسلہ بند کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہم نے مشرق کا رخ کیا تھا۔ اب ان سمندروں کے مختلف جزیروں پر حملہ آور ہونے کے بعد ہمارے پاس اس قدر مال و دولت اور ضروریات کا سامان جمع ہو چکا ہے کہ اس قدر تو ہمیں فرانس اور انگلستان میں لوٹ مار کے دوران بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ ہمارے لشکری بھی تازہ دم ہیں۔ اور پھر اس لوٹ مار کے سامان میں انہیں بہت کچھ دے کر ان کی حوصلہ افزائی بھی کی جا چکی ہے۔ وہ سب اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ مالا مال ہو چکے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ پھر مغرب کا رخ کیا جائے۔ پہلے ہم نے مسلمانوں کی سلطنت کے غربی ساحلوں پر ضرب لگائی تھی، حملہ آور ہوئے تھے لیکن ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں مشرق کی طرف سے مسلمانوں کی مملکت پر حملہ آور ہوں۔ میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ہر صورت میں اُندلس میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کے مرکزی شہر قرطبہ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں ماضی میں جس قدر ہمیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا، ان شکستوں کا میں انتقام مسلمانوں سے ضرور لوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا، ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی نوجوان اور خوبصورت بیٹی سیرد پر ڈالی۔ پھر دوبارہ سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''ہماری شکستوں اور ہماری بربادی کی وجہ مسلمانوں کے دو بڑے سالار تھے۔ ایک عبدالکریم اور دوسرا اسمٰعیل بن موسیٰ۔ جہاں تک عبدالکریم کا تعلق ہے تو وہ تو مر چکا

ہے۔ جہاں تک اسمٰعیل بن موسیٰ کا تعلق ہے تو وہ ان دنوں مسلمانوں کا سالار اعلیٰ ہے۔ اس کے تحت دو اور سالار ہیں جن کی کارکردگی ہمارے خلاف اعلیٰ پائے کی رہی ہے۔ ان میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ سرِفہرست ہیں۔ عبدالکریم کے مارے جانے کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ سے ہم نے انتقام لینا ہے۔ اس لئے کہ ماضی میں مسلمانوں کے یہی سالار ہمارے لئے بدبختی کا باعث بنے ہیں اور یہی ہماری شکستوں اور ہماری ناکامیوں کے ذمہ دار بھی ہیں۔"

یہاں تک کہہ کر مناکش کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، دم لیتا رہا۔ پھر دوبارہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"جو خبریں اب تک مجھے ہمارے مخبروں کے ذریعے پہنچی ہیں، ان کے مطابق مسلمانوں کے حالات بھی ان دنوں درست نہیں ہیں۔ شمال کے دو حکمران یعنی اشتوراس کا بادشاہ ایسٹریاس اور جلیقیہ کے حکمران مسلمانوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کی ابتداء کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف طلیطلہ شہر میں بھی ایک بہت بڑی بغاوت اُٹھی ہے جسے نئے حکمران امیر محمد نے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ مل کر دبا لیا ہے۔ لیکن نئے حکمران کے لئے اندرونی حالات درست نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم مسلمانوں کے مشرقی علاقوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کریں تو یقیناً انگلستان اور فرانس کی طرح اس بار بھی کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے مناکش رکا تھا۔ پھر دوبارہ کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! اس سے پہلے میں اپنے دو بڑے سالاروں پرسول اور غندش کے ساتھ طویل گفتگو کر چکا ہوں۔ ان دونوں کے ساتھ صلاح و مشورے کے بعد یہ طے پایا تھا اور اسی سے متعلق اب میں تمہیں آگاہ کرنے لگا ہوں۔

چند دن اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینے کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور جبل الطارق کو اپنا مسکن بنائیں گے۔ سارے جہاز، ساری کشتیاں جبل الطارق کے ساحل پر کھڑی کر دی جائیں گی۔ کشتیوں اور جہازوں کے اندر سے سامان اتار کر جزیروں میں منتقل کر دیا جائے گا اور وہیں سے اٹھ کر مسلمانوں پر حملوں کی ابتداء کر دی

جائے گی۔ یہ حملے طویل بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہفتے، مہینے، سال بھی لگ سکتے ہیں۔ کچھ بھی ہو، ایک بار ان مسلمانوں کو شکست دے کر اور ان کے مرکز حکومت کے دروازے پر دستک دے کر ان سے اپنی ناکامی اور شکستوں کا انتقام ضرور لوں گا۔ اس موقع پر ہمیں ایک احتیاط بھی برتنا ہو گی۔ جبل الطارق کو اپنا مسکن بنانے کے بعد جہاں ہم اس کے ساحل پر اپنی کشتیاں اور اپنے جہازوں کو لنگر انداز کریں گے وہاں مستقل طور پر اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی متعین کر دیں گے اور ایک سالار بھی مستقل طور پر جبلِ طارق میں رہے گا۔ باقی لشکر پرسول، غندش اور دیگر سالاروں کی سرکردگی میں مسلمانوں کی سلطنت کے مشرقی ساحلوں کو اپنا ہدف بناتے ہوئے داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ جہاں میری ضرورت پڑی، میں بھی جنگوں میں حصہ لوں گا۔ لشکر کا ایک حصہ جبلِ طارق میں رکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے حالات پہلے کی نسبت تبدیل ہو چکے ہیں۔

جب ہم نے انگلستان، فرانس اور جلیقیہ سے فارغ ہونے کے بعد مسلمانوں کے غربی ساحل پر حملے شروع کئے تھے اس وقت حالات کچھ اور تھے۔ اس وقت مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن تھا اور اس کے پاس نہ کوئی کشتی تھی نہ جہاز نہ بحری بیڑہ۔ لہٰذا مسلمان سمندر کے اندر ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے جس کے نتیجہ میں ہم مغربی ساحل چھوڑ کر با حفاظت ان مشرقی جزیروں کی طرف آ کر اور یہاں حملہ آور ہو کر اپنی حالت کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ لیکن اب مسلمانوں کی وہ حالت نہیں رہی۔

جس وقت ہم نے مسلمانوں کے مغربی ساحل کو اپنا ہدف بنایا تھا، اس وقت مسلمان کم تھے اور جنگ کرنے کے لئے مجبور تھے۔ سمندر میں نہیں اتر سکتے تھے۔ اس لئے کہ ان کے پاس بحری بیڑہ نہیں تھا اور اس کا مسلمانوں کو ماضی میں نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لئے کہ سمندر کے اندر جب کبھی بھی بحری قزاق مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچاتے رہے، مسلمان ان کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرنے میں کامیاب نہ رہے۔ اپنی اس ناکامی کو سابق حکمران عبدالرحمٰن نے محسوس کر لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کے پاس مضبوط بحری بیڑہ ہوتا تو وہ نہ قزاقوں کے ہاتھوں اتنا بڑا نقصان اٹھاتے نہ ہی ہمارے خلاف سمندر میں اُترنے کے لئے بے بس و مجبور ہوتے۔

چنانچہ موجودہ حکمران محمد کے باپ عبدالرحمٰن نے اشبیلیہ میں ایک دارالصناع تعمیر کروایا جس کے اندر جہاز سازی کا کام شروع کیا۔ جس نے بہت جلد ترقی کی۔ اس کے اندر جہاز اور کشتیاں تیار ہونا شروع ہو گئے۔ اس طرح اب اندلس میں مسلمانوں کی بحری طاقت ایک عظیم طاقت خیال کی جاتی ہے۔ گو ابھی تک مسلمانوں کے امیر نے اپنا کوئی امیر البحر مقرر نہیں کیا نہ ہی اب تک مسلمانوں کو کسی بحری جنگ کی نوبت پیش آئی ہے اور نہ ہی وہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لائے ہیں۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ جب ہم مشرقی ساحل کو اپنا ہدف بنانا شروع کریں گے تو جہاں مسلمان خشکی میں ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے، وہاں اپنے بحری بیڑے کو بھی وہ متحرک کریں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر ہم نے جبلِ طارق کو اپنا مسکن بنانے کے بعد کوئی حفاظتی لشکر مقرر نہ کیا تو مسلمانوں کا بحری بیڑہ ہمیں کوئی جُل دے کر سمندر کے اندر اچانک نمودار ہو کر جبلِ طارق پر حملہ کر کے ہمارے پڑاؤ کو ناقابلِ تلافی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر ہم تو چند دن بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ لہٰذا جبلِ طارق کی حفاظت انتہائی ضروری ہو گی۔ وہاں چٹانوں کے پیچھے مورچے بنا لئے جائیں گے۔ جن کے پیچھے ہمہ وقت حفاظت کی خاطر تیر انداز بٹھا دیئے جائیں گے تاکہ جبل طارق جسے ہم اپنا مسکن بنائیں گے اسے ایک مضبوط، مستحکم اور محفوظ قلعے کی شکل دے دی جائے۔"

یہاں تک کہتے کہتے مناکش کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی حسین اور خوبصورت بیٹی سیرد بول اُٹھی تھی۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"گو میرے باپ نے مسلمانوں کے خلاف متوقع کارروائیوں کی تفصیل سب لوگوں سے کہہ دی ہے لیکن میں اس میں تھوڑی سی تبدیلی اور اضافہ کرنا چاہوں گی۔ ماضی میں ہمارے تین سالار مسلمانوں کے خلاف متحرک رہے۔ ایک میرا منگیتر کوراش، دوسرا پرسول، تیسرا غندش۔ ہماری بدقسمتی کہ کوراش کو ایک ٹکراؤ کے دوران مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور مزید بدقسمتی یہ کہ میں نے تہیہ کر رکھا تھا بلکہ قسم کھائی تھی کہ کوراش کے مرنے کا انتقام میں اسمٰعیل بن موسیٰ سے لوں گی۔ اسے موت کے گھاٹ اتاروں گی۔ لیکن میں اب تک اپنا مقصد حاصل کرنے میں

کامیاب نہیں ہو سکی۔

اب آئندہ جو مسلمانوں کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے، ان میں کسی جنگ میں بھی میرا باپ حصہ نہیں لے گا۔ میرا باپ صرف پڑاؤ میں قیام رکھے گا اور لشکر کی حفاظتی تدبیروں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اس میں تبدیلیاں کرتا رہے گا۔ مزید لشکریوں کی تربیت کا کام بھی سرانجام دے گا۔ غندش، پرسول اور دوسرے سالاروں کے ساتھ اب میں خود جنگوں میں حصہ لوں گی اور مجھے امید ہے کہ اس بار ہم نہ صرف مسلمانوں کو پے در پے شکستیں دینے میں کامیاب ہوں گے بلکہ ان کی سرزمینوں کے اندر پیش قدمی کرتے ہوئے ان کے مرکزی شہر قرطبہ کا بھی رخ کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر کے لئے سیرد رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"ہمارے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد ماضی میں بھی کم تھی اور آنے والے دور میں بھی کم ہی رہے گی۔ ماضی میں ہم سے ایک غلطی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی ہم نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ میں سمجھتی ہوں ایسا کر کے ہم نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ پہلے پورے لشکر کے ساتھ مسلمانوں سے ٹکرانا تھا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں جب مسلمانوں کو شکست ہوتی تب اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد مختلف سمتوں میں حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کرنا تھا۔ لیکن ہم نے چونکہ ایسا نہیں کیا لہٰذا جگہ جگہ مسلمانوں کے خلاف ہمیں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن اس بار ہم اپنی ان غلطیوں کو دہرائیں گے نہیں۔ پہلے اپنے پورے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے شرقی علاقوں کا رخ کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کو ہم انہی کی سرزمینوں میں بھاگ جانے اور شکست اٹھانے پر مجبور کر دیں گے۔ ایک بار مسلمانوں کے پاؤں ہم نے اُکھیڑ دیئے، ایک بار ہم نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا تو میری ایک بات یاد رکھنا کہ مسلمانوں کے مرکزی شہر قرطبہ تک کوئی قوت، کوئی طاقت ہماری راہ نہ روک پائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیرد جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے اس کا باپ مناکش بول اٹھا تھا۔

"اس موقع پر جو کچھ میری بیٹی سیرد نے کہا ہے، میں مکمل طور پر اس سے اتفاق کرتا

ہوں۔ اب آخری بات یہ ہے کہ میں صرف ایک مہینہ کی مہلت دیتا ہوں۔ ایک مہینہ کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور جبلِ طارق کو اپنا مسکن بنا کر مسلمانوں کے علاقوں پر اپنے حملوں کی ابتداء کر دیں گے۔"

مناکش کی اس تجویز سے چونکہ سارے سالاروں اور اُمراء نے اتفاق کیا تھا لہٰذا مناکش نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

***

دوسری طرف یہی حالت قرطبہ میں امیر محمد کی بھی تھی۔ اسے بھی مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ جہاں شمال کے عیسائی حکمران ایسٹریاس اور جلیقیہ کے بادشاہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے پَر تول رہے ہیں، جہاں شمال کا طاقتور عیسائی بادشاہ لیون کا حکمران الفانسو ضرب لگانے کے لئے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر چکا ہے وہاں اب نارمن بھی مشرق کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہے ہیں۔

یہ خبریں آنے کے بعد امیر محمد نے بھی اپنے سالاروں، امراء اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس قرطبہ کے قصر میں طلب کر لیا تھا۔

جب سب لوگ امیر کے سامنے جمع ہو گئے تب امیر نے بڑی تفصیل کے ساتھ پہلے جو خبریں نارمنوں کی طرف سے آئی تھیں وہ لوگوں کے سامنے بیان کیں۔ شمال کی طرف سے اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس، جلیقیہ کے حکمرانوں اور عیسائی ریاست لیون کے بادشاہ الفانسو کی طرف سے جو خطرات منڈلا رہے تھے ان کی تفصیل بھی سب سے کہی۔ یہ سب کچھ جاننے کے بعد بہت سے اُمراء فکر مند ہو گئے تھے۔ تاہم ان کی تسلی اور تشفی کے لئے امیر محمد سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اس سلسلے میں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ ان سرزمینوں میں کچھ قوتیں مسلمانوں کو اپنا ہدف بنانا چاہتی ہیں۔ ماضی میں اس سے بڑے بڑے حکمران ہم سے ٹکرائے۔ ہماری بساط انہوں نے اُلٹنے کی کوشش کی۔ ہمیں شکست دے کر ہمارے مرکزی شہر میں داخل ہونا چاہا۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کو ناکامی، بدبختی اور شکست کی کالک کا ہی سامنا کرنا پڑا۔

اب ہمارے سامنے دو محاذ کھلیں گے۔ ایک مشرق کی طرف سے نارمنوں کا، دوسرا

شمال کی طرف سے ایسٹریاس اور جلیقیہ کے بادشاہ اور لیون کے بادشاہ الفانسو کا۔ اب ان دونوں محاذوں پر ہم نے اپنے دشمنوں سے کیسے نمٹنا ہے اس کی تفصیل میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں۔ اس کے بعد اس تفصیل میں اگر تم میں سے کوئی اچھی معقول تبدیلی پیش کرے گا تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر محمد رکا، پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''یہ مت خیال کرنا کہ یونہی مجھے مخبروں نے شمال اور مشرق کے ان خطرات سے آگاہ کیا اور میں نے یہ اجلاس طلب کر لیا۔ ہرگز نہیں۔ اپنے سارے مخبروں کو میں نے پہلے ہی اسمٰعیل بن موسیٰ کے تحت کر دیا ہے اور ساری خبریں اس کے ذریعے ہی مجھ تک پہنچتی ہیں۔ شمال اور مشرق سے آنے والی یہ خبریں جب آئیں تب سب سے پہلے میں نے اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ، عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ، عبید اللہ اور دیگر سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ اس مشورے میں ہم نے بہت اہم فیصلے کئے اور وہ فیصلے کرنے کے بعد ہی میں نے یہ اجلاس طلب کیا ہے اور اب اسی اجلاس میں، میں سارے اُمراء کو ان فیصلوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔''

تھوڑی دیر رک کر امیر محمد نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

''پہلا فیصلہ جو میں نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر کیا ہے وہ یہ کہ اپنی بری اور بحری دونوں عسکری قوتوں کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے گا اور ان کی تعداد کو بڑھایا جائے گا۔ اسی لئے نئے لشکریوں کی تربیت کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ عبداللہ بلنسی کو امیر البحر مقرر کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کے معاون کی حیثیت سے عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کام کریں گے۔ جنگی نقطہ نظر سے یہ تینوں سالار جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرح اسمٰعیل بن موسیٰ کی ہدایات کے تحت کام کریں گے۔ ہمارے لئے جو اس وقت سب سے بڑا خطرہ منڈلا رہا ہے وہ نارمنوں کا ہے۔ نارمنوں کے پاس ایک بہت بڑا بحری بیڑہ ہے۔ اور جو خبریں اب تک آئی ہیں ان کے مطابق انہوں نے نہ صرف بحری قزاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے بلکہ مختلف جزیروں پر حملہ آور ہو کر وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہوئے اپنے لئے بڑے فوائد حاصل کئے ہیں۔ ہمارے مخبروں کا کہنا ہے کہ بحیرہ روم کے اندر کئی مواقع پر انہوں نے بحری قزاقوں کے مختلف گروہوں پر

ضرب لگائی، اُنہیں نیست و نابود کر کے ان کے سارے مال پر بھی قبضہ کر لیا اور ان کے جہازوں اور کشتیوں کو بھی اپنے بحری بیڑے میں شامل کر لیا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے صقلیہ، مالٹا، سارڈینیا اور دوسرے بہت سے جزائر پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ اس طرح ان کی مالی، اقتصادی اور عسکری کارکردگی اب پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ ان حالات میں ہمیں بھی اپنی کارکردگی کو بڑھانا ہوگا اور اس میں صحت مند تبدیلیاں بھی کرنا ہوں گی۔

دوسرا فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ بحری بیڑہ جس کا سربراہ عبداللہ بلنسی ہوگا، اُس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ عبداللہ بلنسی، دوسرا عبداللہ بن امیہ، تیسرا عبید اللہ کے تحت ہوگا۔ تاہم یہ سارے حصے عبداللہ بلنسی کی کمانداری ہی میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے اور اس سلسلے میں ان کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ کا فیصلہ آخری ہوا کرے گا۔

نارمنوں سے ٹکرانے کے لئے ہم اپنی تین بندرگاہوں کو استعمال کریں گے۔ المریہ، مالقہ اور قادس۔ نارمن اگر بالکل جنوبی حصہ کی طرف بڑھتے ہوئے حملہ آور ہوتے ہیں تو قادس کی بندرگاہ استعمال کریں گے۔ اگر وہ جبلِ طارق کے سامنے نمودار ہوتے ہیں تو مالقہ کی بندرگاہ کو اپنا مرکز بنایا جائے گا اور اگر وہ مزید شمال کی طرف رہتے ہوئے ہمارے علاقوں کو ہدف بنانا چاہیں گے تو المریہ کی بندرگاہ ہماری قوت کا مرکز ہوگی۔ جہاں تک میں اپنے سالاروں سے مشورہ کر پایا ہوں، اس کے مطابق وحشی نارمن اپنے بحری بیڑے کو ساحل کے قریب نہیں لائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ اپنے بحری بیڑے کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو ہماری سرزمینوں کے کسی حصہ پر اچانک اتارنے کی کوشش کریں گے پھر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں ہمارے مخبر جگہ جگہ ان کی نقل و حرکت پر بھی نگاہ رکھیں گے اور اپنی کارگزاری سے وقت ضائع کئے بغیر اسمٰعیل بن موسیٰ اور مجھے مطلع کریں گے اور پھر انہی اطلاعات کی روشنی میں ہم نارمنوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

جہاں تک ہمارے مخبر ہماری رہنمائی کر سکے ہیں اس کے مطابق نارمن کم از کم ایک ماہ بعد ہمارے خلاف اپنی کارروائیوں کی ابتداء کریں گے اور اس سے پہلے ہمیں ایک اور مہم سے نمٹنا ہوگا۔ دراصل جلیقیہ کا سپہ سالارِ اعلیٰ گاتون اور طلیطلہ کا باغی سندولہ

وادئ سلیط میں ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد شمال کی طرف بھاگ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے فرانس کے حکمرانوں کے علاوہ فرانس سے ملحقہ ایستورین کی ریاستوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ لہٰذا فرانس اور ایستورین کی ریاستوں نے گاتون اور سندولہ کی بھرپور مدد کی ہے۔ ایک خاصا بڑا تربیت یافتہ لشکر ان کو مہیا کیا ہے تاکہ وہ ہمارے علاقوں پر پھر سے یلغار کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ فرانس سے مدد حاصل کرنے کی وجہ سے ہمارے لئے اور مسائل بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ خبریں طلیطلہ پہنچ گئی ہیں اور طلیطلہ سے میرے بیٹے منذر نے یہ اطلاعات بھی بھیجی ہیں کہ گاتون اور سندولہ کو فرانس اور ایستورین کی ریاستوں سے مدد مل جانے کی وجہ سے طلیطلہ کے اندر بغاوت کی لہریں پھر سر اُٹھانا شروع ہو گئی ہیں۔ جو اطلاعات میرے بیٹے نے طلیطلہ سے روانہ کی ہیں ان اطلاعات کے مطابق اس کا اور طلیطلہ میں ہمارے سالار کا کہنا ہے کہ طلیطلہ میں شورش زیادہ تر باہر سے آئے ہوئے متعصب عیسائیوں اور یہودیوں کی پھیلائی ہوئی ہے۔ جبکہ اہلِ طلیطلہ اپنی املاک کی بربادی پر ملول اور پریشان ہیں۔ اگر انہیں متعصب عیسائی اور یہودی اُکسانا چھوڑ دیں تو وہ ہماری اطاعت کا دم بھرنے لگتے ہیں لیکن مفسد اور شریر لوگ چین سے نہیں بیٹھتے۔ یہ اطلاعات بھی آئی ہیں کہ جب طلیطلہ کے باغی عناصر کو پتہ چلا کہ گاتون اور سندولہ نے فرانس اور ایستورین کی ریاستوں سے ایک بہت بڑا لشکر حاصل کر لیا ہے اور اب وہ جنوب کا رخ کئے ہوئے ہیں تو طلیطلہ کے باغیوں نے دریائے تاجہ کے اُس پُل کے نیچے بارودی سرنگ بچھا دی جسے عبور کر کے طلیطلہ شہر میں داخل ہوا جاتا ہے اور اُس بارود کی سرنگ سے پُل کو اُڑا دیا۔ اس وقت پُل کے اوپر کافی آمد و رفت تھی۔ لہٰذا پُل کے گرنے کی وجہ سے شہریوں کے علاوہ لشکریوں کا خاصا بڑا نقصان ہوا ہے۔ فی الحال میں طلیطلہ کے حالات کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ اس وقت میری توجہ کا مرکز دو مہمیں ہیں۔ ایک سندولہ اور گاتون کی مہم جنہوں نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا ہے اور وہ اسے لے کر جنوب میں ہمارے علاقوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دوسرا لشکر جو ہمارے علاقوں کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے وہ موسیٰ بن موسیٰ کا ہے۔ یہ اپنے بیٹے لُوپ کے ساتھ ہمارے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر چکا ہے۔ سرقسطہ، ترطیلا اور ان سے ملحقہ علاقوں کے اندر انہوں نے نہ صرف بغاوت کھڑی کر دی ہے بلکہ لوگوں پر حملہ آور

ہو کر انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔

ان دنوں جس قدر ہمارے پاس لشکر ہے اس میں سے ایک بڑا حصہ اسمٰعیل بن موسیٰ لے کر مغرب کی طرف کوچ کرے گا اور میں یہ دونوں مہمیں اس کے سپرد کرتا ہوں۔ حسب سابق جزیر بن موفق، حارث بن بزیغ اور کچھ دیگر چھوٹے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کے ساتھ ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ یہ تینوں سالار مل کر ان دونوں مہموں کو بڑے احسن طریقے سے سر کرلیں گے۔

اس کے علاوہ نارمنوں کے سامنے دیوار کھڑی کرنے کے لئے لشکر کا ایک بڑا حصہ عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کے پاس ہوگا۔ اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ عبداللہ بلنسی ہوگا۔ جہاں بحری بیڑے کی ضرورت ہوگی وہاں یہ تینوں بحری بیڑے کو حرکت میں لاتے ہوئے نارمنوں کا مقابلہ کریں گے اور جہاں نارمن خشکی کی طرف سے ہمارے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے وہاں یہ ان کی راہ روکیں گے۔

جہاں تک میرا اندازہ ہے، فی الحال نارمن ہمارے خلاف حرکت میں نہیں آئیں گے اور مجھے امید ہے کہ نارمنوں کے حرکت میں آنے تک اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ شمال کی اپنی دونوں مہموں سے فارغ ہو چکے ہوں گے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ہم نارمنوں سے ماضی کی طرح بڑے احسن طریقے سے نمٹ سکیں گے۔ اور اگر اسمٰعیل بن موسیٰ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ شمال کی مہموں میں مصروف ہوا اور اس دوران نارمنوں نے بھی ہمارے علاقوں پر یلغار کر دی تو پھر نارمنوں کا مقابلہ عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کریں گے۔ لیکن یہ اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھیں گے، جارحیت اختیار نہیں کریں گے۔ صرف گھات میں رہتے ہوئے نارمنوں کی پیش قدمی کو روکیں گے اور انہیں اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھتے ہوئے معاملے کو طول دیں گے۔ تاوقتیکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ شمال کی مہم سے فارغ ہو کر واپس آ جائے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو خداوند قدوس نے چاہا تو پھر ہم دفاع سے نکل کر نارمنوں کے خلاف ایسی جارحیت اختیار کریں گے کہ ماضی سے بھی ان کی حالت بدتر بنا کر رکھ دیں گے۔''

اس کے بعد بڑے رازدارانہ انداز میں جنگ سے متعلق کچھ لائحہ عمل طے ہوا، پھر

امیر محمد نے بھی وہ مجلس ختم کر دی تھی۔

***

اس مجلس سے اٹھ کر اسمٰعیل بن موسیٰ جب اپنی حویلی میں داخل ہوا تو حویلی سے باہر نکل کر ایرش نے اس کا استقبال کیا۔ پھر شکووں بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

''آپ اتنی دیر ہوئی گھر سے نکلے ہوئے ہیں۔ کہاں رہے آپ؟''

اس پر امیر محمد کے ساتھ جو مجلس ہوئی تھی اس کی تفصیل اسمٰعیل بن موسیٰ نے ایرش سے کہہ دی تھی۔ ایرش مطمئن ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں ترجیلہ بھی باہر نکل آئی تھی۔ تینوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ پھر ترجیلہ اور اپنی بیوی ایرش کو مخاطب کر کے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''ایرش اور اماں! دونوں مجھے غور سے سنو۔ میں کل جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ ایک لشکر لے کر شمال کی مہم کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا اس مہم میں مجھے کتنے دن لگیں گے۔ بہرحال میں کوشش کروں گا کہ جلد فارغ ہونے کی کوشش کروں۔ اس لئے کہ ان دنوں ہمارے لئے دو طرف سے خطرات ہیں۔ شمال میں موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کے علاوہ سندولہ اور جلیقیہ کا سپہ سالار گاتون حرکت میں آئے ہوئے ہیں جبکہ جنوب کی طرف سے نارمنوں کے حملہ آور ہونے کا بھی خطرہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب تفکرات بھرے انداز میں اس کی ماں ترجیلہ اسے مخاب کر کے کہنے لگی۔

''بیٹے! پہلے تمہارے دادا تھے تو ہمیں کوئی فکر نہ تھی۔ اب ہم دونوں اکیلی ہیں۔ غور سے دیکھو، ایرش کی حالت پر نگاہ دوڑاؤ۔ تم اب باپ بننے والے ہو۔ اس کا بھی پہلے کی نسبت زیادہ خیال رکھا جانا چاہئے......''

یہاں تک کہتے کہتے ترجیلہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''اماں! آپ کو فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ امیر محمد کے ہاں سے اٹھ کر میں پہلے ایرش کے اماں، ابا اور بھائی سے مل کر آ رہا ہوں۔ فیصلہ یہ ہوا ہے کہ جب تک میں شمال کی مہموں میں مصروف رہوں گا ایرش کا بھائی جیوس یہاں حویلی میں رہے گا۔ آپ لوگوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے آپ

دونوں ماں بیٹی کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اریش کا کوئی خیال رکھ ہی نہیں سکتا۔ اور پھر اریش کی امی حماسہ کا کہنا تھا کہ وہ ہر روز یہاں آتی رہے گی۔ اور اگر اس نے محسوس کیا تو پھر وہ بھی یہیں منتقل ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ فکر مند نہ ہوں۔ اب آپ یہ کہیں گے کہ اریش کے لئے اب بھی خطرات ہیں۔ تو میں آپ سے کہوں کہ اریش کی حفاظت کا حویلی کے اطراف میں بہترین انتظام ہے۔ صرف اریش ہی نہیں اس کے ماں باپ اور بھائی کی حفاظت کا بھی میں نے بڑا احسن انتظام کر رکھا ہے۔ اماں! میرے شمال کی مہم کی طرف کوچ کرنے کے بعد آپ اریش کے سامنے کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہ کرنا۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو سے اریش اور ترجیلہ دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ دونوں میں سے کوئی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحے اریش کا باپ ارتمیں، ماں حماسہ اور بھائی جیوس حویلی میں داخل ہوئے۔ شاندار انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ، ترجیلہ اور اریش نے ان کا استقبال کیا۔ پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ کر اسمٰعیل بن موسیٰ کی شمال کی مہم کے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔

اگلے روز اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں ساتھیوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ لشکر لے کر قرطبہ سے شمال کی طرف کوچ کر گیا تھا۔





سندولہ اور گاتون نے فرانس اور دوسری ریاستوں سے طاقت اور قوت حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

دوسری طرف موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا باغی بیٹا لُوپ بھی مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ یہ دونوں بڑی قوتیں شمال کی سمت سے مسلمانوں کے علاقوں پر موت کی دستک دیتی خنّاس، شیطانی وحشتوں اور در و دیوار چاٹتی تاریکیوں میں سینوں کے تعاقب میں بربادی کے سائے بھر دینے والے بدی کے خوفناک سایوں اور بے خوف راتوں میں ظلم و استبداد کے تاکستان کھڑے کرتی وحشت کی پت جھڑ، برہنہ اور برہم آگ کے شعلوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

جس جس سمت بھی وہ گئے، مسلمانوں کے علاقوں میں انہوں نے خوف وحراس کا کھیل کھیلا۔ بغض و عداوت، شرر خیزی پھیلائی، اہانت اور ذلت کی جولان گاہیں، ہجرتوں کی قہرمانیاں اور عذابوں کے سلسلے کھڑے کر کے رکھ دیئے۔ جن علاقوں میں انہوں نے قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا، بوڑھوں، بچوں میں تمیز کیے بغیر ان کا قتل عام کیا، وہاں وحشت بھری تنہائیوں، اُداس پتوں کی زرد رُتوں، پت جھڑ کے مارے پیڑوں، محرومیوں کی داستانوں جیسی خاموش ظلمتوں، پرانے صدیوں کے کھنڈر کی سی کیفیت چاروں طرف پھیلا کے رکھ دی تھی۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ ابھی راستے میں ہی تھا کہ شمال کی طرف سے کچھ مخبر اس کے سامنے آئے۔ اسمٰعیل نے انہیں مخاطب کیا۔

''کیا حملہ آوروں نے ہمارے علاقوں کو نقصان پہنچایا ہے؟''

اس پر ایک مخبر اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! آپ کا کہنا درست ہے۔ دشمن نے ہمارے وسیع علاقوں کو روند کر رکھ دیا ہے۔ جو مسلمان بھی ان کے سامنے آیا اس کا انہوں نے قتلِ عام کیا، گھروں کو لوٹا، بستیوں کو آگ لگائی، کھیتوں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور لوگوں کے غول، گروہ کے گروہ جنوب کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ انتہائی بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں جنوب کی طرف آتے ہوئے کچھ مقامات پر پڑاؤ کر چکے ہیں۔ حملہ آوروں نے دو گروہوں میں بٹ کر یا یوں کہئے کہ دو لشکروں میں تقسیم ہو کر مسلمانوں کے علاقوں کی تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے۔ ایک گروہ سندولہ اور گاتون کا تھا، دوسرا گروہ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کا تھا۔ یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے۔ بستیوں کو انہوں نے خوب لوٹا۔ بڑے بڑے قصبوں سے انہوں نے جی بھر کے مال و دولت حاصل کیا۔ اور جب ان کا لوٹ مار، قتل و غارت گری اور آتش زنی سے جی بھر گیا تب وہ ہمارے ہی علاقوں کے اندر پڑاؤ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اسی دوران خبر ملی کہ ہمارا ایک لشکر اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی سرکردگی میں ان پر حملہ آور ہونے کے لئے شمال کا رخ کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ خبر ملنے کے بعد وہ محتاط ہو گئے۔ اب انہوں نے ایک نئے انداز میں آپ کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی ہے۔

مسلمانوں کے علاقوں سے ذرا پیچھے ہٹ کر وہ کوہستانی سلسلوں کے اندر چلے گئے ہیں۔ کوہستانی سلسلوں کے اندر ذرا فاصلے پر وادیاں ہیں اور ان دونوں وادیوں کو ایک درّہ آپس میں ملاتا ہے۔ ایک وادی کے اندر سندولہ اور جلیقیہ کے سپہ سالارِ اعلیٰ گاتون نے پڑاؤ کر لیا ہے اور ان کے پاس بہت بڑا لشکر ہے۔ دوسری وادی میں موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ اپنے باغی ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کر گئے ہیں اور آپ سے نمٹنے کے لئے انہوں نے ایک لائحہ عمل بھی تیار کر لیا ہے۔

امیر! ان علاقوں میں اور خصوصیت کے ساتھ دشمن کے اندر آپ کا نام ڈر، خوف اور دہشت کا باعث ہے۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ ان کی طرف آ رہا ہے تب انہوں نے آپ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنا لائحہ عمل تیار کر لیا ہے۔ ان کا منصوبہ کچھ اس طرح ہو گا کہ جب آپ ان کے ایک گروہ پر حملہ آور ہوں گے تو دوسرا گروہ بیچ کے درّے کے اندر سے گزر کر آپ کی پشت پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا بلکہ آپ کی شکست کا باعث بننے کی کوشش

بھی کرے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا، پھر دوبارہ وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''امیرِ محترم! اس موقع پر میں آپ کو ایک مشورہ بھی دوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ کر لیں۔ مسلمانوں کے جن علاقوں پر سندولہ، گاتون، موسیٰ بن موسیٰ اور لُوپ حملہ آور ہوئے ہیں وہاں کے لوگ جو لٹ پٹ گئے ہیں وہ جنوب کی طرف آ کر پڑاؤ کر گئے ہیں۔ وہ امیر محمد کے خلاف سخت برہمی کا اظہار کر رہے ہیں اور انتقامی باتیں ہمہ وقت آپس میں کرتے ہیں۔ ان حالات میں اگر آپ ان کے پاس گئے تو وہ یقیناً نہ صرف آپ کے خلاف سخت کارروائی کریں گے بلکہ ناروا سلوک بھی روا رکھیں گے اور اس کے علاوہ........''

یہاں تک کہتے کہتے اس مخبر کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''واہ........ یہ بھی تم نے خوب کہی۔ تو گویا میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ڈر سے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پڑاؤ کر لوں اور جب ان کے جذبات ٹھنڈے ہو جائیں اور وہ سردی سے ٹھٹھر کر مرنا شروع ہو جائیں تب میں ان کے پاس جاؤں، دشمن کے ان پر حملہ آور ہونے کی معافی مانگوں اور معذرت کروں۔ جب وہ ٹھٹھر کر مر چکے ہوں گے تو پھر ان سے معذرت کرنے اور معافی مانگنے کا کیا فائدہ؟ تو کیا میں ان کی روحوں سے ملاقات کروں گا؟ میں ابھی اور اسی وقت ان کی طرف جاؤں گا اور اگر وہ میرے خلاف انتقامی کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو ایسا کرنے کا انہیں حق حاصل ہے۔ اگر میرے ساتھ وہ غلط رویے سے پیش آئیں گے تو مجھے سب کچھ برداشت کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ ہم ان کی حفاظت اور تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا۔ لہٰذا ہمیں ان سے ہر برے سلوک کی اُمید رکھنی چاہیے۔ لیکن کسی بھی صورت میں ہم انہیں تنہا تو نہیں چھوڑ سکتے۔ جہاں تک دشمن کے دونوں گروہوں کا تعلق ہے تو ان سے تو میں بعد میں ایسا نمٹوں گا کہ ان کی پشتیں یاد رکھیں گی۔ لیکن سب سے پہلے تو مجھے لٹے پٹے مسلمانوں کی طرف جانا ہے۔ ان کی دلجوئی کرنی ہے۔ ان کی تالیف قلوب اور سکون کا باعث بننا ہے۔ اگر وہ میرے ساتھ سخت رویہ روا رکھتے ہیں تو ایسا کرنے کا

انہیں حق ہے اور مجھ پر واجب ہے کہ میں ان کی ہر سختی کو خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔ سن میرے بھائی! میں یہاں رکوں گا نہیں بلکہ اب میں پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے آگے بڑھوں گا۔ دیکھو! سرما اپنے عروج کی طرف آ رہا ہے اور میں اپنے ان بھائیوں کو ٹھٹھر کر مرنے نہیں دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر مخبروں کے سرخیل کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"میرے عزیز بھائی! پہلے یہ کہہ کہ لٹے پٹے مسلمانوں نے یہاں سے کتنے فاصلے پر قیام کر رکھا ہے؟"

اس پر اُس مخبر نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"امیر! دشمن کے ہاتھوں ستائے مسلمانوں نے کم از کم یہاں سے دس فرسنگ آگے قیام کر رکھا ہے اور ان سے آگے چھ میل کے فاصلے پر دشمن کے علاقوں کی حدود شروع ہو جاتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموش رہ کر اسمٰعیل بن موسیٰ سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"تم ایسا کرو پہلے کی طرح کام میں لگ جاؤ۔ دشمن کے دونوں گروہوں پر گہری نظر رکھو۔ ان کے اندر اگر کوئی تبدیلی رونما ہو تو مجھے فی الفور اس کی اطلاع کرنا۔ تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی عرض کروں کہ اپنے لٹے پٹے بھائیوں کی طرف جانے سے پہلے میں ایک ایسی کارروائی کروں گا جس سے ہمارے بھائیوں کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ تم میں سے ایک مخبر میرے ساتھ رہے، باقی اپنے کام میں لگ جائیں۔ جس جگہ ہمارے ستائے مسلمانوں نے قیام کر رکھا ہے میں ان سے ذرا ہٹ کر آگے نکل جاؤں گا۔ چھ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد دشمن کے علاقوں میں گھسوں گا۔ میں، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دشمن کے علاقے میں اس سے بھی بدتر کھیل کھیلیں گے جو دشمن نے ہمارے علاقوں میں کھیلا ہے۔ جو کچھ انہوں نے ہمارے علاقوں سے حاصل کیا ہے اس سے زائد ہم ان کے علاقوں سے حاصل کریں گے اور اپنے متاثرہ بھائیوں کی اسی مال سے مدد کریں گے۔ اب تم جاؤ، اپنے کام میں لگ جاؤ۔ میں اب اپنے کام کی ابتداء کرتا ہوں۔ صرف تم میں سے ایک میرے ساتھ رہے جو پہلے دشمن

کے علاقوں تک میری رہنمائی کرے، اس کے بعد مجھے وہاں لے کر جائے جہاں ہمارے متاثرہ بھائیوں نے قیام کر رکھا ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر سارے مخبروں نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ پھر ایک مخبر وہیں رہا، باقی وہاں سے ہٹ کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف رہنے کے لئے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے کچھ سوچا، پھر جریر بن موفق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جریر بن موفق! میرے عزیز بھائی! لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دو۔ ایک حصہ حارث بن بزیغ کے پاس رہنے دو۔ دو حصے میں اور تم لے کر اپنی کارروائی کی ابتداء کریں گے۔''

اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے حارث بن بزیغ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ بزیغ! میرے عزیز بھائی! لشکر کا ایک حصہ تمہارے پاس رہے گا۔ لشکر کے اندر جو خوراک اور دوسرے ضروریات کے سامان سے لدے باربرداری کے جانور ہیں وہ تمہاری حفاظت میں رہیں گے۔ یہاں سے تم ہمارے ساتھ ہی کوچ کرو گے۔ دشمن کی سرحدوں سے چھ میل پہلے مسلمانوں کے پڑاؤ سے ایک طرف، تم قیام کر لو گے۔ اپنے سارے سامان کی حفاظت کرو گے۔ اس دوران ہو سکتا ہے دشمن کا کوئی گروہ تمہیں ہدف بنانے کی کوشش کرے۔ اور جب تمہارے پاس لشکر کا ایک حصہ ہو گا تو تم اپنا خوب دفاع کر سکو گے۔ وہاں تمہیں چھوڑنے کے بعد میں اور جریر اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔ ابتداء بھی ایسی کریں گے کہ دشمن ہماری اس کارروائی کو صدیوں تک ایک تلخ یاد کے طور پر بھول نہ پائے گا۔ میرے بھائی! میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اب آؤ لشکر کی تقسیم کے بعد یہاں سے فی الفور کوچ کریں۔''

جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دو حصے اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کے پاس رہے، ایک حصہ حارث بن بزیغ کی ماتحتی میں کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد بڑی تیزی سے شمال کی طرف سفر شروع کر دیا گیا تھا۔

دشمن کی سرحدوں سے کچھ پہلے باربرداری کے جانوروں کو روک کر حارث بن بزیغ

کولشکر کے تیسرے حصے کے ساتھ وہاں روک دیا گیا تھا۔ جبکہ خود اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ فضاؤں کے اندر تاریکیاں پھیلنا شروع ہو چکی تھیں۔ چنانچہ دشمن کے علاقوں کے اندر گھس کر جریر بن موفق اور اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے بڑے بھیانک کام کی ابتداء کر دی تھی۔ دشمن کے علاقوں میں جس سمت بھی انہوں نے رخ کیا، رگ رگ میں تلاطم برپا کرتی کھولتی موت کے تند ریلوں، تباہی کی خاک اُڑاتے سلگتے سرخ لاودں، دلوں کی فضا میں جاں سوز کراہیں کھڑی کرتے آتش کے سیل وطوفان کی طرح یلغار کرتے چلے گئے تھے۔ رات کی گہری تاریکی میں دشمن کے علاقوں میں کارروائی کرتے ہوئے انہوں نے ایسی جرأت کا مظاہرہ کیا کہ تیغ پناہ مانگے۔ ایسی روانگی سے کام لیا کہ دریا اپنی روانی بھول جائیں۔ ایسی شورش کا مظاہرہ کیا کہ جبر اپنی ترکیب کھو بیٹھے۔ ایسی دلیری سے ایک ساتھ ایک بستی سے سے دوسری بستی کا رُخ کیا کہ چاروں طرف آنکھ کو بے بصر کر دینے والے غبار اٹھ کھڑے ہوں۔ ایسی زندہ دلی دکھائی جو پاؤں میں نا اُمیدیوں کے سراب باندھ دے۔ دشمن کے علاقے میں جستِ وخیز کرتے ہوئے ایسی شجاعت کا نمونہ پیش کیا کہ دشتِ عقوبت تک لرز کانپ اٹھے۔

جدھر جدھر بھی اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے اپنے لشکر کے ساتھ رخ کیا، بھڑکتی آتشِ جوالا کی طرح بستیوں کو بے رونق کرتے چلے گئے۔ اُبلتے کھولتے ہزاروں طوفانوں کی طرح اپنے پیچھے گلستانوں کو خاک بسر کر دیا۔ پیچ و تاب کھاتی لہروں کی طرح دشمن کی خواہشوں کے بگولوں کو ریزہ ریزہ کرتے چلے گئے۔ جن جن بستیوں، جن جن قصبوں اور جن جن قریوں کا رخ انہوں نے کیا، اپنے پیچھے وہ کرب بھری داستانیں، مجروح کرتے تیغ نما حوادث، تقدیر کے ہولناک عذاب دکھاتے تشنگی کے کرب اور خوف و ہراس کو گلے لگاتی خونی لمحوں کی شورش چھوڑتے چلے گئے۔

ساری رات دشمن کے علاقوں کے اندر لوٹ مار کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے لشکر کے ساتھ بے شمار سامان کے ساتھ لدے پھندے حارث بن بزیغ کے ساتھ آن ملے تھے۔ اس وقت تک مشرق سے سورج طلوع ہو چکا تھا۔ لہٰذا دشمن سے حاصل کئے ہوئے سارے سامان کو دشمن کے علاقوں سے حاصل کردہ

جانوروں پر پہلے ہی وہ لادے ہوئے تھے۔ اب انہوں نے حارث بن بزیغ کو اپنے ساتھ لیا اور اس سمت کا رخ کیا جہاں لٹے پٹے مسلمانوں نے قیام کر رکھا تھا۔

***

دوسری طرف کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں سندولہ اور گاتون اپنے اپنے لشکر کے ساتھ مطمئن تھے جبکہ دوسری طرف ایک درّے کے فاصلے پر موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ بھی اپنی جگہ مطمئن تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر اندھا دھند یلغار کر کے اپنے لئے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا اور اب وہ یہ بھی خیال کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور جریر بن موفق کے لئے انہوں نے ایک پھندا بھی تیار کر لیا ہے۔ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے سالاروں کے ساتھ جب اپنے لٹے پٹے بھائیوں کی حالت کا اندازہ لگائے گا تو جذبات میں ضرور ان کے دونوں حصوں میں سے ایک پر ضرب لگانے کی کوشش کرے گا۔ جب ایسا کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ موسیٰ بن موسیٰ اور لُوپ پر حملہ آور ہوتا ہے تو درّے کو پار کر کے سندولہ اور گاتون اپنے لشکر کے ساتھ پشت کی جانب سے اس پر ضرب لگائیں گے۔ اور اگر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ دوسری وادی میں سندولہ اور گاتون پر ضرب لگاتا ہے تو موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ درّے کو عبور کر کے اسمٰعیل بن موسیٰ کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اپنی کامرانی کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے۔

لیکن کبھی کبھی انسان فیصلے کچھ کرتا ہے جبکہ قدرت اپنے کچھ اور ہی فیصلوں پر مہر ثبت کر چکی ہوتی ہے۔ چنانچہ اگلے روز جس وقت صبح کا کھانا کھانے کے بعد سندولہ اور گاتون کسی معاملے پر گفتگو کرنے کے لئے دھوپ میں ایک چٹان پر بیٹھ کر گفتگو کا آغاز کرنے ہی لگے تھے کہ ان کے کچھ مخبر بدحواسی کے عالم میں پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ جب وہ سندولہ اور گاتون کے سامنے گئے تو دونوں بدحواسی میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے گاتون نے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟ تم لوگ اس قدر بدحواس ہو کر کیوں بھاگ دوڑ کر رہے ہو؟''

اس پر آنے والوں میں سے ایک نے پہلے سندولہ اور گاتون پر ایک نظر ڈالی، پھر

کہنے لگا۔

"ہماری سرحد سے ملحقہ علاقوں میں مسلمانوں نے اس سے بھی بدتر قیامت برپا کر رکھی ہے جو ہم نے مسلمانوں کے علاقوں میں کی تھی۔ ہم نے تو مسلمانوں کے ایک مختصر سے علاقے میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا تھا جبکہ گزشتہ شب مسلمانوں کے لشکر نے ہمارے وسیع علاقوں کو اپنا ہدف بنایا۔ اَن گنت بستیوں، قصبوں اور قریوں کو لوٹ کر نذرِ آتش کر دیا اور جو کچھ ہم نے دشمن کے علاقے سے حاصل کیا ہے اس سے کئی گنا زائد انہوں نے حاصل کیا ہے اور اس علاقے میں جس قدر جانور تھے ان پر سامان لاد کر انہیں ہانکتے ہوئے وہ واپس چلے گئے ہیں۔"

یہ خبر یقیناً گاتون اور سندولہ کے لئے بڑی جاں سوز تھی۔ جب آنے والا خاموش ہوا، تب گاتون نے ایک حیرت زدہ سی نگاہ اپنے پہلو میں کھڑے سندولہ پر ڈالی، پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عزیز ساتھیو! یہ تو کہو، یہ کارروائی آخر کس نے کی؟ ہم نے تو اب تک یہی سنا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دو ساتھی سالاروں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ ابھی شمال کا رخ کر رہا ہے اور ہم نے اسے نمٹنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل بھی دے دی تھی۔ یہ آخر مسلمانوں کے کس لشکر نے ہمارے علاقوں میں داخل ہو کر قیامت خیزی اور تباہی و بربادی کا سماں برپا کر دیا ہے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد نیا آنے والا رکا، دوبارہ تاسف بھرے انداز میں بولا اور گاتون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ہمارے جن علاقوں میں مسلمانوں کے سالاروں نے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے ان علاقوں کے لوگ ہم سب کو گالیاں دیتے ہوئے کئی میل پیچھے شمال کی طرف ہٹ گئے ہیں۔ وہ گویا ایسی باتیں کرنے لگے ہیں کہ ان پر یہ ساری مصیبتیں طلیطلہ کے باغی سندولہ، جلیقیہ کے سالار گاتون اور باغی موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا جب خاموش ہوا تب سندولہ کی تو گردن جھک گئی۔ گاتون بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی سالاروں نے ہمارے علاقوں میں داخل

ہو کر ہماری نسبت زیادہ قتلِ عام کیا ہے۔ مسلمانوں کے جس قدر لوگوں کو ہم نے موت کے گھاٹ اتارا، کیا ہمارے علاقوں میں ہماری جانوں کا زیادہ نقصان ہوا؟"

اس پر آنے والا شرمندگی کے احساس میں کہنے لگا۔

"نہیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کسی بوڑھے، کسی عورت، کسی بچے، کسی نہتے کو انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا۔ ہاں! وہ لوگ جو مسلح ہو کر ان کے سامنے آئے ان میں سے کوئی بچا نہیں ہے۔ انہوں نے صرف بستیوں، قریوں اور آبادیوں کو لوٹا۔ ان آبادیوں میں جس قدر جانور تھے سب کو انہوں نے ہانک کر ایک جگہ اکٹھا کیا، ان پر سارا سامان لاد کر وہاں سے چلتے بنے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے علاقوں میں جس قدر سامان ہم نے حاصل کیا اس سے کئی گنا زیادہ سامان تو ایک ہی رات میں وہ سب سمیٹ کر چلتے بنے ہیں۔"

اس پر سندولہ نے حیرت سے آنے والے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی سالار اپنے لشکر کو لے کر واپس چلے گئے ہیں؟ اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو پھر ہم اب مسلمانوں کے علاقوں میں وہ کھیل کھیلیں گے جس کی تباہی اور بربادی کی کہیں مثال نہیں ملے گی۔"

اس پر آنے والا گھورنے کے انداز میں سندولہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"وہ گئے نہیں ہیں۔ جن علاقوں پر ہم حملہ آور ہوئے، ان علاقوں کے مسلمان چند میل پیچھے ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے سالاروں اور لشکر کے ساتھ اب انہی کی طرف گیا ہے۔ میں یہ بات وثوق سے تو نہیں کہتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ ہمارے علاقوں سے جو مال مسلمان سالاروں نے حاصل کیا ہے وہ اپنے ان لٹے پٹے لوگوں میں تقسیم کر لیں گے۔ جہاں تک ہم نے خبریں اکٹھی کی ہیں ان کے مطابق وہ واپس نہیں جائیں گے بلکہ ہم پر حملہ آور ہو کر اپنی انتقامی کارروائی کی تکمیل کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ مخبر خاموش ہوا تب سندولہ نے اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی، پھر گاتون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گاتون! ایک کام کریں۔ اس سے قبل کہ مسلمان لشکری ہمارے خلاف کارروائی کریں کیوں نہ ہم ان پر ضرب لگا کر انہیں اس قابل ہی نہ چھوڑیں کہ وہ ہمارے خلاف کسی قسم کی کوئی انتقامی کارروائی کر سکیں۔ میرے عزیز بھائی! میں چاہتا ہوں کہ ابھی اور

اسی وقت موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کی طرف پیغام بھجوائیں کہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تیار ہو جائیں اور سورج غروب ہونے کے بعد جس وقت مسلمان لشکری اپنی مغرب کی عبادت کر رہے ہوں ہم ان پر حملہ آور ہوں۔ ان کا ایسا قتلِ عام کریں کہ آنے والے دور میں کسی بھی مسلمان سالار کو کوئی لشکر لے کر شمال کی طرف آنے کی جرأت اور جسارت نہ ہو۔ گاتون! اگر ہم نے ایک بار آج مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو شکست دے دی تو یاد رکھنا آنے والا دور ہمارے لئے بالکل پُر امن اور بے ضرر ہو جائے گا اور جہاں اور جس طرف ہم چاہیں گے مسلمانوں پر ضربیں لگا کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور مسلمانوں کا کوئی بھی لشکر ہمارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اگر آج ہم مسلمانوں کے لشکریوں اور ان کے سالاروں کا خاتمہ کر دیتے ہیں تو ہمارے سامنے مسلمانوں کا امیر محمد بالکل اپاہج اور بے ضرر ہو کر رہ جائے گا اور وہ دن دور نہیں جب ہم فاتح کی حیثیت سے قرطبہ شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ کیا میری یہ تجویز قابلِ عمل نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" گاتون نے ناپسندیدگی کے انداز میں سندولہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "سندولہ! یہ طلیطلہ شہر نہیں جہاں کچھ باغیوں کو اپنے ساتھ ملا کر باغیانہ رویے کا اظہار کر دیا جائے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے بعد وہاں سے بھاگ کر شمال کی طرف پناہ لے لی جائے۔ سندولہ! یہ شمال کا میدانِ جنگ ہے اور پھر تم نے سوچا نہیں، تمہارا پالا مسلمانوں کے کس سالار سے ہے؟ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ ہے اور جہاں تک میں نے اس سے متعلق سنا ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اچانک وہ کسی چیر پھاڑ کرنے والے درندے کی طرح نمودار ہو گا اور ہمیں جُل دے کر ایسے کوہستانی سلسلوں کے اندر غائب ہو جائے گا جیسے کوئی دکھائی نہ دینے والا بگولہ اپنی کارروائی مکمل کرنے کے بعد آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

کیا تجھے ماضی کی کوئی بھی سرگزشت یاد نہیں؟...... سندولہ! جس وقت شمال کے وحشی نارمن نکلے تھے، انہوں نے فرانس اور انگلستان دونوں کو روندا۔ ہمارے علاقوں کی انہوں نے اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ اس کے بعد جب ہم نے خوبصورت لڑکیوں اور دولت کے انبار کا نذرانہ پیش کر کے انہیں مسلمانوں کی طرف بھیجا تو تمہیں

یاد ہو گا نارمنوں کا کیا انجام ہوا؟ یہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے مرنے والے سالار عبدالکریم کے ساتھ مل کر نارمنوں کو پے درپے شکستیں دیں۔ نارمن اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے لیکن مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران انہیں خود یہ احساس ہو گیا کہ وہ ناقابلِ تسخیر نہیں ہیں بلکہ مسلمان ان سے بھی بہتر جنگجو ہونے کے ساتھ ساتھ ان سے اچھے سالار بھی رکھتے ہیں۔ اور آج وہی تینوں سالار ہم سے برسرِ پیکار ہونے کے لئے ان علاقوں میں آئے ہیں۔

سندولہ! وہ یونہی معمولی کارروائی کر کے واپس جانے کے لئے تو نہیں آئے۔ یاد رکھنا وہ ہم سے ٹکرائیں گے۔ تم کہتے ہو کہ ہم اپنی ان گھاتوں سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ سندولہ! ایسا کرنا خود اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ بلکہ ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ یہاں ان وادیوں میں پڑاؤ کرنے کے بعد ہمیں اپنی حفاظت کا اب پہلے کی نسبت زیادہ اہتمام کرنا ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گاتون تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر وہ سندولہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سندولہ! لشکر کے کچھ ایسے دستے مقرر کر دو جو صرف رات کے وقت جاگ کر پہرہ دیں گے اور دن کے وقت وہ نیند کرتے رہیں گے۔ ان کا اور کوئی کام نہیں ہو گا اگر رات کے کسی حصے میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے ہم پر شب خون مارا تو یاد رکھنا وہ ایسے جان لیوا حملے کرے گا کہ ہماری سپاہ کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا اب ہمیں پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ چوکنا رہنا ہو گا۔"

پھر آنے والے مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے گاتون کہنے لگا۔

"میرے عزیز! تُو ابھی اور اسی وقت درّے کے اُس پار موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کے پاس جا اور ہمارے علاقوں میں اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی سالاروں نے حملہ آور ہو کر جو صورتِ حال پیدا کی ہے اس کی تفصیل بھی ان سے کہہ دینا۔ ساتھ ہی میری طرف سے انہیں یہ پیغام دینا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اب کسی بھی وقت ہمیں اپنا ہدف بنا سکتا ہے لہٰذا ہمہ وقت چوکنا رہنا۔ اور اگر اسمٰعیل بن موسیٰ ہمیں اپنا ہدف بناتا ہے تو موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ دونوں درّے سے گزر کر

مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہو جائیں اور اگر مسلمان موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے پر حملہ آور ہوتے ہیں تب میں اور سندولہ درّے کے ذریعے آگے بڑھتے ہوئے مسلمانوں کی پشت پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں گے۔ میری طرف سے موسیٰ کو یہ بھی پیغام دینا کہ جذبات میں آ کر ان وادیوں سے باہر نکل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی ہرگز غلطی نہ کرنا۔ اگر کرے گا تو ہر شے سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اسے کاٹ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی سالاروں سے نمٹنے کے لئے جو ہم نے لائحہ عمل طے کر رکھا ہے اسی پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔

جہاں تک موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کا تعلق تھا تو اُس کا تعلق اسپین کی قدیم قوم گاتھ سے تھا جسے تاریخ کے اوراق میں وزی گاتھ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے خاندان نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بعد میں اسے سرقسطہ کا حاکم بھی مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن اس کی نمک حرامیوں کی وجہ سے اسے سرقسطہ کی حکومت سے معزول کر دیا گیا تھا۔ جہاں تک اس کے بیٹے لُوپ کا تعلق تھا تو اس کی ایسی خاطر و مدارات کی گئی کہ کسی دور میں اسے طلیطلہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا لیکن دونوں بغاوت پر اُترے اور متحد ہو کر اب یہی دونوں باپ بیٹا اَن گنت جنگجو جمع کرنے کے بعد مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے تھے۔ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے مرتد ہونے اور بغاوت کرنے کے بعد کئی شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان شہروں میں زیادہ اہم تطیلہ، وشقر اور سرقسطہ تھے۔ اور اب تک یہ تینوں شہر انہی کے قبضہ میں تھے۔"

چنانچہ گاتون کا بھیجا ہوا مخبر جب درّے کو پار کر کے دوسری وادی میں داخل ہوا جہاں موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا تب وہ مخبر اس جگہ گیا جہاں موسیٰ بن موسیٰ، لُوپ اور اس کے دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے آنے پر موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ کچھ فکرمند ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر اُس مخبر نے جو ساری گفتگو گاتون اور سندولہ کے ساتھ ہوئی تھی، اس کی تفصیل موسیٰ بن موسیٰ اور اُس کے بیٹے لُوپ سے بھی کہہ دی تھی۔

وہ مخبر جب خاموش ہوا تب موسیٰ بن موسیٰ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم نے اس سے پہلے سنا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دو ساتھی سالاروں جریر بن

موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ ایک جرار لشکر لے کر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے شمال کا رخ کر رہا ہے۔ پہلے یہ تو بتاؤ جس قدر وہ لشکر لے کر آیا ہے کیا تعداد میں وہ میرے اور گاتون کے لشکر سے زیادہ ہے؟''

اس پر اُس مخبر کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔ جس قدر ہم اندازہ لگا پائے ہیں، مسلمانوں کے سالار کے پاس اس وقت تعداد کے لحاظ سے اتنا ہی لشکر ہے جتنا گاتون اور سندولہ کے پاس ہے۔''

اس پر موسیٰ بن موسیٰ نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا۔ کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر مسلمانوں کے حملوں سے فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر اس نے ہمارے لشکر کے دونوں حصوں میں سے کسی ایک پر بھی حملہ آور ہونے کی کوشش کی اور دوسرا جب پشت کی طرف سے ضرب لگائے گا تو مسلمانوں کے سارے ہی لشکر کو پیس کر رکھ دے گا۔ واپس جا کر میری طرف سے گاتون اور سندولہ سے کہنا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ شمال کے ان علاقوں میں مسلمانوں کو ایسی بدترین شکست دی جائے کہ آنے والے دنوں میں ان کا کوئی لشکر ان علاقوں کا رخ کرنے کی کوشش نہ کرے اور مسلمانوں پر ایسی ضرب لگانے کے لئے اس سے بہتر موقع ہمیں ملے گا بھی نہیں۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ جو لشکر لے کر آیا ہے وہ تعداد کے لحاظ سے ہمارے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا اس سے نمٹنا ہمارے لئے آسان ہو گا۔ اس لئے کہ ہم محفوظ جگہ ہیں اور وہ کھلے میدانوں میں پڑاؤ کرے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد موسیٰ بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب اس کا بیٹا لُوپ بڑے غور سے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں؟ میرے خیال میں گاتون غلط فیصلہ کر رہا ہے۔''

اس پر موسیٰ بن موسیٰ نے گھورنے کے انداز میں اپنے بیٹے لُوپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''بچے! تُو ابھی اسمٰعیل بن موسیٰ سے واقف نہیں ہے۔ دایاں ہاتھ دکھائے گا اور بائیں ہاتھ کی ایسی چپت لگائے گا کہ چکرا کر گر جاؤ گے۔ لومڑی بن کر تمہارے

سامنے آئے گا اور جب سازگار ماحول دیکھے گا تو درندہ بن کر چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا ایسے شخص کا گھات سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا اپنے خاتمہ اور اپنی موت پر مہر ثبت کرنا ہے۔"

اس کے بعد موسیٰ بن موسیٰ نے آنے والے مخبر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اب تم جاؤ۔ گاتون اور سندولہ سے کہنا جس طرح وہ چاہ رہے ہیں، ایسا ہی ہوگا۔"

اس پر مخبر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔ پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔



☆★☆

اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ جب اپنے لشکر کو لے کر اس جگہ آئے جہاں حملہ آوروں کے ستائے ہوئے مسلمان قیام کیے ہوئے تھے، جونہی ان کے قریب آ کر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کو روکا اور اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے گھوڑے سے اُترا اس کی طرف دیکھتے ہوئے جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ باقی چھوٹے سالاروں کے علاوہ پیچھے لشکری بھی اتر کھڑے ہوئے تھے۔ جو لوگ وہاں لٹے پٹے آئے تھے، پناہ لئے ہوئے تھے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور جب لشکر وہاں پہنچا تو وہ لشکر کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ایسے میں ایک بوڑھا شخص گرتا پڑتا انتہائی غصہ کی حالت میں اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ہی اسمٰعیل بن موسیٰ ہو۔ اسلامی مملکت کے سالارِ اعلیٰ اور اس لشکر کے کماندار ہو۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ ان لوگوں کی حالت دیکھتے ہوئے پہلے ہی اُداس اور افسردہ ہو رہا تھا۔ اُس بوڑھے کے اس استفسار پر جب اس نے غمزدہ سے انداز میں اثبات میں گردن ہلائی تب وہ بوڑھا بپھر گیا۔ غصہ اور غضب ناکی میں اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی طرف کھینچا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جس وقت دامنِ فطرت میں کوہ و قلزم، زمین و آسمان، شمس و قمر، ہواؤں اور فضاؤں کے سامنے دل کی سرسراتی پُر ہول وحشتوں اور رات کی حشر سامانیوں میں قضا کے سائے رقص کر رہے تھے اور یہاں کے لوگوں کی سوچوں کا بوجھ بکھر رہا تھا اس وقت تم کہاں تھے؟ جب یہاں کے لوگوں کے ورق ورق پر خاردار فصیلیں اُٹھ رہی تھیں، گمبھیر رات کے حیرت ناک سایوں میں فتنہ بردار یہاں کے لوگوں کے کتبۂ دل پر

وحشت بھری داستانیں رقم کر رہے تھے، غیض و غضب کے چھپر تلے ہوس، بربادی کے، میکدے استوار ہو رہے تھے اس وقت تم کہاں تھے؟........ جب ان سرزمینوں میں ہر شے کو کھوجتے اور تلپٹ کر دینے والے آتشیں بگولے تاریکی کی گھنی موجوں میں دُکھ بھرے موسم درد کی فصلیں جما رہے تھے اور بے اماں سموں کے اندر یہاں کے مسلمان نیم جان مسافروں کی طرح بھاگتے پھر رہے تھے، کہاں تھے تم؟"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ غیض و غضب اور ہولناک انداز میں اس نے لگاتار کئی طمانچے اسمٰعیل بن موسیٰ کے دائیں بائیں خوب زور سے دے مارے پھر چلّا اُٹھا۔

"بھاگتے وقت کی انگڑائیوں میں بدقسمتی کے ہولناک سیلاب میں جب یہاں کے بوڑھے خونی لمحوں کے اندر کراہ رہے تھے، قضا کے گہرے سمندر میں عورتیں بین کر رہی تھیں، مرگ کے دریا کے تند ریلوں کے سامنے یہاں کے بچے اپنے محافظوں اور پاسبانوں کو پکار رہے تھے اس وقت تم کہاں تھے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد اُس بوڑھے نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا دامن چھوڑ دیا اور بڑے کرب، بڑے دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"جب یہاں موت کی خاک اُڑتی رہی، لہو کے لاوے بہتے رہے، کوئی ہماری مدد کرنے والا نہ تھا۔"

اس کے ساتھ ہی اُس بوڑھے کی کمر جھک گئی اور وہ ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رونے لگا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ آگے بڑھا۔ بوڑھے کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے سیدھا کرتے ہوئے اس نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور روتی ہوئی آواز میں اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بوڑھا، اسمٰعیل بن موسیٰ کے شانے پر سر رکھ کر روتے ہوئے پہلے سے زیادہ کرب خیز انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کاش! قسمتوں کے پیالوں کے زہر کو اُمیدوں کے ساحلوں میں آتشیں اولوں اور انگاروں کو امن و تحفظ بھری داستانوں میں تبدیل کرنے والا کوئی پرتوِ فاروقؓ ہی بن کر اُٹھتا۔ کاش! کالے سایوں کے راج بن کر جس وقت ہمارے جسموں میں لرزش پیدا کر رہے تھے، چہروں پر مرگ کی سیاہی مل رہے تھے۔ آنکھوں میں قضا کے خوف بھر رہے

تھے۔ خون کی حدتوں میں آتشیں انگارے کھڑے کرنے والا کوئی ہمارا پاسبان ظلِ صدیقؓ اور مرتضیٰؓ ہی بن کر اُٹھتا۔

کاش! جس وقت دشمن ہمارے لئے جبر کی لکیروں اور فنا کی تحریروں میں زخموں کی کائنات کھڑی کر رہے تھے۔ دلوں کو خلش آشنا جسم و جان کو تلخیوں کا شکار کر رہے تھے۔ لاکھوں طوفانی غم ہمارے لئے اُٹھ رہے تھے، خوفناک اندھی قوتوں کو سمندر کے غصیلے رقص کی طرح روکنے والا کوئی عکسِ عثمانؓ سا چوبان ہی بن کر اُٹھتا۔ یہاں جبر کی داستانیں کھڑی ہوتی رہیں، کفن کی دھجیاں اُڑتی رہیں، عورتیں غمزدہ بُلبل کی طرح بین کرتی رہیں، بیٹیاں سسکیاں لیتی فاختہ کی طرح سسکتے ہوئے اپنے محافظوں کو پکارتی رہیں۔ بچے دریدہ بدن کلیوں کی طرح بھٹکتے پھرے۔ بوڑھے شجر کے دریدہ بدن کی طرح اپنوں کو بری حالت میں دیکھ کر روتے رہے، کراہتے رہے۔ ہر سمت بس سینہ چاک کرتی ہوئی ہُوک سی اُٹھتی دکھائی دیتی تھی۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ گو اس بوڑھے کو اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے تھا لیکن اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ بری طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ ایسے میں ایک نوجوان لڑکی بھاگتی ہوئی آئی، گھٹنوں کے بل وہ بوڑھے کے قریب اور اسمٰعیل بن موسیٰ کے سامنے بیٹھ گئی اور اسمٰعیل بن موسیٰ کی ٹانگیں پکڑ کر درد بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"خدا کے لئے انہیں کچھ نہ کہئے گا۔ یہ میرے باپ ہیں۔ ہمارا اپنا کوئی مخرج ہے نہ منبع نہ مطلع نو مقطع۔ یہاں ہمارے لئے فرض کو سزا میں، امن کو جبر میں، چاندنی کو تپش اور روحوں کو سلگتے غم میں تبدیل کر دیا گیا ہے........ میرے باپ نے جب مُردہ لمحوں کے ڈھیر میں اُداس سموں کی دُھند اور غمگین شاموں کے دکھ کو دیکھا تو یہ اپنا ذہنی توازن ایک طرح سے کھو چکا ہے۔ خدا کے لئے اسے کچھ نہ کہئے گا۔ اس نے آپ کے منہ پر طمانچے مارے، آپ کا گریبان کھینچا، میں آپ کی منت کرتی ہوں۔"

اس سے آگے وہ لڑکی کچھ نہ کہہ سکی۔ اس لئے کہ لگاتار کئی آنسو اس کے ان ہاتھوں پر گرے تھے جن سے اس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی ٹانگیں پکڑ رکھی تھیں۔ اس لڑکی نے جب چونک کر اوپر دیکھا تو اسمٰعیل بن موسیٰ ہونٹ کاٹ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات لگی ہوئی تھی۔ لڑکی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی اوک بنا کر اس نے اپنے وہ ہاتھ اسمٰعیل بن موسیٰ کی آنکھوں پر رکھ دیئے تھے۔ پھر

وہ بکھرتی روتی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"امیر! آپ کی آنکھوں سے گرنے والے یہ آنسو نہیں، ایسے گوہر ہیں جو انمول ہیں۔ ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ہمارے لئے ملول اور غمزدہ ہوئے ہیں۔"

اتنی دیر تک وہ بوڑھا اسمٰعیل بن موسیٰ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اس نے جب اسمٰعیل بن موسیٰ کی حالت دیکھی تو اس کی اپنی حالت بری ہو گئی تھی۔ ندامت کے باعث اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے فوراً اپنی آنکھیں خشک کر لیں۔ قریب کھڑے ہوئے جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور دوسرے سالار بھی اپنی آنکھیں خشک کر رہے تھے۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اردگرد کھڑے ہونے والے ان سارے بے بس لوگوں کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد اپنے قریب کھڑے جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ان سب لوگوں میں کھانے پینے کی اشیاء بانٹ دو۔ ان کے اطراف میں آگ کے الاؤ روشن کر دو۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کا یہ حکم ملنا تھا کہ دشمن کے علاقوں سے جو کچھ حاصل کیا گیا تھا وہ ان لوگوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ اس سامان پر لوگوں کی طمانیت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان میں سے اکثر کئی دنوں سے بھوکے پیاسے تھے۔ انہیں ضرورت کی اب ہر شے وافر مقدار میں مل گئی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے اطراف میں آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے جنہوں نے ان کے ماحول کو پُرسکون حدت میں تبدیل کر دیا تھا۔

اس کام کی تکمیل کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے پھر اپنے لشکریوں کو سب کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی لشکر کے ایک حصے کو اس نے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی خندقیں کھودنے پر لگا دیا تھا۔

وقت کی آنکھ نے دیکھا، شام تک چاروں طرف خندقیں کھود دی گئی تھیں۔ آگ کے الاؤ چاروں طرف روشن تھے۔ جب وہاں کے لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانے کو ملا، تب ان کے حواس کچھ درست ہوئے۔ سورج غروب ہونے کے بعد الاؤ کے اندر مزید لکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔

جس وقت جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ مل کر

لوگوں کے لئے آرام کرنے اور سونے کے لئے بہترین اور عمدہ اہتمام کر رہے تھے۔ تیز تیز چلتا ہوا حارث بن بزیغ اس جگہ آیا جہاں جریر بن موفق کام میں مصروف تھے۔ اس کے اس طرح آنے پر جریر بن موفق چونکا تھا، ہاتھ کے اشارے سے حارث بن بزیغ نے اسے اپنے قریب بلایا۔ جب وہ نزدیک گیا تب حارث بن بزیغ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ موفق! میرے بھائی پہلے یہ کہو کہ اسمٰعیل اس وقت کہاں ہے؟''

اس پر جریر بن موفق کہنے لگا۔

''ابنِ بزیغ! میرے بھائی! یہاں آنے کے بعد عجیب و غریب واقعات اور حادثات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے۔ جس وقت ہم یہاں آئے تھے، جس بوڑھے نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا گریبان پکڑ کر اسمٰعیل کے منہ پر طمانچے مارے تھے، تھوڑی دیر پہلے اس بوڑھے کی بیٹی جس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کے آنسو اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے تھے، اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

''امیر! میرے باپ کا کوئی بیٹا نہیں۔ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ آج شام کا کھانا آپ ہم دونوں باپ بیٹی کے ساتھ کھائیے گا۔''

اُس کے ان الفاظ سے اسمٰعیل بڑا متاثر ہوا۔ لہٰذا وہ اس لڑکی کے ساتھ چلا گیا۔ میرے خیال میں وہ ان دونوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہو گا۔ اب تو فارغ ہو چکا ہو گا۔ ادھر آنے ہی والا ہو گا۔ اس لئے کہ باقی لوگ بھی کھانا کھانے کے بعد اب ہم جوان کے لئے انتظام اور انصرام کر رہے ہیں اس پر آرام کرنے والے ہیں۔ پر تم نے مجھے اس طرح رازداری میں اپنی طرف کیوں بلایا ہے؟ دیکھو میرے بھائی! انجانے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دینا جس سے میری دل شکنی ہو جائے۔''

اس پر جریر بن موفق نے یہ بھی دیکھا کہ حارث بن بزیغ اُداس، پریشان اور فکرمند تھا۔ چنانچہ جریر بن موفق جب خاموش ہوا تب حارث بن بزیغ کہنے لگا۔

''میرے بھائی! میں تمہیں کیا فکرمند اور پریشان کروں گا، میں تو ایک خبر سے خود ہی ٹوٹ پھوٹ گیا ہوں اور یوں جانو دُکھ اور غم سے میری اپنی کمر ٹوٹ گئی ہے۔''

''وہ کون سی خبر ہے جس نے تمہاری یہ حالت کر دی ہے؟'' غمزدہ سے لہجے میں جریر بن موفق نے حارث بن بزیغ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

جریر بن موفق کے اس استفسار پر حارث بن بزیغ نے پہلے احتیاط کی خاطر اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ مزید جریر بن موفق کے قریب ہوا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لا کر کہنے لگا۔

''ابنِ بزیغ! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ رُکتے کیوں ہو؟ کہو! کیا خبر ہے جس نے تمہیں غمزدہ کر دیا ہے۔ ہم سب کا دکھ غم سانجھا ہے۔ خبر کہو کیا ہے؟''

اس پر ایک لمبا سانس لیتے ہوئے اور آہ بھرتے ہوئے حارث بن بزیغ کہنے لگا

''اس سے آگے کے الفاظ میرے دل، میری روح اور میرے شعور پر بوجھ بن گئے ہیں۔ مجھ سے ادا نہیں ہوتے...... میرے عزیز بھائی! وہ چھوٹا سالار کہہ رہا تھا کہ آنے والے ان دو قاصدوں نے اس سے یہ کہا ہے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی بیوی کے ہاں بچے کی پیدائش کے موقع پر حادثہ پیش آ گیا ہے۔ پیدائش کے موقع پر ایرش اور پیدا ہونے والا بچہ دونوں جاں بحق ہو گئے ہیں اور جس دن بچے کی پیدائش کے موقع پر ایرش فوت ہوئی، آنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں اس غم کو برداشت نہ کر سکی اور ایرش کے ختم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ دم توڑ گئی۔ اب تم ہی بولو کیا یہ ہماری کمر توڑنے کے لئے کافی نہیں ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد حارث بن بزیغ رکا، پھر پہلے سے زیادہ غمزدہ لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔

''ابنِ موفق! میرے عزیز بھائی! اسمٰعیل بن موسیٰ پہلے ہی یہاں کے لوگوں کے حالات دیکھ کر ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ پہلے ہی بے حد غمزدہ اور دکھ کا مارا ہو چکا ہے۔ اب اسے جب اپنی بیوی، اپنے بچے اور ماں کے مرنے کی خبر ملے گی تو میں تو ابھی سے سوچ کر لرز کانپ جاتا ہوں کہ اس پر کیا بیتے گی؟ کیا حالت ہو گی؟''

اس پر دکھ بھرے انداز میں جریر بن موفق نے اپنے سر کو جھٹکا دیا، پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی! تم نے عجیب وغریب غمزدہ خبر کہہ دی ہے۔ آؤ! پہلے اس سالار سے ملیں جس نے تمہیں یہ خبر سنائی ہے اور دیکھتے ہیں کہ آنے والے قاصد کون ہیں؟ اور اگر یہ خبر درست ہے تو میرے بھائی! اُن قاصدوں کو ابھی اسمٰعیل بن موسیٰ کے سامنے نہیں جانا چاہئے۔ میرے ساتھ آؤ! میں خود ان قاصدوں سے ملتا ہوں اور انہیں سمجھاتا ہوں کہ فی الحال کسی سے یہ خبر نہیں کہنی۔ جس سالار سے انہوں نے یہ خبر کہی

ہے اسے بھی میں یہ سمجھا تا ہوں کہ وہ اس خبر کو اپنے تک محدود رکھے۔ جب میں کوئی مناسب وقت دیکھوں گا تو پھر یہ خبر اسمٰعیل سے کہوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی جریر بن موفق، حارث بن بزلیغ کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف ہولیا تھا۔

☆

حارث بن بزلیغ ایک جگہ رک گیا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے جریر بن موفق بھی رک گیا۔ پھر ابنِ بزلیغ، جریر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ چھوٹا سالار ہے جس نے مجھے ہماری بہن ایرش، اس کے بچے اور اسمٰعیل کی ماں ترجیلہ کے مرنے کی خبر دی۔"

جریر بن موفق دکھ اور تاسف بھرے انداز میں آگے بڑھا اور چھوٹے سالار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔

"جو مخبر یہ خبر لے کر آئے تھے وہ کہاں ہیں؟"

"انہیں میں نے ایک خیمے میں ٹھہرایا ہے۔" چھوٹے سالار نے کہنا شروع کیا۔ ساتھ ہی میں نے ان پر واضح کر دیا ہے کہ یہ خبر ابھی کسی تک نہ پہنچائیں۔"

جریر بن موفق نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔"

"تم بھی یہ خبر کسی سے نہ کہنا جب تک ہم اس مہم سے فارغ نہیں ہو جاتے۔ اس وقت تک اسمٰعیل کو اس خبر سے آگاہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس مہم سے فارغ ہو کر جب ہم قرطبہ جائیں گے تو وہاں پہنچ کر خود ہی اسمٰعیل کو خبر ہو جائے گی۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ اس صدمہ کو برداشت کر جائے گا۔"

اس چھوٹے سالار کو سمجھانے کے بعد جریر بن موفق نے حارث بن بزلیغ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"حارث! آؤ اب اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف چلتے ہیں۔"

اتنے میں ایک لشکری تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کو اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے خیمے میں طلب کیا ہے۔"

''وہ کس وقت اپنے خیمے میں گئے؟'' جریر بن موفق نے پوچھ لیا تھا۔
''بس وہ ابھی ابھی اپنے خیمے میں داخل ہوئے ہیں۔ پھر مجھے بلایا اور ساتھ ہی آپ کو بلانے کے لئے بھیج دیا۔''
اس لشکری کے ان الفاظ کے جواب میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ چپ چاپ اسمٰعیل بن موسیٰ کے خیمے کی طرف ہو لئے تھے۔ جب وہ خیمے میں داخل ہوئے تو اس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا اور جب وہ بیٹھ گئے تب اسمٰعیل بن موسیٰ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''میرے عزیز بھائیو! جو کچھ ان علاقوں کے مسلمانوں پر گزری وہ کم از کم میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ جلیقیہ کا سپہ سالار گاتون، سندولہ، موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے جو تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے، اس کا جواب انہیں ہر صورت میں ملنا چاہئے اور مل کر رہے گا۔ میرے عزیز ساتھیو! اس سلسلے میں، میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہتا۔ میں آج رات ہی اپنے کام کی ابتداء کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں اور باقی سالار بھی مجھ سے اتفاق کرو گے۔''
اسمٰعیل بن موسیٰ جب رکا تب جریر بن موفق نے پہلے ایک گہری نگاہ حارث بن بزیغ پر ڈالی، پھر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
''اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میرے عزیز بھائی! جو بھی تم فیصلہ کرو گے وہ ہمارے لئے آخری ہوگا۔''
اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا۔ کہنے لگا۔
''اگر یہ بات ہے تو سنو! تم دونوں کی آمد سے پہلے میں کچھ مخبروں سے جو ان علاقوں میں سرگرداں ہیں، تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ ان سے بات کرنے کے بعد ہی میں نے دشمن سے نمٹنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ میرے عزیز ساتھیو! گاتون اور سندولہ، موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے دو مختلف وادیوں کے اندر اپنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ یہ وادیاں ایسی ہیں کہ ان کی پشت پر بلند کوہستانی سلسلے ہیں جن میں سے ان وادیوں میں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ جس سمت ہم ہیں اس طرف سے دونوں وادیوں میں داخل ہونے کے راستے ضرور ہیں۔ اس کے علاوہ وہ دونوں کچھ اس

طرح مضبوط بھی ہیں کہ دونوں وادیاں ایک درّے کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح دشمن کو ہمارے علاقے میں ان وادیوں کی وجہ سے ایک تحفظ حاصل ہے اور ہم نے اسی تحفظ کو توڑ کر ان پر ایسی ضرب لگانی ہے تاکہ مستقبل میں پھر کوئی ہمارے لئے خطرے کا باعث نہ بنے۔

میرے عزیز ساتھیو! پورا لشکر تین برابر حصوں میں تقسیم ہو گا۔ ایک حصہ حارث بن بزیغ کے پاس رہے گا۔ پڑاؤ کے اردگرد جو چھوٹی بڑی خندقیں کھود دی گئی ہیں، حارث بن بزیغ کے لشکری ان کے اندر بیٹھ جائیں گے۔ ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے اور جس سمت اس وقت دشمن ہے ان خندقوں سے تھوڑا آگے کچھ لکڑیاں کھڑی کر کے ان کے ساتھ مشعلیں باندھ کر مشعلوں کو روشن کر دیا جائے گا تاکہ اس سمت سے اگر دشمن کے لشکر کا کوئی حصہ ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو ان مشعلوں کی وجہ سے تیر اندازوں کو جونہی وہ دکھائی دیں، تیر انداز جو حارث بن بزیغ کی کمانداری میں کام کر رہے ہوں گے، وہ ایسی تیر اندازی کریں کہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں۔ اس طرح نہ صرف ہمارا پڑاؤ محفوظ رہے گا بلکہ یہ جو لٹے پٹے مسلمان جن کی حفاظت کا ہم نے ذمہ لیا ہے وہ بھی محفوظ رہیں گے۔ یہ ایک کام ہے جو حارث بن بزیغ ادا کرے گا۔ اس کے بعد جریر بن موفق! تیرے اور میرے کام کی ابتداء ہو گی۔

ابھی تھوڑی دیر تک جریر بن موفق! ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔ تمہاری آمد سے پہلے مخبروں کے ذریعے میں نے کچھ مسلح جوانوں کو مقرر کر دیا ہے جو ہمارے پڑاؤ کے آس پاس اردگرد دشمن کے جس قدر بھی مخبر ہوں گے انہیں موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیں گے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو جریر! میں اور تم اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ سے نکلیں گے۔ پہلے دونوں اس طویل درّے کا رخ کریں گے جو ان دونوں وادیوں کو ملاتا ہے۔ وہاں میں اور تم دونوں اس لشکر کی کمین گاہیں مقرر کر دیں گے جو ہمارے تحت کام کرے گا۔ وہاں بھی تیروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے اور ہر لشکری کو اس کی کمین گاہ سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا اور اس وادی کا رخ کروں گا جس کے اندر موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے قیام کر رکھا ہے۔ میرے جانے کے تھوڑی دیر بعد جریر بن

موفق! تم اپنے لشکریوں کو درّے سے ذرا آگے لے جاؤ گے اور پھر تم سب مل کر زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرو گے۔ ان تکبیروں سے گاتون اور سندولہ دونوں مستعد ہو جائیں گے کہ ان پر مسلمان حملہ آور ہونے لگے ہیں لہٰذا وہ اپنا دفاع کر لیں گے۔ دوسری طرف موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ یہی خیال کریں گے کہ مسلمانوں کا لشکر گاتون اور سندولہ پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹا بھی گاتون اور سندولہ کی مدد کے لئے اپنا پڑاؤ چھوڑ کر نکلیں گے اور درّے کا رخ کریں گے۔ جونہی وہ درّے کے قریب آئیں گے میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا اور ان پر حملہ آور ہوں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ رات کی گہری تاریکی میں، میں ان دونوں باپ بیٹے اور ان کے لشکریوں سے خوب نمٹوں گا۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، تب تفکر بھرے انداز میں جریر بن موفق بول اٹھا۔

’’امیر! جہاں تک حارث بن بزیغ کا تعلق ہے تو وہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔ اس کے حصہ کا لشکر چھوٹی بڑی خندقوں میں بیٹھ کر تیر اندازی کرنے کے لئے تیار رہے گا۔ اس طرح دشمن کا کوئی بھی لشکر ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ لیکن امیر! یہ معاملہ کہ آپ اکیلے موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے، یہ میرے لئے فکر مندی کا باعث رہے گا۔‘‘

اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا۔ کہنے لگا۔

’’جریر بن موفق! یہ تمہاری مجھ سے محبت ہے جس کی بناء پر تم ایسے ردِّعمل کا اظہار کر رہے ہو۔ میرے عزیز بھائی! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تم درّے کو چھوڑ کر اپنے لشکر کے ساتھ تکبیریں بلند کرو گے تب تم دیکھو گے گاتون اور سندولہ کے لشکر کے اندر ایک ہلچل برپا ہو گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ سمجھ گئے ہیں کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ مستعد ہو جائیں گے اور تم اپنی کارروائی کرنے کے بعد دوبارہ درّے کے اوپر چھوٹی بڑی چٹانوں کے پیچھے جو ہم نے اپنے لشکریوں کے لئے کمین گاہیں بنائی ہوں گی، وہاں آ جاؤ گے۔ اس کے بعد تم خاموش رہو گے اور میرے کام کی ابتداء ہو گی۔ میں زور دار انداز میں موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کے لشکر پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ حملہ آور ہوتے ہوئے میں تکبیریں بلند

نہیں کروں گا۔ اس طرح گاتون اور سندولہ جان جائیں گے کہ ان پر نہیں بلکہ موسیٰ بن موسیٰ پر حملہ ہو گیا ہے۔

اب میرے حملہ آور ہونے سے دو ردِ عمل سامنے آسکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ گاتون اور سندولہ دونوں اپنی وادی کے اندر رہیں گے اور انتظار کریں گے کہ دشمن کا لشکر کب ان پر حملہ آور ہوتا ہے اور کب موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لوپ ان کی مدد کو پہنچتے ہیں اور پشت کی جانب سے ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس کا دوسرا ردِ عمل یہ ہو سکتا ہے کہ جب تم تکبیریں بلند کرنے کے بعد کوئی عملی کام نہیں کرو گے اور اپنے لشکر کو لے کر پھر درّے کے کنارے اپنی کمین گاہوں کی طرف چلے جاؤ گے تب گاتون اور سندولہ یہ اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ انہیں کسی چکر میں ڈالا گیا ہے۔ اور شاید ہم موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ وہ موسیٰ بن موسیٰ کی مدد کے لئے درّے کا رخ کریں گے۔ جونہی قریب آئیں تم ان پر تیز تیر اندازی کرانا۔ اور مجھے امید ہے کہ اس تیر اندازی کے باعث وہ درّے میں داخل ہونے کی بجائے واپس جانے کو ترجیح دیں گے۔ اتنی دیر تک مجھے اُمید ہے میں موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر سے نمٹ چکا ہوں گا۔

اگر موسیٰ کی مدد کرنے کے لئے گاتون اور سندولہ نے اپنے لشکر کے ساتھ زبردستی یا اندھی یلغار کرتے ہوئے درّے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو پہلے تو انہیں اپنی تیر اندازی پر رکھ لینا۔ ساتھ ہی لشکر کے کچھ دستوں کے ذمہ یہ بھی کام لگا دینا کہ جب وہ دیکھیں کہ دشمن درّے کے اندر گھسنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو ان پر پتھروں کی بارش کر دیں۔ ایسی صورت میں گاتون اور سندولہ دونوں آگے نہ بڑھ پائیں گے۔ اور اگر آگے بڑھیں گے بھی اور ڈھالوں کی آڑ لیتے ہوئے پتھروں اور تیروں سے محفوظ رہتے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت تک میں موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے لشکریوں سے نمٹ چکا ہوں گا۔ اس کے بعد اگر گاتون اور سندولہ درّے سے نکل کر ان وادیوں میں نمودار ہوتے ہیں جن کے اندر موسیٰ بن موسیٰ نے پڑاؤ کر رکھا ہے تو پھر گاتون اور سندولہ دونوں کے لئے قیامت اُٹھ کھڑی ہو گی۔ میں اس سامنے کی طرف سے ان پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ ایسی صورت میں تم بھی اپنے لشکر کو سمیٹنا اور پیچھے کی طرف سے گاتون اور سندولہ پر حملہ آور ہو جانا۔ اس طرح جب گاتون اور سندولہ پر دو طرف سے حملہ ہو گا تو میں سمجھتا ہوں اُنہیں کہیں بچ نکلنے کا موقع نہیں ملے گا۔

میرے عزیز ساتھیو! اگر اس تجویز پر ہم کامیابی کے ساتھ عمل کریں تو میرا دل کہتا ہے آج کی رات ہم اپنے ان دشمنوں کی خوشیوں کو ماتم میں، ان کے اطمینان کو کرب میں، ان کی فتح کو شکست میں، ان کے تحفظ کو خطرے میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

میرے عزیز ساتھیو! جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا۔ اب میں معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم اس میں کیا تبدیلی چاہتے ہو؟ کیا تبدیلی کرنے کے خواہش مند ہو؟ تمہاری طرف سے کوئی ایسی تبدیلی جس میں سودمندی ہوئی، اس پر عمل کیا جائے گا۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے الفاظ کے جواب میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے باہم مشورہ کیا۔ پھر جریر بن موفق، اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ ہمارے لئے آخری ہے اور مجھے امید ہے کہ اس منصوبہ بندی پر عمل کر کے ہم گاتون اور سندول ہی نہیں، موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کو بھی شکست دے کر ان کی بغاوتوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

جریر بن موفق کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے حارث اور جریر بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ تینوں مل کر لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دینے لگے تھے۔





لشکر کی تنظیم کا کام مکمل کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے پہلے حارث بن بزیغ اور اس کے لشکریوں کو کچھ ہدایات دیں اور اپنی نگرانی میں انہیں ان چھوٹی بڑی خندقوں کے اندر متعین کر دیا گیا تھا جو دن کے وقت کھود دی گئی تھیں اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے۔ ساتھ ہی انہیں مستعد رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ حارث بن بزیغ کے لشکر کی حالت درست کرنے کے بعد اب لشکر کے ان دو حصوں کی طرف اسمٰعیل بن موسیٰ آیا جن دو حصوں نے خود اس کے اور جریر بن موفق کے ساتھ روانہ ہونا تھا اور کچھ آگے جا کر انہوں نے علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی منزل کا رخ کرنا تھا۔

رات کی تاریکی میں اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک ان سارے لشکریوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے اس کی گردن جھک گئی۔ قبلہ رو ہوا، زمین پر بیٹھا، سجدے میں گیا، پھر وہ انتہائی عاجزی اور انکساری میں دعا مانگ رہا تھا۔

''میرے اللہ! تُو ہی زمین کو خوش لباسی اور رعنائی عطا کرتا ہے۔ تُو ہی چاند ستاروں کو کہکشاں میں بدلتا ہے۔ تُو ہی بے کنار بحر کو وسعت، تپتے صحراؤں کو کشادگی عطا کرنے والا ہے...... میرے اللہ! تُو ہی پتوں کو لوریاں دیتی شبنم کا نزول کرتا ہے۔ تاریخ کی رفتار، وقت کی منجدھار میں تُو ہی مکاں و لامکاں، ستاروں کو کہکشاں، ذرّوں کو صحرا، قطروں کو سمندر، شب کے اندھیروں کو دن کے اُجالوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ میرے اللہ! تُو ہی وہ اعلیٰ و ارفع ذات ہے جسے کسی نے آتش میں، کسی نے اندھے کنوئیں میں، کسی نے سینا کی بلندی پر، کسی نے صلیب اور کسی نے غارِ حرا میں پکارا۔ میرے اللہ! ہمارے دشمن آگ کا دریا، ظلم کے اندھے لشکر، لمحوں کے طوفانوں، کرب کے تسلسل، ستم و استبداد کی یورش اور درد و الم کی یلغار بن کر ہم پر نزول کرنے

کے درپے ہیں....... میرے اللہ! تُو ہی وہ ذاتِ محترم ہے جو سنگلاخوں کو آہنوں میں، ظلمتوں کو روشنی، ذروں کو صحرا کی وسعتوں، شبنم کو بے کراں ساگر، لالۂ گل کو برقِ تپاں، خارزاروں کو تاکستان، راہوں کے غبار کو کہکشاں، برفانی تودوں کو شعلوں میں بدل دیتا ہے۔

میرے اللہ! تُو ہی تیرگی کے صحرا میں اُجالوں کی شمعیں روشن کرتا ہے، رات کے آنچل میں تُو ہی صبحِ نو کے دامن پھیلاتا ہے....... میرے اللہ! ہماری مدد فرما کہ ہماری تکبیروں کی آوازوں پر زلزلے چونک اُٹھیں۔ ہمیں توفیق دے کہ ہماری تلواروں کے ساز بجلیاں رقص کناں ہوں۔ میرے اللہ! ہمیں اس قابل کر کہ ہم تیرے حضور سجودِ والہانہ سے ہر قدم، ہر منزل کے نئے سنگِ میل کھڑے کر دیں۔

میرے اللہ! دشمن کے مقابلے میں ہمیں ایسی ہمت عطا کر کہ ہمارے ماتھوں کی شکنوں سے انقلاب برپا ہوں اور ہم تیری مدد اور تیری نصرت کے سہارے چراغوں کو آندھیوں سے بجھا دیں۔ ہر موڑ پر دشمن کے لئے آگ کی لپٹیں اور ہر قدم پر چلتے دُکھ کی یلغار کھڑی کر دیں۔ میرے مالک! ہمیں عظمت و استقامت دے۔ ہمیں عزم و قوت کی پُرشکوہ علامت بنا۔ دشمن کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ہمیں اس قابل کر کہ ہم تیری مدد کے سہارے اپنے دشمنوں کی حالت وحشت کی پت جھڑ، خیالات کی مسمار کرتی ہوئی کائنات، دیمک آلود در و بام اور بکھرے پتوں کی الم خیز کہانیوں سے بھی ابتر بنا کر رکھیں۔"

یہاں تک دعا مانگنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رک گیا تھا۔ سجدے میں پڑے ہی پڑے اس نے اپنی عبا کے پلو سے اپنی آنکھیں خشک کیں، پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر جریر بن موفق کے علاوہ جو چھوٹے سالار وہاں کھڑے تھے وہ بھی اپنی نم ناک آنکھیں صاف کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ کھڑے ہونے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنی عبا کے نیچے اپنی زرّہ کو درست کیا۔ سر پر رکھے ہوئے خود کو سر پر خوب جمایا، اس کے بعد جریر بن موفق کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز بھائی! آ، اپنی منزل کی طرف کوچ کریں اور دشمن کے خلاف اپنے اپنے کام کی ابتداء کریں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ کا جواب جریر بن موفق دینا ہی چاہتا تھا کہ ایک

طرف سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے کچھ مسلح جوان آئے اور پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"آپ نے دشمن پر ضرب لگانے کے لئے جس درّے کی طرف جانا ہے اُس درّے تک ہم نے دشمن کے کسی مخبر کو نہیں چھوڑا۔ جو بھی ہمیں نظر آیا ہم نے اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس وقت تک درّے تک جانے کا راستہ بالکل محفوظ ہے۔ کسی کو بھی آپ کی نقل و حرکت کی خبر نہ ہو گی۔"

آنے والے اس مخبر کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے خوشی کا اظہار کیا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم اپنے کام میں لگ جاؤ۔ میں اور جریر اب اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنے لگے ہیں۔"

جواب میں جب جریر بن موفق نے بھی اثبات میں گردن ہلائی تب دونوں اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور کوہستانی سلسلے کی طرف انہوں نے کوچ کیا تھا۔

درّے کے قریب جا کر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر جریر بن موفق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں یہیں کھڑا ہوتا ہوں۔ پہلے اپنے حصے کے لشکر کو لے جاؤ۔ درّے کے اوپر جہاں جہاں چٹانوں اور پتھروں کے نیچے تم نے اپنے لشکریوں کو تیروں سے لیس کر کے متعین کرنا ہے انہیں اپنی جگہ بتا دو۔ اس کے بعد جو مخبر میں تمہارے ساتھ بھیجنے لگا ہوں اسے واپس میری طرف روانہ کرنا تا کہ وہ مجھے آ کر اطلاع دے کہ تم اپنے کام کی تکمیل کر چکے ہو۔

جب تم ایسا کر چکو گے تب میں حرکت میں آؤں گا۔ میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھوں گا۔ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کا رخ کروں گا۔ جب میں دیکھوں گا کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں میں اچانک گھات سے نکل کر موسیٰ بن موسیٰ اور لُوپ کے لشکر پر حملہ آور ہو سکتا ہوں تب میں تمہاری طرف رخ کرتے ہوئے چھوٹا سا روشنی دیتا ہوا ایک تیر داغوں گا۔ وہ تمہارے لئے اشارہ ہو گا کہ تم اپنے لشکر کو رکت میں لاؤ اور اونچی آوازوں میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے کچھ دور تک سندولہ اور گاتون کے لشکر کی طرف جاؤ۔ کچھ دیر تکبیریں بلند کرنے کے بعد تم فوراً لوٹ کر واپس

درّے کے اوپر اپنی گھات کی طرف چلے آنا اور انتظار کرنا۔ اپنے لشکریوں کو تیر دے کر بالکل چوکس کر دینا۔

جب تمہاری تکبیریں رات کی خاموشی میں گونجیں گی تو سندولہ اور گاتون یہ سمجھیں گے کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر چکے ہیں۔ جبکہ درّے کی دوسری جانب موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ دونوں یہ خیال کریں گے کہ مسلمانوں کے لشکر نے گاتون اور سندولہ کو اپنا ہدف بنایا ہے۔ لٰہذا وہ بھی بڑی برق رفتاری سے درّے کا رخ کریں گے۔

میرے عزیز بھائی! تم مطمئن رہنا۔ میں کوشش کروں گا کہ موسیٰ بن موسیٰ اور لُوپ کا کوئی لشکری اس درّے کی طرف آنے ہی نہ پائے اور میں وادی کے اندر ہی ان کا خاتمہ کر دوں۔ ہاں! سندولہ اور گاتون کو یہ شک ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے انہیں چکر دیا ہے۔ پہلے وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھے، پھر چکر دے کر شاید موسیٰ بن موسیٰ کو انہوں نے اپنا ہدف بنا لیا ہے اور ایسی صورت میں درّے کو پار کر کے پشت کی جانب سے وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ ان حالات میں تمہارا یہ کام ہو گا کہ جونہی وہ درّے کے قریب آئیں، ان پر ایسی تیز تیر اندازی کرنا کہ درّے میں داخل ہونے کی بجائے وہ انہی وادیوں کے اندر رکنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ اتنی دیر تک میں موسیٰ بن موسیٰ کے لشکریوں سے نمٹ چکا ہوں گا۔ اس کے بعد ہم دونوں یکجا ہو جائیں گے۔

موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد سندولہ اور گاتون سے نمٹنا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ہمارے سامنے ایک ہی لشکر ہو گا۔ بے شک وہ تعداد میں ہم سے زیادہ ہو گا لیکن ہم ان کی عددی فوقیت کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے اور ان کی حالت بھی موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر جیسی بنا کر رکھیں گے۔ میرے عزیز بھائی! اب بتا، کیا تُو میری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہے؟''

اس موقع پر بڑے پیارے انداز میں جریر بن موفق نے اپنا ہاتھ اسمٰعیل بن موسیٰ کے شانے پر رکھ دیا، پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! آپ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں؟ آپ کی تجویز سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے خیال میں اب حرکت میں آئیں اور اپنے

کام کی ابتداء کریں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ نے جب اس سے اتفاق کیا تب جریر بن موفق اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ طے شدہ منصوبہ کے مطابق ایک مخبر جریر بن موفق کی طرف سے واپس آیا اور اسمٰعیل بن موسیٰ کو جریر بن موفق کے انتظامات کی تکمیل کی اطلاع دی۔ یہ پیغام ملنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کو حرکت میں لایا۔ اس وادی کی طرف بڑھا جس کے اندر مرتد ہو جانے والے موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

وہاں پہنچ کر نیچی بلندی کا ایک چھوٹا سا روشنی دیتا ہوا تیر چلایا گیا۔ اس تیر کا چلنا تھا کہ جریر بن موفق اپنے حصے کے لشکر کو حرکت میں لایا۔ بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا جہاں سندولہ اور گاتون نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑا سا آگے جا کر پہلے جریر بن موفق نے تکبیریں بلند کیں اور اس کے جواب میں پورے لشکر نے کچھ ایسے انداز میں تکبیریں بلند کیں کہ کوہستانی سلسلے میں ہی نہیں پوری وادیاں ان تکبیروں سے گونج اٹھی تھیں اور ان تکبیروں کے جواب میں وہی کچھ ہوا جس کی اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق توقع رکھتے تھے۔

کچھ دیر تک تکبیریں بلند کرنے اور یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ مسلمانوں کا لشکر نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے، جریر بن موفق نے اپنے لشکر کے ساتھ بالکل خاموشی اختیار کر لی اور بڑی تیزی سے پلٹتا ہوا وہ درّے کے اوپر اپنی گھات میں چلا گیا تھا اور دوسری طرف گاتون اور سندولہ نے یہی سمجھا کہ مسلمان اُس وادی میں داخل ہو چکے ہیں جس وادی میں اُن دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا ہے۔ اور اب انہوں نے اس لئے خاموشی اختیار کر لی ہے کہ کسی بھی سمت سے اچانک وہ حُبل دے کر ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے گاتون اور سندولہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ بالکل تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

دوسری جانب جریر بن موفق بھی درّے کے اوپر جا کر بالکل مستعد ہو گیا تھا۔ لشکری اپنی اپنی گھات میں چلے گئے تھے اور ان کے قریب ہی تیروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے تا کہ دشمن کے لشکر کا جو بھی حصہ اس درّے میں سے گزرنا چاہے اسے چھلنی کر کے رکھ

دیں۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ کے کام کی ابتداء ہوئی تھی۔

جس وادی میں گاتون اور سندولہ نے پڑاؤ کر رکھا تھا اس وادی میں جب زوردار انداز میں تکبیریں بلند ہوئیں تب بغاوت کرنے والے موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے یہ خیال کیا کہ مسلمان اپنے پڑاؤ سے نکل کر اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر چکے ہیں جو لشکر گاتون اور سندولہ کے تحت ہے۔ چنانچہ اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے موسیٰ بن موسیٰ اور لُوپ دونوں باپ بیٹا اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور انہوں نے درّے کی طرف پیش قدمی کرنی شروع کر دی تھی۔

موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ابھی درّے سے پچھ فاصلے پر ہی تھے کہ اچانک اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ "نٓ و القلم" کا راز جاننے والے مستی میں جھاگ اُڑاتے تند و گرم طوفانوں اور سمندر کے ساحل کی گیلی ریت تک کو صحرا میں دفن کر دینے والی انجمن، "کُن فَیکون" کے کسی رازدار کی طرح اپنی گھات سے نکلا۔ اس کے بعد اُس نے تباہی کے غار کھول دینے والی سمندر کی خوفناک صداؤں کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ ساتھ ہی کھوجنے کی حدت اور تخیل کی تمکید کاری کی طرح اس نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا تھا۔

پھر رات کی سیاہ آنکھ نے دیکھا، اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر پر گہری رات میں پگھلنے کے عمل سے گزارتے لا فناء دست اجل، نفس پرستی کے طوفانوں میں جرأت مندی کی آبائی روایات کے وقار کی طرح گھس جانے والے مجاہدوں، انبوہ در انبوہ نزول کرتی درندگی اور المناکی کو دھول بنا کر اُڑا دینے والے موت کے بے کراں بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر پر رات کے اندھیروں میں اسمٰعیل بن موسیٰ کے اس طرح حملہ آور ہونے سے میدانِ جنگ میں بربادی کی پرچھائیاں اور بدنصیبی کے سائے رقص کرنے لگے تھے۔ اجل کی گراں گوش دستک کی چنگاریوں کی طرح آہوں کی طوفان خیزیاں اور بے بسی کی المناک چیخوں کا کہرام کھڑے کرنے لگی تھی۔

موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے لشکر کو مار بھگائیں۔ رات کی گہری تاریکی میں انہوں نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں کا جو لشکر ان پر حملہ آور ہوا ہے وہ بظاہر تعداد میں ان سے بہت کم ہے

اسی بناء پر اس نے سوچا کہ اس لشکر سے جلد از جلد نمٹ لینا چاہئے۔

لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ کے تحت کام کرنے والے جبلِ صفا و نور کی وادیوں اور احد کی عجوبہ چٹانوں، بدر کے متبرک میدانوں کے وارث عجیب سے انداز میں کسی عزم صمیم رکھنے والے نقش گر، سعادت و کامرانی کے کسی کیمیا گر، عزت و وقار کا سرکش انداز، کسی رازدار اور کسی زیرک و فرزانہ پارکھ کی طرح اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے ہیبت و جلال کے پیکر بن کر دکھوں کے چڑھتے آسیب، طاغوت قوتوں کے بحرِ بے کراں اور فناء کے بے روک سیل کی طرح موسیٰ بن موسیٰ پر وارد ہو رہے تھے۔ جس سمت بھی اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکری رخ کرتے، ان کے پیچھے وہ دشمن کے لشکریوں کی لاشوں کا جال بچھاتے چلے گئے تھے۔

موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ پہلے تو بے حد پریشان اور فکرمند تھے کہ حملہ آور ہونے کی آوازیں اس وادی میں آئی ہیں جس میں گاتون اور سندولہ نے قیام کر رکھا تھا اور اُلٹا ان پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ تاہم وہ کسی نہ کسی طرح حملہ آوروں کو مار بھگانا چاہتے تھے۔ لیکن موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کی بدقسمتی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے حملوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ اپنے چھوٹے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ نے بڑی تیزی سے موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ رات کے وقت وہ لشکری جو پہلے سے موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ دونوں کو شکل سے جانتے اور پہچانتے تھے انہوں نے دونوں باپ بیٹوں کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ اس لئے کہ موسیٰ بن موسیٰ اس سے پہلے اسلامی لشکر میں کام کرتا رہا تھا۔ جبکہ لُوپ طلیطلہ کا حاکم رہ چکا تھا۔ اس بناء پر بہت سے مسلمان لشکری ان دونوں کو جانتے اور پہچانتے تھے۔

جب موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر میں یہ خبر پہنچی کہ ان کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور ان کے سالارِ اعلیٰ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے تب انہوں نے اپنی شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ ایسے خوفناک اور ہولناک انداز میں ان کا تعاقب کیا کہ بہت کم کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ اکثر کو اُس نے موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔

اسی دوران گاتون اور سندولہ دونوں نے اپنے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے درّے کا رخ کیا تھا۔ درّے کے ذریعے کوہستانی سلسلے کو عبور کر کے وہ اس وادی کی طرف جانا چاہتے تھے جس میں اسمٰعیل بن موسیٰ دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن جونہی گاتون اور سندولہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ درّے کے قریب آئے تب اوپر سے ان پر جریر بن موفق کی طرف سے ایسی تیراندازی کی گئی کہ گاتون اور سندولہ دونوں اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا کر لے گئے۔

دونوں سمجھ گئے تھے کہ درّے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اس موقع پر سندولہ گاتون کے قریب آیا۔ گاتون پہلے ہی بڑا فکرمند اور پریشان تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں کچھ دیر تک سندولہ گاتون کی طرف دیکھتا رہا پھر خدشات بھری آواز میں وہ گاتون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گاتون! حالات ہمارے حق میں کچھ اچھے دکھائی نہیں دیتے۔ یہ جو ہم پر تیر اندازی ہوئی ہے، اس کا مطلب ہے درّے پر مسلمان قبضہ کر چکے ہیں اور اگر درّے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے تو پھر یہ جو تھوڑی دیر پہلے آہ و زاری، تلواروں کے ٹکرانے اور ڈھالوں کے ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھنکار پیدا کرنے کی آوازیں آئی تھیں وہ یقیناً اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کے لشکر پر حملہ آور ہوا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سندولہ رکا، پھر پہلے سے بھی زیادہ تشویش بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

”گاتون! میرے منہ میں خاک مجھے یوں لگتا ہے جیسے مسلمانوں نے موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک موسیٰ بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ضرور حرکت میں آیا ہوتا۔ مسلمانوں کو صرف درّے پر قبضہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ایسا کر کے یقیناً وہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس سکتے تھے۔ ایک طرف سے ہم حملہ آور ہوتے، دوسری طرف سے موسیٰ بن موسیٰ لپکتا اور مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا۔“

یہاں تک کہتے کہتے سندولہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ جلیقیہ کی مملکت کا سالار اعلیٰ گاتون اس سے بھی زیادہ تشویش بھرے انداز میں بول اٹھا تھا۔

''سندولہ! میں بھی کسی حد تک تمہارے ان خیالات سے اتفاق کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے ہمیں ایک جنگی چال میں مبتلا کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، مسلمانوں کا کوئی ایک لشکر حرکت میں نہیں آیا۔ یا تو مسلمانوں کے سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، ہمیں چکمہ دینے کیلئے پہلے ہمارے قریب تکبیریں بلند کی گئیں۔ شاید ایسا کر کے اس نے موسیٰ بن موسیٰ کو چوکنا کیا تھا اور اُس نے اپنے تیر انداز پہلے ہی درّے کے اوپر بٹھا دیئے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں کا یہ بھیڑیا نما سالار اسمٰعیل بن موسیٰ پلٹ کر موسیٰ بن موسیٰ پر حملہ آور ہوا۔ شاید اس نے موسیٰ بن موسیٰ کو شکست دے دی ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک موسیٰ بن موسیٰ یقیناً اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ درّے کے اندر یا اطراف میں کوئی نہ کوئی کارروائی تو کر چکا ہوتا۔''

گاتون کو یہاں تک کہتے کہتے رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کچھ لشکری ہانپتے کانپتے بھاگتے ہوئے کوہستانی سلسلے کی طرف سے ان کے پاس آئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے گاتون اور سندولہ دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو گاتون نے انہیں مخاطب کیا۔

''تم کون ہو؟ کدھر سے آئے ہو؟''

اس پر ان میں سے ایک اپنی سانس کو درست کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہم دائیں جانب کے کوہستانی سلسلے کو عبور کر کے بڑی مشکل سے اس سمت آئے ہیں۔ رات کی تاریکی میں مسلمانوں کا کوئی لشکر ہم پر حملہ آور ہوا تھا اور اس نے ہمارے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔ بدترین اور بری خبر یہ ہے کہ ان حملہ آوروں نے ہمیں شکست دینے کے بعد موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا ہے۔ حملہ آوروں نے ہمیں اس وقت نشانہ بنایا جس وقت موسیٰ بن موسیٰ اپنے لشکر کو لے کر آپ کی مدد کے لئے آنے کی خاطر درّے کی طرف بڑھا تھا۔ درّے سے ذرا فاصلے پر ہی مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا اور لمحوں کے اندر مسلمانوں کے اس لشکر نے ہمیں شکست سے دوچار کر کے ہمارا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ ہم اور کچھ دیگر لشکری بڑی مشکل سے بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکے ہیں اور گرتے پڑتے کوہستانی سلسلے کو عبور کر کے آپ تک پہنچے ہیں۔''

یہ خبر سن کر گاتون اور سندولہ دونوں کے حواس جاتے رہے تھے۔ کچھ دیر تک حواس باختگی کے عالم میں دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر سندولہ گاتون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گاتون! میرے بھائی! معاملات یقیناً ہمارے خلاف پانسہ پلٹ چکے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اس وادی سے نکل کر کہیں کھلے میدانوں میں اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کریں؟ جس وادی میں اس وقت ہم ہیں اس کا ایک راستہ تو درّے کے ذریعے دوسری وادی کی طرف جاتا ہے۔ ساتھ ہی ایک راستہ اُس سمت بھی نکلتا ہے جہاں مسلمانوں کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے اور ایک راستہ ہماری پشت سے شمال کی طرف چلا جاتا ہے۔ میرے بھائی! جہاں تک میں اندازہ کرتا ہوں، اس اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہو گا۔ ایک حصہ کے ساتھ وہ موسیٰ بن موسیٰ پر حملہ آور ہوا ہو گا اور دوسرے کو اس نے درّے پر متعین کیا ہو گا تاکہ ہمارے دونوں لشکر ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں۔ ان حالات میں اگر ہم بڑی رازداری سے اپنی اس وادی سے نکل کر مسلمانوں کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو جائیں تو ان کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر اُس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ پہلے مسلمانوں نے ہمارے علاقوں پر یلغار کرتے ہوئے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ ان سب پر ہم قبضہ کر سکتے ہیں۔“

سندولہ جب خاموش ہوا تب اُس کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے گاتون کہنے لگا۔

”سندولہ! ایسا کرنا اپنی موت کے پروانے پر مہر ثبت کرنے کے مترادف ہے۔ رات کی تاریکی میں ہمیں کچھ خبر نہیں کہ موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ کہاں قیام کر رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یہ اُمید رکھے کہ ہم اس وادی سے نکل کر ان کے پڑاؤ پر ضرب لگانا چاہیں اور وہ قریب ہی کہیں گھات میں بیٹھا ہوا ہو اور اچانک کسی خونخوار اور بھوکے چیتے کی طرح نکل کر جب وہ ہم پر حملہ آور ہو گا تو سندولہ! یاد رکھنا، موسیٰ بن موسیٰ سے بھی وہ ہماری حالت ابتر بنا کر رکھے گا۔ یہ اسمٰعیل بن موسیٰ مسلمانوں کا وہ سالار ہے جس نے اپنے سالار عبدالکریم کے ساتھ مل کر نارمنوں کو بدترین شکستیں دیں۔ جبکہ تم جانتے ہو نارمن وہ ناقابل تسخیر قوت تھے جنہوں نے شمال میں ساری قوموں کو حملہ آور ہو کر ابتر کیا۔ یہی

نہیں، انگلستان اور فرانس کے ساحلوں کو روندا اور جلیقیہ کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ لیکن یہ عبدالکریم اور اسمٰعیل بن موسیٰ ہی کا کمال تھا کہ ان دونوں نے مل کر نارمنوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ اب مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں ہمارے حکمرانوں کی کم فہمی اور اُن کی کج روی بھی نمایاں ہے۔ ورنہ اشتوراس کا بادشاہ ایسٹریاس اور لیون کا بادشاہ الفانسو اگر دونوں مل کر ایک جرار لشکر تیار کریں اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں تو میں خیال کرتا ہوں مسلمانوں کا کوئی بھی لشکر قرطبہ تک ان دونوں قوتوں کے لشکر کی راہ روک نہ پائے گا۔ اور اب تو یہ بھی خبریں آنا شروع ہوگئی ہیں کہ نارمن جو اس سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد صقلیہ اور مالٹا کی طرف چلے گئے تھے، وہ اپنی قوت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد پلٹے ہیں اور اب مسلمانوں کے شرقی علاقوں کو اپنا ہدف بنانے کے لئے پَر تول رہے ہیں۔ ان حالات میں الفانسو اور ایسٹریاس دونوں حکمرانوں کو یقیناً مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرنے کے لئے اتحاد اور تعاون کر لینا چاہئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گاتون جب خاموش ہوا تب سندولہ بول اٹھا۔

"گاتون! میرے بھائی! وہ تو بڑی دور کی بات ہے۔ وہ ایسٹریاس جانے اور الفانسو۔ ہم نے تو یہ سوچنا ہے کہ اب ان میدانوں میں ہمیں مسلمانوں سے کیسے نمٹنا ہے؟"

جواب میں گاتون بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔

"سندولہ! اس وادی سے نکل کر مسلمانوں کے پڑاؤ پر حملہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ہمارے لئے خطرناک ہے۔ ایسا کر کے گویا ہم اپنے لشکریوں کی جانوں کو خطرے میں ڈالیں گے۔ ہمارے لئے بہتر اور سلامتی کی صورتِ حال یہی ہے کہ اسی وادی کے اندر رات بسر کریں اور صبح کو دیکھیں کیا صورتِ حال ہمارے سامنے آتی ہے۔ دن طلوع ہونے کے بعد پھر ہم مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے کسی جوابی کارروائی کی منصوبہ بندی کریں گے۔

ہمیں ہر صورت میں مسلمانوں سے موسیٰ بن موسیٰ کی شکست کا انتقام لینا ہوگا۔ دن کے وقت جو ہمارے مخبروں نے اطلاع دی تھی، اس کے مطابق مسلمانوں کا سالار اسمٰعیل بن موسیٰ جو لشکر لے کر آیا تھا، اس کی تعداد ہمارے لشکر سے آدھے سے بھی کم

تھی۔ اب اگر وہ موسیٰ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تب جو لشکر میری اور تمہاری کمانداری میں ہے وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے لشکر سے زیادہ ہے۔ لہٰذا رات گزرنے دو۔ دن کی روشنی میں کوئی منصوبہ بندی کریں گے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر اپنی شب کی ناکامیوں کو دن کی کامرانیوں میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی صلاح و مشورہ کرنے کے بعد گاتون اور سندولہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر انہی وادیوں میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔





اگلے روز کا سورج طلوع ہونے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کیساتھ فجر کی نماز اسی میدان میں ادا کی۔ جبکہ جریر بن موفق اسی طرح درّے کے اوپر گھات میں بیٹھا رہا اور اس کے لشکریوں نے بھی باری باری فجر کی نماز ادا کی تھی۔ سورج ابھی مشرق سے طلوع ہی ہوا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں جریر بن موفق گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ آتے ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے لشکر کے دونوں حصوں کو یکجا کرنے اور درّے کے قریب ہی جمع ہونے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی جریر بن موفق کا لشکر بھی گھات سے نکل کر اسمٰعیل بن موسیٰ کے لشکر کے حصہ کے ساتھ مل گیا تھا۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جس وادی میں، میں نے موسیٰ بن موسیٰ کو شکست دی ہے، اسی وادی میں، میں نے فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے اپنا ایک مخبر حارث بن بزیغ کی طرف روانہ کیا تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے حصہ کے لشکر کو لے کر یہاں پہنچ جائے۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک وہ یہاں پہنچ جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مشرق کی طرف سے دُھند اُڑتی دکھائی دی۔ فضا میں اب روشنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ سورج طلوع ہونے کے قریب آ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس گرد و غبار اور دھول میں سے حارث بن بزیغ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اس جگہ آ رکا جہاں اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کھڑے تھے۔

اپنے گھوڑے سے اتر کر جب وہ دونوں کے پاس آیا تب اسمٰعیل بن موسیٰ اسے

مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''ابنِ بزیغ! میرے بھائی! تیرا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ میں نے جو مخبر تمہاری طرف بھجوایا تھا، اس کے ذریعہ اپنی رات کی پوری کارروائی سے تمہیں آگاہ کر دیا تھا۔ ہماری خوش قسمتی کہ دشمن کے ایک لشکر کو ہم شکست دینے اور تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کا بیٹا لُوپ ہماری قید میں ہیں اور اس وقت لشکر میں موجود ہیں۔ میرے عزیز بھائی! تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ اب متحد ہو کر دشمن کے خلاف جنگ کی ابتداء کی جائے گی۔ عددی لحاظ سے دشمن کو اب بھی ہم پر فوقیت حاصل ہے۔ جریر بن موفق نے رات کو بڑا عمدہ معرکہ سر کیا۔ اس نے دشمن کے کسی بھی حصہ کو درّے کے قریب تک نہیں آنے دیا، گزرنا تو بہت دور کی بات رہی۔ پہلے یہ کہو کہ کیا تمہارے لشکر نے صبح کا کھانا کھا لیا ہے؟''
جواب میں حارث بن بزیغ نے نفی میں گردن ہلائی۔ جس پر اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
''اس کا مطلب ہے ہم میں سے کسی نے بھی صبح کا کھانا نہیں کھایا۔ میں نے جو منصوبہ بندی کی ہے، اس کے مطابق پہلے دشمن سے نمٹیں گے، پھر کھانا کھائیں گے۔ اس سلسلے میں، میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ہے اور وہ بھی اس پر آمادہ ہیں۔ حارث بن بزیغ! میں نے چند دستے مقرر کئے ہیں جو ابھی تک پڑاؤ میں نہیں پہنچے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں نے سارا سامان روانہ کیا ہے جو موسیٰ بن موسیٰ کو شکست دینے کے بعد ان وادیوں سے مجھے حاصل ہوا ہے۔ ہم نے دشمن کی ایک ٹانگ ایک طرح سے کاٹ دی ہے۔ دوسری ٹانگ پر ضرب لگانی ہے۔ میرے عزیز! تھوڑی دیر تک دائیں جانب کی وادیوں کی طرف بڑھیں گے۔ دشمن کے سامنے صف آراء ہوں گے۔ لشکر پہلے ہی کی طرح تین حصوں میں رہے گا۔ وسط میں دائیں جانب جریر، بائیں جانب حارث بن بزیغ! تم ہو گے۔ میرے خیال میں اس سے آگے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ آگے کرنا ہے وہ تم پہلے سے جانتے ہو۔''
جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے جب اس سے اتفاق کیا تب متحدہ لشکر کو حرکت میں لایا گیا اور اس وادی کا رخ کیا گیا جہاں گاتون اور سندولہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے۔

ان وادیوں میں داخل ہونے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ ریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"لشکر کی ترتیب، صفیں یہیں سے درست کر لو۔ ممکن ہے ہمیں دیکھتے ہی گاتون اور لہ ہم پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ تک انہیں خبر ہو چکی ہو گی کہ موسیٰ بن موسیٰ کے لشکر کو ہم شکست دے چکے ہیں۔"

سمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ کے جواب میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ فوراً اپنے اپنے لشکر کی صفیں درست کر کے لشکریوں کو بالکل استوار کر لیا تھا۔ اسی طرح لشکر کے جس حصے نے اسمٰعیل بن موسیٰ کے تحت کام کرنا تھا وہ بھی اپنی ں درست کر کے بالکل مستعد ہو گیا تھا۔ اس کے بعد صفوں کی اسی درستگی کی حالت شکر نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اب آگے بڑھنے کی حالت یہ تھی کہ اسمٰعیل بن کے اشارے پر لشکر کے اندر بڑے بڑے طبل اور بڑی بڑی دفیں ہولناک انداز ج اُٹھی تھیں جنہوں نے ان وادیوں کے اندر ایک طرح سے دہشت پھیلا کر رکھ ی۔

وسری طرف گاتون اور سندولہ دونوں نے جب دیکھا کہ مسلمان بڑی ترتیب اور دی کے ساتھ بڑے بڑے طبل بجاتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں تب ں نے اندازہ لگا لیا کہ مسلمان جنگ کی ابتداء کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیں ۔ لہٰذا اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے بھی اپنے لشکر کی صفیں ت کرنا شروع کر دی تھیں۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ ان کے سامنے جا کر ر ہوا اور لشکر کی ترتیب کو اس نے آخری شکل دے دی تھی۔

س کے بعد جنگ کی ابتداء خود اسمٰعیل بن موسیٰ نے کی تھی۔ وہ اپنے لشکر کے آگے سب سے پہلے اس نے اپنے لشکریوں کو مخصوص اشارہ دیتے ہوئے اپنی تلوار فضا بلند کی۔ تلوار کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ شب و روز کی گردشوں میں وقت کی چشمِ م نے دیکھا مسلمان لشکریوں نے اِسم و جسم، نبض و نفس تک میں خوف طاری کرنے ے انداز میں تکبیریں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد جب اسمٰعیل بن موسیٰ نے دوسرا ہ کیا تب اس کا لشکر راکھ کے اندر اچانک نکلتی چنگاریوں اور رگ رگ میں خوف ں کرتی پھیلتی بارودی ہواؤں کی طرح حرکت میں آیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن

موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ تینوں قہر و کرب کے دوش پر سوار ٹڈی دل کی یلغار سے بگولوں، بحران کی گردشیں، اطوار کا انتشار، دکھوں کے جال پھیلاتے طوفانوں اور فکر و کردار کی ترتیب درہم برہم کر دینے والے انحطاط و زوال طاری کرتی یلغار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جواب میں گاتون اور سندولہ بھی آنکھوں کی راہداریوں، سانسوں کی گردشوں، احساسات کی تہوں اور دلوں کے نہاں خانوں کے علاوہ جذبوں کی محرابوں تک میں مجروح حرماں نصیبیاں بھر دینے والے موت کے کارروانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں لشکر ہولناک انداز میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ میدانِ جنگ میں آلام کی گراں باریاں، حسد کے سرخ الاؤ، اجل کی دستک دیتی یلغار اور برہنہ و برہم عزائم اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کی طرح گاتون اور سندولہ بھی زیادہ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ آخر گاتون اور سندولہ دونوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا داغ اٹھانا پڑا۔ ان کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ چھوٹے سے بچے کھچے ایک لشکر کے ساتھ سندولہ اور گاتون دونوں پشت کی جانب سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

گاتون اور سندولہ دونوں کو بدترین شکست دے کر مار بھگانے کے بعد سب سے پہلے ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا گیا۔ جو لشکری زخمی ہوئے تھے ان کی دیکھ بھال کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے چھوٹے سالار کو حکم دیا کہ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

جب ان دونوں باپ بیٹے کو پیش کیا گیا تو اس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ کے ایک طرف جریر بن موفق اور دوسری طرف حارث بن بزیغ اور ان کے ساتھ دیگر چھوٹے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اردگرد لشکری بھی جمع ہو چکے تھے۔ جب موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ دونوں کو اسمٰعیل بن موسیٰ کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا تب اسمٰعیل کچھ دیر تک دونوں باپ بیٹے کو گہری اور غصہ سے سرخ نگاہوں سے دیکھتا رہا، پھر موسیٰ بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سن فطرت کے گنہگار انسان! حرص و ہوس کے گماشتے! میری قوم نے تجھے انسانیت کی سربلندی دی لیکن تُو تشدد پر اُتری حیوانیت کو پسند کرنے لگا۔ میری قوم نے تجھے بصیرت کی بیداری جیسا وقار عطا کیا لیکن تُو نمک حرامی کرتے ہوئے بغاوت و سرکشی کے شعلے بلند کرنے لگا۔ میری قوم نے تجھے حیات کی دِل پسند معراج دی لیکن تُو اجل کی دستک دینے والے لمحوں سے بھی بدتر ثابت ہوا۔ میری قوم نے تجھے تیرے ساتھ شرافتِ نفس اور انسان دوستی کا اسلوب دیا لیکن تُو قضا کی طرح جنونی حرکتیں کرنے لگ گیا تھا...... موسیٰ بن موسیٰ! ہمارے آباؤ اجداد نے اپنا خون دے کر جن روایات کو وقت کی کھیتی میں لالہ زار کیا تھا، تُو نے اسی کھیتی کو نذرِ آتش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تُو اس قابل ہے کہ تجھے اس کی سزا ہر حالت میں دی جائے۔"

اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اشارے سے قریب ہی کھڑے ایک سالار کو بلایا۔ وہ چھوٹا سالار بڑی تیزی سے اسمٰعیل کے پاس آیا۔ اسمٰعیل نے اُس کے کان میں تھوڑی دیر بات چیت کی، جس پر وہ سالار مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹا، کچھ مسلح جوان اپنے ساتھ لئے، موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کو ایک طرف لے گیا اور ان دونوں باغیوں کی گردنیں کاٹ دی گئیں۔

موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے کا خاتمہ کرنے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ باری باری جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائیو! اس باغی موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ نے سرقسطہ، تطیلہ اور کچھ دیگر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو چند یوم تک آرام کرنے، ستانے کا موقع فراہم کریں۔ جنگ کے دوران جو زخمی ہوئے ہیں ان کی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ اس کے بعد باری باری ان شہروں پر حملہ آور ہوں۔ موسیٰ کے جو لشکری ان شہروں کے اندر ہیں ان کا خاتمہ کر کے ان تینوں شہروں کو اپنی مملکت میں شامل کر لیں۔"

جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے جب اس سے اتفاق کیا تب لشکر نے وہاں سے کوچ کیا۔ اس جگہ آیا جہاں لٹے پٹے لوگوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ لشکر کو چند دن آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس کے بعد گاتون اور سندولہ کے حملوں کے باعث

جو لوگ اپنے گھروں سے بے گھر ہوئے تھے، اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ انہیں نہ صرف اپنے گھروں میں آباد کرنا شروع کر دیا تھا بلکہ انہیں ضروریات کی ہر شے بھی مہیا کرنا شروع کر دی تھی۔

***

نارمنوں کے حکمران اور سالارِ اعلیٰ مناکش نے اپنے جنگجو نارمنوں کے ساتھ جبلِ طارق کا رخ کیا تھا۔ ان کے پاس ان گنت بڑے بڑے جہاز اور بے شمار کشتیاں تھیں۔ یہ سب ان گنت جنگجوؤں کے علاوہ شمار نہ کئے جانے والے سامان سے لدے ہوئے تھے۔ اس طرح خوراک کے ذخیروں کے علاوہ جنگی ہتھیاروں سے لدے پھندے یہ نارمن جبلِ طارق میں اُترنے میں کامیاب ہو گئے اور جبلِ طارق کو انہوں نے اپنی محفوظ آماجگاہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ جبلِ طارق کو اپنا مرکز بنا کر وہیں سے اُٹھ کر مسلمانوں کے علاقوں کے شرقی حصہ پر ضربیں لگانی شروع کریں اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

ایک روز مناکش، اس کی بیوی ساگون اور حسین و خوبصورت سیرد، بڑے سالاروں میں سے پرسُول، غندش اور کچھ چھوٹے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ سیرد اپنے باپ مناکش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اے میرے باپ! جس وقت ہم نے مسلمانوں کے غربی سمت حملہ آور ہونا شروع کیا تھا، مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران میرا منگیتر کوراش مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور میں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو قتل کرنے کی نہ صرف ٹھانی تھی بلکہ قسم کھائی تھی۔ لیکن میری بدقسمتی کہ میں اپنے عہد کو پورا نہ کر سکی۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہمیں جگہ جگہ بلکہ لگاتار شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور آخر کار ہم مسلمانوں کے علاقوں سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ یہ ساری مجبوری مسلمانوں کے مرنے والے سالار عبدالکریم اور موجودہ سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی وجہ سے تھی۔

اے میرے باپ! اب جبکہ ہم ایک بار پھر مسلمانوں سے ٹکرانے والے ہیں اور مسلمانوں کی مملکت کے مشرقی حصوں کو اپنا ہدف بنانے لگے ہیں تو میں چاہتی ہوں کہ اپنی قسم، اپنے عہد کو پورا کروں۔ اگر میں نے مشرق کی ان مہموں کے دوران بھی

اسمٰعیل بن موسیٰ کا خاتمہ نہ کیا تو پھر میں زندگی بھر اس سے انتقام نہیں لے سکوں گی۔ بابا! میں یہ ساری گفتگو آپ سے اس لئے کر رہی ہوں کہ میں کچھ غیر معمولی اقدامات کرنے والی ہوں اور یہ سارے انتظامات میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔

آپ نے جب جبلِ طارق میں اپنی قیام گاہ کو مستحکم کرنے کے بعد اپنے جو مخبر مسلمانوں کی سرزمینوں میں پھیلائے ہیں ان کے ذمہ یہ بھی کام لگائیں کہ مسلمانوں کے کسی مخبر کو زندہ پکڑ کر میرے پاس لائیں اور میں اس سے بڑا کام لیتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کروں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد خوبصورت سیرد جب خاموش ہوئی تب اس کا باپ مناکش فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! جو کام تُو نے اپنے ذمے لیا ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کا تعلق ہے تو میری بیٹی! وہ کوئی معمولی اور عام سا سپہ سالار نہیں ہے۔ جس وقت مغربی ساحلوں پر ہم ان سے ٹکرائے تھے، میری بیٹی! تُو نے دیکھا تھا ہمارے بڑے بڑے عمدہ اور نایاب تیغ زنوں نے انفرادی مقابلے کے لئے اسے للکارا۔ لیکن اسمٰعیل نے نہ صرف انہیں نیچا دکھایا بلکہ ان کی گردنیں کاٹ دیں۔ کوراش ہماری مملکت کا بہترین سالار خیال کیا جاتا تھا لیکن وہ بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کے سامنے چند لمحے ہی نکال سکا۔ جہاں تک ہمارے باقی بچنے والے سالاروں میں پرسول اور غندش کا تعلق ہے تو یہ دونوں تمہارے سامنے بیٹھے ہیں۔ تم ان سے پوچھ سکتی ہو۔ کسی بھی محاذ پر، کسی بھی مہم میں یہ اسمٰعیل بن موسیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکے اور اسمٰعیل بن موسیٰ نے انہیں لگاتار شکستیں دیں۔

بیٹی! میں تو سمجھتا ہوں تُو اپنے عہد کو ختم کر دے۔ میں خیال کرتا ہوں، اسمٰعیل بن موسیٰ کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارنا آسان نہیں۔ پر پہلے تُو یہ تو بتا، کل اگر ہم مسلمانوں کے کسی مخبر کو پکڑ کر تمہارے پاس لے بھی آئیں تو تم اس سے کیا کام لو گی؟"

اس موقع پر سیرد نے ایک لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگی۔

"اس سارے معاملے کو آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کے اس مخبر سے میں بہت بڑا کام لوں گی۔ پہلے اسے اپنے اعتماد میں لوں گی اور اس کے ذریعے میں اسمٰعیل بن موسیٰ پر واضح کرنے کی کوشش کروں گی کہ میں اب اس کی دشمن نہیں، دوست ہوں۔

اس سے نفرت نہیں، محبت کرتی ہوں اور اسی محبت کا اسے چکمہ اور چکر دے کر میں اسے کسی ایسی جگہ بلاؤں گی جو میرے لئے محفوظ اور اس کے لئے خطرناک ہو اور وہیں میں اس کا خاتمہ کر کے رکھ دوں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیرد جب خاموش ہوئی تب مناکش کا سالار غندش سیرد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سیرد! جو کچھ تم نے کہا ہے بظاہر یہ بہت پُرکشش معاملہ ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا اسمٰعیل بن موسیٰ تمہاری محبت میں مبتلا ہو جائے گا؟ ایک ایسا سالار جس نے بڑے بڑے سورماؤں کو اپنے سامنے زیر کیا، جب اُسے یہ بھی خبر پہنچ چکی ہے کہ تُو نے اُس کا سر قلم کرنے کا عہد کر لیا ہے تو کیا وہ تمہاری محبت کے فریب میں آ جائے گا؟ بظاہر یہ مشکل بلکہ ناممکن معاملہ ہے۔ ہاں اگر تم اس میں کامیاب ہو جاؤ تو یوں جانو یہ ایک بہت بڑا معرکہ ہو گا۔"

غندش جب خاموش ہوا تب سیرد ایک عزم سے غندش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرا نام سیرد ہے۔ جو عہد کرتی ہوں اسے پورا کر کے دکھاتی ہوں۔ لہٰذا اسمٰعیل بن موسیٰ کا سر کاٹنا اب میری زندگی کا مقصد اور میرے جذبوں کی تسکین کی ایک وجہ بن چکا ہے......"

یہاں تک کہتے کہتے سیرد کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کا باپ مناکش اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! جس مہم کی تم ابتداء کرنا چاہتی ہو وہ ہے تو بہت خطرناک تاہم اگر تم اسی کو اپناتے ہوئے اپنی کامیابیوں کو گلے لگانا چاہتی ہو تو میری بیٹی! میں سب کے سامنے اعلان کر رہا ہوں کہ جو تم چاہتی ہو اس سلسلے میں تمہیں ہمارا مکمل تعاون حاصل ہو گا۔"

اپنے باپ مناکش کی اس گفتگو سے سیرد کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کا باپ مناکش مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

"سیرد! میری بیٹی! تیرا معاملہ حل ہوا۔ اب مجھے مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنے سالاروں کے ساتھ منصوبہ بندی کو آخری شکل دینے دو۔"

سیرد نے جب جواب میں گردن ہلائی تب مناکش اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! مسلمانوں کے معاملے میں ہمیں جن ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ان سب کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ اب ہم نئے انداز میں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئے ہیں۔ جبلِ طارق میں ہم نے اپنی حالت کو مضبوط اور مستحکم بنا لیا ہے۔ یہ ہمارا مستقل ٹھکانہ ہوگا۔ یہیں سے نکل کر ہم مسلمانوں کے علاقوں پر اپنے حملوں کی ابتداء کریں گے اور مجھے امید ہے کہ اس بار کامیابیاں ہمارے ہی دامن میں آئیں گی۔ اس کے علاوہ اب تک جو خبریں ہمارے پاس آئی ہیں ان کے مطابق مسلمانوں کا سالارِ اعلیٰ اپنے دو ساتھیوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ ان دنوں شمال کی ایک انتہائی خطرناک مہم میں مصروف ہے۔ اس وقت اگر ہم مسلمانوں کی مملکت کے شرقی ساحلوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ہماری راہ روکنے والے مسلمانوں کے پاس تین ہی سالار رہ جائیں گے۔ ایک عبداللہ بلنسی، دوسرا عبداللہ بن اُمیہ، تیسرا عبیداللہ۔ مجھے امید ہے کہ یہ تینوں زیادہ دن تک ہمارا مقابلہ نہیں کر پائیں گے اور ہم ان کی مملکت کے شرقی ساحل پر کہیں نہ کہیں اتر کر پاؤں جمانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر آہستہ آہستہ اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کرتے ہوئے مسلمانوں کے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف بڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ ایک بار ہم نے اپنی ساری طاقت کو جبلِ طارق سے مسلمانوں کے مشرقی ساحلوں پر منتقل کر دیا تو یاد رکھنا، عبداللہ بلنسی۔ عبداللہ بن اُمیہ اور عبیداللہ اگر اپنی پوری ہنرمندی بھی ہمارے خلاف صرف کر دیں تو ہمیں اپنی سرزمینوں سے نکال نہیں سکیں گے۔

چنانچہ ان حالات کا فائدہ اٹھانے کے لئے کل سے ہم اپنی کارروائیوں کی ابتداء کر دیں گے۔ پہلی بار جب ہم مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے تو ہم نے اپنی کارروائیوں کی ابتداء میدانوں میں کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں وہ ہماری غلطی ہے۔ اب جو اطلاعات ہمارے مخبروں نے دی ہیں ان کے مطابق تین بندرگاہوں کے درمیان جو مسلمانوں کا علاقہ ہے وہ کوہستانی علاقہ ہے اور اسی کوہستانی سلسلے کو آڑ بناتے ہوئے ہم مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میدانی کی نسبت کوہستانی سلسلے کے اندر پیش قدمی کرنا ہمارے لئے قدرے آسان ہوگا۔ چنانچہ یہ تین بندرگاہیں جن کا نام

قرطاجنہ، المریہ اور مالقہ ہے، انہی کے بیچوں بیچ ہم نے کارروائیاں کرنی ہیں۔ کوہستانی سلسلہ اس میں آتا ہے وہ کہیں بلند اور کہیں ایسا ہے کہ اسے عبور بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان میں جبلِ شلیر اور جبالِ رندہ مشہور ہیں۔ دائیں کونے سے جو کوہستانی سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ جبلِ شلیر ہے اور یہی کوہستانی سلسلہ جب بائیں جانب جا کر ختم ہوتا ہے، اس سمت کو جبالِ رندہ کا نام دیا گیا ہے اور اسی کوہستانی سلسلے سے نکل کر آگے جا کر غرناطہ جایا جاسکتا ہے اور وہاں سے وہ بڑی شاہراہ دکھائی دیتی ہے جو سیدھی شمال کا رخ کرتی مسلمانوں کے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف چلی جاتی ہے اور اسی شاہراہ کو ہم نے اپنا ہدف بنانا ہے۔ لہٰذا آنے والی شب کو اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی جائے۔ کل ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش جب خاموش ہوا تب اس کی بیٹی سیرد بول اُٹھی۔ کہنے لگی۔

"بابا! جس وقت ہمارے لشکری مسلمانوں کے مغربی علاقوں کی طرف سے داخل ہو کر حملہ آور ہوئے تھے اُس وقت ہمارے تین سالاروں نے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ کوراش، پرسول اور غندش۔ اب کوراش تو اس دنیا میں نہیں ہے جو میرا منگیتر تھا۔ غندش اور پرسول ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ اس بار غندش اور پرسول کامیابیاں ضرور حاصل کریں گے۔ اس بار کوراش کی کمی کو میں خود پورا کروں گی۔ لشکر میں شامل ہو کر لشکریوں کا حوصلہ بڑھاؤں گی اور نہ صرف اپنی کامیابیوں کو یقینی بنانے کی کوشش کروں گی بلکہ اسمٰعیل بن موسیٰ سے اپنے انتقام کو بھی انجام تک پہنچانے کی کوشش کروں گی۔"

چنانچہ اگلے روز مناکش کے سالاروں غندش، پرسول اور اس کی بیٹی نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ ٹڈی دل لشکر کی طرح وہ قرطاجنہ، المریہ اور مالقہ کے درمیان جو کوہستانی سلسلہ بنتا تھا، اس کی طرف انہوں نے کوچ کیا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے مخبر بھی شیطان کے ان گماشتوں پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالاروں میں سے عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کو نارمنوں کی اس نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا تھا۔

نارمنوں کا ٹڈی دل لشکر قرطاجنہ اور المریہ کے ساحل پر اُترنے میں تو کامیاب ہو گیا۔ لیکن وہ آگے نہیں بڑھنے پایا۔ اس لئے کہ جگہ جگہ مسلمانوں کے سالاروں عبداللہ

امیہ اور عبید اللہ نے بڑی بڑی چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے تیروں سے لیس اپنے لشکری بٹھا دیئے تھے اور جو بھی نارمن ساحل پر اُترنے کے بعد اندرونِ ملک کا رُخ کرنے کی کوشش کرتا، مسلمان اسے تیروں سے چھلنی کرتے چلے جاتے تھے۔

***

دوسری طرف اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں ساتھیوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ ابھی تک شمال کے علاقوں میں مصروفِ عمل تھا۔ وہاں بے گھر ہونے والے لوگوں کو آباد کرنے کے بعد وہ ان شہروں کا رخ کرنا چاہتا تھا جن پر ماضی میں موسیٰ بن موسیٰ نے بغاوت کر کے قبضہ کر لیا تھا۔ ابھی اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان شہروں کا رخ ہی نہیں کیا تھا کہ کچھ مخبر اس کے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور نارمنوں کے اپنی مملکتوں کے مشرقی حصوں پر حملہ آور ہونے کی اطلاع دی۔

یہ اطلاع ملتے ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان شہروں پر حملہ آور ہونے کے اپنے ارادوں کو ملتوی کر دیا تھا جن پر ماضی میں موسیٰ بن موسیٰ نے قبضہ کر لیا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ اس نے بڑی برق رفتاری سے قرطبہ کی طرف کوچ کیا تھا۔

شہر میں داخل ہونے سے پہلے شہر سے باہر جو قبرستان تھا وہاں اسمٰعیل بن موسیٰ رُک گیا۔ اس کے رکنے پر پورا لشکر بھی رک گیا تھا۔ اس موقع پر جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ حیرت و تعجب میں کبھی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے، کبھی اسمٰعیل بن موسیٰ پر ان کی نگاہیں جم جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میں ذرا اپنی ماں اور بیوی کی قبر پر فاتحہ کہہ لوں۔ اس کے بعد شہر میں داخل ہوتے ہیں۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دنگ رہ گئے تھے۔ چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ ان الفاظ کے ساتھ ہی قبرستان میں داخل ہوا تھا۔ اس موقع پر جریر بن موفق کو مخاطب کرتے ہوئے حارث بن بزیغ کہنے لگا۔

''تو کیا اسمٰعیل بن موسیٰ کو خبر ہو گئی تھی کہ اس کی ماں اور بیوی مر چکی ہیں؟ اور اس کی بیوی کے ہاں مُردہ بچہ پیدا ہوا تھا؟''

یہ الفاظ شاید اسمٰعیل بن موسیٰ نے بھی سن لئے تھے۔ وہ مڑا اور حارث بن بزیغ کی

طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! جس وقت یہ خبر تم دونوں کو ملی تھی اس سے پہلے میرے مخبر مجھے اس خبر سے آگاہ کر چکے تھے۔ میں اس لئے چپ اور خاموش رہا کہ جس مہم پر میں مقرر کیا گیا تھا میں اسے کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتا تھا۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ آگے بڑھا۔ اسے دیکھتے ہی گورکن بھاگتا ہوا اسکے قریب آیا اور اس کی ماں اور بیوی کی قبروں کی نشاندہی کی۔

کچھ دیر وہاں کھڑے ہو کر اسمٰعیل بن موسیٰ فاتحہ پڑھتا رہا۔ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے علاوہ چھوٹے سالار بھی اس دعا میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ قبرستان سے نکلا۔ اب وہ قرطبہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔





اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ تینوں نے اپنے لشکر کے ساتھ صرف دو روز تک قرطبہ شہر میں قیام کیا۔ ایسا انہوں نے لشکریوں کے ستانے کے لئے کیا تھا۔ اس دوران امیر محمد کے ساتھ ان کے طویل مشورے بھی ہوتے رہے۔ اور تیسرے روز وہ اپنے لشکر کو لے کر نارمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوچ کر گئے تھے۔

جہاں تک نارمنوں کا تعلق تھا تو ان کا زیادہ دباؤ اب المریہ کی بندرگاہ کے اندرونی حصوں کی طرف تھا۔ دراصل نارمن اس شاہراہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے جو المریہ سے ہوتی ہوئی غرناطہ اور پھر قرطبہ کی طرف نکل گئی تھی۔ یہ شاہراہ جبل الثلج میں سے ہو کر گزرتی تھی جس کو جبلِ شلپر کا نام بھی دیا گیا تھا۔ دائیں جانب اس کوہستانی سلسلے کی بلندی بھی کم تھی اور اس جگہ سے ایک شاہراہ سیدھی آگے غرناطہ اور قرطبہ کو چلی گئی تھی۔ حالانکہ اس کوہستانی سلسلے کی بلند چوٹیاں بھی تھیں۔ اس کی سب سے بلند چوٹی لگ بھگ گیارہ ہزار چھ سو چونسٹھ (11,664) فٹ سطح سمندر سے بلند بھی ہے اور اس پر اکثر و بیشتر برف جمی رہتی ہے۔ جس شاہراہ کو نارمن اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے وہ شاہراہ المریہ کے قریب سے ہوتی ہوئی جبل الثلج کے پاس سے گزر کر تھوڑا سا بائیں جانب رخ موڑتی ہوئی غرناطہ اور پھر دریائے کبیر کو عبور کر کے قرطبہ کی طرف چلی جاتی تھی۔ اس شاہراہ پر نارمن اس لئے بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے کہ تھوڑا سا اندر جا کر اس شاہراہ پر ایک چوراہا سا بھی آ جاتا تھا جس پر ایک شاہراہ تو غرناطہ کی طرف، دوسری مرسیہ سے ہوتی ہوئی اندرونی حصوں کی طرف چلی گئی تھی۔ نارمنوں کے ان سارے ارادوں کی خبریں مسلمان مخبر بڑی تفصیل کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن

بزلیغ کے پاس بھی پہنچا چکے تھے اور انہی خبروں کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے جبل الشلج کا ہی رخ کیا تھا۔

کوہستانی سلسلے میں پہنچ کر اسمٰعیل بن موسیٰ نے وہاں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے مخبروں کو روانہ کیا تا کہ دشمن کی نقل وحرکت کے علاوہ ان کی موجودہ کارروائیوں کے محلِ وقوع سے بھی اسے آگاہ کریں۔"

***

ایک روز قیام کرنے کے بعد شام کے وقت وہی مخبر وہاں لوٹ کر آئے۔ اس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ جریر بن موفق اور حارث بن بزلیغ کے ساتھ ایک چٹان پر بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ جب وہ مخبر قریب آئے تب ان کے آنے پر کچھ چھوٹے سالار بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ ان کے آنے پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیز ساتھیو! کوئی اچھی خبر لائے ہو تو کہو۔"

اس پر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

"امیر! ہم اچھی خبر ہی لے کر آئے ہیں اور خبر یہ ہے کہ المریہ کی بندرگاہ اس وقت ویران پڑی ہوئی ہے۔ نارمنوں نے ابھی اسے لوٹا بھی نہیں۔ اس لئے کہ نارمن ابھی المریہ شہر میں داخل نہیں ہوئے۔ ان کا زیادہ تر دباؤ قرطاجنہ اور المریہ کے درمیان کے علاقوں میں ہے اور وہاں جو شاہراہ آگے شمال مغرب کی طرف آتی ہے دراصل وہ اسی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ شاید ان کا یہ خیال ہے کہ فی الحال وہ ہماری بندرگاہوں قرطاجنہ، المریہ اور مالقہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اندرونِ ملک کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ان تینوں بندرگاہوں پر ان کا آپ سے آپ قبضہ ہو جائے گا اور ان پر حملہ آور ہونے کے لئے انہیں کوئی وقت ضائع نہیں کرنا پڑے گا۔ نارمنوں کا ایک بہت بڑا لشکر اب المریہ اور قرطاجنہ کے درمیان جمع ہو چکا ہے۔ اسے آپ ایک ایسا لشکر کہہ سکتے ہیں جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یوں جانیں ٹڈی دل قرطاجنہ اور المریہ کے درمیان اُتر پڑے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن موسیٰ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایسے ٹڈی دل ہم نے پہلے بھی بہت دیکھے اور انہیں مار اُڑایا۔ یہ وہی نارمن ہیں

جو اس سے پہلے مغربی محاذوں پر ہم سے بدترین شکست کھانے کے بعد بھاگ گئے تھے۔ اب اگر یہ نئے سرے سے تیاری کرنے اور اپنی طاقت وقوت میں اضافہ کر کے پھر ہم پر وارد ہونا چاہتے ہیں اور اپنی شکستوں کا انتقام لینا چاہتے ہیں تو اس سلسلے میں انہیں ناکامی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

میرے عزیز ساتھیو! میں یہ تو جان چکا ہوں کہ اس وقت نارمنوں کا لشکر کہاں ہے اور ان کے ارادے کیا ہیں، اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ ہمارے تینوں سالار اپنے لشکر کے ساتھ اس وقت کہاں ہیں؟''

جواب میں اُس مخبر نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''جہاں تک ہمارے ان تینوں سالاروں کا تعلق ہے، جو لشکر ان کے پاس ہے اس نے جبل الثلج کی ایک بڑی محفوظ وادی کے اندر قیام کر رکھا ہے۔ امیر! میں یہ بھی کہوں کہ اس وادی میں اپنے لشکر کے ساتھ صرف عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ ہیں جبکہ عبداللہ بلنسی جو ایک طرح سے اب امیر البحر کا کردار ادا کر رہا ہے وہ بحری بیڑے میں ہے۔ بحری بیڑہ قادس کی محفوظ بندرگاہ میں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کر کے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''تم میں سے دو ابھی اور اسی وقت بلکہ فی الفور قادس کی بندرگاہ کا رخ کریں۔ میری طرف سے عبداللہ بلنسی کو یہ پیغام بھجوائیں کہ قادس کی بندرگاہ کے جس محفوظ حصہ میں تم نے اپنے بحری بیڑے کو کھڑا کر رکھا ہے اسے وہیں کھڑا رہنے دو۔ بحری بیڑے کے اندر تیر انداز بٹھا دو اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دو۔ اگر نارمنوں کا کوئی بھاری بحری بیڑہ یا لشکر ہمارے بحری بیڑے کو ہدف بنانا چاہے تو تیر اندازی کے ذریعے عبداللہ بلنسی اپنے لشکریوں اور اپنے بحری بیڑے کی حفاظت کرے اور اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اس وقت تک قادس کی محفوظ بندرگاہ میں قیام رکھے جب تک میں اسے کوئی دوسری مہم نہیں سونپتا۔ اس کے بعد میرے عزیز! تُو میرے ساتھ ہی رہے گا۔ اپنے کچھ ساتھیوں کو عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کی طرف روانہ کرو۔ ان دونوں کو میری طرف سے پیغام دینا کہ آنے والی شب کو میں نارمنوں پر شب خون ماروں گا۔ نارمن یقیناً ان علاقوں سے اجنبی ہیں اور ہم ان علاقوں کے چپے چپے سے واقف ہیں۔

لہٰذا مجھے امید ہے کہ خداوند قدوس نے چاہا تو ہمارا شب خون کامیاب رہے گا۔ اب آنے والی شب کو عبید اللہ اور عبد اللہ بن اُمیہ نے یہ کرنا ہے کہ جبل الثلج سے نکل کر وہ المریہ کے قریب سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ گھات لگا لیں۔ جب دشمن پر حملہ آور ہوں اور دشمن ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر المریہ شہر کا رخ کرے تو عبید اللہ اور عبد اللہ دونوں ان پر حملہ آور ہو کر ان کی پیش قدمی کو روک دیں تا کہ نارمن المریہ پر قبضہ نہ کر سکیں۔ جہاں تک قرطاجنہ کا تعلق ہے وہ علاقہ بھی حملہ آوروں کے لئے بڑا محفوظ ثابت ہو سکتا ہے۔ میں تم پر انکشاف کروں کہ یہ وہی علاقہ ہے جہاں چند صدیاں پہلے رومنوں نے کوہستانی سلسلوں کی بڑی بڑی چٹانوں، بھول بھلیوں، دڑوں کی آڑ لیتے ہوئے قدیم کنعانی عربوں پر ضرب لگائی تھی۔ اگر ہمارے شب خون کے بعد نارمن پیچھے ہٹتے ہوئے سمندر کے کنارے جاتے ہیں تو ہم سمندر تک اپنی پیش قدمی جاری نہیں رکھیں گے۔ اس لئے کہ وہاں بڑی بڑی چٹانیں، چھوٹے بڑے ٹیلے ہیں جن کی اوٹ میں رہتے ہوئے نارمن ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تاہم قرطاجنہ کی طرف بھی ہم انہیں بھاگنے نہ دیں گے۔ اگر انہوں نے ہمارے شب خون کے نتیجہ میں شمال مشرق کے رخ پر قرطاجنہ کی بھول بھلیوں کا رُخ کرنا چاہا تو اس سمت بھی ہم انہیں روکیں گے۔ اس طرف نہیں جانے دیں گے۔ ایسی صورت میں، میں ان کے سامنے رہوں گا۔ جریر بن موفق اور حارث دونوں ایک دم مشرق کا رخ کریں گے اور بھاگتے نارمنوں کی پیش قدمی کو روک دیں گے۔ ایسی صورت میں ہم نارمنوں کو ایک مخصوص علاقے میں رکھ کر ان سے ٹکرانا چاہتے ہیں تا کہ ہمارے باقی علاقے جنگ کے اثرات سے محفوظ رہیں۔“

***

اُسی روز حسین اور خوبصورت سیرد قرطاجنہ اور المریہ دونوں شہروں کے درمیان ایک چٹان پر بیٹھی اپنے سامنے کھولتے گہرے سمندر کا جائزہ لے رہی تھی کہ نارمنوں کا ایک چھوٹا سالار قریب آیا، جھک کر اس نے سیرد کو تعظیم دی، پھر کہنے لگا۔

”مالکن! آپ کی ہدایت کے مطابق ہم نے مسلمانوں کے ایک مخبر کو گرفتار کیا ہے۔ وہ بڑی مشکل سے ہماری گرفت میں آیا ہے اور اگر ہم تھوڑی سی بھی سستی کرتے تو وہ ہم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار کر نکل جاتا۔“

اپنے اس سالار کے الفاظ پر سیرد کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک گہری نگاہ اس نے اس چھوٹے سالار پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

''اس مخبر کو میرے پاس لے کر آؤ''

وہ نارمن پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹا اور ایک شخص کو جس کی عمر تیس برس کے لگ بھگ ہوگی، لا کر سیرد کے سامنے کھڑا کر دیا۔

سیرد نے پہلے اس کے سراپا کا بغور جائزہ لیا، پھر اسے مخاطب کیا۔

''کیا تم واقعی مسلمانوں کے مخبر ہو؟''

اس پر اُس شخص کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں مسلمانوں کا مخبر ہوں۔''

''تمہارا نام کیا ہے......؟'' سیرد نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

''میرا نام ہمدُون ہے......''

مسلمانوں کا مخبر ابھی یہاں تک ہی کہنے پایا تھا کہ ایک اور نارمن اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آیا اور سیرد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کو آپ کے پدرِ محترم نے بلایا ہے۔ میرے خیال میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے کسی منصوبہ بندی کو آخری شکل دی جانے والی ہے۔''

اس پر جست لگاتے ہوئے سیرد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور چھوٹے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مسلمانوں کے اس مخبر کو اپنی تحویل میں رکھو۔ میں ابھی لوٹتی ہوں۔ پھر اس سے مزید گفتگو کرتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی مسلمان مخبر ہمدُون کو لے کر وہ نارمن سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا جبکہ سیرد ایک طرف ہو لی تھی۔

کچھ دور ذرا آگے اور سمندر سے ہٹ کر ایک جگہ سیرد رُک گئی۔ وہاں پہلے سے سیرد کا باپ مناکش، سالاروں میں سے غندش، پرسول اور بہت سے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آمد پر مناکش نے خوشی کا اظہار کیا۔ اپنے پہلو پر ایک پتھر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔''

اس پر سیرد مسکراتے ہوئے آگے بڑھی اور وہاں بیٹھ گئی تھی۔ اس کی آمد کے بعد گفتگو کا آغاز مناکش نے کیا اور کہنے لگا۔

''میں سیرد ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ اب جبکہ یہ آ گئی ہے تو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں، غور سے سنو۔ جو کچھ میں کہوں گا وہ مخبروں کی لائی ہوئی اطلاعات کی روشنی میں ہو گا۔ پہلے ہمارے پاس یہ اطلاعات تھیں کہ مسلمانوں کے سالار عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ نے کوہستان الثلج کی ایک وادی کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے اور مزید یہ بتایا گیا تھا کہ حملوں سے بچنے کے لئے وہ وادی بڑی محفوظ ہے۔ لیکن اب ہمارے مخبر جو نئی خبریں لائے ہیں وہ یہ کہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ مزید اطلاعات یہ بھی لائی گئی ہیں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنی شمال کی مہم کو کامیابی سے سر کر لیا ہے۔ وہاں دو بڑے بڑے نصرانیوں کے لشکر تھے۔ ایک موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کا اور دوسرا جلیقیہ کے سپہ سالار گاتون اور طلیطلہ کے باغی سندولہ کا تھا۔ ہمارے مخبروں نے بتایا ہے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ پہلے باغی سردار موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے پر حملہ آور ہوا، دونوں کو بدترین شکست دی، دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا۔ بعد میں دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد وہ گاتون اور سندولہ سے ٹکرایا۔ ان کے لشکریوں کی اکثریت کو بھی اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ گاتون اور سندولہ بڑی مشکل سے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف بھاگ گئے ہیں۔

اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی آمد پر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہماری جنگ طول پکڑ جائے گی۔ اس لئے کہ یہ تینوں سالار جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے ہیں اور پھر ہمارے خیال میں ان کے حوصلے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ماضی میں یہی تینوں ہماری شکست اور ہزیمت کا باعث بنے ہیں۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے دونوں ساتھی سالاروں کی آمد پر میں نے دو اہم فیصلے کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ آج ہی تیز رفتار قاصد اشتوراس کے نصرانی حکمران ایسٹریاس اور لیون کے بادشاہ الفانسو کی طرف روانہ کئے جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ہم جنوب مشرق کی سمت سے مسلمانوں پر ضرب لگانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف

کامیابیاں چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی اپنی سلطنت کو وسعت دینا چاہتے ہیں تو پھر دونوں شمال کی طرف سے مسلمانوں کے علاقوں پر گِدھوں کی طرح ٹوٹ پڑیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر ہماری طاقت اور قوت بڑھ جائے گی اور ان علاقوں میں یقیناً مسلمان ہمارا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے انگیخت کرنے پر اشتوراس کا بادشاہ ایسٹریاس اور لیو کا بادشاہ الفانسو ضرور اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں گے اور مسلمانوں پر حملوں کی ابتداء کر دیں گے۔

دوسری منصوبہ بندی جو میں نے کی ہے وہ یہ کہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی آمد پر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں بلکہ ان کی عسکری طاقت بھی بڑی مضبوط اور مستحکم ہو گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج کا دن چھوڑ کر کل شب کو سب سے پہلے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ پر ضرب لگائی جائے۔ یہ دونوں اس وقت کوہستان الثلج کی ایک وادی میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ اگر ہم رات کے وقت بڑی رازداری سے اس علاقے کا رخ کریں اور شب خون مار کر عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ دونوں اور ان کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیں تو ہمارا کام کافی حد تک آسان اور سہل ہو کر رہ جائے گا۔ اس لئے کہ اس کے بعد ہماری پوری اور ساری توجہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف ہو جائے گی اور ہم اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم ایسا کر گزریں تو کامیابی اور فتح مندی ہمارے ہی دامن میں آئے گی۔

اگر ہم شب خون مار کر عبید اللہ اور عبداللہ بن امیہ کے لشکر کا کام تمام کر دیتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی طاقت اور قوت آدھی رہ جائے گی بلکہ ہمارے ایسا کرنے سے ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ لہٰذا کل کی شب مسلمانوں پر شب خون مارنے کے لئے اپنی تیاریوں کو ابھی سے آخری شکل دینا شروع کر دو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نارمنوں کا حکمران مناکش رکا، کچھ سوچا، پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے ساتھیو! ہمیں اصل خطرہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ سے ہے۔ اس لئے کہ ماضی میں یہ تینوں ہم سے ٹکراتے رہے ہیں اور ہماری ناکامیوں کا باعث بھی یہی بنے ہیں۔ جہاں تک باقی سالاروں کا تعلق ہے تو اس سے

پہلے ان کے پاس ہم سے ٹکرانے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اس بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ پر ضرب لگا کر ان کے حصے کے لشکر کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہم پوری طاقت وقوت اور دلجمعی کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی سالاروں سے ٹکراتے رہیں گے۔ میں جانتا ہوں اسمٰعیل کے ساتھ ٹکراؤ میں معاملہ طول پکڑ جائے گا اور اس طول کا ہمیں فائدہ اور اسمٰعیل بن موسیٰ کو نقصان ہو گا۔ اس لئے کہ اتنی دیر تک ہمارے کہنے پر شمال کے دونوں بڑے نصرانی حکمران ایستریاس اور الفانسو مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آ جائیں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یاد رکھنا ان کی راہ روکنے کے لئے یا تو اسمٰعیل بن موسیٰ کو ان کی طرف جانا پڑے گا یا جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ شمال کا رخ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ بہر حال جو بھی صورتِ حال سامنے آئے، وہ ہمارے لئے تقویت کا باعث اور مسلمانوں کے لشکر کے لئے انتشار کا باعث بن کر رہے گی۔“

اس کے ساتھ ہی مناکش نے وہ مجلس ختم کر دی تھی اور اس کے حکم کے مطابق اس کے سالار عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ دونوں پر شب خون مارنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع ہو گئے تھے۔

اپنے باپ کے پاس سے اٹھ کر حسین اور خوبصورت سیرد اس جگہ آئی جہاں اس کے کہنے پر ایک نارمن سالار نے مسلمانوں کے مخبر ہمدُون کو اپنی حراست میں رکھا ہوا تھا۔ سیرد جب وہاں پہنچی تب دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سر کے اشارے سے سیرد نے اپنے نارمن سالار کو وہاں سے جانے کے لئے کہا۔ تب وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سیرد کچھ دیر سوچتی رہی، پھر مسلمانوں کے مخبر ہمدُون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”کیا تم اپنے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کو جانتے ہو؟“

اس پر ہمدُون نے تعجب خیز انداز میں سیرد کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

”یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ وہ ہمارے لشکر کے سالارِ اعلیٰ ہیں۔ ہم کام ہی ان کے تحت کرتے ہیں اور آپ یہ پوچھ رہی ہیں کہ میں انہیں جانتا ہوں یا نہیں۔“

”اگر میں ان کے نام کوئی پیغام دوں تو پہنچاؤ گے؟“ سیرد نے یہ الفاظ ہمدُون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہے تھے۔

''اگر کوئی پیغام ان کے نام آپ دینا چاہتی ہیں تو میں ان تک آپ کا پیغام پہنچاؤں گا۔ ویسے خاتون! میں ایک بات آپ سے کہوں، آپ نے انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے قسم کھا رکھی ہے۔ اگر آپ پھر کچھ دھمکی آمیز الفاظ ان کے لئے استعمال کرنا چاہتی ہیں تو میں آپ کے الفاظ تو ضرور امیر تک پہنچا دوں گا لیکن ان الفاظ کا اثر امیر اسمٰعیل پر نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب موت آنی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ اور جب تک زندگی نے ساتھ دینا ہے اور ہمارے مالک خداوند قدوس نے ہماری زندگی کی بقاء کے جتنے دن لکھ رکھے ہیں انہیں کوئی گھٹا بھی نہیں سکتا۔ اس بناء پر آپ کھل کر کہیں، کیا پیغام دینا چاہتی ہیں؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، وہ پیغام میں امیر اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس ضرور پہنچاؤں گا۔''

جب تک ہمدُون بولتا رہا، سیرد دھیمے دھیمے انداز میں مسکراتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''جو پیغام میں تمہیں دینے لگی ہوں وہ بڑی رازداری کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ تک پہنچانا۔''

اس کے بعد سیرد نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ جب اس نے اندازہ لگایا کہ آس پاس کوئی نہیں تب وہ دھیمے لہجے میں ہمدُون کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں تھوڑی دیر تک تمہیں عزت و احترام کے ساتھ واپس جانے کی اجازت دے دوں گی۔ یہاں سے جانے کے بعد سیدھا اپنے سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہونا اور میری طرف سے اسے یہ پیغام دینا کہ تم لوگوں کا جو لشکر اس وقت جبل الثلج کی ایک وادی میں قیام پذیر ہے اور جس کی کمانداری عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کر رہے ہیں، اس لشکر پر کل رات کو ہمارا ایک لشکر شب خون مارے گا۔ لہٰذا اسمٰعیل بن موسیٰ کو میری طرف سے یہ اطلاع دینا کہ اگر وہ چاہے تو نارمنوں کے اس شب خون کو ناکام بنا کر اپنے لشکر کے اس حصہ کو تباہی و بربادی سے بچا سکتا ہے جس کی کمانداری عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کر رہے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سیرد جب خاموش ہوئی تب ہمدُون کچھ دیر تک تعجب خیز انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا، بھونچکا سا رہ گیا تھا۔ پھر حیرت برساتے لہجے میں وہ سیرد کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''یہ آپ کہہ رہی ہیں کہ نارمن کل رات کو ہمارے لشکر کے ایک حصہ پر شب خون ماریں گے؟ اور یہ کہ ہمیں شب خون کا دفاع کر لینا چاہئے؟''

''کیا یہ اچھا پیغام اور اچھا کام نہیں ہے؟'' سیرد نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''بہت اچھا پیغام، بہت عمدہ کام ہے۔ اور میں آپ کا یہ پیغام یقیناً اپنے امیر اسمٰعیل بن موسیٰ تک پہنچاؤں گا۔''

ہمدون کے یہ الفاظ سن کر سیرد خوش ہو گئی تھی۔ پھر وہ دوبارہ ہمدون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آئندہ بھی تم میرے پاس آتے رہنا۔ جس سالار کے حوالے میں نے تمہیں کیا تھا اسے میں تفصیل کے ساتھ سمجھا دوں گی کہ جب کبھی بھی تم میری طرف آؤ، تمہیں فوراً میرے پاس لے کر آیا کرے۔ میں اسے تاکید ہی نہیں، سختی کے ساتھ سمجھا دوں گی۔ تمہیں کوئی نارمن گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ جس سالار کی تحویل میں، میں نے تمہیں دیا تھا اگر اس سے کبھی تمہاری ملاقات نہ بھی ہو تو ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوتے وقت تم صرف میرا نام لے لیا کرنا۔ کوئی تم سے باز پرس نہیں کرے گا۔''

اس کے ساتھ ہی سیرد نے آواز دے کر اسی سالار کو بلایا۔ اس کے جواب میں وہ بھاگا بھاگا آیا اور اس کی آمد پر سیرد اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اس مسلمان مخبر کو اب واپس لے جاؤ۔ اپنے پڑاؤ سے باہر تک اسے عزت اور احترام کے ساتھ چھوڑ کر آؤ۔ اس کی حفاظت کا عمدہ اہتمام کرنا۔ کوئی اسے گزند اور تکلیف نہ پہنچائے۔ سب کو سمجھا دو کہ کسی نے ایسا کیا تو وہ میرے عتاب اور میری سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ اب تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

اس کے ساتھ ہی وہ سالار ہمدون کو اپنے ساتھ لے گیا تھا جبکہ خود سیرد بھی وہاں سے اٹھ کر اپنے ماں باپ کی طرف جا رہی تھی۔





اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے ساتھی سالاروں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کر رہا تھا کہ ان کے سامنے ہمدُون جا نمودار ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پہلے تو اسمٰعیل بن موسیٰ نے تعجب و حیرت کا اظہار کیا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گلے لگایا۔ ایسا ہی جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے بھی کیا تھا۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور بڑی ہمدردی میں اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''تمہارے متعلق تو ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ تم نارمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ہو۔ تم وہاں سے کیسے آزاد ہوئے اور تم پر کیا بیتی؟''

جواب میں ہمدُون نے وہاں سیرد کے سلوک اور سیرد سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی ساری تفصیل اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث تینوں سے کہہ دی تھی۔ یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس کی گردن کچھ دیر تک جھکی رہی، سوچتا رہا، پھر ہمدُون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر نارمن عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے لشکر پر شب خون مارنا چاہتے ہیں تو اس کی خبر سیرد نے ہمیں کیوں کی؟ کیا ایسا کر کے وہ ہمیں کسی جال میں تو نہیں پھنسانا چاہتی؟ کیا ایسا کر کے وہ ہماری توجہ کہیں عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کی طرف مبذول کرا کے نارمنوں کو یہ موقع تو نہیں فراہم کرنا چاہتی کہ وہ شمال کی شاہراہ پر پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے ملک کے اندرونی حصوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیں؟ اگر یہ ایسا کھیل ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے اور کم از کم سیرد یا کسی نارمن کو ہم یہ کھیل کھیلنے نہیں دیں گے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ نارمن عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ پر شب

خون مارنے کا تہیہ کر چکے ہیں اور اس کی اطلاع سیرد نے تمہیں کر دی ہے اور ساتھ ہی تمہیں یہ بھی تاکید کر دی ہے کہ یہ پیغام مجھ تک پہنچایا جائے تو پھر اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ سیرد کے اندر کوئی اچھی اور مثبت تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ مسلمان اور نارمن آپس میں ٹکرائیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ کمال کا انقلاب ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایسا کر کے سیرد نے نہ صرف یہ کہ نارمنوں کے لئے کوئی فائدہ ڈھونڈنے کی راہ تلاش کی ہو یا ہمیں کسی جال میں پھنسا کر ہمارے لشکر کو گزند پہنچانے کی کوشش کی ہو۔ بہر حال حقیقت جو کچھ بھی ہو، ہم اپنا دفاع ضرور کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر ہمدون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر سیرد نے تم سے یہ بھی کہا ہے کہ آئندہ بھی تم اس سے ملتے رہو تو پھر اس سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھتے ہیں آنے والے دور میں یہ معاملہ کیا رُخ اختیار کرتا ہے۔ تم جاؤ، جا کر آرام کرو۔"

اس کے ساتھ ہی جب ہمدون وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تب اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، اس کے بعد اُس نے باری باری جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے دونوں عزیز ساتھیو! جو کچھ ہمدون نے کہا ہے کبھی میرا دل کہتا ہے اس پر اعتبار کر لوں، کبھی دل میں یہ کھٹکا بھی اُٹھتا ہے کہ کہیں یہ دھوکا اور فریب نہ ہو۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو، اپنا دفاع تو ہم نے کرنا ہے۔

میرے عزیز بھائیو! سب سے پہلے یہ کام کرو کہ ایک تیز رفتار سوار کو عبداللہ بن اُمیہ اور عبیداللہ کی طرف روانہ کرو اور انہیں متنبہ کر دو کہ نارمن شب خون مارنے والے ہیں لہٰذا وہ چوکنے اور چوکس رہیں۔

ایک اور قاصد کو فی الفور قادس شہر کی طرف بھگا دو۔ وہ وہاں جا کر عبداللہ بلنسی سے ملے اور اسے یہ کہے کہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہ محتاط رہے۔ کہیں نارمن چکر دے کر ہم سے ٹکرانے کی بجائے فوراً قادس کا رخ نہ کریں اور وہاں اچانک حملہ آور ہو کر قادس کی بندرگاہ پر قابض نہ ہو جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تیسرا کام ہم نے یہ کرنا ہے کہ لشکریوں کو پہلے کی طرح تین حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ لشکر کے دو حصے تم دونوں لے کر یہیں پڑاؤ کئے رہو گے جہاں اس وقت ہم نے قیام کر رکھا ہے۔ لشکر کے تیسرے حصے کو لے کر میں جنوب کی سمت کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں چلا جاؤں گا۔ اتنی دیر تک عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کو بھی نارمنوں کے شب خون کی خبر ہو جائے گی اور وہ بھی تیار اور مستعد رہیں گے۔

چنانچہ جب مقررہ وقت پر نارمن شب خون مارنے کے لئے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے لشکر کی طرف جائیں گے تو میں ان کے قریب ہی راستے میں گھات لگائے ہوئے ہوں گا اور میری گھات عبداللہ بن اُمیہ کے لشکر کے قریب ہی ہو گی۔ ہاں! اپنی گھات سے میں اسے آگاہ بھی کر دوں گا اور اس کی طرف یہ بھی پیغام بھجوا دوں گا کہ میں اس کے قریب ہی ہوں گا۔ چنانچہ جب شب خون مارنے والے نارمن اس کے قریب آئیں گے تو میں ایک دم اپنی گھات سے نکلوں گا اور نارمنوں پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ میرے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے۔ سامنے کی طرف سے وہ دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس طرح ہم بڑی آسانی سے نارمنوں کے اس شب خون کو ناکام بنا سکتے ہیں۔"

جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دینے لگے تھے۔

***

رات آہستہ آہستہ اپنی گہرائیوں کی طرف جا رہی تھی۔ چاروں طرف سمندر کی گہرائیوں اور گرم سرابوں جیسی چپ سوتی زمین، اونگھتے آسمان اور فنا پھیلاتے بگولوں کی برہمی جیسی خاموشی تھی۔ کبھی کبھی کوئی جھینگر اپنی مخصوص آواز میں وہموں کی طرح درِ اظہار پر دستک دے دیتا تھا یا کبھی کبھی کوئی مشعل بکف جگنو وقت کے آس پاس لمحوں کے اندر روشنی کی تیز اُڑان پھیلاتی چنگاری کی طرح نکل جاتا تھا۔

ایسے میں اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کے لشکر کے قریب ہی گھات لگا چکا تھا اور اس گھات کی خبر عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ

کو کر دی گئی تھی۔ اُس وقت عبداللہ بن امیہ نے اپنے لشکر کے اندر بالکل تاریکی ا
رکھی تھی۔ کہیں کوئی چراغ، کہیں کوئی مشعل روشن نہ تھی۔ تاہم لشکری پوری طرح بیدار
اور چوکس تھے۔ ایسے میں نارمنوں کا ایک لشکر دکھ کے جلتے چڑھتے گہرے سوراخ،
طمانیت سے عاری روحوں۔ جرأت و شجاعت کی ردا اوڑھے کالی راتوں کے طوال میں
دندناتے عناصر کی طرح نمودار ہوا تھا اور عبداللہ بن امیہ کے لشکر کی طرف بڑھا تھا۔
ابھی وہ تھوڑا سا ہی آگے گئے ہوں گے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ بھی آتش و آہن کے
سیلاب، ظلمتوں کے ہر تمرد کو فنا کر دینے والے آگ اُگلتے عناصر کی طرح نمودار ہوا۔
پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کائنات کی نبض لرزا دینے والے عذاب بھرے طوفانوں، ظلم
دہر کے ویرانوں میں رگ رگ میں شگاف ڈال دینے والی کڑوی کسیلی رُتوں کی طرح
حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے یوں حملہ آور ہونے سے رزم گاہ کے اندر الم نصیب سایوں،
صدیوں کی تیرگی کے غبار، اذیت میں رچی داستانوں، زندگی کی دوامی قدروں کو تباہ
کرتی عذاب رُتوں کی نفرت کا رقص اور زیست کی گہری تھوہ میں مرہم کو ترستے زخموں کا
سا ایک رقص شروع ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے اس طرح حملہ آور ہونے سے نارمنوں کے لشکر نے بھی اپنی
جوابی کارروائی کا مظاہرہ کیا اور وہ بھی زندگی کی تہوں میں اُترتی یخ بستہ دُکھ کی ہواؤں،
صدیوں کی تیرگی میں سُکھ چوستی وحشی آندھی اور رگ رگ میں پیوست ہو جانے والے
طبقاتی تضادات کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اب دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے رزم گاہ میں کوئی سلامتی کا گوشہ نہ رہا
تھا۔ چاروں طرف قضا کے سائے نصب ہونا شروع ہو گئے تھے اور زیست کی تلاطم نیز
موجوں میں ہر ضابطہ اخلاق لہولہو ہونا شروع ہو گیا تھا۔ تعمیر تخریب میں، گروہ بندی
انتشار میں، اخوت عداوت میں، وقار تذلیل میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ ڈھالوں کی
جلترنگ، تلواروں کی کھنک پر دل شکستہ آوازیں چاروں طرف آندھیوں کی طرح بکھرنے
لگی تھیں۔

جس وقت دونوں لشکر رات کی گہری تاریکی میں بری طرح ٹکرا رہے تھے، عین
اسیوقت ایک طرف سے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار

ہوئے اور وہ نارمنوں کے ایک پہلو پر زندگی کی دوامی قدروں تک کو افسردہ ساماں اور شکست خوردہ کر دینے والی فطرت کی گراں بار بیداری، رعد سے مشابہہ آوازوں، زندان کی داستانِ الم کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے حملہ آور ہونے کے بعد بڑی تیزی سے نارمنوں کے لشکر کی حالت گلیوں گلیوں اُڑتے کاغذوں، چھاؤں کو ترستے درختوں اور مرہم کو ترستے زخموں اور شرف و شادمانی سے محروم بدبختیوں سے بھی ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

نارمن اس کے بعد زیادہ دیر تک ایک طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ اور دوسری طرف سے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے دوطرفہ حملوں کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے دیکھا کہ میدانِ جنگ میں اب زیادہ انہی کے لشکریوں کی لاشیں دور دور تک پھیلنا شروع ہو گئی ہیں۔ تب بچے کھچے نارمن اپنی جانیں بچا کر جدھر سے آئے تھے، ادھر ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اور عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ تینوں نے کچھ دور تک بھاگتے نارمنوں کا تعاقب کیا، پھر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ دونوں اس جگہ آئے جہاں اسمٰعیل بن موسیٰ رکا تھا۔ سب سے پہلے عبداللہ بن اُمیہ نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''امیر! ہم آپ کی بر وقت آمد پر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم تو یہ اُمید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اس انداز میں نارمن ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کریں گے۔ آپ کی آمد کے بعد ہم تو مطمئن ہو گئے تھے کہ اب نارمنوں کی توجہ زیادہ تر آپ کی طرف ہو گئی ہو گی۔ اس لئے کہ آپ کا ان پر ایک طرح سے رعب اور دبدبہ ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے عبداللہ بن اُمیہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''میرے عزیز بھائی! دراصل ایسا کر کے نارمن ہماری عسکری قوت کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے تم دونوں کو اپنا ہدف بنانا چاہا اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ تم دونوں کے لشکر کو کچل کر اس کے بعد وہ میرے، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے مقابل آئیں اور ہم پر پے در پے حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لیں۔ لیکن خداوندِ قدوس کا لاکھوں بار شکر کہ اس نے ان نارمنوں کو مار بھگانے کی

ہمیں توفیق عطا فرمائی۔

میرے بھائی! اب تم دونوں واپس مُڑو۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاتا ہوں۔ میدان جنگ میں جو زخمی ہیں، پہلے ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس کے بعد تم اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جانا۔ میں اپنے زخمیوں کو لے کر اپنے پڑاؤ کا رخ کروں گا۔ اس لئے کہ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بڑی بے چینی سے میرا انتظار کریں گے۔ صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے مجھے اپنے پڑاؤ میں پہنچ جانا چاہئے۔ تم دونوں کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں اب قاصدوں کے ذریعے روزانہ تمہارے ساتھ رابطہ رکھوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی تینوں اپنے لشکریوں کو لے کر پلٹے۔ جہاں جنگ ہوئی تھی، وہاں پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی، اس کے بعد عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے تھے۔ جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اُس سمت جا رہا تھا جہاں اس نے جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ جب اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں آیا تب جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ اس لئے کہ مُخبر نارمنوں کے مقابلے میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی شاندار فتح کی خبر پہلے ہی ان دونوں تک پہنچا چکے تھے۔ چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے دونوں عزیز ساتھیو! پہلے تو میں سیرد کے متعلق مشکوک تھا کہ شاید اس نے ہمیں نارمنوں کے شب خون کی جھوٹی خبر دی ہو اور ہمیں کسی پھندے میں پھانسنے کی کوشش کرے۔ لیکن میرے عزیز بھائی! ایسا نہیں ہوا۔ جو اطلاع، جو خبر ہمدُون کے ہاتھ سیرد نے بھجوائی تھی وہ بالکل درست ثابت ہوئی ہے۔ بالکل اسی کے بتائے ہوئے انداز میں نارمن نمودار ہوئے اور انہوں نے شب خون مارنے کے لئے عبداللہ بن امیہ اور عبید اللہ کے پڑاؤ کا رخ کیا تھا۔ لیکن ان کی آمد سے پہلے میں سارے انتظامات مکمل کر چکا تھا۔ گھات میں چلا گیا تھا اور ساری صورتِ حال سے میں نے عبید اللہ بن اُمیہ کو اطلاع کر دی تھی کہ جب میں دشمن پر حملہ آور ہوں تو تھوڑی دیر بعد وہ بھی

دونوں نکل کر نارمنوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس لئے کہ میں نے ان دونوں کے پڑاؤ کے قریب ہی گھات لگائی تھی۔

اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے جریر بن موفق بول اٹھا۔

''اسمٰعیل! ہمارے محترم بھائی! اس کا مطلب ہے سیرد نے یہ خبر ہماری ہی افادیت کے لئے بھیجی تھی۔ کیا ہمارے متعلق اس کے ذہن، اس کے ضمیر میں کوئی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے یا اس کا ایسا کرنا بھی آنے والے دور میں نارمنوں کے لئے کسی سودمندی اور ہمارے لئے کسی نقصان کا باعث ہوسکتا ہے؟''

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے کچھ دیر گردن جھکا کر سوچا، اس کے بعد حارث بن بزیغ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''حارث! ذرا ہمدُون کو بلا کر لاؤ۔''

اس پر حارث اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اس کے ساتھ ہی وہی ہمدُون تھا جس کے ہاتھ سیرد نے پیغام بھجوایا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے قریب بٹھایا، پھر بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سیرد کی طرف سے جو تُو خبر لے کر آیا تھا، وہ سچ ثابت ہوئی ہے۔ نارمنوں نے واقعی عبداللہ بن اُمیہ کے پڑاؤ پر شب خون مارنے کی کوشش کی تھی جسے ہم نے ناکام بنا دیا۔ اب تم ایسا کرو سورج طلوع ہونے کے بعد نارمنوں کے پڑاؤ کی طرف جاؤ اور سیرد سے ملاقات کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ اس نے خود تم سے کہا تھا کہ تم اس کے پاس آتے جاتے رہو۔ سب سے پہلے تو میری طرف سے اس کا شکریہ ادا کرنا کہ اس نے نارمنوں کے شب خون سے متعلق ہمیں مطلع کیا، اس کے علاوہ ہمدون! میرے بھائی! ہوسکتا ہے اس کے پاس ہمارے لئے کوئی اور خبر بھی ہو جو ہمارے لئے منفعت اور فائدے کا باعث بن سکتی ہو۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ کے جواب میں ہمدون مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ بے فکر رہیں۔ سورج طلوع ہونے کے بعد میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور سیرد سے ملاقات کروں گا۔ اگر اس نے کوئی پیغام دیا تو لے کر آپ کے پاس آؤں گا۔''

ہمدون کے ان الفاظ سے اسمٰعیل بن موسیٰ خوش ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہمدون وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ آرام کرنے لگے تھے۔

***

اُس روز جب سورج طلوع ہوا، چاروں طرف دھوپ پھیلنا شروع ہوئی تب نارمنوں کے حکمران مناکش نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے پاس طلب کر لیا تھا۔ وہ چٹانوں سے گھرا ہوا تھوڑا سا علاقہ تھا جہاں سب بیٹھ گئے تھے۔ ان میں نارمنوں کے سرکردہ سرداروں کے علاوہ سارے سالار بھی یہاں جمع ہوئے تھے۔ مناکش کی حسین اور خوبصورت بیٹی سیرد کے علاوہ کچھ اور لڑکیاں بھی وہاں آن جمع ہوئی تھیں۔

مناکش کچھ دیر تک وہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کا جائزہ لیتا رہا، اس کے بعد دکھ بھرے انداز میں وہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''آج ہمارے لئے سب سے بری خبر یہ ہے کہ ہم نے جس لشکر کو مسلمانوں پر شب خون مارنے کے لئے مقرر کیا تھا اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور وہ لشکر آدھے سے بھی کم ہو کر ہمارے پاس لوٹا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ میں نے اپنے جن سالاروں کو یہ شب خون مارنے کے لئے مقرر کیا تھا وہ شب خون کے بڑے ہُنر مند خیال کئے جاتے ہیں۔ اور پھر پرسول اور غندش ہمارے دونوں بڑے سالاروں نے اُنہیں تفصیل کے ساتھ صورتِ حال سے آگاہ کر دیا تھا کہ کس طرح انہوں نے شب خون مارنا ہے۔ کس وقت عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے پڑاؤ پر وارد ہونا ہے اور کس کس سمت سے حملہ آور ہو کر کس سمت سے لوٹ کر بخیریت اپنے پڑاؤ میں آنا ہے۔

لیکن ہمارے وہ سالار جو بچے کھچے لشکر کو لے کر لوٹے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جس صورتِ حال کا اُنہیں سامنا کرنا پڑا اُس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے ہی اس شب خون کے لئے تیار تھے۔ اور جونہی وہ وہاں پہنچے، مسلمانوں نے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔

آنے والے سالاروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابھی وہ عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے پڑاؤ کے قریب ہی پہنچے تھے اور ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پَر تول رہے تھے کہ ایک دم سے دائیں جانب سے مسلمانوں کا ایک لشکر نمودار ہوا۔ رات کو چونکہ چاندنی تھی لہٰذا

چاندنی رات میں جب انہوں نے مسلمانوں کے سالار کو اپنے لشکر کے آگے آگے آتے دیکھا، ساتھ ہی اس نے اپنے لشکریوں کو للکارا تو اسے ہمارے لشکری پہچان گئے۔ وہ مسلمانوں کا سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ تھا۔ اس لئے کہ گزشتہ جنگوں میں اس کے ہاتھوں جو ہمیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا، اس کی وجہ سے ہمارے سارے ہی لشکری اسے پہچانتے ہیں۔ ہمارے شب خون مارنے والے لشکر پر پہلے دائیں جانب اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ حملہ آور ہوا۔ ہمارے سالاروں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کا یہ حملہ اتنا شدید اور جان لیوا تھا اور ابھی ہمارا لشکر اس کے ساتھ گھمسان کی جنگ کرنے میں مصروف تھا کہ سامنے کی طرف سے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ بھی اُن پر ٹوٹ پڑے۔ ایسا لگتا تھا جیسے عبید اللہ اور عبداللہ بن اُمیہ کا پہلے سے اسمٰعیل بن موسیٰ کے ساتھ رابطہ تھا اور ان تینوں نے مل کر منصوبہ بندی کر رکھی تھی کہ کس انداز میں اور کہاں ہمارے شب خون مارنے والے لشکر کو روکنا ہے اور کس طرح اور کس سمت سے حملہ آور ہونا ہے۔ اس طرح جب مسلمان دوطرفہ حملہ آور ہوتے ہوئے ہمارے لشکر کو نقصان پہنچانے لگے، تب ہمارے لشکر کو شکست قبول کرنا پڑی۔ ہمارے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ اس جنگ میں کام آ گیا ہے۔ باقی رات کے پچھلے حصے میں بمشکل تمام اپنے پڑاؤ میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ اس لئے کہ شکست کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے دونوں ساتھی سالاروں نے بڑی خونخواری سے ہمارے بھاگنے والے لشکر کا تعاقب بھی کیا تھا اور ان کی تعداد مزید کم کر کے رکھ دی تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش جب خاموش ہوا تب اس کا بڑا سالار رغندش پہلی بار بولا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے مسلمانوں کا مخبری کا نظام بڑی تیزی اور بڑی مہارت سے اپنا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اگر ہمارا شب خون مارنے والا لشکر وہاں نمودار ہوا اور سب سے پہلے اس لشکر پر اسمٰعیل بن موسیٰ حملہ آور ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے شب خون مارنے کی خبر مسلمانوں کے سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ تک پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا وہ رات کی گہری تاریکی میں اپنے پڑاؤ سے اٹھ کر گھات میں چلا گیا۔ پھر اچانک ہمارے لشکر پر حملہ آور ہو کر اس نے شب خون کو ناکام بنا دیا۔ اس بار خواہ ہمیں اپنی

جانوں سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑے، اس اسمٰعیل بن موسیٰ کا کوئی نہ کوئی بندوبست ہمیں ضرور کرنا پڑے گا۔ اگر اس شخص کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو پھر مسلمانوں کا لشکر یقیناً ہمارے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوگا اور ہم مسلمانوں کے جس شہر کا بھی رخ کریں گے، مسلمانوں کا کوئی لشکر راہ نہیں روک سکے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غندش جب خاموش ہوا تو پرسول جو دوسرا بڑا سالار تھا، اس نے گھورنے کے انداز میں غندش کی طرف دیکھا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی ان کا حاکم مناکش بول اٹھا۔

"غندش! میرے عزیز! میں تمہارے اس تجزیہ سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں مانتا ہوں اسمٰعیل بن موسیٰ ایک ناقابل تسخیر، نہایت ہنر مند اور جنگ کا بہترین تجربہ رکھنے والا ہے۔ لیکن میرے عزیز! یہ بھی سوچو، اس کے ساتھ دو اور جرنیل بھی ہیں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ۔ اور وہ بھی اسی کے انداز میں جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں، دشمن پر ضرب لگاتے ہیں۔ بلکہ میں یہ کہوں کہ ان کے علاوہ عبداللہ بلنسی، عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے علاوہ ان کے کچھ اور سالار بھی ہیں جن پر مسلمان بد سے بدترین حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کر سکتے ہیں۔ وہ دشمن کے مقابلے میں ان کا دفاع کر سکتے ہیں۔ پہلی بار جب ہم مسلمانوں کے مغربی علاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے تو مجھے قوی اُمید تھی کہ دوسری قوتوں کی طرح ہم مسلمانوں کو بھی اپنے سامنے زیر کر کے اور ان کے علاقوں کے اندر تباہی اور بربادی کے رنگ پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ہمیں ہر مقام، ہر جگہ مسلمانوں کے مقابلے میں ناکامی اور ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ جبکہ ہم اپنی تیاریوں کو پہلے سے بھی زیادہ مکمل کر کے آئے ہیں اور شب خون کا یہ پہلا معرکہ مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہے تو اس میں بھی ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔

اب آپ لوگ یہ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم مسلمانوں کے اس ساحل پر اترے اور ساحل کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قبضہ ہم نے بزورِ قوت نہیں کیا۔ جس وقت ہمارا لشکر اس ساحل پر اُترا تھا، اُس وقت بھی مسلمان مخبر بڑی تن دہی سے کام کر رہے تھے اور مسلمانوں کا ایک لشکر یہاں آ چکا تھا۔ لیکن وہ ساحل سے چند فرسنگ پیچھے چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے گھات میں چلا گیا تھا اور ان کی منصوبہ بندی

یہ تھی کہ اگر ہم نے ساحل پر اُترنے کے بعد آگے بڑھنے یا کسی شہر کا رخ کرنے کی کوشش کی تو وہ تیر اندازی سے ہمیں روک دیں گے۔

ایسا وہ وقت گزاری کے لئے کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ اُس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزلیغ تینوں بڑے سالار شمال میں سندولہ، گاتون، موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لُوپ کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ یہاں ہمارے سامنے صرف عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ تھے۔ جبکہ ان کا ایک اور بڑا سالار عبداللہ بلنسی قادس میں اپنے بحری بیڑے کی قیادت کر رہا ہے۔ وہ بھی کسی وقت وہاں سے نکل کر ہمارے خلاف کارروائیوں میں حصہ لے سکتا ہے۔ اب جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزلیغ اپنی شمال کی کارروائیوں سے فارغ ہونے کے بعد یہاں آ گئے ہیں تو اب ہمیں مسلمانوں کے علاقوں میں پیش قدمی کرنے کے لئے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"جس وقت مسلمانوں کے یہ تینوں سالار اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے دونوں ساتھی شمال میں تھے تو مجھے خیال تھا کہ گاتون، سندولہ، موسیٰ بن موسیٰ اور لُوپ انہیں ایک لمبا عرصہ تک اپنے ساتھ الجھائے رکھیں گے اور اس دوران ہم مسلمانوں کے علاقوں میں اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ہماری اُمیدیں پوری نہ ہوئیں اور ہماری اُمیدوں سے بہت پہلے اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی اپنی شمال کی مہم سے فارغ ہو کر اب ہمارے محاذ پر آ گئے ہیں اور یہاں اب ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔

غندش! جہاں تک تمہارا خیال ہے کہ اگر اسمٰعیل بن موسیٰ کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو مسلمان ریت کی دیوار ثابت ہوں گے، میرے عزیز! تیرا یہ اندازہ بے بنیاد ہے۔ ہاں! میں اس بات کو ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے ضائع ہو جانے کے بعد مسلمانوں کا دفاع کسی حد تک کمزور ہو جائے گا اور مسلمان اپنے ایک انتہائی مانے ہوئے تجربہ کار سالار سے محروم ہو جائیں گے اور وہ ہمارے خلاف پہلے جیسی منصوبہ بندی نہیں کر پائیں گے۔ ان کا دفاع مضبوط اور مستحکم رہے گا۔ تاہم اسمٰعیل بن موسیٰ کو راستے سے ہٹانے کی میری بھی سب سے بڑی خواہش ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ میری بیٹی

عنقریب اس کام کو سرانجام دے گی۔ اس لئے کہ میری بیٹی نے مسلمانوں کے ایک مخبر کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ اسے ہمارے کچھ مسلح جوانوں نے اپنے لشکر کے گرد منڈلاتے ہوئے گرفتار کیا تھا اور سیرد کے سامنے پیش کیا تھا۔ سیرد نے اُسے لمبا لالچ دیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اُس مخبر کے ذریعے ہم اسمٰعیل بن موسیٰ کو کہیں نہ کہیں پھانسنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کو پھانسنے میں جہاں ہمدون نام کا مسلمانوں کا وہ مخبر ہماری مدد کرے گا، وہاں اس سلسلے میں سیرد کی خوبصورتی بھی کام آئے گی۔ اس لئے کہ سیرد ایسی خوبصورت اور پُر جمال لڑکیوں میں سے ہے جو بہت کم دیکھی جاتی ہیں۔ جہاں ہمدون، اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنی سازش کے جاس میں پھنسائے گا وہاں سیرد بھی اپنی خوبصورتی اور اپنے جمال کے رنگوں سے اسمٰعیل بن موسیٰ کو اپنا اسیر بنانے کی کوشش کرے گی۔ جب ایسا ہو جائے گا تو یاد رکھنا ایک روز اسمٰعیل بن موسیٰ ایک قیدی کی حیثیت سے ہمارے سامنے کھڑا ہوگا۔ جس روز ایسا ہوا، میں سمجھوں گا اُس روز مسلمانوں کے خلاف ہماری فتح مندی کا ایک در کھل جائے گا۔

اس کے علاوہ ہمارے مخبر ایک نئی خبر بھی لے کر آئے ہیں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ تک پہنچی ہے۔ وہ خبر میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی شادی اُندلس کی ایک حسین ترین لڑکی سے ہوئی تھی۔ اس کا نام ایرش تھا۔ ایرش اور اس کا خاندان پہلے نصرانی تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر وہ لڑکی اسمٰعیل بن موسیٰ سے محبت کرنے لگی۔ جس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دو ساتھی سالاروں کے ساتھ سندولہ اور گاتون کے خلاف برسرِ پیکار تھا، اس کی بیوی اپنے بچے کی پیدائش کے موقع پر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ بچہ بھی مر گیا۔ اور یہ اتنا بڑا دکھ تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں بھی اس دنیا سے کوچ کر گئی۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کا باپ پہلے ہی مر چکا تھا۔ دادا بھی پچھلے دنوں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اب اس کی بیوی، بچہ اور ماں بھی اسے داغِ مفارقت دے چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جہاں چاروں طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ کو غموں اور دُکھوں نے گھیر رکھا ہے، وہاں اگر میری بیٹی سیرد اپنی خوبصورتی کے تیروں اور اپنے جمال کے غمزوں سے لیس ہو کر اس کے خلاف حرکت میں آتی ہے تو یقیناً وہ کامیاب ہو گی اور اسمٰعیل بن موسیٰ ہمارا اسیر بن

کر یہاں آئے گا اور یہ کام میری بیٹی مسلمانوں کے مخبر ہمدُون کے ساتھ مل کر خوب کرے گی.......''

یہاں تک کہتے کہتے مناکش کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ان کا ایک مخبر وہاں آن نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی مناکش نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب آنے کو کہا۔ جب وہ مناکش کے قریب آیا تو مناکش نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! کیا تُو ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کر آیا ہے؟''

اس پر وہ مخبر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے۔ یقیناً میں آپ کے لئے ایک اچھی نہیں بلکہ بہت ہی اچھی خبر لے کر آیا ہوں اور یہ خبر ایسی ہے کہ جس میں ہمارے لئے فائدے ہی فائدے اور مسلمانوں کے لئے زیاں ہی زیاں ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں چند ہی دن تک اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے ہٹ جائیں گے اور اس محاذ پر ہماری حالت بہت مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مناکش کہنے لگا۔

''اردگرد کی باتیں ہی کرتے رہو گے یا اصل بات بتا کر ہمیں مطمئن بھی کرو گے؟''

جواب میں مخبر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اصل بات یہ ہے کہ شمال میں مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی بغاوت اُٹھی ہے کہ مسلمانوں کے بڑے سالاروں کو یقیناً شمال کا رُخ کرنا پڑے گا۔''

''یہ بغاوت کیسی اُٹھی ہے؟ کس نے کی ہے؟''

اس پر وہ مخبر مناکش کے کہنے پر پہلے وہاں بیٹھ گیا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''مالک! بات یوں ہے کہ ایک اسپینی نومسلم جس کا نام ابنِ مردان تھا، یہ ماردا شہر کا رہنے والا تھا، اس نے ایک بار نیم مرتد ہو کر ماردا شہر میں بغاوت کی اور وہاں کے باغیوں کا سردار بن گیا۔ مسلمانوں کے گزشتہ حکمران نے اپنا ایک لشکر اس کی بغاوت کو

فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس لشکر نے ابنِ مردان کو گرفتار کر کے اس امیر کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ ابنِ مردان نے معافی مانگ لی۔ لہٰذا اس کی معافی کے بعد مسلمانوں کا پہلا امیر فوت ہو گیا اور موجودہ امیر محمد نے اس ابنِ مردان کو اپنے محافظ دستوں میں ایک عہدہ دے دیا۔

اس ابنِ مردان کے امیر محمد کے وزیر سلطنت ہاشم کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے۔ ان میں پرانی مخاصمت اور دشمنی چلی آ رہی تھی۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے وہ یہ کہ وزیر نے ایک روز سرِ بازار ابنِ مردان کی کچھ غلطیوں اور کوتاہی کی وجہ سے اسے کہا۔ ”تجھ سے تو کتا بہتر ہے۔“ ساتھ ہی ایک طمانچہ بھی بھرپور انداز میں اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

اپنے ساتھ ہونے والے اس سلوک سے ابنِ مردان نے قرطبہ سے بھاگ کر ماردا میں جا کر پناہ لی۔ وہاں پہنچا اور پھر آہستہ آہستہ طاقت اور قوت حاصل کر کے اس نے ماردا شہر کے جنوب میں الہنس نام کے ایک قلعے پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ امیر محمد نے ایک لشکر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر نے الہنس نام کے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا اور رسد کے سارے راستے بند کر دیئے۔ جس کے نتیجہ میں ابنِ مردان اور اس کے ساتھی گھوڑے ذبح کر کے کھاتے رہے۔ جب خوراک اور پانی ختم ہو گیا تو ابنِ مردان نے صلح کا پیغام بھیجا۔ صلح کے اس پیغام کو امیر محمد کے کہنے پر قبول کر لیا گیا اور صلح ہونے کے بعد ابنِ مردان کو الہنس نام کے قلعہ سے نکال کر بطلیموس شہر میں منتقل کر دیا۔

ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ بطلیموس شہر کی فصیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کے امیر محمد کا خیال تھا کہ بے فصیل اس شہر میں ابنِ مردان کوئی بڑی کارروائی نہیں کر پائے گا۔ لیکن ابنِ مردان بغاوت کا عادی تھا۔ اس نے وہاں جا کر ماردا اور دیگر مقامات کے باغی جمع کر لئے اور ایک نومسلم سردار کو جو مرتد ہو گیا تھا، نام جس کا سادون تھا اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس طرح ابنِ مردان نے ایک طاقت اور قوت حاصل کر لی۔ اب جو خبریں آئی ہیں ان کے مطابق حالات بگڑ گئے ہیں۔ اس لئے کہ مردان جانتا ہے کہ اگر اس نے اپنے ساتھ کسی قوت کو نہ ملایا، اکیلے ہی مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو ماضی کی طرح اسے شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس بار اگر وہ گرفتار ہوا

تو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔ چنانچہ اس بار اس نے مسلمانوں کے خلاف اپنی کامیابیوں کو یقینی بنانے کے لئے لیون کے بادشاہ الفانسو سوئم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس نے الفانسو سوئم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ ایک خاصا بڑا لشکر اسے مہیا کرے تو وہ اس لشکر کے ساتھ اور اپنے باغیوں کو ملانے کے بعد مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کرے گا اور جنوب تک پیش قدمی کرتا چلا جائے گا اور اس یلغار کے دوران مالِ غنیمت کی صورت میں جو کچھ حاصل ہو گا، اس کا ایک بڑا حصہ الفانسو کے حوالے کرے گا۔ اب سنا ہے الفانسو نے ابنِ مردان کی اس پیشکش کو قبول کر لیا ہے اور الفانسو نے اپنے مرکزی شہر لیون سے ایک لشکر ابنِ مردان کی مدد کے لئے روانہ بھی کر دیا ہے۔ اور میرے خیال میں اب ابنِ مردان دوسرے مرتد ہونے والے سردار سادون کے ساتھ مل کر بڑی کارروائیاں کرے گا۔ اس لئے کہ اسے الفانسو کے لشکر کی مدد بھی حاصل ہو جائے گی۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسی بڑی بغاوت ہے جسے مسلمانوں کا کوئی عام سالار فرو نہیں کر سکے گا۔ اسی بناء پر میں یہ کہتا ہوں کہ اب شمال کے حالات کو سنوارنے کے لئے مسلمانوں کے تینوں بڑے سالاروں یعنی اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو ایک بار پھر شمال کا رخ کرنا پڑے گا اور ان کے شمال کی طرف جانے کے بعد ہمارے لئے مسلمانوں کے اندرونی علاقوں کی طرف پیش قدمی کافی حد تک آسان اور سہل ہو جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش جب خاموش ہوا تب نارمنوں کا دوسرا بڑا سالار پرسول مناکش کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اس میں کوئی شک نہیں اگر مسلمانوں کے لئے الفانسو کی وجہ سے شمال کے حالات خراب ہوتے ہیں تو یقیناً مسلمانوں کا حکمران الفانسو کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر تینوں کو نہیں تو کم از کم اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق کو ضرور شمال کی اس مہم کی طرف روانہ کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حارث بن بزیغ بھی ان کے ساتھ جائے۔ اس لئے کہ ان تینوں بڑے سالاروں کی آپس میں یگانگت رہی ہے اور یہ ایک دوسرے کے حملہ آور ہونے کے انداز سے بھی خوب واقف ہیں۔ اگر یہ تینوں شمال کی طرف چلے جاتے ہیں تب میرا اندازہ ہے کہ ہمارے سامنے تین قوتوں کی صورت میں تین لشکر رہ جائیں گے۔ میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ جب یہ تینوں چلے جائیں گے تو مسلمانوں کے

مرکزی شہر قرطبہ سے ایک نیا لشکر اس محاذ پر آئے گا۔ اور پھر جو لشکر پہلے سے یہاں موجود ہے اس کا کماندار عبداللہ بن اُمیہ کو بنا دیا جائے گا۔ اور جو لشکر قرطبہ سے آئے گا اس کا کماندار شاید عبید اللہ کو بنا دیا جائے۔ اس طرح ان دونوں سرداروں کو ہمارے سامنے لا کر ہماری راہ روکنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسلمانوں کی تیسری قوت ہمارے خلاف حرکت میں آ سکتی ہے جو عبداللہ بلنسی کی قیادت میں حرکت میں آئے گی۔ عبداللہ بلنسی ان دنوں مسلمانوں کا ایک طرح سے امیر البحر ہے۔ قادس کی بندرگاہ میں اس کے پاس بہت سے جہازوں اور کشتیوں پر مشتمل ایک طاقت ہے اور ان کشتیوں اور جہازوں میں ایک خاصا بڑا لشکر بھی ہے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اگر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ شمال کی طرف چلا جاتا ہے تو میرا دل کہتا ہے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کی مدد کے لئے عبداللہ بلنسی بھی قادس کی بندرگاہ سے حرکت میں آئے گا اور ہمارے ساتھ محاذ آرائی شروع کر دے گا۔ ایسا یہ تینوں سالار اس لئے کریں گے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے دونوں ساتھیوں کے جانے کے بعد وہ ایک طرح سے ہمیں اپنے ساتھ مصروف رکھنے کی کوشش کریں گے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی شمال کی مہم میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مصروف تھا، تب عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ نے ہمارے خلاف کوئی جارحیت نہیں اختیار کی۔ وہ بڑی بڑی چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے بیٹھ کر تیر اندازی کرتے ہوئے ہماری راہ روکتے رہے۔ اس طرح انہوں نے ہمیں اپنے ساتھ اُلجھائے رکھا۔ ایسا کرنا ان کی مجبوری تھی اس لئے کہ انہیں اسمٰعیل بن موسیٰ کی واپسی کا انتظار تھا۔ اور آپ لوگوں نے دیکھا جب اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں بڑے سالاروں کے ساتھ یہاں آ گیا، تب عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ نے کوہستانی سلسلے کے اندر ایک محفوظ جگہ پڑاؤ کر لیا۔ شاید ایسا انہوں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کے کہنے پر کیا تا کہ ہمارے خلاف ایک محاذ عبداللہ بن اُمیہ کی صورت میں اور دوسرا اسمٰعیل بن موسیٰ کی صورت میں قائم و دائم رہے۔

ان حالات میں عبداللہ بلنسی بھی حرکت میں آ سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت جس قدر لشکر عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے پاس ہے، اندازاً اتنا بڑا لشکر ہی عبداللہ بلنسی کی

کمانداری میں بھی کام کر رہا ہے۔ اور اگر اسمٰعیل بن موسیٰ شمال کی طرف چلا جاتا ہے تو یقیناً عبداللہ بلنسی، قادس سے نکلے گا اور ہمارے خلاف وہ دو طرح کی کارروائیاں کر سکتا ہے۔ پہلی یہ کہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لاتے ہوئے یا تو جبلِ طارق میں جو ہمارا بحری بیڑہ کھڑا ہے، اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچائے گا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر کوئی مناسب موقع جان کر وہ ہمارے اس بحری بیڑے کو نقصان پہنچائے گا جو اس وقت ہماری پشت پر سمندر میں کھڑا ہے اور جس میں بیٹھ کر ہم جبلِ طارق سے یہاں تک آئے ہیں۔ دونوں صورتوں میں ہمارا زیادہ نقصان ہو گا۔ اگر وہ جبلِ طارق میں ہمارے بحری بیڑے پر حملہ آور ہوتا ہے تو حملہ آور ہونے کا وہ ایسا وقت نکالے گا جب ہمارے لشکری اونگھ رہے ہوں گے اور اگر وہ ان جہازوں اور کشتیوں پر حملہ آور ہوتا ہے جو ہماری پشت پر کھڑے ہیں تب بھی ہمارا نقصان زیادہ ہو گا۔ اس لئے کہ وہ حملہ آور ہونے سے پہلے اس موضوع پر یقیناً عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ سے مشورہ کرے گا۔ اور جب وہ ہمارے ان جہازوں اور کشتیوں پر حملہ آور ہو گا تو یقیناً سامنے کی طرف سے ہمیں مصروف رکھنے کے لئے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ بھی ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں عبداللہ بلنسی ہمارے لئے خطرے کی علامت بھی بن سکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پرسُول جب خاموش ہوا تب اس کی طرف توصیفی انداز میں دیکھتے ہوئے مناکش کہنے لگا۔

"پرسُول! میرے عزیز! تمہارے سارے اندازے درست ہیں۔ لیکن ہم ان کا سدِ باب پہلے سے کر لیں گے۔ میں آج ہی اپنے قاصد تیز رفتار کشتیوں میں جبلِ طارق کی طرف روانہ کرتا ہوں۔ وہاں اپنے کماندار کو پیغام بھجواتا ہوں کہ مسلمانوں کا امیر البحر عبداللہ بلنسی جو اس وقت قادس کی بندرگاہ میں جما ہوا ہے کسی وقت بھی حرکت میں آتے ہوئے انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا وہ ہمہ وقت چوکس رہیں۔ ساتھ ہی ہمارے بحری بیڑے کا وہ حصہ جو ہماری پشت پر اس وقت سمندر میں کھڑا ہے، وہاں جو محافظ لشکری ہیں انہیں بھی آج مستعد کر دیا جائے گا کہ عمومیت کے ساتھ دن کے وقت، خصوصیت کے ساتھ رات کے وقت وہ چوکنے رہیں۔ اس لئے کہ عبداللہ بلنسی کا ان پر حملہ آور ہونے کا خطرہ ہے۔ جب ہم یہ سارے انتظامات کر لیں گے تو میرے خیال

میں عبداللہ بلنسی اپنے بحری بیڑے یا اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں بن سکے گا۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد پھر ہم حرکت میں آئیں گے۔ عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کو اپنے ساتھ ایسا اُلجھائیں گے اور ایسے تیز حملے ان پر کریں گے کہ انہیں ہر حال میں اپنی کمین گاہوں سے نکل کر پسپا ہونا پڑے گا۔ اور جب وہ پسپائی اختیار کریں گے تو ایک طرح سے ہم اس شاہراہ پر ان کا تعاقب کریں گے جو غرناطہ سے ہوتی ہوئی قرطبہ کی طرف جاتی ہے۔ ایک بار ہم نے اُس شاہراہ پر پیش قدمی شروع کر دی تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کی کوئی بھی قوت نہ ہماری راہ روک پائے گی نہ ہماری اس پیش قدمی کو روک سکے گی۔ اب ہم بڑی بے چینی سے اسمٰعیل بن موسیٰ کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شمال کی طرف روانگی کا انتظار کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی مناکش نے اپنی وہ مجلسِ مشاورت ختم کر دی تھی۔

وہاں سے اٹھ کر سیرد جب نکلی اور ابھی اس نے تھوڑا سا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کے لشکر کا وہی سالار اُس کے سامنے آیا جسے اس نے ہمدُون کے آنے جانے کے سلسلے پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ سیرد کے سامنے آتے ہی پہلے اس نے تعظیم دی۔ پھر کہنے لگا۔

"خانم! مسلمانوں کا وہی مخبر جس کا نام ہمدُون ہے، آیا ہے اور آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔"

ہمدُون کا نام سن کر سیرد نے دل میں خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس نے اپنے اس سالار کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں یہیں رکتی ہوں۔ اسے میرے پاس بھیجو۔ اور پھر جب میں آواز دوں تب ہی آنا۔"

اس پر وہ سالار پیچھے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمدُون نمودار ہوا۔ بڑی خوش طبعی سے سیرد نے اس کا استقبال کیا۔ اسے مخاطب کر کے سیرد کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ہمدُون اس کے قریب ہو کر بڑی رازداری سے کہنے لگا۔

"خاتون! سب سے پہلے تو میں آپ پر یہ انکشاف کروں کہ آپ نے جو پیغام ہمارے سالار کے نام دیا تھا، اس پر انہوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے اور اسی کی خاطر

انہوں نے مجھے آج آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔‘‘

جب تک ہمدُون بولتا رہا، سیرد مسکراتی رہی۔ اس کے خاموش ہونے پر وہ بھی رازدارانہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

’’نارمنوں کے شب خون مارنے والے جس لشکر پر گزشتہ شب مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا تھا، اس کی کمانداری کون کر رہا تھا؟‘‘

اس پر ہمدُون کہنے لگا۔

’’اس کی کمانداری امیر اسمٰعیل بن موسیٰ کر رہے تھے۔‘‘

سیرد نے خوشی کا اظہار کیا، پھر دوبارہ بول اٹھی۔

’’دیکھو ہمدون! تم بڑے وقت پر آئے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے باپ نے مجلسِ مشاورت طلب کی تھی۔ میں وہیں سے اٹھ کر آ رہی ہوں۔ اسی مشاورت کے دوران ہمارے کچھ جاسوس آئے اور انہوں نے یہ خبر دی ہے کہ مسلمانوں کے لئے شمال میں لیون کے نصرانی حکمران الفانسو کی وجہ سے خطرات اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور الفانسو نے کچھ باغیوں کی مدد کے لئے اپنا ایک لشکر روانہ کیا ہے جو مسلمانوں کے شمالی علاقوں پر حملہ آور ہو گا۔ اس بناء پر میرا باپ اور اس کے سالار یہ اُمید رکھتے ہیں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں بڑے سالاروں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ شمال کی طرف چلا جائے گا اور اس کے جانے کے بعد نارمن تمہارے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف پیش قدمی شروع کریں گے۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد سیرد رُکی، اس کے بعد دوبارہ وہ ہمدُون کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

’’سن ہمدُون! جو پیغام میں اب دینے لگی ہوں وہ وقت ضائع کئے بغیر امیر اسمٰعیل بن موسیٰ تک پہنچانا۔ میری طرف سے انہیں کہنا کہ وہ اپنے دونوں ساتھیوں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ شمال کی طرف نہ جائیں۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو بہت بڑی غلطی ہو گی۔ اس لئے کہ اس کے جانے کے بعد اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ نارمن اس شاہراہ پر پیش قدمی شروع کریں گے جو شاہراہ غرناطہ سے ہوتی ہوئی قرطبہ کی طرف جاتی ہے۔ اور نارمنوں کا ہدف یہ ہے کہ مسلمانوں کے مرکزی شہر پر قابض ہو جائیں۔

دوسرا پیغام میری طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ کو یہ پہنچانا کہ اپنے امیر البحر عبداللہ بلنسی کی طرف یہ پیغام بھجوائے کہ وہ قادس کی بندرگاہ کو نہ چھوڑے، وہیں جما رہے اس لئے کہ نارمنوں نے ان خدشات کا اظہار کیا ہے کہ جب اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کو لے کر شمال کی طرف چلا جائے گا تو یقیناً عبداللہ بلنسی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ حرکت میں آئے گا۔ عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کی مدد کرنے کے لئے وہ نارمنوں کے بحری بیڑوں پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میرے باپ نے اس سلسلے میں اپنے بحری بیڑے کے دونوں حصوں کو مستعد کر دیا ہے۔ ایک حصہ اس وقت جبلِ طارق پر کھڑا ہے، دوسرا ہمارے پڑاؤ کی پشت پر سمندر کے اندر کھڑا ہوا ہے۔ یہ وہی حصہ ہے جس پر بیٹھ کر ہم ساحل تک آئے ہیں۔ اگر عبداللہ بلنسی قادس کی بندرگاہ کو چھوڑ کر سمندر میں حرکت میں آتا ہے تو یقیناً اس کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی نارمنوں کا بحری بیڑہ چوکس ہو گا اور عبداللہ بلنسی کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرے گا۔ ایسی صورت میں عبداللہ بلنسی کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لہٰذا اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ قادس کی بندرگاہ پر ہی جما رہے۔ اگر وہ وہاں قیام کئے رکھتا ہے تو نارمنوں پر ہمہ وقت یہ خوف، یہ خطرہ طاری رہے گا کہ عبداللہ بلنسی نہ جانے کب اور کس وقت رات اور دن میں ان پر حملہ آور ہو کر ان کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسی صورت میں نارمن اپنے بحری بیڑے کے دونوں حصوں کو کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف حرکت میں نہیں لائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیرد خاموش ہوئی، پھر اچانک وہ سنجیدہ ہو گئی اور ہمدون کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کیا تمہارے امیر اسمٰعیل بن موسیٰ کی ماں اور اُس کی بیوی فوت ہو گئی ہے؟"

سیرد کے اس سوال پر ہمدُون اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے تاسف بھرے انداز میں اس کی گردن جھک گئی تھی، پھر بھاری آواز میں کہنے لگا۔

"آپ کا کہنا درست ہے۔ امیر اسمٰعیل بن موسیٰ کے ساتھ یہ حادثہ پیش آ چکا ہے۔ ان کی بیوی اور ماں ایک ساتھ ان کا ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔"

سیرد کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی، پھر ہمدون کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اب تم جاؤ۔ جو پیغام میں نے تمہیں دیا ہے وہ امیر اسمٰعیل بن موسیٰ تک پہنچاؤ

اور میرے پاس آتے جاتے رہو۔ جونہی ہمارے لشکر کی طرف آؤ، سب سے پہلے میرے اسی سالار کو ملو جو اب تمہیں میرے پاس لاتا ہے۔ یہاں آنے جانے میں اب تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ اس لئے کہ اب ہمارے بہت سے لشکری تمہیں پہچاننے لگے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی سیرد نے اپنے اسی سالار کو آواز دی۔ وہ بھاگا بھاگا قریب آیا۔ سیرد اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ہمدُون کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور پہلے کی طرح عزت اور وقار کے ساتھ اسے رخصت کرو۔"

اس پر اُس سالار نے پہلے سیرد کو تعظیم دی، پھر ہمدُون کو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ جبکہ سیرد مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔





اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اکٹھے بیٹھے نارمنوں اور خصوصیت کے ساتھ سیرد کے کردار پر گفتگو کر رہے تھے کہ ہمدون وہاں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی تینوں بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ ہمدون ان تینوں کے پاس آیا اور تھوڑی دیر پہلے جو سیرد کے ساتھ اس کی گفتگو ہوئی تھی، وہ اس نے تفصیل کے ساتھ ان تینوں سے کہہ دی تھی۔

ساری گفتگو سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ کے علاوہ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے بھی ہمدون کی تعریف کی۔ اس کے بعد ہمدون کو واپس بھیج دیا گیا تاکہ وہ اپنے کام میں لگ جائے اور اس کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس کے بعد ہلکا سا تبسم اس کے چہرے پر نمودار ہوا۔ ساتھ ہی جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! لگتا ہے ان نارمنوں کی ہمارے ہاتھوں بدبختی اور تذلیل کی ابتداء ہونے والی ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے شمالی علاقوں میں باغیوں کے ساتھ مل کر لیون کا بادشاہ الفانسو حرکت میں آنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں اور تم دونوں اپنے لشکر کو لے کر شمال سے اُٹھنے والے اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امیر محمد نے پہلے ہی ایک لشکر الفانسو کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے قرطبہ سے روانہ کر دیا ہے۔ میرے دونوں عزیز ساتھیو! ہم نے نارمنوں کی اس غلط فہمی کو فریب میں مبتلا کر کے انہیں بدترین شکست سے دوچار کرنا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، اس کے بعد جریر بن موفق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ موفق! میرے بھائی! فی الفور دو کام کرنے ہیں۔ پہلا یہ کہ اپنے سارے مخبروں کو حکم دے دو کہ آس پاس کے علاقوں کے علاوہ اپنے لشکر کے اندر یہ افواہ عام کر دی جائے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے لشکر کو لے کر شمال سے اُٹھنے والی بغاوت کو فرو کرنے اور لیون کے بادشاہ الفانسو کا مقابلہ کرنے کے لئے چلے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ابھی تھوڑی دیر بعد ہم اپنا پڑاؤ یہاں سے ہٹا لیں گے اور ذرا پیچھے ہٹ کر دائیں جانب کے گمنام کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ قائم کر لیں گے اور اپنے پڑاؤ کے اردگرد دُور تک اپنے مسلح جوان پھیلا دیں گے تا کہ کوئی بھولا بھٹکا نارمن مخبر اگر ان علاقوں کی طرف آنے کی کوشش کرے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

جریر! میرے بھائی! یہ پہلا کام ہے۔ دوسرا کام جو تم نے کرنا ہے وہ یہ کہ ابھی اور اسی وقت تیز رفتار قاصد عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کی طرف روانہ کرو اور ان کو یہ حکم جاری کرو کہ جہاں انہوں نے پڑاؤ کیا ہے وہاں سے پڑاؤ اٹھا لیں۔ اُس شاہراہ کی طرف آئیں جو شاہراہ غرناطہ کی طرف جاتی ہے اور ان کا پڑاؤ بھی وہیں ہوگا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر ہم محفوظ کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کریں گے۔ اس کے علاوہ میرے بھائی! کچھ قاصدوں کو قادس شہر کی طرف روانہ کرو اور عبداللہ بلنسی کو پیغام بھیجو کہ ہمارے اگلے حکم تک قادس کی بندرگاہ میں ہی اپنے بحری بیڑے اور لشکر کے ساتھ مقیم رہے اور کسی قسم کی کوئی حرکت نہ کرے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب حارث بن بزیغ بول اٹھا۔

''اسمٰعیل! میرے بھائی! اگر ہم عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کو بھی اس جگہ بلا لیتے ہیں جہاں ہم نیا پڑاؤ قائم کریں گے تو کیا نارمنوں کو غرناطہ اور پھر آگے قرطبہ کی طرف پیش قدمی کرنے کی کھلی چھٹی نہ مل جائے گی؟''

حارث بن بزیغ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی گہرا تبسم اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

''ابنِ بزیغ! میرے بھائی! میں تو یہی چاہتا ہوں کہ نارمن جس جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا ہے، وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھائیں اور ہمارے مرکزی شہر قرطبہ کا رخ کریں۔ اگر وہ

ایسا کریں تو پھر دیکھنا میں ان کے چہروں، ان کی پیشانیوں، ان کے دلوں پر بدبختی اور شکست کے کیسے کیسے داغ لگاتا ہوں۔

ابنِ بزیغ! ذرا ان نارمنوں کو اس شاہراہ کی طرف تو آنے دو جو شاہراہ یہاں سے غرناطہ اور قرطبہ کی طرف آتی ہے۔ پھر دیکھنا میں ان کا کیا حشر نشر کرتا ہوں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب جریر بن موفق بھی خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابنِ موسیٰ! میرے بھائی! اگر ہم سارے سالار پورے لشکر کو لے کر ایک جگہ جمع ہو گئے تو اس طرح نارمنوں کو ہمیں اپنا ہدف بنانا بڑا آسان اور سہل ہو جائے گا اور وہ ایسی صورت میں ہمیں بہت جگہ نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ نے غور سے جریر بن موفق کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"اگر وہ بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو ایسا کر کے ہم بہت زیادہ فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔"

اس کے بعد ہاتھ کے اشارے سے اسمٰعیل بن موسیٰ نے جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کو اپنے قریب آنے کو کہا۔ جب وہ قریب گئے تب اسمٰعیل بن موسیٰ سرگوشی کے انداز میں کچھ دیر تک اس سے گفتگو کرتا رہا اور وہ گفتگو سن کر جہاں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی، وہاں وہ بڑے خوش اور مطمئن بھی دکھائی دے رہے تھے۔ اس گفتگو کے بعد تینوں اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے کچھ قاصد عبداللہ بلنسی اور عبداللہ بن اُمیہ کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔

اس کے بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد جب رات گہری ہونے لگی تب اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنا پڑاؤ ختم کر دیا۔ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر وہ ذرا پیچھے کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک قدرے تنگ وادی کے اندر چلا گیا تھا جو تین اطراف سے محفوظ تھی۔ داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جس پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے کڑا پہرہ بٹھا دیا تھا۔ اس کے علاوہ اُس وادی کے اردگرد بھی اس نے اپنے مسلح جوان پھیلا دیئے تھے تاکہ کسی نارمن مخبر کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کو لے کر اس کے کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کیے ہوئے ہے اور اسی رات عبداللہ بن اُمیہ اور عبیداللہ بھی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس پہنچ گئے تھے۔

اگلے روز چاروں طرف یہ خبریں پھیل گئی تھیں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں ساتھی جرنیلوں کو لے کر اپنے لشکر کے ساتھ اُس کوہستانی سلسلے سے پڑاؤ ختم کر کے قرطبہ کی طرف واپس جا چکا ہے۔

یہ خبر جب نارمنوں کے اندر پھیل گئی تب یہ خبر سن کر مناکش کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے سارے سالاروں اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تب مناکش بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آخر وہی ہوا جس کی ہم اُمید لگائے بیٹھے تھے۔ گو ہمارے مخبر اس بات کی خبر دے چکے ہیں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ لشکر لے کر یہاں سے جا چکا ہے۔ اگر مخبر یہ نہ بھی بتاتے تب بھی ہمارا یہ اندازہ درست تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے دونوں ساتھی سالاروں کو یہاں سے جانا ہی ہو گا۔ اس لئے کہ شمال کی طرف سے جو مسلمانوں کے خطرات اُٹھے ہیں ان سے یہ تینوں جرنیل ہی نمٹ سکتے ہیں۔ اب جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ لشکر لے کر جا چکا ہے تو میرے عزیزو! ہم نے وقت ضائع نہیں کرنا۔ اب ہم نے اپنی اُس کارروائی کی ابتداء کرنی ہے جس کی ہم بہت دنوں سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔ آنے والی شب کو لشکر کا ایک مختصر سا حصہ یہاں اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑیں گے، باقی سارے لشکر کو لے کر ہم اس شاہراہ پر پیش قدمی کریں گے جو غرناطہ اور قرطبہ کی طرف جاتی ہے۔ یہاں زیادہ سے زیادہ ہماری راہ روکنے کے لئے ہمارے سامنے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ آ سکتے ہیں اور انہیں تو ہم پھونک مار کر اُڑا دیں گے۔ ان کی ہمارے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

جہاں تک ہمارے پڑاؤ کا تعلق ہے تو وہ ہماری غیر موجودگی میں بالکل محفوظ رہے گا۔ لشکر کا ایک حصہ بھی پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مختص کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہمارے بحری بیڑے کے اندر جو ہمارا محفوظ لشکر ہے اور جو بحری بیڑے کو بھی حرکت میں لاتا ہے وہ بھی اس بحری بیڑے کے اندر موجود ہے۔ اگر کہیں سے یا کسی وجہ سے ہمارے پڑاؤ کو کوئی خطرہ ہوا تو پڑاؤ کی حفاظت کے لئے ایک طرح سے دو لشکر موجود ہوں گے۔ ایک وہ جسے ہم پڑاؤ کی حفاظت میں چھوڑیں گے۔ دوسرا وہ جو اس وقت ہمارے بحری بیڑے کے اندر محفوظ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش خاموش ہوا، اس کے بعد وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے دونوں سالاروں پرسُول اور غندش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پرسُول اور غندش! میرے دونوں عزیز ساتھیو! آنے والی شب کو لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں اس کوچ میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ میری بیٹی سیرد بھی میرے ساتھ ہوگی۔ باقی عورتیں پڑاؤ کے اندر ہی رہیں گی۔ اس لئے کہ وہاں ان کی حفاظت کا بہترین انتظام ہوگا۔ اس بار پیش قدمی کرتے ہوئے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے رکھا جائے گا۔ ایک حصہ میری کمانداری میں، دوسرا پرسُول اور تیسرا غندش کے پاس رہے گا۔ تینوں لشکر آگے پیچھے مسلمانوں کے علاقوں کے اندرونی حصے کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر کریں گے۔ اس موقع پر اگر مسلمانوں کے سالاروں میں عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ نے ہماری راہ روکنے کی کوشش کی تو اپنے لشکریوں کو بتا دینا کہ مسلمانوں کا جو بھی لشکر ہمارے آڑے آئے یا ہماری راہ روکنے کی کوشش کرے، اُن پر پوری طاقت اور قوت سے حملہ آور ہوں اور راہ روکنے والوں کا لمحوں کے اندر کام تمام کر کے رکھ دیں۔ تاکہ ہماری پیش قدمی میں کوئی تاخیر نہ ہونے پائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رُکا، اس کے بعد دوبارہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''لشکر کے اندر صرف ایک ہفتہ کے لئے کھانے پینے کا سامان رکھا جائے۔ اس کے بعد جب ہم مسلمانوں کے علاقوں میں پیش قدمی شروع کریں گے تو راستے میں پڑنے والے چھوٹے شہروں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر ہم راستے میں خوراک کے علاوہ ضروریات کا دیگر سامان بھی حاصل کرتے جائیں گے۔ یوں میرے عزیز ساتھیو! مسلمانوں کے مرکزی شہر پہنچنا اب ہمارے لئے انتہا درجہ کا آسان اور بے خطر ہو کر رہ گیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی مناکش نے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی سیرد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تُو نے مسلمانوں کے مخبر ہمدُون کے ساتھ مل کر اسمٰعیل بن موسیٰ پر جال پھینک کر اسے گرفتار کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے، مجھے بے حد افسوس ہے تمہاری وہ مہم اب سرد پڑ جائے گی۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں بڑے

سالاروں کے ساتھ لشکر لے کر شمال میں لیون کے بادشاہ الفانسو کا مقابلہ کرنے کے لئے جا چکا ہے۔ بہرحال میری بیٹی! کوئی بات نہیں۔ جب ہم اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ کی طرف پیش قدمی کریں گے اور ہماری پیش قدمی کی اطلاع جب شمال میں پہنچے گی تو یاد رکھنا اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے ساتھیوں اور لشکریوں کے ساتھ بھاگا بھاگا قرطبہ شہر کی طرف آئے گا اور پھر اسے اسیر اور قیدی بنانے کے لئے تم دوبارہ اپنے کام کی ابتداء کر دینا۔"

اس موقع پر سیرد منہ سے کچھ نہ بولی تھی۔ مسکراتے ہوئے اس نے جب اثبات میں اپنی گردن ہلائی تب مناکش بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کے بعد مناکش کچھ دیر تک اپنے سالاروں کے ساتھ آنے والی مہم سے متعلق رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتا رہا۔

آخر کار رات کی گہری تاریکی میں مناکش، سیرد، پرسُول اور غندش نے اپنے لشکر کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتارتی بے روک خوفناک قوتوں کی طرح اس شاہراہ پر سفر شروع کیا تھا جو اس کوہستانی سلسلے سے نکل کر غرناطہ سے ہوتی ہوئی قرطبہ شہر کی طرف جاتی تھی۔ ان کے آگے بڑھنے میں فرعون کی سطوت، نمرود کی قہرمانیت اور شیطان کا سا تمرد تھا۔ ایسا شاید اس لئے تھا کہ وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں بڑے سالاروں کے ساتھ لشکر لے کر شمال کی طرف چلا گیا ہے۔ لہٰذا ان کا گمان تھا کہ وہ اس شاہراہ پر پیش قدمی کرتے ہوئے موت اور مرگ کے رقصاں عذابوں، بھوکے گرسنہ درندوں کی طرح آگے بڑھتے رہیں گے۔ کوئی ان کی راہ نہیں روکے گا۔ چنانچہ اسی بناء پر وہ خوشیاں مناتے دوسروں کے جذبوں اور خواہشوں کو اضطراب میں بدلنے اور راستے میں آنے والی بستیوں کو پرانے سال خوردہ اشجار جیسا کرنے کے ارادے لئے بڑی تیزی سے آگے بڑھے تھے۔ ابھی وہ تھوڑا سا ہی آگے گئے ہوں گے کہ گہری رات میں ایک خونی انقلاب رونما ہوا۔ اس لئے کہ ان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد سمندر کے کنارے کے قریب جو نارمنوں کا پڑاؤ تھا، اس سے ذرا فاصلے پر اسمٰعیل بن موسیٰ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس طرح نمودار ہوا جیسے سمندر کی گہرائیوں سے ویران اور ہولناک ابتلائیں پھوٹ پڑی ہوں یا زمین کی پوشیدہ تہوں سے ہیجان آفرین سمندر اور تخیل کی ازلی پنہائیوں سے آتش فشانی لاوے اُٹھ کھڑے ہوں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے

اسمٰعیل بن موسیٰ نے پیش قدمی شروع کی اور رات کی سرمئی آنکھ نے دیکھا، اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نارمنوں کے پڑاؤ کے محافظ لشکر پر خیموں کی دھجیاں اُڑاتے برہم بگولوں کے تازیانوں، بھڑکتی آتش کی طرح پیچ و تاب کھاتے وقت کے بدترین طوفانوں اور ساحلوں کی سیج پر پرانے نقوش تک مٹا دینے والے بے اماں دشت کی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نارمنوں کے پڑاؤ میں اس وقت ان گنت عورتیں بھی تھیں۔ حملہ آور ہوتے وقت اسمٰعیل اور اس کے لشکریوں نے کسی بوڑھے، کسی عورت، کسی بچے کو ہاتھ نہیں لگایا، تاہم جو کوئی ہتھیاروں سے لیس ہو کر ان کے سامنے آیا وہ ان کے ہاتھوں مارا گیا۔

اسی دوران بحری بیڑے کے اندر جو نارمنوں کا لشکر تھا اسے خبر ہو گئی تھی کہ پڑاؤ پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ لشکر نکلا۔ اس کے نکلتے ہی اسمٰعیل بن موسیٰ اپنی کارروائی کر کے نارمنوں کے پڑاؤ سے نکل بھاگا اور بحری بیڑے سے نکلنے والا نارمنوں کا لشکر دہکتی خواہشوں کے خونی ہیولوں، بدی کے دریائے تند و تیز، جرم و عصیان کی ہیجان اور زمین پر ہر چیز کو بکھیرتے الاؤ کے شدید طمانچوں کی طرح اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکر کے پیچھے لگ گیا تھا۔

بحری بیڑے سے نکلنے والا نارمنوں کا لشکر ابھی تھوڑی دور ہی گیا ہو گا کہ اچانک اس کی پشت کی طرف سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جریر بن موفق نمودار ہوا اور ان نارمنوں کی پشت پر فضاؤں کو تحیر میں ڈالتے کھولتے کہر آلود بحر، زندگی کے ساز کو سوز میں تبدیل کرتے وقت کی بے رحمی کے سیلاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

پشت کی طرف سے جریر بن موفق کے حملوں نے نارمنوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ عین اسی لمحہ آگے آگے بھاگتا ہوا اسمٰعیل بن موسیٰ کالی رات کی خاموشیوں میں قہر کے کاروانوں کی طرح مڑا اور پھر وہ بھی نارمنوں کے اس لشکر پر آتش ناک گرم رو بدن کے ایوانوں تک کو لخت لخت کر دینے والی ہلاکت خیزی، اذیتوں اور وحشتوں کے آسیب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

بحری بیڑے سے نکلنے والے نارمنوں کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان پر تو دو طرفہ حملہ ہو گیا ہے اور اگر کچھ دیر انہوں نے اپنے آپ کو جنگ میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ لہٰذا ان کے سالار نے للکارتے ہوئے

انہیں ایک طرف نکلنے کے لئے کہا۔ یہ حکم ملتا تھا کہ نارمنوں کا وہ لشکر ایک سمت سے ہوتا ہوا سمندر کی طرف بھاگا اور اپنے بحری بیڑے میں سوار ہو گیا تھا۔ اس طرح نارمنوں کے اس لشکر نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا۔

جب ایسا ہو چکا، تب اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق پلٹے۔ نارمنوں کے پڑاؤ میں آئے۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو ایک طرف کر دیا۔ مردوں میں سے جنہوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے، انہیں بھی کچھ نہ کہا اور پڑاؤ کے اندر کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ضرورت کی دوسری چیزیں اور جس قدر سامانِ جنگ تھا، سارا نارمنوں کے پڑاؤ کے جانوروں پر ہی لاد کر جدھر سے آئے تھے، اُدھر ہی چلے گئے تھے۔

دوسری طرف مناکش اپنے سالاروں اور لشکر کے ساتھ اپنی دُھن میں پیش قدمی کر رہا تھا کہ پشت کی جانب سے چیخنے چلّانے اور زور زور سے مناکش کو پکارنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں سن کر مناکش نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس موقع پر اس کے پہلو میں اپنے گھوڑے پر سوار سیرد نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں روک لی تھیں اور پیچھے آنے والے سالار اور لشکری بھی رک گئے تھے۔

پشت کی طرف سے آنے والے گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو مارتے، بھگاتے ایڑ پر ایڑ لگاتے قریب آئے۔ وہ سب بری طرح زخمی تھے۔ لباس پھٹے ہوئے تھے۔ رات کی تاریکی میں وہ مناکش کے قریب آئے، پھر ان میں سے ایک واویلا کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

”مالک! ہم پر آفت ٹوٹ پڑی۔ آپ کے پڑاؤ سے نکلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مسلمانوں کے لشکر کے دو حصے یکے بعد دیگرے ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہوئے۔ پڑاؤ میں جس قدر ہمارا لشکر تھا، اس کی اکثریت کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ نے بحری جہازوں میں پناہ لے کر اپنی جان بچائی۔ اس کے بعد ہمارا بحری بیڑے میں جو لشکر تھا، وہ بھی نکلا۔ مسلمانوں کے تعاقب میں لگ گیا۔ لیکن مسلمانوں کا لشکر عجیب سے انداز میں ان پر حملہ آور ہوا اور اس لشکر کو بھی مار بھگایا۔ چنانچہ ہمارے اس لشکر نے تو بحری بیڑے میں پناہ لے لی ہے لیکن پڑاؤ کی حالت حملہ آور مسلمانوں نے ابتر کر کے رکھ دی ہے۔ پڑاؤ کے اندر جو کوئی بھی ہتھیار سنبھال کر ان کے سامنے آیا، اسے انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاہم ہمارے پڑاؤ میں جس قدر عورتیں، لڑکیاں،

بچے اور بوڑھے تھے، ان کو انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ ساری کارروائی مکمل کرنے کے بعد ہمارے پڑاؤ میں جس قدر جانور تھے، پڑاؤ کا سارا سامان ان جانوروں پر لاد کر وہ مسلمان لشکر جدھر سے آیا تھا، رات کی تاریکی میں ادھر ہی چلا گیا ہے۔''

یہ خبر سن کر مناکش ہی نہیں، اس کے چھوٹے بڑے سالار سب لرز کانپ اٹھے تھے۔ اس موقع پر سیرد عجیب سے انداز میں اپنے باپ مناکش کی طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ اپنے باپ کے چہرے سے اس کے جذبات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس موقع پر مناکش کا سالار غندش غصے کا اظہار کرتے ہوئے مناکش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں سمجھتا ہوں مسلمان یہ جو کارروائی کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ایسا انہوں نے ہمارے مخبروں کی نالائقیوں اور اپنے کام سے بے خبری کی بناء پر کیا ہے۔ ہمارے ہر مخبر نے یہی اطلاع دی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے دونوں بڑے سالار ساتھی شمال کی طرف جا چکے ہیں۔ اگر وہ چلے گئے ہیں تو حملہ آور کون ہے؟''

اس پر مناکش کہنے لگا۔

''ہو سکتا ہے حملہ آور عبداللہ بن اُمیہ یا عبید اللہ میں سے کوئی ہو۔''

اس پر آنے والے زخمیوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''نہیں! نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کے سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی جریر بن موفق کو حملہ آور ہوتے دیکھا ہے۔ اس لئے کہ میں اُنہیں شکل سے پہچانتا ہوں۔ ہم نے بڑی مشکل سے پڑاؤ سے بھاگ کر ایک کشتی میں سوار ہو کر اپنی جانیں بچائی تھیں۔''

اس پر بے پناہ فکر کا اظہار کرتے ہوئے مناکش کہنے لگا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو ہمیں پیش قدمی ترک کر کے فوراً اپنے پڑاؤ کی طرف واپس جانا چاہئے۔ اگر اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ انہی علاقوں میں موجود ہیں تو پھر ہم نے اس شاہراہ پر قرطبہ کی طرف جانے کے لئے زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔''

مناکش کے کہنے پر جونہی واپسی اختیار کی گئی، اچانک دائیں بائیں سے ان پر تیز تیر اندازی کی گئی۔ دائیں بائیں سے تیر اندازی کرنے والے عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ تھے جو اپنے حصے کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نارمنوں پر تیر اندازی کرنے لگے

تھے۔ اس تیر اندازی کی وجہ سے جہاں کچھ نارمن زخمی ہوئے، وہاں گھوڑوں کو بھی تیر لگے جس کی بناء پر نارمنوں کے اندر ایک افراتفری کا عالم برپا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک دوسرے کا خیال کئے بغیر نارمن اندھا دُھند اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اپنے پڑاؤ کی طرف ہو لئے تھے۔

نارمن جب تیروں کی زد سے باہر نکلے، ان کی افراتفری ختم ہوئی تب ایک چھوٹا سالار بھاگتا ہوا مناکش کے قریب آیا اور واویلا کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

''سیرد ہمارے اندر نہیں ہے۔ جب ہم واپس بھاگے تھے تو افراتفری کے عالم میں ہم نے ایک بار دیکھا، اس کے گھوڑے کو تیر لگے تھے۔ گھوڑا بیخ پا ہو گیا تھا۔ بری طرح اِدھر اُدھر بھاگا تھا۔ اس کے بعد سیرد ہمیں کہیں دکھائی نہیں دی۔''

اس انکشاف پر مناکش پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ لشکر کو اس نے روک دیا اور حکم دیا کہ سیرد کو تلاش کیا جائے۔ جب سارے لشکر کی چھان بین کر دی گئی تب غندش اور پرسُول دونوں مناکش کے قریب آئے اور دکھ بھرے انداز میں غندش کہنے لگا۔

''جس چھوٹے سالار نے سیرد سے متعلق ہمیں خبر دی تھی، اس کا کہنا درست ہے۔ سیرد لشکر میں نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے ہتھے چڑھ گئی ہے یا وہ تیر اندازی کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ کیا ہمیں واپس جا کر سیرد کو تلاش نہیں کرنا چاہئے؟ ہو سکتا ہے وہ زخمی ہوئی ہو۔ ہمیں اس سلسلے میں اس کی مدد کرنی چاہئے........''

غندش یہیں تک کہنے پایا تھا کہ دائیں بائیں سے پھر ان پر تیر اندازی ہوئی۔ لہٰذا جو فیصلہ کیا گیا تھا، اسے منسوخ کر دیا گیا۔ اپنی بیٹی سیرد سے متعلق مناکش کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ تیر اندازی تیز ہو گئی تھی۔ لہٰذا مناکش اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہا تھا۔





مناکش جب اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں آیا تو پڑاؤ میں بری طرح واویلا ہو رہا تھا۔ عورتیں بین کر رہی تھیں۔ بچے اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ بوڑھے اپنے عزیز و اقارب کی ہلاکت خیزی پر دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ مناکش نے اپنے پڑاؤ کا جائزہ لیا۔ پڑاؤ میں جس قدر عورتیں تھیں، سب محفوظ تھیں۔ جس قدر بچے تھے، ان کو بھی کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ بوڑھے بھی سارے محفوظ تھے۔ تاہم پڑاؤ کی حفاظت پر جو جنگجو نارمن مقرر کئے گئے تھے ان کی اکثریت موت کے گھاٹ اتر چکی تھی۔ جب مناکش پڑاؤ میں آیا اور بحری بیڑے میں سوار ہوا، نارمنوں کے لشکر کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تب وہ لشکر بھی اپنے سالار کے ساتھ جہازوں سے نکل کر ساحل پر آ گیا۔ مناکش اپنے سالاروں کے ساتھ کچھ دیر تک اپنے پڑاؤ کا جائزہ لیتا رہا، پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''اب مجھ پر یہ فرض بن گیا ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کی ہر قوت، ہر طاقت کو روندتے ہوئے ان کے مرکزی شہر میں جا کر اپنا دربار لگاؤں۔ بڑے بڑے سالاروں کو اپنے سامنے طلب کروں اور انہیں باری باری موت کے گھاٹ اتارتا چلا جاؤں۔''

اس موقع پر مناکش کی بیوی اور سیرد کی ماں ساگون بھاگتی ہوئی مناکش کے پاس آئی اور فکرمند لہجے میں پوچھنے لگی۔

''سیرد! آپ کے ساتھ گئی تھی۔ وہ کہاں ہے؟''

مناکش کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی تھی۔ پھر وہ ساگون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ساگون! ہم بڑی دلجمعی سے پیش قدمی کر رہے تھے کہ پشت کی طرف سے جانے

والے زخمیوں نے جب پڑاؤ پر مسلمانوں کے حملوں کی اطلاع دی تو ہم پلٹے۔ اس کے ساتھ ہی دائیں بائیں بیٹھے مسلمان لشکریوں نے ہم پر تیز تیراندازی کی جس کے باعث ہمارے لشکر میں افراتفری اور ابتری پھیل گئی۔ اسی افراتفری میں سیرژ ہم سے بچھڑ گئی۔ پورے لشکر کو چھانا گیا، ہر لشکری اِدھر اُدھر بھاگا لیکن سیرد کہیں نہیں ملی۔"

مناکش کے اس انکشاف پر ساگون کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی تھی۔ دنیا بھر کے غم والم اس کے چہرے پر ہجوم کر آئے تھے۔ پھر وہ روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

"تو کیا میری بیٹی پر دو کیفیتوں میں سے ایک کیفیت طاری ہو چکی ہے؟ یا تو وہ دشمن کے ہاتھوں ماری جا چکی ہے یا ان کی اسیر بن چکی ہے۔"

ساگون جب خاموش ہوئی تب مناکش بھی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"ساگون! یہ نہ کہو کہ وہ ماری گئی ہے۔ یہ دعا مانگو کہ وہ مسلمانوں کی اسیر ہو گئی ہو۔ اس لئے کہ پہلی بار بھی جب وہ مسلمانوں کی قیدی ہوئی تھی تو مسلمانوں نے اس کی جان، اس کی عزت و آبرو کی خوب حفاظت کی تھی۔ اس لئے کہ ہمارے تمدن، ہماری تہذیب کے برخلاف مسلمان عورتوں کی قدر اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ لہٰذا دعا یہ مانگو کہ وہ ماری نہ گئی ہو، مسلمانوں کی اسیر ہو گئی ہو۔"

اس کے بعد مناکش کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی گردن سیدھی کی۔ غندش اور اپنے دوسرے سالاروں پر اس نے ایک طائرانہ نگاہ ڈالی، پھر افسوس بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"حیرت کی بات یہ ہے کہ جب کبھی بھی اس اسمٰعیل بن موسیٰ کا ہمارے ساتھ ٹکراؤ ہوا، شکست اور ذلت ہمارے ہی حصے میں آئی۔ ماضی میں اس نے نہ صرف ہمارے بہترین سالار کراوش کو جنگ کے دوران موت کے گھاٹ اتارا بلکہ ہمارے بہترین تیغ زنوں کے سر قلم کئے۔ ہمارے بڑے سے بڑے سالار کو اس نے میدانِ جنگ سے مار بھگایا۔ اب ہم مسلمانوں کے اس شرقی ساحل کی طرف اس وجہ سے آئے تھے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے اچھے سالاروں کے ساتھ شمال کی مہم میں مصروف تھا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ اب وہ ایک بار پھر ہمارے سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔ اور یہ ایسا سالار ہے جس کی ہنرمندی، جس کی تیغ زنی کا جادو یقیناً دشمن کے لئے ایک زہرِ قاتل ثابت ہوتا ہے۔ میری بیٹی سیرد نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو کراوش کے قتل کی پاداش میں

موت کے گھاٹ اتارے گی لیکن مغربی محاذ پر اس اسمٰعیل بن موسیٰ نے سیرد کو گرفتار کر لیا۔ اب مشرقی محاذ پر ہمارے ساتھ وہی کچھ پیش آ رہا ہے۔

میری بیٹی سیرد کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، اسے تیر نہیں لگے۔ ہمارے جس سالار نے اسے آخری بار دیکھا تھا، اس کا کہنا ہے کہ تیر سیرد کے گھوڑے کو ضرور لگے تھے لیکن سیرد بالکل محفوظ تھی۔ اس کے بعد اچانک وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ نہ جانے کدھر کھو چکی ہے۔ حالانکہ جب وہ پہلی بار گرفتار ہوئی تھی، اسمٰعیل بن موسیٰ کا سر کاٹ نہ سکی، تب پہلے کی نسبت وہ زیادہ انتقامی ہو چکی تھی اور اب ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے بعد وہ پہلے کی نسبت اسمٰعیل بن موسیٰ کے خلاف زیادہ جذباتی ہو چکی تھی۔ پر حیرت کی بات یہ کہ اس نے مسلمانوں کے ایک سفیر ہمدون کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اس کے ساتھ مل کر وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کا کام تمام کرنے کے درپے تھی۔ اب اس کا یوں غائب ہو جانا ہمارے لئے ایک نئی صورتِ حال پیدا کر گیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا، کچھ سوچا، پھر وہ باری باری غندش اور پرسُول دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''میرے دونوں عزیز ساتھیو! جو کچھ ہمارے ساتھ بیتی، اسے فی الحال فراموش کر دو۔ میں جانتا ہوں ہمارے پڑاؤ کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ پڑاؤ میں لشکر کا ایک حصہ کام آ چکا ہے اور پڑاؤ کے اندر جس قدر خوراک اور دوسری اشیاء کے علاوہ ہتھیاروں کے ذخائر تھے، وہ سب اسمٰعیل بن موسیٰ اٹھا کر لے گیا ہے۔ پھر مستزاد یہ کہ لشکر کے اندر جو باربرداری اور لشکریوں کے لئے کھانے کے جانور تھے وہ بھی اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے ساتھ ہانک کر لے گیا ہے۔

اب ایسا کرو، ابھی اسی وقت کچھ بحری جہاز اور کشتیاں جبلِ طارق کی طرف روانہ کرو۔ وہاں جو ہمارا سالار ہے، اس کے نام میرا یہ حکم نامہ پہنچاؤ کہ وہاں سے ایک لشکر اس ساحل پر منتقل کیا جائے۔ ساتھ ہی کمک کے علاوہ رسد اور ہتھیاروں کے مزید ذخائر یہاں ہمارے پاس منتقل کئے جائیں۔ میں اب اپنے لشکریوں کا زیادہ نقصان کرانا پسند نہیں کروں گا۔ اگر سیرد گرفتار نہ ہو چکی ہوتی تو میں یقیناً مسلمانوں کے ساتھ جنگوں کے اس سلسلے کو ختم کر کے فرانس کے جنوبی ساحل کا رُخ کرتا۔ لیکن جب تک سیرد کا مجھے پتہ نہیں چل جاتا اس وقت تک میں نہ اس ساحل کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ہی

مسلمانوں کے خلاف اپنی مہموں کو ختم کر سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ میں ہمیں مزید نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ شمال کی طرف نہیں گیا۔ میرا اندازہ ہے الفانسو کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے امیر محمد نے کسی اور کو روانہ کر دیا ہے۔ ہمارے مقابلے سے اسمٰعیل بن موسیٰ کو وہ نہیں ہٹانا چاہتے۔ میرے خیال میں وہ بھی یہ جان چکے ہیں کہ جب تک اسمٰعیل بن موسیٰ ہمارے سامنے ہے، ہم ان کے مرکزی شہر کی طرف نہیں جا سکتے۔ بہر حال اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کے زیادہ سے زیادہ حصے کو مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں جھونکا جائے اور ان پر لگاتار ضربیں لگائی جائیں۔ میری اب سب سے بڑی خواہش ہے کہ ایک بار اسمٰعیل بن موسیٰ کے ماتھے پر شکست کا داغ لگاؤں۔ وہ شکست اٹھا کر ہمارے آگے بھاگے اور ہم اس کا اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتلِ عام کریں۔ ہو سکے تو اسمٰعیل بن موسیٰ کو گرفتار کریں۔ پھر اسی کے ذریعہ سے میں اپنی بیٹی سیرد کا اتہ پتہ جاننے کی کوشش کروں گا۔ اب جو کچھ میں نے کہا ہے، اس پر عمل کرو۔''

اس کے ساتھ ہی غندش اور پرسُول وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

اُدھر اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نارمنوں کے پڑاؤ پر یلغار کرنے اور وہاں سے ہر چیز سمیٹنے کے بعد ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ پہلے شمال کی طرف گئے، پھر بائیں ہاتھ مڑے اور کوہستانی سلسلے کے اندر ایک محفوظ جگہ جا کر اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے تیز رفتار قاصد چاروں طرف پھیلا دیئے تھے تاکہ یہ پتہ کیا جائے کہ مناکش غرناطہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر پیش قدمی جاری رکھے ہوئے ہے یا اسے اپنے پڑاؤ پر حملے کی خبر ہو چکی ہے۔ وہ واپس مڑ چکا ہے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق نے ابھی وہیں پڑاؤ کیا ہوا تھا اور رات ابھی اپنے انجام کو نہ پہنچی تھی کہ کچھ مخبروں نے آ کر اطلاع دی کہ مناکش واپس ساحل سمندر پر اپنے پڑاؤ کی طرف جا چکا ہے۔ یہ خبر سن کر اسمٰعیل بن موسیٰ مطمئن ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک کوہستانی سلسلے کے آس پاس جو بستیاں تھیں ان سے فجر کی اذانوں کی آواز سنائی دینا شروع ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد وہ پہلے کی طرح ہر چیز کو سمیٹتا ہوا تھوڑا سا آگے بڑھا، اس کے بعد بائیں طرف غرناطہ کی طرف جانے والی شاہراہ کا رخ کر رہا تھا۔

یہاں تک کہ وہ ایک کوہستانی سلسلے میں داخل ہوا۔ وہ چھوٹی مگر ایک انتہائی محفوظ وادی تھی۔ اسی کے اندر حارث بن بزلیغ، عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اس لئے کہ رات کے وقت نارمنوں پر تیر اندازی کرتے اور انہیں ان کے پڑاؤ کی طرف بھگانے کے بعد وہ واپس اس محفوظ جگہ آ گئے تھے۔

چنانچہ جب اسمٰعیل بن موسیٰ اور جریر بن موفق اپنے لشکر کے ہمراہ سامان سے لدے پھندے بار برداری کے جانوروں کے ساتھ اُس وادی میں داخل ہوا تو عبداللہ بن اُمیہ، حارث بن بزلیغ اور عبید اللہ نے شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا۔ چھوٹے بڑے سالاروں کے علاوہ لشکری بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ پہلے بار برداری کے جانوروں پر لدا ہوا سامان اتار کر ایک جگہ ڈھیر کیا گیا، پھر ان جانوروں کو وادی کی طرف چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک جریر بن موفق، حارث بن بزلیغ، عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کے علاوہ سب سالار اور اکثر لشکری وہاں جمع ہو گئے تھے اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! جب تک ہم نارمنوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں، خداوند نے چاہا تو ہمیں اپنی ضروریات کا سامان اپنے مرکزی شہر سے منگوانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ یہ سامان اسی وادی میں محفوظ رہے گا۔ یہی وادی ہمارا مسکن بنی رہے گی۔ یہاں قیام کے دوران جریر بن موفق! میں تمہارے ذمہ یہ کام لگاتا ہوں کہ اپنے کچھ مسلح مخبروں کو چاروں طرف پھیلا دو جو نارمنوں کے لمحے لمحے کی اور ان کی ہر نقل و حرکت کی خبریں ہم تک پہنچائیں۔ اس کے بعد اس سارے سامان کو محفوظ کیا جائے اور ساتھ ہی لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔"

حارث بن بزلیغ اور جریر بن موفق کے علاوہ سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ سب سے پہلے مسلح جنگجو اور مخبروں کو اطراف میں پھیلا دیا گیا تھا۔ جو سامان نارمنوں کے پڑاؤ سے لایا جاتا، اسے سنبھالا گیا۔ لشکریوں کے لئے کھانا تیار کیا گیا اور کھانے کے بعد لشکریوں کو مکمل آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا تھا۔



دو بڑے باغیوں ابن مردان اور مرتد ہونے والے سعدون نام کے باغی نے

الفانسو کو مدد کے لئے پکارا تھا اور الفانسو نے ایک بہت بڑا لشکر ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔ چنانچہ اس لشکر کے ساتھ ابنِ مردان اور سعدون دونوں حرکت میں آئے اور مسلمانوں کے علاقوں پر انہوں نے حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنا شروع کر دیئے تھے۔ یہ صورتِ حال امیر محمد کے لئے بڑی نازک تھی۔ اس لئے کہ اس کا سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ اور سارے بڑے بڑے سالار نارمنوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ لشکر کا بڑا حصہ بھی انہی کے تحت کام کر رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ الفانسو کا لشکر ابنِ مردان اور سعدون کی سرکردگی میں مسلمانوں کے علاقوں کے خلاف اپنی من مانی کرتا پھرے۔ چنانچہ ان باغیوں کو روکنے کے لئے امیر محمد نے قرطبہ میں ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کی کمانداری امیر محمد نے اپنے وزیر ہاشم کو سونپی اور اپنے بیٹے منذر کو بھی ہاشم کے ساتھ کر دیا تاکہ باغی ابنِ مردان اور سعدون کا مقابلہ کیا جائے۔

چنانچہ ہاشم اور امیر محمد کا بیٹا منذر لشکر کو لے کر شمال کی طرف بڑھے۔ ہاشم اور منذر نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ پہلے قلعہ منت شلوط کا رخ کرنا چاہئے جس پر نصرانیوں نے قبضہ کر لیا تھا اور باغیوں نے وہاں اپنا ایک سالار مقرر کر کے چھوٹا سا ایک لشکر بھی وہاں رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں کے دیگر علاقوں میں یلغار کرنے کے لئے نکل گئے تھے۔

ان حالات میں ہاشم اور منذر نے تو ایک جگہ قیام کیا اور اپنے ایک سالار کو لشکر کا ایک حصہ دے کر قلعہ منت شلوط پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ وہ سالار اُس مذکورہ قلعے پر حملہ آور ہوا۔ قلعے والوں نے مدافعت کی لیکن زیادہ دیر مدافعت نہ کر سکے۔ ہاشم کے اس سالار نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور جس قدر باغی مسلح تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اتنی دیر تک شمال میں جو مسلمانوں کے مخبر کام کر رہے تھے، انہوں نے وزیر ہاشم کو خبر دی کہ باغی سعدون اور ابنِ مردان لیون کے بادشاہ الفانسو کا ایک لشکر لے کر قلعہ منت شلوط کی طرف آ رہے ہیں۔ انہیں خبر ہو گئی ہے کہ منت شلوط ان کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے لہٰذا وہ دوبارہ قلعے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ہاشم اور منذر دونوں نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ قلعہ منت شلوط کا رخ کیا۔ اتنی دیر تک چھوٹے سے ایک لشکر

کے ساتھ باغی سعدون اور ابنِ مردان وہاں نمودار ہوئے۔ ان کے ساتھ جو چھوٹا سا ایک لشکر تھا اور اپنے تھوڑے لشکر کا تاثر دے کر ابنِ مردان اور سعدون دونوں اپنا بہت بڑا کام نکالنا چاہتے تھے۔

دراصل یہ سعدون اور ابنِ مردان کی طرف سے دھوکا تھا۔ ان کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جسے ابنِ مردان اور سعدون نے کوہستانی سلسلے کے اندر چھپا دیا تھا۔ چنانچہ جب ابنِ مردان اور سعدون دونوں اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ہاشم اور منذر سے ٹکرائے، قریب تھا کہ ہاشم اور منذر دونوں ابنِ مردان اور سعدون کو مار بھگاتے اور تعاقب کر کے ان کا قتل عام کرتے کہ انہوں نے جو کوہستانی سلسلے کے اندر اپنا لشکر چھپا رکھا تھا، وہ اچانک اپنی کمین گاہ سے نکل کر ہاشم کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔

اب یہ صورتِ حال ہاشم اور منذر دونوں کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اس موقع پر وزیر ہاشم کے حفاظتی دستے کے پچاس افسر جو اس کے اردگرد دشمن سے جنگ کر رہے تھے، دشمن کے کسی لشکری اور کسی بھی سالار کو اپنے وزیر ہاشم کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ الفانسو، ابنِ مردان اور سعدون کے لشکریوں نے حملہ آور ہو کر ہاشم کے ان پچاس حفاظتی لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ خود وزیر ہاشم زخمی حالت میں الفانسو کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔

ہاشم کے گرفتار ہونے پر ابنِ مردان اور سعدون نے فتح کا جشن منایا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے وزیر ہاشم کو گرفتار کر کے باغی سردار ابنِ مردان نے ہاشم کو بطور اپنی فتح کے نشان کے الفانسو کے پاس بھیج دیا۔

اس دوران امیر محمد کا بیٹا منذر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ تاہم قرطبہ شہر میں جب امیر کو اس شکست کی خبر ہوئی تو مؤرخین لکھتے ہیں اس شکست کی خبر سن کر اسے بہت رنج ہوا۔ چونکہ امیر محمد فی الفور الفانسو کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ لشکر کا بڑا حصہ اور بڑے بڑے سالار نارمنوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ لہٰذا امیر محمد نے الفانسو کو زرِ فدیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اس نے وزیر ہاشم کو چھوڑنے کے لئے فدیہ کی رقم ایک لاکھ اشرفیاں مانگی جو امیر محمد جیسے کفایت شعار حکمران کے لئے نہایت دشوار تھی۔

دراصل امیر محمد چاہتا تھا کہ وقتی طور پر شمال کے باغیوں سے صلح یا ان سے لوائی

معاہدہ ہو جائے اور شمال کے محاذ کو محفوظ کر دیا جائے تا کہ پوری توجہ نارمنوں پر مرکوز رکھی جائے۔ نارمنوں کو مار بھگانے کے بعد پھر شمال کی باغی طاقت ور قوتوں پر ضرب لگائی جائے۔

دوسری طرف الفانسو کے علاوہ باغی ابنِ مردان اور سعدون جانتے تھے کہ اس وقت مسلمانوں کا تقریباً سارے کا سارا لشکر نارمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ ساتھ ہی بڑے بڑے سالار اور لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ بھی نارمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ ٹھان لی تھی کہ وہ اپنی جو بھی باغیانہ کارروائیاں کرتے رہیں، کوئی بھی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔

چنانچہ اپنے انہی ارادوں کی تکمیل کے لئے باغی ابنِ مردان حرکت میں آیا۔ پہلے اس نے لبلبہ پر حملہ آور ہو کر شہر کو لوٹا۔ اس کے بعد اشبیلیہ شہر اور اس کے اطراف میں اس نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ یہ صورتِ حال امیر محمد کے لئے یقیناً پریشان کن تھی۔ ایک طرف نارمن حملہ آور ہو رہے تھے، دوسری طرف باغی جگہ جگہ حملہ آور ہو کر مملکت کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ ان حالات میں امیر محمد سارے باغیوں کو مطمئن کر کے اپنی ساری توجہ اور اپنی ساری طاقت وقوت کو نارمنوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے تنگ آ کر ابنِ مردان سے پوچھا وہ کیا چاہتا ہے؟

جو قاصد ابنِ مردان کی طرف روانہ کئے تھے، مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ ابنِ مردان نے جواب دیا کہ بطلیوس کا شہر اسے دے دیا جائے۔ اس کے گرد شہر پناہ بنانے کی اجازت بھی دی جائے۔ خراج معاف کیا جائے تو وہ بغاوت اور سرکشی ترک کرنے پر تیار ہو جائے گا اور لوٹ مار سے باز آ جائے گا۔ امیر محمد نے وقتی طور پر ابنِ مردان اور سعدون کی یہ شرائط مان لیں۔ چنانچہ ابنِ مردان اور سعدون دونوں اپنے باغی لشکریوں کے ساتھ بطلیوس شہر میں مقیم ہو گئے۔ جبکہ الفانسو کا لشکر واپس چلا گیا تھا۔ ایک تو انہیں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے بعد بہت کچھ مل گیا تھا، دوسرے وہ اس بات پر بھی خوش تھے کہ مسلمانوں کا شہر بطلیوس اب ان باغیوں کے پاس چلا گیا ہے جو ان کے طرف دار تھے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امیر محمد نے اپنے تیز رفتار قاصد اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف روانہ کئے۔ اسے شمال کی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ابنِ مردان اور سعدون

نے الفانسو کے ساتھ مل کر جو مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا تھا اس کی تفصیل بھی اس کی طرف روانہ کی۔ ساتھ ہی اس کے لئے یہ بھی احکامات جاری کئے کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ نارمنوں سے فارغ ہو جائے تا کہ شمال کی قوتوں کے خلاف ایسی ضرب لگائی جائے کہ آنے والے دور میں وہ کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔

امیر محمد کی طرف سے جب یہ پیغام اسمٰعیل بن موسیٰ کو پہنچا تب اس نے اپنے سارے سالاروں کو کوہستانی سلسلے کے اندر رات کے وقت ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ جب سب سالار اس کے پاس آ گئے، تب کچھ دیر تک وہ بغور ان کا جائزہ لیتا رہا، اس کے بعد انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عزیز ساتھیو! شمال میں ہمارے حالات ابتر ہو چکے ہیں۔ باغی ابنِ مردان اور سعدون نے الفانسو کے ساتھ مل کر ہمارے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے اور ہمارے کچھ شہروں پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ لہٰذا اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے امیر محمد نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ نارمنوں سے جس قدر جلد ممکن ہو، گلو خلاصی کرائی جائے۔ میں امیر محمد کی انہی ہدایات کی روشنی میں نارمنوں کے خلاف ایسی ضرب لگانا چاہتا ہوں کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر یہاں سے بھاگنے والی بات کریں۔ اس کے بعد میں لشکر کو لے کر شمال کا رخ کروں گا اور شمال کی باغی قوتوں کے علاوہ الفانسو اور لیون کے حکمرانوں پر یہ ثابت کروں گا کہ وہ کتنے بھی بڑے بڑے لشکر جمع کر لیں، ہم اپنے علاقوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کی ہمت اور جرأت بھی رکھتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، اس کے بعد وہ جریر بن موفق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ موفق! میرے بھائی! ابھی، اسی وقت تین تیز رفتار قاصدوں کو قادس کی بندرگاہ میں عبداللہ بلنسی کی طرف روانہ کرو۔ میری طرف سے اسے یہ حکم جاری کرو کہ اپنے پورے بحری بیڑے کو حرکت میں لائے۔ قادس کی بندرگاہ سے نکل کر مالقہ کی بندرگاہ پہنچے۔ سفر رات کے وقت کرے۔ کشتیوں اور بڑے جہازوں کے اندر کہیں روشنی نہ کی جائے۔ یہ سارے علاقے عبداللہ بلنسی کے دیکھے بھالے ہیں لہٰذا رات کی تاریکی میں وہ سمندر میں سفر کرتے ہوئے با آسانی مالقہ پہنچ جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر اپنی بات کو وہ آگے بڑھاتا ہوا کہہ

رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! عبداللہ بلنسی جب اپنے بحری بیڑے کو لے کر مالقہ پہنچے گا تو اس سے پہلے ہی میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہاں پہنچ چکا ہوں گا۔ میں بھی اپنی پیش قدمی رات کے وقت ہی کروں گا۔ عبداللہ بلنسی کے نام یہ پیغام بھی بھیجا جائے کہ وہ اس رفتار سے آگے بڑھے کہ آدھی رات کے قریب یا اس سے ذرا پہلے مالقہ کی بندرگاہ پہنچ جائے۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ عبداللہ بلنسی کے بحری بیڑے میں سوار ہو جاؤں گا۔ حارث بن بزیغ بھی میرے ساتھ ہو گا۔ میرے عزیز بھائیو! میں بحری بیڑے کو لے کر جبلِ طارق کا رخ کروں گا جسے ان نارمنوں نے اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ وہاں ان کے حفاظتی دستوں کے علاوہ ان کے رسد کے سامان کے ڈھیر اور اسلحہ کے انبار جمع ہیں۔ خاصا بڑا محفوظ لشکر بھی وہاں ہے۔ بحری بیڑے کا بڑا حصہ بھی وہیں لنگر انداز ہے اور اسی جبلِ طارق سے ان کو رسد اور کمک بھی ملتی ہے۔

میں کوشش کروں گا کہ آدھی رات اور فجر کے درمیانی حصہ میں وہاں پہنچوں اور جاتے ہی وہاں جو نارمن ہیں ان پر حمہ آور ہو جاؤں۔ مجھے امید ہے کہ میں انہیں زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور اپنی اس کارروائی کی تکمیل کے بعد میں دوبارہ اس ساحل کا رخ کروں گا جس ساحل پر نارمنوں کے جہاز کھڑے ہیں۔ ان پر بھی حملہ آور ہوں گا۔ جب ہم نارمنوں کے بحری بیڑے کو ناکارہ بنا دیں گے تو یاد رکھنا نارمن ایک لحہ بھی ہماری سرزمینوں میں قیام کرنا پسند نہیں کریں گے۔ بھاگنے والی بات کریں گے۔

جریر بن موفق! میرے عزیز بھائی! میری غیر موجودگی میں ان سارے علاقوں کی کمانداری تمہارے ہاتھ ہو گی۔ تمہارے ساتھ عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ ہوں گے۔ تمہارے ذمہ صرف یہ کام ہو گا کہ نارمنوں کے کسی بھی لشکر کو تم لوگوں نے اپنے اندرونی علاقوں کی طرف نہیں جانے دینا۔ ایسا ہو گا بھی نہیں۔ اس لئے کہ نارمن ان دنوں اپنی تیاری میں بری طرح مصروف ہیں اور ہم پر مزید حملہ آور ہونے کے لئے انہیں کچھ دن چاہئیں۔ جبکہ میں آج رات ہی اس کھیل کا پانسہ پلٹنے کی کوشش کروں گا اور نارمنوں کو اس قابل نہیں رہنے دوں گا کہ وہ ان سرزمینوں میں ہمارے خلاف برسرِ پیکار رہیں۔

میرے ساتھیو! نارمنوں سے نمٹنے کے بعد، انہیں اپنی سرزمینوں سے مار بھگانے کے بعد میں دم نہیں لوں گا، شمال کا رخ کروں گا اور شمال کی باغی اور دیگر قوتوں کو یہ

بتاؤں گا کہ ماضی میں اگر ہم نارمنوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں اور ہماری غیر موجودگی میں جو انہوں نے فوائد حاصل کئے تھے، وہ عارضی ہیں اور اب وہ اپنے مکافاتِ عمل کے لئے تیار ہو جائیں۔"

جریر بن موفق کے علاوہ باقی سالاروں نے بھی اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دیا گیا۔ ساتھ ہی تیز رفتار قاصد قادس کی بندرگاہ میں عبداللہ بلنسی کی طرف روانہ کر دیئے گئے اور اس کے لئے حکم یہ جاری کیا گیا کہ اگلے روز رات کے پہلے حصے میں وہ قادس کی بندرگاہ کو چھوڑ کر مالقہ کا رخ کرے۔

چنانچہ جب قاصدوں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کا پیغام قادس کی بندرگاہ میں عبداللہ بلنسی تک پہنچایا تو اگلے روز شام کے وقت اس نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا۔ مالقہ کا رخ کیا۔ اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ اور حارث بن بزیغ وہاں پہنچ چکے تھے۔ جونہی عبداللہ بلنسی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ پہنچا، اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ فی الفور بحری بیڑے میں سوار ہوا۔ بحری بیڑے کو وہاں زیادہ دیر نہ روکا گیا بلکہ اسی وقت گہرے سمندر کا رخ کرتے ہوئے جبلِ طارق کا رُخ کیا گیا تھا۔



☆★☆

وقت کے قافلے میں زمانے کی پرچھائیوں سے لپٹی رات اپنی تاریک مسافتوں کو سمیٹتی چلی جا رہی تھی۔ ہر شے کی ذات کے شعور کی پہچان پر بے نفس و بے آفاق شکستہ خواہشوں کی دُھند پھیل گئی تھی۔ چاروں طرف غم کی بدنام تاریکیوں اور دکھ کی اندھی دھوپ جیسی چپ اور خاموشی تھی۔

ایسے میں سمندری مسافتوں کو سمیٹتا ہوا اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے دونوں بڑے سالاروں حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی کے ساتھ جبل طارق کا رخ کر رہا تھا۔

جبل طارق میں جن نارمنوں نے قیام کر رکھا تھا، وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر گہری رات میں کسی بھی وقت ان پر حملہ آور ہو کر ان کے لئے موت کا پیغام بن سکتا ہے۔ وہ تو صرف یہ جانتے تھے کہ وہ جزیرۂ طارق میں محفوظ ہیں۔ جبکہ ان کے لشکریوں کے بہت سے حصے اندلس کے مغربی ساحل پر مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔

چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے عبداللہ بلنسی کو حکم دیا کہ وہ اپنے بحری بیڑے کو پہلے سے وہاں کھڑے نارمنوں کے بحری بیڑے کے قریب ہی لنگر انداز کرے۔ جب اس نے ایسا کر دیا تب ایک ترتیب و تنظیم کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی آگے بڑھے، پھر جبل طارق میں وہ وہاں قیام کرنے والے نارمنوں پر تلپٹ کر دینے والے اندھیروں میں تسلیم و رضا کی زنجیریں توڑتے عناصر کی طوفانی یورش، دکھ کے صحرا میں حوصلہ شکنی، خستگی اور بے چارگی، دل شکستگی، بے بضاعتی طاری کرتے وحشتوں کے شرر اور ہولناک کرب خیزیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی نے حملہ کیا تھا، اس

حملے کے تھوڑی دیر تک انہوں نے جبل طارق میں نارمنوں کا خوب قتل عام کیا۔ اس کے بعد نارمن کسی قدر سنبھل گئے۔ وہاں نارمنوں کی بہت زیادہ تعداد تھی، چنانچہ سنبھلنے کے بعد نارمن بھی اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکریوں پر دکھ اور اندھے روگ کی بازگشت میں غمزدہ سنگین قہر، اپنی ذات سے نا آشنا آوارہ و سرگرداں دردناک اضطراب اور فنا کی تدبیریں رقم کرتے آتشیں رقص کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے جزیرۂ طارق میں تلخی کی تاریکیاں، آوازوں کی شور و شورش، دلوں کا جنون اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ خون آشام تلواریں موت کے نقاب الٹنے لگی تھیں۔ چاروں طرف زخموں بھرے جرم، قہرمانیت کا زہر اور آلام کی گرد اُڑنے لگی تھی۔

نارمنوں نے کچھ دیر تک مسلمانوں کا جم کر مقابلہ کیا۔ اس دوران ایک طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ، دوسری طرف سے حارث بن بزیغ اور تیسری طرف سے عبداللہ بلنسی نے ایک طرح سے جزیرے میں موجود نارمنوں کا گھیراؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اب یہ گھیراؤ مکمل کرتے ہی انہوں نے نارمنوں کا قتلِ عام برپا کر کے رکھ دیا تھا۔ کچھ نارمنوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن وہ جزیرہ تھا لہٰذا سب کے سب محبوس ہونے پر مجبور تھے۔ تاہم ان میں سے کچھ جنگ کے دوران ہی اپنی جانیں بچاتے ہوئے ساحل پر کھڑی چند چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ باقی کو اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھیوں نے موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔

نارمنوں کا جبلِ طارق میں خاتمہ کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی اپنے لشکریوں کے ساتھ بڑی تیزی سے حرکت میں آئے۔ پہلے زخمیوں کو اپنے جہازوں اور کشتیوں میں سوار کرا دیا گیا، اس کے بعد جزیرے میں نارمنوں کا جس قدر سامان تھا، اس سارے سامان کو اپنے جہازوں کے علاوہ وہاں کھڑے نارمنوں کے جہازوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کے حکم پر اپنے اور نارمنوں کے جہازوں کو حرکت میں لایا گیا اور اس ساحل کا رخ کیا گیا جس ساحل کے قریب نارمنوں کا آدھا بحری بیڑہ کھڑا تھا اور ساحل پر ان کا سردار مناکش اور سالار اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

جس وقت مشرق سے سورج طلوع ہوتے ہوئے زمین سے تانک جھانک کر رہا تھا اور سورج کی کرنیں اُندلس کے کوہستانی سلسلوں کی بلند چوٹیوں کے منہ چوم رہی تھیں،

چند کشتیاں ساحل پر آ کر رکیں۔ پھر کشتیوں میں جو لوگ سوار تھے وہ کشتیوں سے اتر کر ساحل پر اس سمت بھاگے جہاں نارمنوں کے حکمران مناکش کا پڑاؤ تھا۔

اس وقت تک مناکش ہی نہیں، اس کے سالار اور لشکری بھی اٹھ چکے تھے۔ ان ملاحوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر نارمن فکرمند ہوئے تھے۔ چنانچہ مناکش اور سارے سالاروں کو ان کی آمد کی اطلاع کر دی گئی۔ مناکش اپنے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ کھڑا ہو گیا تھا۔ آنے والوں کو جب اس کے سامنے پیش کیا گیا تب مناکش کے پوچھنے پر جبلِ طارق پر جو صورتِ حالت پیش آئی تھی، اس کی تفصیل انہوں نے مناکش اور اپنے سالاروں سے کہہ دی تھی۔

یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد مناکش اور اس کے سالار ہلدی ہو کر رہ گئے تھے۔ کچھ دیر تک غم آلود خاموشی طاری رہی، پھر مناکش دکھ بھرے انداز میں اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''لگتا ہے یہ اسمٰعیل بن موسیٰ ہمارے لئے قدرت کا قہر ثابت ہو رہا ہے۔ اگر رات کی گہری تاریکی میں وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ جبلِ طارق پر وارد ہوا تو وہاں موجود ہمارے لشکر کا خاتمہ کر کے وہاں کی ساری چیزوں اور ہمارے بحری بیڑے پر بھی اس نے قبضہ کر لیا۔ پھر یوں جانو اب وہ اپنے لشکر اور بحری بیڑے کے ساتھ ادھر کا رخ کرے گا، ہم پر حملہ آور ہو گا اور ہمارے فرار کی ساری ہی مسافتوں کو مسدود کر کے رکھ دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا۔ پھر دوبارہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! جبلِ طارق میں ہمارے لئے بہت کچھ تھا۔ وہ ہمارا بڑا مرکز تھا۔ وہاں ہمارے محفوظ عساکر بھی تھے۔ ان کے خاتمہ کے بعد یاد رکھنا ہماری طاقت و قوت ایک طرح سے مسلمانوں کے سامنے جھک گئی ہے۔ سرنگوں ہو گئی ہے۔ میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ جبلِ طارق میں ہمارے لشکریوں کا خاتمہ کرنے اور ہر چیز سمیٹنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ یقیناً اپنے بحری بیڑے اور لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھے گا۔ اس کا یہ بھی ارادہ ہو گا کہ اپنے بحری بیڑے کے جس حصے کے ساتھ ہم جبلِ طارق سے اُندلس کے مغربی ساحل تک پہنچے ہیں، اس بحری بیڑے کو بھی سمندر میں غرق کر

دے۔ اس کے بعد ہمارے لئے اس خونی انقلاب کی ابتداء ہو گی جس کا اس وقت ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

جیسا کہ ہمارا مخبر بتا چکا ہے کہ جبلِ طارق پر حملہ آور ہونے والوں میں اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی شامل ہیں۔ لہٰذا اب وہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لاتے ہوئے ہماری طرف بڑھیں گے۔ جس کے نتیجہ میں یہ صورتِ حال پیش آئے گی کہ سمندر کی طرف سے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی ہم پر ضرب لگائیں گے۔ جبکہ خشکی کی طرف سے جریر بن موفق اور اس کے دیگر ساتھی سمندر کے کنارے کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح ہم چکی کے دو پاٹوں میں پس کر رہ جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش کچھ دیر کے لئے رکا۔ پھر دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میں جان بوجھ کر اپنے لشکریوں کو آگ میں دھکیلنا نہیں چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں اسمٰعیل بن موسیٰ نے جبلِ طارق میں ہمارے سارے عساکر کا خاتمہ کر کے اور وہاں کی ہر شے پر قبضہ کر کے ایک طرح سے ہمیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں قبل اس کے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے ساتھی سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ سمندر کی طرف سے حملہ آور ہو اور قبل اس کے کہ خشکی کی طرف سے جریر بن موفق اور اس کے ساتھی سالار نمودار ہوں اور ہم چکی کے دو پاٹوں میں پس کر رہ جائیں، میں یہ مشورہ دوں گا کہ ہمیں فی الفور اپنے قریب ہی کھڑے اپنے بحری بیڑے میں سوار ہونے کے بعد بڑی برق رفتاری سے شمال کا رخ کرتے ہوئے اپنی جانوں کو محفوظ کر لینا چاہئے۔ تم میں سے جو میری رائے سے اختلاف رکھتا ہو وہ بغیر کسی جھجک کے اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے۔''

مناکش کچھ دیر خاموش رہا۔ اس دوران کوئی بھی نہ بولا۔ تب اس نے پُرسکون انداز میں سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اس کا مطلب ہے تم میری تجویز سے اتفاق کرتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو اپنا سارا سامان، ہر چیز سمیٹو۔ کنارے پر کھڑے جہازوں کے اندر جو ہمارے لشکری ہیں، انہیں

کہو کہ ساری کشتیاں ساحل پر لگا دی جائیں۔ ان کشتیوں کے ذریعے لشکریوں کو بڑے جہازوں میں منتقل کر دیا جائے۔ یہ کام فی الفور ہونا چاہئے۔ اگر اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ اور ان کے ساتھی بحری بیڑے کو لے کر ادھر آ گئے تو یاد رکھنا ہمارے لئے اپنی جانیں بچا کر فرار حاصل کرنا بھی ناممکن ہو جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"ہر انسان کے حالات سدا ایک جیسے نہیں رہتے۔ ہم نارمن اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر خیال کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ مسلمانوں سے ٹکرانے سے پہلے ہم ناقابلِ تسخیر تھے۔ اپنے مسکنوں سے نکل کر جنوب میں ہم جس قوم سے بھی ٹکرائے، ہم نے اسے نیست و نابود کیا۔ کوئی قوم، کوئی گروہ، کوئی لشکر ہمارا مقابلہ نہ کر سکا۔ ہماری بدقسمتی کہ مختلف قوموں پر حملہ آور ہو کر ہم جو ان کی حالت کرتے رہے، وہی حالت مسلمانوں نے ہماری کر دی۔ جب ہم مسلمانوں کے ساتھ ان کی مغربی سرحدوں سے ٹکرائے تھے تو ہمیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا تو میں اور میرے چھوٹے بڑے سالاروں نے اپنے دل میں یہی بات بٹھائی تھی کہ مسلمانوں کا سالار عبدالکریم ناقابلِ تسخیر ہے اور اس کی موجودگی میں ہم مسلمانوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہم نے مغرب سے مشرق کا رخ کیا۔ ہم نے ان گنت جزیروں پر حملہ آور ہو کر انہیں نیست و نابود کیا اور سمندر کے اندر، بحری قزاقوں کے سارے گروہ کا بھی خاتمہ کر کے نہ صرف ان کے جہازوں اور کشتیوں پر قبضہ کیا بلکہ ان کا مال و دولت بھی ہماری ملکیت بن گیا۔

عبدالکریم کے مرنے کے بعد ہم نے ایک بار پھر مسلمانوں کے ساتھ قسمت آزمائی کرنا چاہی اور عملی صورت اختیار کر کے مشرقی محاذوں کی طرف آئے۔ لیکن ہماری بدقسمتی اس میں بھی ہمیں ناکامیوں اور شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ میں سمجھتا ہوں ہماری گزشتہ شکستیں صرف عبدالکریم کی وجہ سے نہیں تھیں۔ ان کے اندر ان کا مذہب، ان کا دین ایک مرکزی اور ماورائی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنے دین کے لئے کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا دوسری اقوام سے جنگ کرنے کے لئے ان کے سامنے دین کی صورت میں ایک مقصد اور مدعا آ جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

میرے عزیز ساتھیو! مسلمانوں سے ٹکرانے سے پہلے ہم نے اس قوم سے متعلق نہ معلومات حاصل کیں نہ ہی ان کے دین سے متعلق کچھ جاننے کی زحمت گوارا کی۔ ان سے ٹکرانے کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ ان کے دین کے سرزمینِ حجاز سے نمودار ہونے کے بعد ایک صدی نہیں گزری تھی کہ اس دین کا پیغام لے کر اس کے ماننے والے اس وقت کی معلوم دنیا کے کونے کونے تک پہنچے۔ بہت سے علاقے اسلامی ریاست کی وسعت میں سمٹ گئے۔ ان کی آبادی ملتِ اسلامیہ میں جذب ہو گئی۔ پھر عرصہ تک ان کے سروں پر مسلم فرمانروائی کے پھریرے لہراتے رہے۔ اور مسلمان ہر جگہ کامیاب و کامران رہے۔ بڑی بڑی اقوام نے ان کے ساتھ ٹکرا کر انہیں پاش پاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اقوام خود لخت لخت ہو کر بکھر گئیں۔

میرے عزیز ساتھیو! اگر مسلمانوں سے ٹکرانے سے پہلے میں نے ان کے دین سے متعلق معلومات حاصل کی ہوتیں، جنگ میں ان کے جذبوں، ان کے دینی مرکز کا مطالعہ کیا ہوتا تو میں تمہارے حکمران کی حیثیت سے یہ اعلان کرتا، میں ان سے کبھی نہ ٹکراتا بلکہ ان سے خوشگوار تعلقات پیدا کر کے ان کی ترقی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مغربی اور مشرقی علاقوں پر حملہ آور ہو کر اور ان سے ٹکرا کر ہم نے غلطی کی ہے اور اس غلطی کا ہمیں خمیازہ بھی خوب بھگتنا پڑا ہے۔ ان جنگوں میں مسلمانوں کا تو اتنا بڑا نقصان نہیں ہوا، ہمارے ان گنت لشکری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ہمارے جنگجوؤں کی تعداد آدھے سے بھی کم ہو کر رہ گئی۔ اور اب جو اسمٰعیل بن موسیٰ جبلِ طارق کے ہمارے مسکن پر حملہ آور ہوا ہے تو ایک طرح سے اس نے ہماری ساری عسکری قوت کو اپنے پیروں تلے روند کر رکھ دیا ہے۔ ان حالات میں اب میں نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ ہم کم از کم اس اسمٰعیل بن موسیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ ایک سالار کی حیثیت سے ہم سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور مسلمان لشکری بھی عسکری قوت کی حیثیت سے ہم سے بڑے اور بالا ہیں۔

لہٰذا ان حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب مسلمانوں کے ساتھ مزید ٹکراؤ کی صورت نہیں پیدا کی جائے گی۔ اگر ہو سکا تو ان کے ساتھ صلح کی کوئی صورت نکالنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ میرا پہلا فیصلہ ہے۔ میرے اس فیصلے سے تم میں سے سے اگر کوئی اختلاف رکھتا ہو تو اسے آزادی ہے کہ وہ آ کر اپنے خیالات کا

اظہار کرے۔ میں بہ خوشی ہر ایک کی ذاتی رائے کو سنوں گا اور اسے اہمیت بھی دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش خاموش ہو گیا اور اُس کی اس گفتگو کے جواب میں اس کے چھوٹے بڑے سب سالار آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ پھر ان کے کہنے پر پرسُول اپنی جگہ پر اٹھا اور مناکش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نارمنوں کے حکمران اور سالارِ اعلیٰ کی حیثیت سے جو فیصلہ آپ نے کیا ہے اسے ہم تسلیم کرتے ہیں۔ ہم سارے سالار اور لشکری اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ٹکرانا، جنگ کے دوران ان کے خلاف فتوحات اور کامیابی حاصل کرنا اب ہمارے بس کی بات نہیں رہی۔ ہم اپنے آپ کو دنیا کی بہترین جنگجو قوم خیال کرتے تھے اور ہمیں یہ ظن و زعم بھی تھا کہ کوئی دوسری قوم تیغ زنی میں ہمارا مقابلہ ہی نہیں کر سکتی۔ لیکن مسلمانوں سے ٹکرانے کے بعد ہمارا یہ زعم اور ظن پاش پاش ہو گیا۔ مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ ہم سے بہتر جنگجو اور عمدہ قسم کے تیغ زن ہیں۔ لہٰذا ہم سب آپ کے اس فیصلے سے اتفاق کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے اب مزید ٹکراؤ کی صورت نہیں نکالی جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پرسُول اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ان الفاظ پر مناکش کچھ دیر تک مسکراتا رہا۔ ساتھ ہی فخریہ انداز میں باری باری اپنے سالاروں کی طرف بھی دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

"سب سے پہلے تو میں تم سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم لوگوں نے میرے خیالات سے اتفاق کیا۔ اب میں تمہارے سامنے ایک دوسرا معاملہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ دوسرا معاملہ میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کے سلسلے میں، میں تم لوگوں سے صرف مشورہ نہیں بلکہ تم لوگوں سے اجازت لینا بھی پسند کروں گا۔ دوسرا معاملہ یہ ہے کہ جیسا کہ تم سب لوگ جانتے ہو میری بیٹی سیرد کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ میری بیٹی ہی میری زندگی کا سرمایۂ حیات ہے اور میرا اثاثۂ بیت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا پتہ لگاؤں۔ اس سلسلے میں، میں ایک قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔ اگر تم میں سے کسی کو اعتراض ہو تو وہ اٹھ کر اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ میں چاہتا ہوں سارے لشکر کو اپنے بحری بیڑے میں سوار کر دیا جائے۔ جس طرف سے آئے ہیں، واپس ادھر کا ہی رخ کیا جائے۔ فرانس کے وہ علاقے جہاں ہم نے کچھ عرصہ قیام بھی

کیا تھا، انہی کا رخ کیا جائے اور وہاں جا کر مستقل طور پر آباد ہوا جائے۔ میرے خیال میں اسی میں ہماری بہتری اور بھلائی ہے۔ یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ایک کشتی میں قاصدوں کی صورت میں اپنے چھوٹے سالاروں کو اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف روانہ کروں۔ اس پر پہلا انکشاف قاصدوں کے ذریعہ یہ کروں کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ صلح اور امن چاہتے ہیں اور اب جنگوں کا سلسلہ ختم کرنے کے خواہش مند ہیں۔ دوسری بات میں اسمٰعیل بن موسیٰ تک یہ پہنچانا چاہتا ہوں کہ ہم یہاں سے روانہ ہونے کے بعد اندلس کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ جاتے ہوئے کچھ عرصہ تک جلیقیہ کے سمندر میں قیام کریں گے۔ ہم اسمٰعیل بن موسیٰ سے التماس کریں گے کہ ہماری بیٹی سیرد کے سلسلے میں وہ ہماری مدد کرے۔

اس موقع پر میں دعا مانگتا ہوں کہ میری بیٹی میدانِ جنگ میں کام نہ آئی ہو بلکہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکی ہو۔ اس لئے کہ اگر وہ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو چکی ہے تو پھر اس کی جان و مال اور آبرو مسلمانوں کے ہاتھوں بالکل محفوظ رہے گی۔ اسی بناء پر میں دعا مانگتا ہوں کہ وہ جنگ کے دوران ماری نہ گئی ہو بلکہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی ہو۔ اسی میں اس کی بہتری اور بھلائی اور ہمارا اطمینان اور سکون ہے۔ چنانچہ دو قاصد صلح کی پیشکش کرنے کے لئے میں اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف روانہ کروں گا۔ میں چاہتا ہوں وہ اسمٰعیل بن موسیٰ سے یہ بھی التماس کریں کہ اب جبکہ ہمارے ساتھ جنگوں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو اسمٰعیل اپنے علاقوں میں جائے، وہاں سیرد کا پتہ کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ کسی مسلمان کے ہاتھوں اسیر ہو گئی ہو اور اسے کہیں پہنچا دیا گیا ہو تو اسمٰعیل بن موسیٰ کی مہربانی ہو گی کہ وہ ہماری بیٹی کو جلیقیہ کے ساحل تک پہنچا دے۔ ہم کچھ عرصہ صرف سیرد کے انتظار میں وہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد فرانس کی سرزمینوں کی طرف نکل جائیں گے۔ چنانچہ میری بیٹی کا معاملہ میرا ذاتی معاملہ ہے لہٰذا ایسا کرنے کے لئے مجھے تم سے اجازت کی ضرورت نہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش جب رکا تب بہت سے لوگوں نے باری باری اٹھ کر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مناکش کے سارے عزائم اور ارادوں سے اتفاق کیا۔

اس پر مناکش نے پھر خوشی کا اظہار کیا۔ چنانچہ دو چھوٹے سالاروں اور ان کے ساتھ چند ملاحوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ ایک بڑی کشتی اور اپنے ساتھ دو کشتیاں لے کر

اسمٰعیل بن موسیٰ سے ملاقات کریں گے اور جو کچھ مناکش نے کہا ہے وہ اسمٰعیل بن موسیٰ تک پہنچائیں گے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد مناکش نے اپنے لشکریوں کو بحری بیڑے میں سوار ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کو کنارے پر لایا گیا۔ ان کشتیوں کے ذریعے ساحل پر ضروریات کے سارے سامان کو بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ بڑے جہازوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ پھر انہی کشتیوں کے ساتھ لشکری بھی بحری جہازوں میں منتقل ہو گئے۔ آخر میں چھوٹی کشتیوں کو جہازوں کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد مناکش اپنے سالاروں، اپنے لاؤ لشکر اور بحری بیڑے کو لے کر انہی راستوں کی طرف مڑا تھا جن راستوں سے ہوتا ہوا وہ ہسپانیہ کے مشرقی ساحل کی طرف آیا تھا۔

***

جبلِ طارق میں نارمنوں کے پڑاؤ سے ہر چیز کو سمیٹنے، ان کے جہازوں پر قبضہ کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ، حارث بن بزیغ کے علاوہ عبداللہ بلنسی نے اس ساحل کا رخ کیا تھا جس ساحل پر اب نارمن پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ ابھی وہ ساحل سے چند فرسنگ دور ہی تھے کہ سامنے کی طرف سے ایک بڑی اور دو چھوٹی کشتیاں نمودار ہوئیں اور اس کشتی میں جو لوگ سوار تھے وہ فضا کے اندر سفید جھنڈا بلند کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کے بحری بیڑے کو روکنے کے لئے اشارہ دینے لگے تھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ اُس وقت ایک اگلے بحری جہاز میں سوار تھا جبکہ حارث بن بزیغ اور عبداللہ بلنسی دوسرے جہازوں میں سوار تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے ماتحت کام کرنے والے لشکری جہازوں اور بڑی، چھوٹی کشتیوں میں بالکل مستعد چلے آ رہے تھے۔

جب سامنے کی طرف سے آنے والی کشتی نے سفید جھنڈا لہرایا تب اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے بحری بیڑے کو روک دیا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے کہنے پر عبداللہ بلنسی اور حارث بن بزیغ اپنے جہازوں کو قریب لائے۔ پھر دونوں اس جہاز میں منتقل ہو گئے جس میں اسمٰعیل بن موسیٰ تھا۔ سامنے کی طرف سے بڑی اور دو چھوٹی کشتیاں نزدیک آئیں۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے کچھ مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ سامنے کی طرف سے آنے والوں کو اس کے جہاز میں لے کر آئیں۔ چنانچہ انہیں اُس جہاز میں منتقل کیا گیا جس میں

اسمٰعیل بن موسیٰ سوار تھا۔ اب عبداللہ بلنسی اور حارث بن بزیغ بھی وہاں آ گئے تھے۔ آنے والوں میں مناکش کے دو سالار اور ان کے ساتھ کچھ ملاح تھے۔ وہ جہاز میں سوار ہوئے۔ تب ان کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''میں تمہیں تمہاری شکلوں اور حلیے سے پہچان گیا ہوں۔ تم نارمن ہو۔ اگر تم ہمارے لئے کوئی پیغام لے کر آئے ہو تو کہو۔ دیکھو! ہم نے تمہاری قوت کو تمہارے سامنے نڈھال کر دیا ہے۔ اب کوئی دھمکی والی گفتگو نہ کرنا۔ ایسا کرو گے تو یاد رکھنا آئندہ میں تم لوگوں سے تو کچھ نہیں کہوں گا لیکن اپنے بحری بڑے کے ساتھ اس ساحل کا رخ کروں گا جہاں تم لوگوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس انداز میں تمہارے جہازوں اور پڑاؤ پر حملہ آور ہوں گا کہ تمہارے کسی بھی نارمن کو بھاگنے اور بچ نکلنے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب ان دو چھوٹے سالاروں میں سے ایک اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ موسیٰ! ہم کوئی جارحانہ نہیں بلکہ صلح ہی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ہمیں ہمارے حکمران اور سپہ سالار مناکش نے آپ کی طرف رانہ کیا ہے اور آپ کے نام ہمارے پاس اس کی طرف سے دو پیغام ہیں اور ہم یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں غور سے سنیں گے اور جو پیغام ہمارے حکمران نے بھیجا ہے اس پر ہمدردانہ غور بھی کریں گے۔''

اُس نارمن کے ان الفاظ پر اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

''اچھا کہو! مناکش نے تمہیں کون سا پیغام دے کر میری طرف روانہ کیا ہے؟''

اس پر اس نارمن سالار نے گلا صاف کیا، پھر کہہ رہا تھا۔

''مسلمانوں کے امیر! ہمارا حکمران مناکش آپ سے صلح چاہتا ہے۔ اس نے واضح اور صاف طور پر اپنے سالاروں اور سارے لشکریوں کے سامنے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر انتہا درجہ کی غلطی کی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے اسے مسلمانوں کے دین اور اُن کے منصوبۂ جنگ سے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہئے تھیں۔ وہ ایسا کرتا تو

مسلمانوں سے کبھی نہ ٹکراتا۔ اب اُس نے مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی شکست کو قبول کر لیا ہے۔ اُس نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ نارمن کبھی ناقابلِ شکست تھے لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں ناقابلِ شکست نہیں رہے۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ اور اس کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے ساتھی سالاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اپنا بوریا بستر سمیٹ کر جا رہے ہیں۔

ابنِ موسیٰ! میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ مناکش اپنے سالاروں اور لشکریوں کو لے کر یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ جو جہاز ہسپانیہ کے مشرقی ساحل پر کھڑے تھے، اپنے بچے کھچے لشکر کو اس نے انہی جہازوں اور کشتیوں پر سوار کروایا۔ جس راستے سے نارمن ان علاقوں کی طرف آئے تھے اسی راستے سے واپس ہو لئے ہیں۔ جانے سے پہلے جہاں ہمارے حکمران نے مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی شکست و ناکامی کو تسلیم کیا ہے وہاں آپ سے ایک استدعا بھی کی ہے۔

شاید آپ کو معلوم ہو گا کہ آخری بار خشکی پر جب ہمارے ساتھ آپ کا ٹکراؤ ہوا تو ہمارے سردار کی بیٹی سیرد کہیں کھو گئی تھیں۔ وہ اس وقت لشکر میں شامل تھی لیکن جس وقت ہمارے لشکر نے مناکش کی کمانداری میں اس شاہراہ پر سفر کیا تھا، جو شاہراہ غرناطہ سے ہوتی ہوئی قرطبہ کی طرف جاتی تھی لیکن اسی دوران جب آپ نے ہمارے پڑاؤ پر حملہ کر دیا تو ہمارا لشکر پلٹا۔ اس پلٹنے کے عمل کے دوران ہی آپ کے کچھ سالاروں نے ہم پر تیر اندازی کی جس سے ہمارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اسی بھگدڑ میں سیرد کہیں لشکر سے جدا ہو گئی۔ جس سالار نے آخری بار اسے دیکھا، اس کا کہنا تھا کہ سیرد کا گھوڑا تیر اندازی سے ضرور زخمی ہوا تھا لیکن سیرد ٹھیک تھی۔ اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

اب ہمارا حکمران مناکش بڑا پریشان ہے۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ وہ یہ دعائیں مانگ رہا ہے کہ اس کی بیٹی کہیں ماری نہ گئی ہو۔ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو گئی ہو۔ اس کا اس بات پر یقین ہے کہ وہ اگر مسلمانوں کی اسیر ہو گئی تو اس کی جان، اس کی آبرو محفوظ رہے گی۔ بس ہمارے ہاتھ مناکش نے آپ کے نام یہ پیغام بھیجا ہے کہ جب آپ اس مہم سے فارغ ہو کر اپنے ملک کے اندرونی حصوں کی طرف جائیں تو اس کی آپ سے گزارش ہے کہ اس کی بیٹی کا پتہ ضرور کروائیں۔

مناکش نے آپ کے نام یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ ہمارا بحری بیڑہ ہسپانیہ کا چکر

لگاتے ہوئے جہاں جلیقیہ کی عیسائی سلطنت کی سرحدیں فرانس سے ملتی ہیں، وہاں کچھ عرصہ پڑاؤ کیا جائے گا۔ مناکش نے آپ سے گزارش کی ہے کہ اگر اس کی بیٹی آپ کو مل جائے تو آپ اس کی بیٹی کو اگر وہاں پہنچا دیں تو اس پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مناکش کا وہ سالار جب خاموش ہوا تب اس کی گفتگو سن کر لمحہ بھر کے لئے اسمٰعیل بن موسیٰ کے لبوں پر دبی دبی سی مسکراہٹ کھیلتی رہی، پھر کہنے لگا۔

"واپس جا کر مناکش اور اس کے سالاروں سے کہنا کہ اگر وہ ہمارے ساتھ صلح چاہتے ہیں تو پھر ہم بھی ان سے ٹکرائیں گے نہیں۔ اور اگر وہ پُر امن رہ کر ان علاقوں کی طرف واپس جانا چاہتے ہیں جہاں سے وہ لوگ آئے ہیں تو ہم ان کے خلاف نہ کوئی انتقامی کارروائی کریں گے اور نہ کسی نئی جنگ کی طرح ڈالیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر مناکش کے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جہاں تک مناکش کی حسین اور پُر جمال بیٹی سیرد کا تعلق ہے، تو اس سے پہلے بھی وہ ہمارے ہاتھوں اسیر ہوئی تھی لیکن ہم نے اسے اپنے ہاں ایسے رکھا جیسے کسی معزز مہمان کو رکھا جاتا ہے اور اس کی جان، اس کی عزت و آبرو کی حفاظت بھی کی، اسے اسکے باپ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اب جبکہ تمہارے ساتھ ہماری جنگوں کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے تو پہلے میں واپس اپنے مرکزی شہر قرطبہ جاؤں گا۔ وہاں میں سیرد کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ مجھے مل گئی تو واپس جا کر مناکش سے کہنا اس کی بیٹی کو ایک مقدس اور محترم امانت جان کر ہم اس کے پاس ضرور پہنچائیں گے۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کا جواب سن کر مناکش کے سالار خوش ہو گئے تھے۔ اور اس بار دوسرا سالار بول اٹھا۔

"مسلمانوں کے امیر! ہمیں اب اجازت دیں۔ ہم رخصت ہوتے ہیں۔ ہمیں تیزی سے سفر کرتے ہوئے اپنے بحری بیڑے سے جا ملنا ہے۔ ورنہ وہ دور نکل جائے گا اور ہم پیچھے رہ جائیں گے۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ نے جب انہیں جانے کی اجازت دے دی، تب وہ اپنی کشتی میں سوار ہوئے اور اسے بڑی تیزی سے حرکت میں لاتے ہوئے بائیں جانب کھلے سمندر

میں ہو لئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ دیر تک عبداللہ بلنسی اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے کوئی فیصلہ کیا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! اپنے پورے بحری بیڑے کو ساحل کے اُسی حصہ کی طرف لے چلو جہاں نارمنوں نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر جریر بن موفق، عبداللہ بن اُمیہ اور عبید اللہ کو پیغام بھیجا جائے گا کہ وہ ساحل سمندر پر آ جائیں۔ اس کے بعد ہمارا بحری بیڑہ اپنی بندرگاہ قادس کی طرف جائے گا۔ جبکہ پورا لشکر بھی خشکی پر رہتے ہوئے قادس کا رخ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان نارمنوں کے پیچھے پیچھے ہم بھی قادس تک جائیں۔ اگر قادس تک انہوں نے کوئی شرارت نہ کی اور آگے نکل گئے تو ہم جانیں گے وہ جو صلح چاہتے ہیں اس میں مخلص ہیں۔ اور اگر انہوں نے کوئی کارروائی کی تو ہم ان کے پیچھے ہوں گے۔ فی الفور ان سے نمٹ لیں گے۔"

عبداللہ بلنسی اور حارث بن بزیغ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد بحری بیڑہ حرکت میں آیا۔ جریر بن موفق کی طرف پیغام بھیجا گیا اور جو صورتِ حال ظاہر ہوئی تھی، اس کی تفصیل بھی اسے بتا دی گئی تھی۔

اسی روز جریر بن موفق اپنے ساتھی سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ ساحل پر پہنچ گیا۔ اتنی دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ اور حارث بن بزیغ بھی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ ساحل پر پہنچ چکے تھے۔ پہلے سب سالار آپس میں ملے، ایک دوسرے کو اپنی کامیابی اور فتح مندی پر مبارکباد دی، اس کے بعد بحری بیڑہ عبداللہ بلنسی کی قیادت میں حرکت میں آیا اور قادس شہر کا رخ کیا۔ جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ لشکر کو لے کر خشکی کے راستے قادس شہر کا رخ کر رہے تھے۔





اسمٰعیل بن موسیٰ نے چند روز تک اپنے سالاروں اور پورے لشکر کے ساتھ قادس میں قیام کئے رکھا۔ ایسا اُس نے اس احتیاط کے تحت کیا تھا کہ نارمن کہیں دھوکا دے کر پھر کسی علاقے پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے نارمنوں کے پیچھے پیچھے اپنے مخبر پھیلا دیئے تھے تا کہ ان پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ چنانچہ انہی مخبروں نے جب واپس آ کر اسمٰعیل بن موسیٰ کو اطلاع دی کہ نارمنوں کا حکمران مناکش واقعی اپنے سارے نارمنوں کو لے کر جلیقیہ اور فرانس کی سرحد تک چلا گیا ہے تب قادس میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا۔ اس کے بلانے پر سب جب اس کے پاس آ جمع ہوئے تب انہیں مخاطب کر کے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائیو! خداوند قدوس کی مدد اور ہدایت سے ہم اپنے دشمنوں کو اپنی سرزمینوں سے مار بھگانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ نارمن اب ہمارے لئے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہیں۔ ان کے ذہن میں اب یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ وہ ہمیں اپنے سامنے زیر نہیں کر سکتے۔ اور ساتھ ہی ان پر یہ بھی راز کھل گیا ہے کہ وہ ناقابل تسخیر نہیں ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر عبداللہ بلنسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"عبداللہ! میرے بھائی! تم یہاں اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قادس ہی میں قیام رکھو۔ عبید اللہ تمہاری مدد کے لئے تمہارے نائب کی حیثیت سے رہے گا۔ عبداللہ بن اُمیہ کی ہمیں ضرورت پڑے گی۔ لہٰذا اسے میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میں آج ہی یہاں سے قرطبہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ میرے بھائیو! تم جانتے ہو ان نارمنوں

سے ٹکرانے اور ان کے ساتھ برسرِ پیکار رہنے کی وجہ سے ہماری شمالی سرحدیں بالکل غیر محفوظ ہو گئی ہیں اور باغی اور الفانسو لیون کے حکمرانوں کے تعاون سے اِدھر اُدھر دُم ہلاتے پھرتے ہیں۔ مختلف شہروں پر انہوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ابنِ مردان جیسے لوگ جنہیں ہم نے ماضی میں کبھی کوئی اہمیت نہ دی تھی وہ لومڑی سے شیر بن کر ہمارے خلاف دندناتے پھرتے ہیں۔ نارمنوں کے ساتھ ہماری مصروفیات کو دیکھتے ہوئے اس ابنِ مردان نے پَر پُرزے نکالے ہیں اور آج کل وہ بطلیوس شہر پر قابض ہے۔ بطلیوس شہر کے گرد پہلے شہر پناہ نہ تھی لیکن اس ابنِ مردان نے شہر کے گرد فصیل بنا لی ہے اور خراج بھی ادا نہیں کرتا۔ دوسری طرف ہماری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جلیقیہ کے سپہ سالار گاتون اور اس کے باغی ساتھی سندولہ نے بھی اپنی باغیانہ سرکشیوں کی ابتداء کر رکھی ہے۔ موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے نے جو مسلمانوں کے تین شہر ہتھیا لئے تھے ان پر اب یہ گاتون اور سندولہ قابض ہیں۔ ان ساری قوتوں پر ہم نے ضرب لگا کر ان سے اپنے علاقے واپس لینے ہیں اور ان کی ایسی کمر توڑنی ہے کہ آنے والے دور میں کبھی وہ ہمارے سامنے سر اٹھا کر نہ چل پائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر اپنی بات کو وہ آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

”عبداللہ بلنسی! جو لشکر بحری بیڑے میں پہلے تمہارے ساتھ تھا، تمہاری کمانداری ہی میں رہے گا۔ باقی لشکر کے ساتھ میں، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور عبداللہ بن اُمیہ آج ہی تھوڑی دیر تک قرطبہ کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ میں جانتا ہوں امیر محمد بڑی بے چینی سے ہمارے منتظر ہوں گے۔ اس لئے کہ شمال کے حالات ہمارے لئے دن بدن انتہائی خراب ہوتے جا رہے ہیں۔“

سارے سالاروں نے اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ عبداللہ بلنسی اور عبید اللہ وہیں رہے۔ جبکہ باقی سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ قرطبہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جس وقت وہ قرطبہ میں داخل ہوا، شہر کا عجیب عالم تھا۔ شہر کو دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ لشکر پر پھول پتیوں کی بارش کر دی گئی تھی۔ پھولوں کے ہار اور گلدستے لشکریوں اور سالاروں پر نچھاور کئے جانے لگے تھے۔ حیرت کی بات کہ استقبال کرنے والوں میں خود امیر محمد اور اس کا بیٹا

منذر اور سارے اُمراء بھی شامل تھے۔ امیر محمد کے پاس آ کر اسمٰعیل بن موسیٰ اور دیگر سارے سالار اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ ایک ایک کو گلے لگا کر امیر محمد، منذر اور دیگر امراء نے ان کی شاندار کامیابی پر مبارکباد دی۔ پھر امیر محمد، اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ موسیٰ! میرے عزیز بھائی! اپنے شمالی علاقوں کے حالات میں برابر تم تک پہنچاتا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں چند روز اپنے لشکر کو ستانے کا موقع دو۔ خود بھی آرام کرو۔ اس کے بعد......''

یہاں تک کہتے کہتے امیر محمد کو رک جانا پڑا تھا۔ اس لئے کہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

''امیر! کیسا آرام، کیسا ستانا۔ شمال میں ہمارے دشمن دندناتے پھریں، ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہمارے لوگوں کا قتلِ عام کریں اور ہم لشکر کے ساتھ قرطبہ شہر میں آرام کریں، ستاتے پھریں۔ یہ ناممکن ہے۔ قرطبہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے میں جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور دیگر سب چھوٹے بڑے سالاروں سے مشورہ کر چکا ہوں۔ سب نے میرے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ لشکر آج ہی شب شمال کی طرف روانہ ہو گا اور یکے بعد دیگرے سارے باغیوں کے سر کاٹ کر شمال کی اپنی سرحد کو محفوظ کر دیا جائے گا۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے یہ الفاظ سن کر امیر محمد کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

''اسمٰعیل بن موسیٰ! ایسی گفتگو کر کے تُو نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میرے بھائی! تمہاری غیر موجودگی میں قرطبہ میں، میں نے ایک نیا لشکر بھی تیار کیا ہے اور اس کی تدوین کا کام بھی عنقریب مکمل ہونے والا ہے۔ اس لشکر سے میں تمہیں برابر شمال کی طرف کمک مہیا کرتا رہوں گا۔ اگر تم آج ہی شمال کی طرف جانے کے لئے بضد ہو تو میں شام تک تمہاری روانگی کے سارے انتظامات مکمل کر دوں گا۔''

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے امیر محمد کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

''امیر! آپ کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نارمنوں سے ہمیں اس قدر حاصل ہوا ہے کہ اپنے ساتھ شمال کی طرف ضروریات کا سامان لے جانے کے بعد

آدھا سامان ہم آپ کے حوالے بھی کریں گے۔“

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ نے امیر محمد کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل کہنے لگا۔

”اب مجھے اجازت دیں۔ میں ذرا اپنی حویلی تک جاؤں گا۔ کچھ ضروریات کا سامان اور کپڑے لوں گا اور اس کے بعد میں جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کے ساتھ لوٹ کر آپ کے پاس آؤں گا اور شمال کی طرف اپنی روانگی کو ہم آخری شکل دیں گے۔ میں قادس میں بحری بیڑے میں عبداللہ بلنسی اور عبید اللہ کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ عبداللہ بن اُمیہ میرے ساتھ آیا ہے۔ جب میں اور جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ لشکر لے کر شمال کی طرف روانہ ہو جائیں گے تو ہماری غیر موجودگی میں عبداللہ بلنسی آپ کے پاس قرطبہ میں قیام کرے گا تاکہ ہمیں کمک کی ضرورت پڑے یا کسی اور علاقے کی طرف کسی لشکر کو روانہ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو یہ کام عبداللہ بن اُمیہ احسن طریقے سے کرسکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد امیر محمد سے اجازت لے کر اسمٰعیل بن موسیٰ پیچھے ہٹا۔ امیر محمد اور اس کا بیٹا دونوں قصر کی طرف چلے گئے تھے۔ جونہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی، جریر بن موفق اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اسمٰعیل! میرے بھائی! ہم بھی آپ کے ساتھ آپ کی حویلی میں جائیں گے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہماری مرحوم بہن ایرش کا بھائی جیوس آیا تھا۔ اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ سب لوگ آپ کی حویلی میں جمع ہیں۔ جیوس اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ہمارے لشکر میں شامل ہو کر شمال کا رخ کرے گا۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ کی حویلی میں سب بڑی بے چینی سے ہمارے منتظر ہیں۔“

اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر چلو۔“

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے لشکریوں کو اپنے اپنے گھروں میں جانے اور شام تک مستقر میں جمع ہو جانے کا حکم دیا اور خود اپنی حویلی کا رخ کر رہا تھا۔ تینوں جب حویلی کے صدر دروازے پر آئے تو صدر دروازے پر جریر بن موفق کی بیوی مصارہ، حارث بن بزیغ کی بیوی بلدی گوتھا پھولوں کے ہار اور گلاب کی پتیوں سے

بھرے طشت لئے کھڑی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہی تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ مصارہ اور بلدی گوتھا اور اس کے پیچھے اریش کا باپ ارتمیں، ماں حماسہ اور جیوس، اس کے علاوہ مصارہ کی ماں رزین باپ عبادہ بن عامر سب کھڑے تھے۔ اس موقع پر سب نے بیک آواز نارمنوں کے خلاف شاندار کامیابی پر مبارکباد دی۔ پھر مصارہ اور بلدی گوتھا ایک دم آگے بڑھیں۔ مصارہ نے اپنے شوہر جریر بن موفق اور بلدی گوتھا نے اپنے شوہر حارث بن بزیغ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ اس موقع پر اریش کا بھائی جیوس بھاگ کر آگے بڑھا۔ اس نے جب اسمٰعیل بن موسیٰ سے گھوڑے کی باگ پکڑنا چاہی تب اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس کا گال تھپتھپایا اور افسردہ سی آواز میں کہنے لگا۔

"جیوس! ایسا کر کے تم مجھے اریش کی یاد نہ دلاؤ۔ گھوڑے کو میں خود ہی اصطبل میں باندھوں گا۔ میرے عزیز بھائی! میری نگاہوں میں تیری بڑی وقعت اور تیرا بڑا وقار ہے۔ میں تم سے یہ کام نہیں لوں گا۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ سے جیوس ہی نہیں، اس کے باپ ارتمیں اور ماں حماسہ کی آنکھیں بھی نم ناک ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر ایک ساتھ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے بھی اپنی گردنیں نفی میں ہلائیں۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں مصارہ اور بلدی گوتھا کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر تینوں اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں لے جا کر باندھ آئے اور دیوان خانہ میں آ کر بیٹھ گئے۔

اس موقع پر سب کو مخاطب کر کے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

"حویلی کی صفائی ستھرائی نے اس کی ہیئت ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ لگتا ہے اس کا بہترین خیال رکھا گیا ہے اور اس کی نئے سرے سے مرمت اور سفیدی بھی کرائی گئی ہے۔"

جواب میں مصارہ بڑے غور سے اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ کی غیر موجودگی میں قرطبہ شہر میں آپ کی دو بہنیں مصارہ اور بلدی گوتھا بھی تھیں۔ سو آپ کی غیر موجودگی میں ہم دونوں نے ہی حویلی کا خیال نہیں کیا بلکہ محترم ارتمیں، حماسہ اور جیوس کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی تھے جو اس حویلی کی دیکھ بھال اور اس کی صفائی ستھرائی میں حصہ لیتے رہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مصارہ رکی، دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''بھائی! ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ آج شام تک اپنے لشکر کو لے کر کوچ کر جائیں گے۔ لہٰذا میں آپ پر پہلے ہی واضح کر دوں کہ میں بلدی گوتھا، جیوس، محترم ارتیس اور حماسہ اس بار سب لشکر میں شامل ہوں گے۔ جیوس پہلی بار لشکر میں شامل ہو کر کسی مہم میں حصہ دار بنے گا۔''

مصارہ جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''مصارہ! تم اور بلدی گوتھا میری دو ایسی بہنیں ہو جن پر میں فخر کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میری بہن! جو فیصلہ تم لوگوں نے مل کر کیا ہے اس پر مجھے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے اس فیصلے پر مصارہ ہی نہیں، بلدی گوتھا اور باقی سب لوگوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مصارہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بلدی گوتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! اُٹھ۔ پہلے سب کے لئے کھانا تیار کریں، اس کے بعد یہاں سے کوچ بھی کرنا ہے۔''

بلدی گوتھا نے مسکراتے ہوئے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں اٹھ کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔

شام کا کھانا سب نے مل کر اسمٰعیل بن موسیٰ کی حویلی میں کھایا اور اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ امیر محمد سے ملاقات کرنے کے لئے قصر میں گئے۔ وہاں کافی دیر تک مذاکرات ہوتے رہے۔ اس کے بعد سب سے پہلے مخبروں کو شمال کی طرف پھیلا دیا گیا اور اسی رات اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ بھی اپنے لشکر کو لے کر شمال کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ اپنے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ نے سب سے پہلے بطلیوس شہر کا رخ کیا تھا جہاں ابنِ مردان اور سعدون ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مقیم تھے۔ شہر پر انہوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور مسلمانوں کو خراج دینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

بطلیوس شہر سے چند میل دور ہی اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس لئے کہ اسمٰعیل بن موسیٰ سب سے پہلے بطلیوس شہر ہی کو اپنا ہدف بنانے کا ارادہ کر چکا

تھا۔ جہاں تک اس شہر کا تعلق تھا تو یہ شہر دراصل مسلمانوں ہی کا بسایا ہوا تھا۔ بطلیوس خود عربی لفظ نہیں ہے۔ اس لئے بعض مؤرخین کو یہ خیال ہوا کہ یہاں پہلے کوئی شہر آباد ہوگا جس کا نام عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا ہوگا اور اسی کو عربوں نے معرب کر کے بطلیوس بنا دیا ہوگا۔ لیکن مؤرخین لکھتے ہیں کہ باوجود کوشش کے یہ نہیں دریافت ہو سکا کہ اس شہر کے موقعہ پر کوئی شہر آباد تھا۔ اگر آباد تھا تو اس کا نام کیا تھا۔

اس شہر کے گرد ایک انتہائی مضبوط اور چوڑی فصیل تھی۔ شہر پناہ کے گرد تین خندقیں تھیں۔ جن میں سے ایک کی سطح دوسری سے اونچی بنائی گئی تھی۔ ان میں دو خندقیں خشک رہتی تھیں اور ایک میں پانی بھرا رہتا تھا۔ اس خندق کے اندر پانی بھرنے کے لئے پانی کا ایک خزانہ بھی محفوظ رکھا جاتا تھا جس سے اب تک اس شہر میں آب رسانی کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ تمام تعمیرات مسلمانوں کے وقت کی تھیں جو اب تک کچھ نہ کچھ چلی آتی ہیں۔

اس شہر میں مسلمانوں کے وقت کا ایک قلعہ بھی اب تک شکستہ حالت میں موجود ہے جس کی دیواروں اور برجوں کے بلند کنگرے اب تک شہر کی پیشانی کا تاج معلوم ہوتے ہیں۔

بطلیوس گو عربی لفظ نہیں مگر مسلمانوں کا رکھا ہوا نام ہے اور اسی بطلیوس سے موجودہ نام بیدہ جوس یا بیدہ موس ہو گیا ہے۔ پہلی صدی ہجری کی فتوحات کے زمانے میں مسلمانوں کی حکومت اس شہر میں قائم ہو گئی تھی۔ بطلیوس شہر سے چالیس میل دور شمال مشرق میں مادہ نام کا پرانا شہر تھا۔ پہلے اس کو بہت رونق اور اہمیت حاصل تھی لیکن جب عربوں نے بطلیوس شہر آباد کر کے اس کو ترقی دی تو مادہ شہر کی رونق پہلے جیسی نہ رہی۔ اس کی آب و تاب جاتی رہی اور بطلیوس ترقی اور ثروت میں گویا اس کا جانشین ہو گیا۔

اسی شہر پر اب ابنِ مردان اور سعدون کا قبضہ تھا اور شہر کے اندر وہ ایک خاصا بڑا لشکر لے کر مقیم تھے۔

بطلیوس شہر سے چند فرسنگ دور اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا اور جس روز اس نے پڑاؤ کیا تھا اس کے دو دن بعد اس کے مخبر لشکر میں داخل ہوئے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کو شاید انہی کی آمد کا انتظار تھا۔ چنانچہ جب وہ مخبر اس کے پاس آئے اس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ کے پاس جریر بن موفق، حارث بن بزیع اور کچھ دیگر چھوٹے

بڑے سالار بھی موجود تھے۔ چنانچہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! شمال کی طرف سے جو خبریں تم لے کر آئے ہو، کہو۔ تا کہ انہی کی روشنی میں، میں اپنی اس مہم کی ابتداء کروں۔''

چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے پوچھنے پر ان مخبروں میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ہم بہت اچھی اور ایک طرح سے اہم خبریں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ بطلیوس شہر کے اندر ابنِ مردان اور سعدون دونوں ایک بہت بڑا لشکر لے کر مقیم ہیں اور انہیں آپ کی آمد کی اطلاع ہو چکی ہے اور انہوں نے اپنی ساتھی قوتوں سے بھی صلاح مشورے شروع کر دیئے ہیں کہ آپ سے کس طرح نمٹا جائے۔

یہ پہلی قوت ہے جس سے ہمیں نمٹنا ہو گا۔ دوسری قوت گاتون اور سندولہ کی ہے۔ یہ دونوں بھی تین بڑے شہروں کو اپنے تسلط میں لئے ہوئے ہیں جن پر باغی موسیٰ بن موسیٰ اپنے بیٹے کے ساتھ قابض ہو گیا تھا۔ ابنِ مردان نے انہیں بھی اطلاع کر دی ہے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر ان پر ضرب لگانے کے لئے آ رہا ہے لہٰذا ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے گاتون اور سندولہ نے بھی ایک لشکر تیار کر لیا ہے۔ ان دونوں کی مدد کے لئے لیون کے بادشاہ الفانسو کا ایک لشکر بھی حرکت میں آ چکا ہے۔ جبکہ ابنِ مردان اور سعدون کی مدد کرنے کے لئے اشتوراس کے نصرانی بادشاہ ایسٹریاس نے بھی ایک لشکر روانہ کیا ہے۔ اس طرح شمال کے ان علاقوں میں ہمیں ایک نہیں چار بڑے بڑے لشکروں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ یہ بہت کٹھن کام ہے اور یہ چار بڑی قوتیں ہیں جن سے نمٹنے کے بعد ہی شمال کے ان علاقوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب ہلکا سا تبسم اسمٰعیل بن موسیٰ کے لبوں پر نمودار ہوا تھا۔ پھر بڑی نرمی سے وہ آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سب سے بڑی طاقت میرا اللہ ہے۔ وہ اگر ہمارے ساتھ ہے تو یاد رکھنا یہ چار بڑی طاقتیں ہمارے سامنے ریت کی دیوار سے زیادہ اہمیت نہ رکھیں گی اور ہم انہیں روندتے ہوئے، رگیدتے ہوئے نکل جائیں گے۔ قبل اس کے کہ میں یہ فیصلہ کروں

مجھے کہاں، کس پر ضرب لگانی ہے، یہ بتاؤ کہ اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کا لشکر کہاں ہے؟ جبکہ گاتون اور سندولہ کی مدد کے لئے لیون کے بادشاہ الفانسو نے جو لشکر مختص کیا ہے وہ اس وقت کہاں پڑاؤ کئے ہوئے ہے؟ اور یہ بھی واضح کرو کون کس کی مدد کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔"

کچھ دیر کے توقف کے بعد وہی مخبر پھر بول اٹھا۔

"امیر! جہاں تک ابنِ مردان اور سعدون کا تعلق ہے تو ان کی مدد اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کا لشکر کرے گا۔ جبکہ گاتون اور سندولہ کی مدد کے لئے لیون کے بادشاہ الفانسو کے لشکر کو مقرر کیا گیا ہے۔

امیر! جہاں تک ابنِ مردان اور سعدون کا تعلق ہے تو ان کی مدد کے لئے ایسٹریاس نے جو لشکر مقرر کیا ہے اُس نے اِس وقت دریائے تاجہ اور دریائے آنا کے درمیان ایک محفوظ جگہ پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔ میں آپ پر انکشاف کروں کہ وہ شاہراہ جو طلیطلہ سے طلبیرہ ہوتی ہوئی دریائے تاجہ اور دریائے آنا کے بیچوں بیچ مغرب کی طرف جاتی ہے، اسی شاہراہ کے بائیں کنارے اس کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اور جہاں تک الفانسو کے لشکر کا تعلق ہے تو اس نے فی الحال جبل البشارات کے دامن میں ایک انتہائی محفوظ جگہ اپنا پڑاؤ قائم کر رکھا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رکا تب اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر سستا لو۔ آنے والی شب کو میں دریائے تاجہ اور دریائے آنا کے درمیان ایسٹریاس کے لشکر کو اپنا ہدف بناؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن موسیٰ کے کہنے پر وہ مخبر آرام کرنے کے لئے چل دیئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی، پھر جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز بھائیو! ہمارے مخبروں نے جو خبریں دی ہیں وہ ہمارے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ بے شک ان علاقوں میں ہمیں چار بڑے بڑے لشکروں کا سامنا ہو گا لیکن اگر ہم کسی ترتیب کے ساتھ ان سے ٹکرائیں تو میرا یقین ہے کہ خداوند قدوس فتح و کامیابی ہماری ہی جھولی میں ڈالے گا۔ میرے عزیز بھائیو! ان دنوں ہمارے لشکر

میں سالاروں کے علاوہ لشکریوں کے اہلِ خانہ بھی شامل ہیں۔ لہٰذا ہمیں بڑی احتیاط سے حرکت میں آنا ہو گا۔ ابنِ موفق اور ابنِ بزلیغ! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، تم دونوں بڑے غور اور انہماک سے سننا۔ مجھے امید ہے کہ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، تم دونوں اس پر اعتراض نہیں کرو گے۔

میں آنے والی شب کو لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔ سیدھا طلبیرہ سے جو شاہراہ مغرب کی طرف جاتی ہے اس کے ایک طرف رہتے ہوئے اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کے لشکر کا رخ کروں گا اور رات کے پچھلے حصہ میں اس پر شب خون ماروں گا۔ اتنی دیر تک تمہارا یہ کام ہو گا کہ اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرو۔ عورتوں اور لشکر کے سامان کو بیچ میں رکھنا۔ ایک بھائی آدھے لشکر کے ساتھ آگے اور دوسرا آدھے لشکر کے ساتھ پیچھے رہے۔ اس طرح تم لوگ اگلی رات کے بعد صبح کے وقت ہی یہاں سے کوچ کر جانا۔ اس وقت تک میں بھی ایسٹریاس کے لشکر سے نمٹ چکا ہوں گا۔ اس کے بعد میری کوشش یہ ہو گی کہ ایسٹریاس کے لشکر میں سے کسی کو قیدی بنا کر اسے کچھ رقم دوں اور وہ بطلیوس آ کر ابنِ مردان کو ایسٹریاس کے سالار کی طرف سے یہ پیغام دے کہ مسلمانوں کا لشکر جس روز بطلیوس کے نواح میں آ کر پڑاؤ کرے، اسی روز آنے والی شب سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد مردان اور سعدون بطلیوس شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں اور پشت کی جانب سے ایسٹریاس کا لشکر حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کے لشکر کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ یہ پیغام سن کر ابنِ مردان اور سعدون شہر سے باہر نکل کر تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ تم دونوں ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا۔ اتنی دیر تک میں بھی شہر پناہ کی فصیل کے گرد گھومتے ہوئے اس دروازے تک پہنچ جاؤں گا جس دروازے سے ابنِ مردان اور سعدون نکل کر تم سے ٹکرائیں گے۔ سب سے پہلے میرے لشکر کا ایک حصہ دروازے پر قبضہ کر لے گا۔ اس کے بعد میں پشت کی جانب سے ابنِ مردان اور سعدون پر ضرب لگاؤں گا کہ دونوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ میرے عزیز بھائیو! اگر یوں ہو جائے تو پھر یوں جانو ہم نے اپنی آدھی منزل طے

کر لی۔ اس لئے کہ ہماری اس کامیاب مہم کے بعد جہاں ابنِ مردان اور سعدون کا خاتمہ ہو جائے گا، وہاں ایستریاس کی قوت کا بھی قلع قمع ہو جائے گا۔ اس طرح ان دونوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہمارے سامنے دو قوتیں رہ جائیں گی۔ ایک قوت گاتون اور سندولہ کی اور دوسری لیون کے بادشاہ الفانسو کی۔ اور ان سے بھی میں خوب نمٹوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب جریر بن موفق اور حارث بن بزلیغ نے کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں اسمٰعیل کی طرف دیکھا، پھر جریر بن موفق اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ موسیٰ! میرے بھائی! میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ایسا کیسے ممکن ہے کہ ہم دونوں بھائی یہاں بیٹھے رہیں اور آپ اکیلے لشکر کے ایک حصہ کو لے کر طوفانوں اور خطرات میں کود پڑیں۔ نہیں میرے بھائی! ہم دونوں میں سے ایک آپ کے ساتھ جائے گا۔''

ہلکا سا تبسم اسمٰعیل بن موسیٰ کے لبوں پر نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

''یہ تم دونوں کی مجھ سے محبت ہے کہ تم ایسے رویے کا اظہار کر رہے ہو۔ دیکھو! تم دونوں کی بیویاں اور اہلِ خانہ بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ زیادہ تر لشکریوں اور سالاروں کی بیویاں ساتھ ہیں۔ لہٰذا تم دونوں کو لشکر کے اندر رہنا چاہئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے........''

اس سے آگے اسمٰعیل بن موسیٰ کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ جریر بن موفق نے تڑپ کر اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا تھا۔ کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! اس سے آگے یہ مت کہنا کہ آپ کے اہلِ خانہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں اور آپ کا کوئی آگا پیچھا نہیں ہے۔ آپ ہمارے بھائی ہیں اور اس مہم کے بعد دیکھئے ہم آپ کا مستقبل کیسے سنوارتے ہیں۔''

اس پر جریر بن موفق کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے ابنِ موسیٰ کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرنے کے لئے میرے ساتھ رضامند ہو جاؤ۔''

ایک شرط پر ہم اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔'' ابنِ موفق نے پھر غور سے

ابنِ موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''کیسی شرط؟''

''شرط یہ ہے کہ آپ ناحق اپنے آپ کو خطرات میں نہیں ڈالیں گے۔اور اگر آپ یہ دیکھیں کہ ایسٹریاس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے تو آپ اس پر شب خون نہ مارئیے گا بلکہ واپس بطلیوس کا رخ کیجئے گا۔ اس وقت تک ہم بطلیوس پہنچ چکے ہوں گے اور پھر اکٹھے مل کر دشمن کے خلاف اپنی کارروائیوں کی ابتداء کریں گے۔''

ہلکا سا ایک قہقہہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے لگایا۔ پھر کہنے لگا۔

''چلو یوں ہی سہی۔ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ اب اُٹھو۔لشکر کے کھانے کے علاوہ میں کوچ کی تیاریاں مکمل کرتا ہوں۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے کہنے پر جریر بن موفق، ابنِ بزیغ اور دوسرے سالار بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور لشکر کے انتظامات میں لگ گئے تھے۔

***

رات طلسماتی فضاؤں کے سحر میں ڈوبی نشیلی لہریں بکھیرتی بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ تاریکیوں نے روحوں کی سلوٹ سلوٹ میں سیاہ سناٹے اور شکم شکم میں گرسنگی کی خواری اور خرابی بھر کر رکھ دی تھی۔ دریائے تاجہ اور دریائے آنا کے درمیان طلبیرہ سے مغرب کی طرف جانے والی شاہراہ پر اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کا لشکر اپنی جگہ بالکل مطمئن تھا۔ وہ یہی خیال کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے بطلیوس شہر سے چند فرسنگ جنوب میں پڑاؤ کر لیا ہے اور چند دن تک وہ بطلیوس کے خلاف حرکت میں نہیں آئے گا۔ لیکن رات کی گہری تاریکی میں قدرت ان کے خلاف کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی۔ اچانک رات کا سینہ چیرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ ان پر وارد ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ غم کو خوش بختی، خوش بختی کو بدبختی میں تبدیل کرتی خشونت آمیز برق کی کڑک سیاہ بختی کے سایوں میں جان کو سلگا دینے والے وحشی جذبوں، سانسوں کی ہر لہر، خیالات کی ہر گہرائی اور ماورائے ادراک کی ہر انگڑائی میں نارسائی کے بحر کھڑے کرتی عقوبت بھری آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کا یہ شب خون انتہائی سخت، شدید، ہولناک اور اچانک تھا۔ اُس

کے اس طرح حملہ آور ہونے سے ایسٹریاس کے لشکر میں ہر طرف آہ و فغاں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چہروں پر اُداسی، آنکھوں میں تھکن رقص کرنے لگی تھی۔ چاروں طرف وحشتوں کے غبار، فراقتوں کے نشان اور اجل کے سیاہ خانوں میں عقوبت بھری کرب خیزیاں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

ایسٹریاس کا لشکر بہت بڑا تھا جبکہ اس کی نسبت بہت چھوٹے سے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ نے شب خون مارا تھا۔ کچھ دیر تک اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکریوں نے دشمن کا خوب قتلِ عام کیا۔ اتنی دیر تک ایسٹریاس کے لشکری سنبھل گئے اور جوابی کارروائی کرنے کے قابل ہو گئے۔ عین اسی لمحہ اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ زور دار آواز میں کہہ رہا تھا۔

''اے فرزندانِ کعبہ! میں اسمٰعیل بن موسیٰ تم سے مخاطب ہوں۔ مجھے غور سے سنو۔ ہم لوگ صدیوں کے دھواں دھواں تعصب، چڑھتے جبر کی آندھیوں اور ظلم و ستم کی خونی داستانوں میں ایمان افروزی کی کمند ڈالنے والے لوگ ہیں۔ عزیز ساتھیو! دشمن کے خلاف تمہارے یہ جذبے، تمہارے یہ مقاصد، تمہاری یہ جانثاری اور وفاداری زاہد کی ہر ریاضت، عابد کی ہر عبادت، درویش کی ہر تڑپ، عارف کی ہر دعائے سحر سے بالا و ارفع ہے۔ میرے عزیز ساتھیو! رات کی اس گہری تاریکی میں وہ مالک، وہ خالق جو دھوپ کی کرنوں میں نہاں گل کی بُو باس میں پنہاں اور بلبل کے سرود میں چھپے جذبوں تک سے بھی واقف ہے، وہ خالقِ حقیقی تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ آؤ! صدیوں کی روش میں خونی لہروں کی کروٹ بن کر اپنے دشمن کو نیست و نابود کر دیں۔

میرے عزیز ساتھیو! یاد رکھنا، ضمیر بیچ کر جو خوشی ملے وہ حرام۔ ضمیر کی قیمت جرم۔ حق کی فروخت حرام۔ میرے ساتھیو! ہم لوگ حق فروشوں میں حق نگار، کفن فروشوں میں کفن بدوش ہیں۔ آؤ، خون کے اس کھیل میں عظمت و ہمت کی فراوانی بن کر دشمن کی جہالت کے مقابلے میں ایمان کی تازہ صدا، اس کی تہذیب و تمدن کے اندھیروں میں قافلۂ شمس و قمر اور اس کی روحوں کی ویرانیوں میں وجدان کی نئی ادا بن کر اُٹھیں۔ آؤ، زندگی کے دشت میں آزادی کا نیا تڑپتا جذبہ بن کر اپنے اس دشمن کو اپنے سامنے رگیدتے چلے جائیں۔

میرے عزیز ساتھیو! آؤ دنیا کی عظیم تاریخ کے اُفق پر اپنی مسلم قوم کے لئے ایک

روشنی کا ہالہ ثابت ہوں۔ کائنات کے رازوں میں ملت کے خوابوں کا دمکتا، چمکتا چہرہ ثابت ہوں۔ اپنے عدو کی حیوانیت اور خباثت کے اندر اپنی قوتِ ایمانی سے آتش فشاں کھڑے کرتے چلے جائیں۔“

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ سے اس کے لشکری آگ کے بگولے بن کر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر جب خود بھی دشمن کی اگلی صفوں پر ضرب لگانا شروع کر دی، تب سارے مسلمان لشکری خونبار آندھیوں، ہر چیز کے خدوخال کو دھواں دھواں کرتی ہیجان آفرین نفرتوں اور سنسان فضاؤں میں نالہ و ماتم کی سی کیفیت کی طرح حرکت میں آنا شروع ہو گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں ایسٹریاس کے لشکر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی طرح حملہ آوروں کو مار بھگائیں اور آخر ان کے شب خون کو ناکام بناتے ہوئے اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ لیکن اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکریوں نے ان کے کسی جتن، کسی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ چاروں طرف پھیلے تڑپتے اندھیروں کے اندر اسمٰعیل بن موسیٰ کی کمانداری میں مسلمان لشکریوں نے دشمن کے اس لشکر کی اکثریت کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

عین اسی لمحہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو تعجب اور حیرت میں ڈال دیا تھا۔ جس وقت اسمٰعیل بن موسیٰ کی کمانداری میں مسلمان لشکری زندگی اور موت کا کھیل کھیل رہے تھے، اچانک ایک دُبلا پتلا لشکری سرکش انداز میں اپنے گھوڑے کو اِدھر اُدھر دوڑاتا ہوا دشمن پر ضربیں لگا رہا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے دیکھا، اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس لشکری نے دشمن کے کئی لشکریوں کو موت کی گہری نیند سلا دیا تھا۔ اچانک اُس دُبلے پتلے لشکری نے اسمٰعیل بن موسیٰ کو اور زیادہ حیرت اور تعجب اور فکرمندی میں ڈال دیا تھا۔ اس لئے کہ وہ دُبلا پتلا لشکری جو ایک توانا اور سرکش گھوڑے پر سوار تھا، اپنے چہرے پر خود کا نقاب ڈالے ہوئے تھا۔ اس کے بازوؤں پر چمکتے ہوئے جوشن تھے۔ کندھوں پر پیتل کے خول چمک رہے تھے۔ اچانک اس دُبلے پتلے لشکری نے اپنے اردگرد لڑنے والے لشکریوں کو للکارتے ہوئے دشمن پر مزید ضربیں لگانے پر جب اُکساتے ہوئے انہیں شاباش دینی شروع کی، تب اسمٰعیل بن

موسیٰ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ آواز کسی نوعمر، نوخیز اور انتہائی حسین و خوبصورت لڑکی کی لگتی تھی۔

اشتوراس کے بادشاہ ایستریاس کے لشکر پر یہ بڑا جان لیوا شب خون تھا۔ اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس لڑکی کے قریب جانا چاہا جو مسلمان لشکریوں کو دشمن کے خلاف اُبھار رہی تھی۔ پھر وہ کچھ اس قدر تیزی سے حرکت میں آئی کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی نگاہوں سے ایک دم اوجھل ہو گئی تھی۔ اسی دوران دشمن کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کی اکثریت کا تو صفایا کر دیا گیا ہے اور اگر جنگ مزید جاری رہی تو مکمل طور پر انہیں کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ چنانچہ دشمن کے بچے کھچے لشکری بھاگ کھڑے ہوئے تاہم کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو نہ صرف مزید کم کیا گیا بلکہ کچھ کو گرفتار بھی کر لیا گیا تھا۔

دشمن کا تعاقب ترک کر کے اسمٰعیل بن موسیٰ دشمن کے پڑاؤ میں آیا۔ سب سے پہلے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا گیا۔ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے سارے چھوٹے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ جنگ کے نتیجہ میں دشمن کے جو لشکری گرفتار کئے گئے ہیں انہیں میرے سامنے پیش کیا جائے۔

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے کچھ سوچا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس جنگ کے دوران میں نے ایک تعجب خیز واقعہ بھی دیکھا۔ ہمارے لشکر کے اندر ایک لڑکی تھی جو بڑے پُر جوش انداز میں ہمارے لشکر کو اُبھارتے ہوئے دشمن پر ضربیں لگانے کی ترغیب دے رہی تھی۔ وہ خود بھی کسی ماہر تیغ زن کی طرح عجیب اور انوکھے انداز میں ہمارے دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے ایک نیا اور انوکھا جذبہ پیدا کر رہی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دشمن کے کئی لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ کیا تم میں سے کوئی اس لڑکی کو جانتا ہے؟ اگر جانتا ہے تو اسے بھی میرے سامنے لے کر آؤ۔''

اس پر ان سارے سالاروں نے یہ تو بات مانی کہ لشکر کے اندر کوئی لڑکی تھی جو

بڑے خوش کن انداز میں لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے بے بسی کا بھی اظہار کر دیا کہ جس وقت بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا گیا تو اس کے بعد اس لڑکی کو لشکر میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش ہو رہا۔ تھوڑی دیر بعد دشمن کے قیدیوں کو جب اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سب سے پہلے ان کا جائزہ لیا۔ ساتھ ہی انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم میں سے کوئی ایسا ہے جو ایسٹریاس کے لشکر میں سالار رہا ہو؟ دیکھو میں تم لوگوں سے کچھ نہیں کہوں گا۔ یوں جانو میں تم سب کو امان دیتا ہوں۔ کسی کی جان نہیں لی جائے گی۔''

اس پر سب نے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اسے آگے آنے کے لئے کہا۔ چنانچہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے کہنے پر وہ شخص آگے بڑھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کے مزید قریب ہوا، پھر سرگوشی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر میں تمہارے ذمہ ایک کام لگاؤں تو کیا تم اسے کر گزرو گے؟ اس کے عوض میں نہ صرف تمہیں آزاد کر دوں گا بلکہ تمہیں اس قدر رقم بھی مہیا کروں گا کہ ساری عمر اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے رہو تب بھی تمہیں کوئی فکر و فاقہ لاحق نہ ہو۔''

ایسٹریاس کا وہ لشکری بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا۔

''اگر آپ مجھے اس قدر مراعات دیتے ہیں تو جو کام آپ کہیں گے، میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''ابھی اور اسی وقت بطلیوس شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ دیکھنا میرے مخبر تمہارے آگے پیچھے ہوں گے۔ اگر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو پھر زندہ نہیں بچ پاؤ گے۔ تمہارے ذمہ صرف یہ کام ہے کہ بطلیوس شہر میں جا کر ابنِ مردان سے ملو۔ اسے یہ کہو کہ تمہارا تعلق ایسٹریاس کے لشکر سے ہے اور اس لشکر میں تم ایک سالار رہو۔ ابنِ مردان اور سعدون سے کہنا کہ تمہیں تمہارے سالارِ اعلیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ ابنِ مردان تک یہ پیغام پہنچایا جائے کہ کل سورج غروب ہونے کے بعد جب فضاؤں میں تاریکی پھیلے تو ابنِ مردان اور سعدون دونوں بطلیوس شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے لشکر پر

حملہ کر دیں جس نے بطلیوس کے قریب پڑاؤ کر لیا ہے۔ ابنِ مردان سے یہ بھی کہنا کہ ایسٹریاس کے لشکر کے سالارِ اعلیٰ نے کہا ہے جس وقت ابنِ مردان اور سعدون بطلیوس شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوں تو ایسٹریاس کا سپہ سالار بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا اور مسلمانوں پر پشت کی طرف سے حملہ کر دے گا۔ اس طرح سارے مسلمانوں کو کاٹ دیا جائے گا اور مسلمانوں کے مقابلے میں نہ صرف ہمیں کامیابی و فتح مندی حاصل ہو گی بلکہ آنے والے دور میں ہمارے لئے مسلمانوں کی صورت میں کوئی خطرہ بھی نہیں رہے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا۔ پھر دوبارہ اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

”کیا تم میرا یہ کام کرنے کے لئے تیار ہو؟“

اس پر وہ سالار مسکرایا۔ کہنے لگا۔

”آزادی اور انعام کے بدلے تو یہ کوئی کام ہی نہیں۔“

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو اب تم آزاد ہو۔“

ساتھ ہی اپنے ایک چھوٹے سالار کو اسمٰعیل بن موسیٰ نے قریب بلایا اور اسکے کان میں رازداری سے کچھ کہا، جس کے جواب میں وہ پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں نقدی کی ایک تھیلی تھی۔ وہ تھیلی اسمٰعیل بن موسیٰ نے ایسٹریاس کے اس سالار کو تھمائی اور کہنے لگا۔

”میں اپنے وعدے کے مطابق تمہیں دونوں چیزیں دیتا ہوں۔ آزادی اور یہ رقم۔ یہ تھیلی کا منہ کھول کر دیکھ لو، میں تمہارے ساتھ بدعہدی نہیں کر رہا۔“

اس پر وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

”میں جانتا ہوں آپ لوگ بدعہدی نہیں کرتے۔“

ساتھ ہی اس نے تھیلی کا منہ کھولا اور چمکتے ہوئے سنہرے سکے دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ تھیلی اس نے سنبھالی۔ اس دم وہ مسکرا رہا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس سے پُرجوش مصافحہ کیا۔ اسے ایک گھوڑا مہیا کیا جس پر سوار ہو کر وہ سالار بطلیوس شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

باقی قیدیوں کو اسمٰعیل بن موسیٰ نے آزاد کر کے واپس اشتوراس جانے کی اجازت

دے دی تھی۔

ایسٹریاس کا وہ سالار بڑی برق رفتاری سے بطلیوس کی طرف بڑھا تھا۔ وہاں اس نے ابنِ مردان اور سعدون سے ملاقات کی۔ اور جو پیغام اسمٰعیل بن موسیٰ نے ان تک پہنچانے کے لئے کہا تھا وہ پیغام انہیں دینے کے بعد وہ بطلیوس سے نکل گیا تھا۔ یوں ابنِ مردان اور سعدون دونوں اگلے دن کا سورج غروب ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔ جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے تاجہ اور دریائے آنا کے درمیان گھاٹ میں چلا گیا تھا۔



☆★☆

ابنِ مردان اور سعدون دونوں بے حد خوش اور مطمئن تھے کہ ایسٹریاس کے لشکر کے سالار نے ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی طے کر دی ہے۔ چنانچہ اگلے روز جب سورج غروب ہو گیا، فضاؤں کے اندر تاریکی گہری ہونے لگی تب ابنِ مردان اور سعدون نے اپنے لشکر کو یکجا کیا۔ حتیٰ کہ شرقی دروازے کو کھولا۔ اس کے بعد دونوں اذیت بھرے سرابوں سے اُٹھتے خوفناک آسیب، شہرِ آتش گرفتہ سے نکلتی عذاب بھری بے روک آندھیوں کی طرح نکلا، اس کے بعد انہوں نے اُفق کے لال گوں دریچوں سے نکلتے زہریلے حروف، زندگی کو اُلجھاتی چلتی دُکھ کی کتھا کہانیوں اور تن کی آسودگی کو من کے آزار میں تبدیل کرتے عذاب کے حصار کی طرح مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔

ابنِ مردان اور سعدون دونوں کا خیال تھا کہ مسلمان ہتھیار کھول کر بیٹھے ہوں گے اور وہ انہیں اچانک آلیں گے۔ لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جس وقت وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اُس وقت حارث بن بزیغ اور جریر بن موفق اپنے لشکر کی صفیں درست کیے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کے آگے کھڑے تھے۔ چنانچہ جب ابنِ مردان اور سعدون حملہ آور ہوئے تب جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے بھی اپنی جوابی کارروائیوں کی ابتداء کی اور وہ بھی خونی انقلاب کی یلغار کھڑی کرتے آگ و خون کے پیغام، بربادیوں کے اندھیرے پھیلاتی تباہی کی آتش اور تصورات تک میں اضطراب کھڑا کر دینے والی حوصلہ شکن نا امیدیوں کی گھٹاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ کا یہ جوابی حملہ بھی بڑا شدید اور ہولناک تھا۔ چنانچہ بطلیوس شہر کے باہر ابنِ مردان اور سعدون، جریر بن موفق اور حارث بن

بز لیغ کے لشکر ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہو گئے تھے اور شہر کے نواح میں گھمسان کا رن پڑنا شروع ہو گیا تھا۔

اب جنگ کی صورتِ حال بڑی عجیب تھی۔ جہاں ابنِ مردان اور سعدون یہ اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ ایسٹریاس کا سپہ سالار اچانک جب مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گا تو ان پر مسلمانوں کا دباؤ کم ہو جائے گا اور ان کی کامیابی اور فتح مندی یقینی ہو جائے گی۔

دوسری طرف جریر بن موفق اور حارث بن بزلیغ بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ وہ بھی جانتے تھے کہ عنقریب ان کا سالارِ اعلیٰ اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ نمودار ہو گا اور ابنِ مردان اور سعدون کے لشکریوں کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دونوں لشکر کچھ دیر ہی آپس میں ٹکرائے تھے کہ اچانک شمال مغرب کے رخ سے وقت کو ساکت کرتی ہر شے کو آتشیں لمحوں میں ڈھالتی درد کی بے انت یلغار اور بھاگتی بپھرتی موجوں کی طرح اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ پھر کائنات کی آنکھ نے دیکھا، وہ ابنِ مردان اور سعدون کے لشکر کی پشت پر انوکھے خونی عکس دکھاتے برق کے اندھے طوفانوں، داستانوں کے اوراق بکھیرتی آندھیوں کے ہیجان اور ویرانوں میں دوزخی لمحے کھڑے کرتی کھولتی آتش کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن موسیٰ کے اس طرح حملہ آور ہونے سے ابنِ مردان اور سعدون دونوں جارحیت کو فراموش کر کے دفاع پر اتر آئے تھے۔ لیکن ان کی بدبختی کہ وہ زیادہ دیر تک اپنا دفاع بھی قائم نہ رکھ سکے۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے اسمٰعیل بن موسیٰ نے حملہ آور ہو کر ان کے لشکر کی آدھی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جبکہ سامنے کی طرف سے جریر بن موفق اور حارث بن بزلیغ نے بھی ان کے سارے کس بل نکالتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی۔ اب ابنِ مردان اور سعدون کے لشکر کی حالت اُجڑے ویران کھنڈروں، روحوں کو پاگل کرتے ذہنی فشار اور ہجرتوں کے دل شکن موسموں میں شیطنت کے بے کل باطن سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ابنِ مردان اور سعدون نے کچھ دیر تک تو اس دوطرفہ دباؤ کو برداشت کیا۔ پھر

اچانک ابنِ مردان کے لئے قیامت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ پشت کی طرف سے اسمٰعیل بن موسیٰ تیز حملے کرتے ہوئے ان کے لشکر کے وسطی حصہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پشت کی جانب سے وسطی حصہ سے جس قدر ابنِ مردان اور سعدون کا لشکر تھا، اسے اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اسی کارروائی میں اور انہی زوردار حملوں کے دوران اسمٰعیل بن موسیٰ کے ہاتھوں ابنِ مردان کا ساتھی اور دستِ راست سعدون مارا گیا۔

ابنِ مردان کو جب خبر ہوئی کہ اس کا ساتھی سعدون تو جنگ میں کام آ گیا ہے اور مسلمانوں نے ان کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور باقی موت کا لقمہ بن رہے ہیں تب اپنے بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر اپنی جان بچانے کے لئے ابنِ مردان شمال کی طرف بھاگ گیا۔ ابنِ مردان اپنی حفاظت کے لئے صرف چند دستے اپنے ساتھ لے جا سکا تھا۔ جبکہ اس کے باقی لشکریوں کو اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس طرح عشاء سے تھوڑی دیر بعد ابنِ مردان اور سعدون کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا تھا۔ سعدون موت کے گھاٹ اتر چکا تھا۔ ان حالات میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے پہلے دشمن کی لاشوں کو ٹھکانے لگایا تا کہ بطلیوس شہر میں کوئی وبائی مرض نہ پھیل جائے۔ اس کے بعد اُس نے شہر والوں کو پیغام بھجوایا کہ ابنِ مردان اور سعدون کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور اگر وہ شہر پناہ کے دروازے نہیں کھولیں گے تو شہر میں بزورِ شمشیر داخل ہوا جائے گا اور جس قدر بھی شہر کے اندر مزاحمتی قوتیں ہیں انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

یہ پیغام جب شہر والوں کو ملا تو شہر کے اندر جس قدر مسلمان تھے، وہ بپھر گئے۔ اپنے آپ کو مسلح کر کے وہ باہر نکل آئے اور شہر پناہ کے سارے دروازے کھول دیئے۔ اس طرح اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ شہر والوں نے شاندار انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ اور اس کے لشکریوں کا استقبال کیا۔ اس طرح ابنِ مردان اور سعدون کی بغاوت کا خاتمہ کرنے کے بعد بطلیوس شہر پر گرفت کر لی گئی تھی۔

سارے شہریوں سے ملنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ اب شہر سے نکلا اور شہریوں سے اس نے وعدہ کیا کہ اگلے روز وہ نہ صرف یہ کہ شہر کا نظم و نسق درست کرے گا بلکہ شہر کے اندر جو ضرورت مند لوگ ہیں اور جن پر ماضی میں مظالم

ہوتے رہے ہیں ان کی تالیفِ قلوب کا بھی کام سرانجام دیا جائے گا۔
بطلیوس شہر سے باہر نکل کر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے پڑاؤ میں گیا اور جب وہ اپنے خیمے کے دروازے پر آیا تو ٹھٹک کر رک گیا۔ اس لئے کہ خیمے کے اندر کوئی نوجوان اور دراز قد لڑکی عشاء کی نماز ادا کر رہی تھی۔ یہ صورتِ حال اسمٰعیل بن موسیٰ کے لئے نہ صرف نئی بلکہ حیرت انگیز بھی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے خیمے کے دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔ چاہتا تھا کہ ایک طرف ہو کر اپنے خیمے سے باہر بیٹھ جائے کہ اتنی دیر میں اچانک ایک طرف سے جریر بن موفق، اس کی بیوی مصارہ، حارث بن بزیغ، اس کی بیوی بلدی گوتھا، اس کے علاوہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی مرنے والی بیوی ایرش کا باپ ارتیں، بھائی جیوس، ماں حماسہ اور کچھ دوسرے لوگ بھی شامل تھے، وہاں آ گئے۔
خیمے کے دروازے سے ہٹ کر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے خیمے سے باہر زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ ایک دم جریر بن موفق آگے بڑھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کا بازو اس نے پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگا۔
''میرے عزیز بھائی! یہ کیا کر رہے ہیں؟ خیمے سے باہر کیوں بیٹھنے لگے ہیں؟ آپ کا خیمہ تو نصب ہے۔ خیمے کے اندر کیوں نہیں جاتے؟''
اس موقع پر ہلکا سا تبسم اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگا۔
''خیمے کے اندر کوئی خاتون عشاء کی نماز ادا کر رہی ہے۔ پہلے تو میں یہی سمجھا کہ میں کسی اور خیمے میں آ گیا ہوں جس کے اندر کسی کے اہلِ خانہ نے قیام کر رکھا ہے۔ لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو خیمہ تو میرا ہی تھا۔ لہٰذا اس لڑکی کا میرے خیمے میں ہونا اور انتہائی دلجمعی اور طمانیت کے عالم میں عشاء کی نماز ادا کرنا اس بات کی نشاندہی ہے کہ وہ لڑکی کم از کم میرے لئے نا آشنا ہے۔ اس لئے کہ میری دونوں بہنیں مصارہ اور بلدی گوتھا تو اس وقت میرے سامنے کھڑی ہیں۔ پھر اندر جو لڑکی نماز پڑھ رہی ہے، وہ کون ہے؟''
جواب میں جریر بن موفق نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔
''اسمٰعیل بن موسیٰ! میرے بھائی! وہ لڑکی نہ آپ کے لئے نا آشنا ہے اور نہ ہی اجنبی ہے۔ آپ کی دیکھی بھالی ہے اور آپ اس لڑکی سے کئی بار مل بھی چکے ہیں۔ وہ بھی آپ کو خوب جانتی ہے بلکہ کئی بار آپ سے گفتگو بھی کر چکی ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ نے اسے کئی بار گھورا، پھر کہنے لگا۔
''ابنِ موفق! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ یہ جو لڑکی اس وقت میرے خیمے میں نماز ادا کر رہی ہے، میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ میری طرف اس کی پیٹھ تھی لیکن میں اسے پہچان نہیں پایا۔''
اسمٰعیل بن موسیٰ کی اس گفتگو کا جواب جریر بن موفق دینا ہی چاہتا تھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی مرنے والی بیوی اریش کا بھائی جیوس بول اٹھا۔ کہنے لگا۔
''ابنِ موسیٰ! میرے عزیز بھائی! خیمے میں جو لڑکی نماز ادا کر رہی ہے وہ میری بہن ہے۔'' جیوس کے ان الفاظ کے جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے سوالیہ سے انداز میں باری باری جیوس کی ماں حماسہ اور باپ ارتیں کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر ارتیں کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔
''جیوس ٹھیک کہتا ہے۔ اندر جو لڑکی نماز ادا کر رہی ہے وہ جیوس کی بہن اور میری بیٹی اور اریش کی چھوٹی بہن ہے۔ اریش جیسی ہی خوبصورت اور پُرکشش ہے۔''
یہاں تک کہتے کہتے ارتیں کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔
''یہ آپ سب مل کر کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا آپ سب لوگ صلاح و مشورہ کرنے کے بعد میرے خلاف، کوئی سازش تیار کر رہے ہیں۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو جس قدر میں جانتا ہوں آپ کی ایک ہی بیٹی اور ایک ہی بیٹا ہے۔ بیٹی تو اریش میری بیوی تھی، وہ اس دنیا میں نہیں۔ آپ کا بیٹا جیوس اس وقت میرے سامنے کھڑا ہے۔ پھر یہ آپ کی دوسری بیٹی کہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی؟''
ہلکا سا تبسم اس وقت ارتیں کے لبوں پر ہوا تھا۔ پھر کہنے لگا۔
''ابنِ موسیٰ! میرے بیٹے! کبھی کبھی ایسی تبدیلیاں، ایسے انقلاب بھی رونما ہوتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ کبھی کبھی کوئی انسان کسی کی جان کے درپے ہوتا ہے پر اپنی جان دے دیتا ہے۔ کبھی کوئی کسی کو قتل کرنے کا عہد کرتا ہے لیکن خود ہی مقتول ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔''
اس کے بعد ارتیں نے جب خیمے میں جھانک کر دیکھا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی نماز سے فارغ ہو گئی ہے۔ اب آئیں، خیمے میں داخل ہوں۔ آپ اسے خود ہی جان پہچان جائیں گے کہ وہ لڑکی کون ہے۔''

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر تجسس ہی تجسس، آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔ جب وہ اپنے خیمے کے دروازے پر آیا تو دنگ رہ گیا۔ خیمے کے اندر جلتی مشعل کی ہلکی ہلکی روشنی میں اس نے دیکھا، خیمے کے وسط میں حسین اور خوبصورت نارمنوں کے حکمران مناکش کی بیٹی سیرد کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا۔ ایک غائر نگاہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اس پر ڈالی، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سیرد اسے مخاطب کر کے خود ہی بول اُٹھی۔ ''امیر! سب سے پہلے تو میں معذرت خواہ ہوں کہ میں آپ کے خیمے میں داخل ہوئی اور یہ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر کیا۔''

سیرد کی اس گفتگو کا جواب اسمٰعیل بن موسیٰ دینا ہی چاہتا تھا کہ جریر بن موفق اپنا منہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے کان کے قریب لے گیا، پھر کہنے لگا۔

''اسمٰعیل! میرے بھائی! آپ نے گزشتہ شب جو اشتوراس کے بادشاہ ایسٹریاس کے لشکر پر شب خون مارا تھا تو اس شب خون کے دوران کیا کوئی لڑکی جنگی لباس میں آپ کے اردگرد آپ کی حفاظت کے لئے گھومتی رہی تھی؟ کیا وہ زور زور سے مسلمان لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں ایسٹریاس کے لشکر کے خلاف جنگ پر اُبھارتی نہ رہی تھی؟ اسمٰعیل میرے بھائی! کیا وہ لڑکی اس طرح آپ کے گرد طواف نہ کرتی رہی جس طرح کوئی مادہ اپنے زخمی نر کی حفاظت کرتی ہے۔ جس طرح چیل اپنے گھونسلے کے گرد طواف کرتی ہے، جس طرح کوئی شاہین اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے کوہستانی سلسلوں کی نگرانی کرتا ہے۔ کیا آپ نے جنگ کے دوران کسی ایسی لڑکی کو دیکھا جو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھی اور ہمارے دشمنوں کے خلاف جنگ کر رہی تھی اور ہمارے لشکریوں کو ان کے خلاف ابھار رہی تھی؟''

یہاں تک کہنے کے بعد جریر بن موفق جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ موفق! تم ٹھیک کہتے ہو۔ جس لڑکی کا تم ذکر کر رہے ہو وہ لڑکی وہاں تھی۔ میں نے اس کے متعلق جاننا چاہا لیکن کسی نے مجھے اس سے متعلق نہیں بتایا۔''

اس پر جریر بن موفق پھر اپنا منہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

"وہ لڑکی جس کے متعلق آپ استفسار کرتے رہے وہ لڑکی سیرد ہی ہے۔"
یہاں تک کہنے کے بعد جریر بن موفق کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس سے آگے مصارہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"بھائی! اگر آپ سیرد سے شادی کر لیں تو آپ کی بیوی کی حیثیت سے یہ آپ کو خوش رکھے گی۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہ آپ کی بیوی بنے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ آپ سیرد کی خواہش کو رد نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ ہم سب کی آرزو بھی یہی ہے کہ آپ دونوں میاں بیوی کے رشتہ میں جکڑ دیئے جائیں۔ میرے بھائی! میں آپ کی بہن بول رہی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کریں گے۔"
جب تک یہ گفتگو ہوتی رہی، سیرد چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔ مصارہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔ "مصارہ! تُو ایسی بہن ہے جس پر میں آنکھیں بند کر کے اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں۔"
اس پر سب نے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر بلدی گوتھا آگے بڑھی اور اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"بھائی! ہم سب آپ کے ممنون اور شکر گزار ہیں کہ آپ سیرد کے سلسلے میں ہماری بات مان رہے ہیں اور ہم سب نے مل کر یہ طے کیا ہے کہ آپ اور سیرد کی شادی آج ہی آپ کے خیمے میں ہو گی۔"
بلدی گوتھا جب خاموش ہوئی تب آہستہ آہستہ اسمٰعیل بن موسیٰ آگے بڑھا، باقی لوگ اس کے پیچھے تھے۔ سیرد کے سامنے جا کر اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر سیرد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"سیرد! سب لوگ تیری حمایت اور تیری طرف داری میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ رہتے ہوئے تم نے ان پر اپنے جمال، اپنی خوبصورتی کا ایسا سحر کر دیا ہے کہ سب تمہاری ہی صفات کے گیت گاتے ہیں۔ دیکھو! یہ ہم دونوں کو میاں بیوی کے رشتے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں کسی اور سے گفتگو کرنے سے پہلے تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تمہاری ذاتی رائے بھی یہی ہے؟ یا دوسرے لوگوں کے کہنے پر تم ایسا کرنے پر مجبور ہو رہی ہو؟"

اس موقع پر سیرد نے ایک لمبا سانس لیا۔ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ مجھے کون مجبور کر سکتا تھا؟ میں اپنے لشکر سے بھاگی صرف آپ کی خاطر تھی۔ جس وقت آپ نے پہلی بار مجھے گرفتار کر کے میری جان، میری آبرو کی حفاظت کی تھی، میں اس وقت ہی آپ کی طرف مائل ہو چکی تھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اپنا اور اپنے نارمن ہونے کا بھرم رکھنے کے لئے میں بظاہر آپ کے خلاف بولتی رہی۔ لیکن اندر ہی اندر میری یہ خواہش تھی کہ کاش کوئی ایسا موقع آئے کہ میں آپ کے ساتھ آپ کی زندگی کی ساتھی کی حیثیت سے اپنی زیست گزار سکوں۔ اس کے بعد یہ جذبہ تیز ہوتا رہا، اس میں شدت پیدا ہوتی رہی۔ پھر جب ہم صقلیہ اور مشرق کے دوسرے جزائر کی طرف چلے گئے تو اس دوران آپ سے میری محبت اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ چنانچہ جب ہم ہسپانیہ کے مشرقی ساحلوں پر آئے تب میں نے ہر صورت میں آپ کے پاس آنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اسی سلسلے میں، میں نے آپ کے ایک مخبر سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ایسا کر کے میں آپ پر یہ واضح کرنا چاہتی تھی کہ میں آپ کی دشمن نہیں، دوست ہوں۔ آپ کی مخالف نہیں، آپ کی ہمدرد ہوں۔ وہاں سے بھاگ کر میں مصارہ کے پاس آئی۔ ان کے ہاں میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور میں خوش ہوں کہ آج الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور میں اپنے مسلمان ہونے پر فخر محسوس کرتی ہوں۔ جہاں تک آپ کا یہ سوال ہے کہ آپ کی زندگی کا ساتھی بننے کے لئے مجھے کوئی مجبور کر رہا ہے تو مجھے کسی نے نہ مجبور کیا ہے نہ انگیخت کیا ہے۔ میں اپنی مرضی، اپنی خوشی سے اپنی زندگی کے لمحات کو آپ کے ساتھ جوڑنا چاہتی ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ میرے ارادوں، میری خواہشوں اور ذات کو رد نہیں کریں گے۔''

سب اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ سیرد بھی خاموش ہو کر اپنی نگاہیں اسمٰعیل بن موسیٰ کے چہرے پر جما چکی تھی۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل بن موسیٰ نے پہلے سیرد کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''سب سے پہلے میں تمہیں اپنے ہاں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

پھر اس نے اپنے اردگرد دوسروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میں آپ سب لوگوں کی خواہش کا بھی احترام کرتا ہوں۔ میں سیرد کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہوں۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر سب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مصارہ اور بلدی گو تھا سب سے زیادہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس موقع پر ارتیس حرکت میں آیا اور اپنے بیٹے جیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جیوس! میرے بیٹے! جریر بن موفق سے بات کرنے کے بعد اس موضوع پر لشکر کے قاضی سے پہلے ہی گفتگو ہو چکی ہے۔ میرے بیٹے! انہیں بلا کر لاؤ تا کہ اس فریضہ کو سرانجام دیا جا سکے۔''

اس کے ساتھ ہی جیوس وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

جیوس کے جانے کے کچھ دیر بعد خاموشی رہی۔ پھر سب خیمے میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد پھر سیرد کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کہنے لگا۔

''سیرد! سب سے پہلے تو میں تمہیں حلقہ بگوشِ اسلام ہونے پر دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے تمہارے باپ سے ایک وعدہ کیا تھا۔ ہمارا جب آخری بار ان سے ٹکراؤ ہوا تو تمہارے باپ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ نارمن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے اور انہوں نے ہم سے ناحق جنگ کی طرح ڈالی ہے جس میں ان کا بے پناہ نقصان ہوا۔ ہمارا بھی نقصان ہوا لیکن ہماری نسبت نارمنوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ ان کے ان گنت لشکری ان جنگوں کے دوران موت کے گھاٹ اتر گئے۔ مشرقی ساحل سے مغربی ساحلوں کی طرف جاتے ہوئے ایک ٹکراؤ کے دوران سیرد کہیں کھو چکی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ میں دعا مانگتا ہوں سیرد مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی ہو، جنگ کے دوران کام نہ آ گئی ہو۔ اس کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کے پاس رہتے ہوئے اس کی جان اور اس کی عزت محفوظ رہے گی۔ اس نے میرے ذمہ یہ بھی کام لگایا تھا کہ سیرد کو تلاش کیا جائے۔ اگر مل جائے تو اس کی طرف روانہ کیا جائے۔ اب تمہارے پاس دو راستے ہیں۔ ایک راستہ نارمنوں کی طرف جاتا ہے، جہاں تمہارا باپ ہے۔ ایک راستہ وہ ہے جس پر تم چل نکلی ہو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب سیرد مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اب آپ مجھ سے یہ پوچھیں گے کہ ان دو راستوں میں سے میں کس کا انتخاب کرتی ہوں تو میں آپ سے پہلے ہی کہے دیتی ہوں کہ جو راستہ میں نے اپنانا تھا، اس راستے پر میں چل نکلی ہوں۔ میں اب نارمن نہیں، مسلمان ہوں اور آپ لوگوں کے

گروہ کا ایک حصہ ہوں۔ اس پر میں ہمیشہ فخر کرتی رہوں گی اب مجھے کہیں نہیں جانا۔ نہ ہی میرے واپس جانے کا کوئی مقصد یا مدعا ہے۔ میں اب آپ کی ذات کا ایک حصہ بننا چاہتی ہوں۔ اس کے لئے اب آپ اپنی رضامندی کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔"

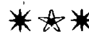
یہاں تک کہنے کے بعد سیرد جب خاموش ہوئی تب جریر بن موفق کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ بول اٹھا۔

"جریر! میرے بھائی! تھوڑی دیر تک دو قاصد سیرد کے باپ کی طرف روانہ کرنا۔ وہ جلیقیہ اور فرانس کی سرحد پر پڑاؤ کر کے ہماری طرف سے سیرد سے متعلق کسی خبر کا انتظار کرے گا۔ جو قاصد بھیجو........"

یہاں تک کہتے کہتے اسمٰعیل بن موسیٰ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سیرد بول اُٹھی۔

"ابنِ موفق! میرے بھائی! جو قاصد آپ میرے باپ کی طرف بھیجیں ان کے ذریعے میرے باپ کو یہ پیغام پہنچائیں کہ کبھی کبھی انہونی تبدیلیاں بھی رونما ہو جاتی ہیں۔ کبھی کبھی ایسے انقلاب بھی برپا ہو جاتے ہیں جن کی کوئی اُمید نہیں رکھتا۔ میرے باپ کو یہ بھی پیغام بھجوانا کہ کبھی کبھی قاتل مقتول، ظالم مظلوم بن کر رہ جاتے ہیں۔ یہی حالت میری بھی ہے۔ میں نہ جانے کیا کیا ارادے رکھتی تھی لیکن حالات نے مجھے دلدل اور بھنور سے نکال کر ایک ایسے سنہرے منظر پر لا کھڑا کیا ہے جہاں میں اپنے آپ کو دنیا کی کامیاب ترین لڑکی خیال کرتی ہوں۔ امیر! میرے باپ کو یہ بھی پیغام بھجوایئے گا کہ میں اب ہسپانیہ میں اجنبی نہیں۔ نہ میں کسی زندان میں ہوں نہ میں کسی کی قیدی اور اسیر ہوں۔ بلکہ مسلمانوں کے سپہ سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی بیوی ہوں۔"

سیرد کے ان الفاظ پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جیوس واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ لشکر کا قاضی بھی تھا۔ اور پھر سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو وہاں جمع کیا گیا اور ان کی موجودگی میں اسمٰعیل بن موسیٰ اور سیرد کے نکاح کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔



منزل پر منزل مارتے ہوئے ایک روز دو قاصد جلیقیہ اور فرانس کی اس جگہ پہنچے جہاں نارمنوں کے حکمران مناکش نے قیام کر رکھا تھا۔ وہ دونوں قاصد عمدہ نسل کے گھوڑوں پر سوار تھے اور اپنے گلوں میں انہوں نے بڑی بڑی سنہری زنجیریں لٹکا رکھی

تھیں۔ جب وہ مناکش کے پڑاؤ میں داخل ہوئے تب جو پہلا نارمن انہیں ملا اسے انہوں نے مناکش سے ملنے اور اس کی بیٹی سیرد سے متعلق اطلاع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر وہ نارمن بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان دونوں کو مناکش کے پاس لے گیا تھا۔

مناکش نے پہلے ان دونوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ اس موقع پر مناکش کے پاس اس کی بیوی ساگون کے علاوہ بڑے سالاروں میں سے پرسُول، غندش اور چند چھوٹے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب دونوں مسلمان قاصدوں کو مناکش کے سامنے پیش کیا گیا تب مناکش غور سے انہیں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں دیکھتا ہوں تم نصرانی ہو اور اپنے گلوں میں تم نے بڑی بڑی سنہری زنجیریں ڈال رکھی ہیں۔ بتاؤ، میری بیٹی سے متعلق تم کیا خبر رکھتے ہو؟ کیا تم مسلمانوں کے علاقوں میں رہتے ہو؟ کیا میری بیٹی مسلمانوں کے علاقوں سے نکل کر کسی عیسائی مملکت میں داخل ہو چکی ہے؟ اگر ایسا ہے تو تم اسے میرے پاس کیوں نہیں لے کر آئے؟ بتاؤ، کیا معاملہ ہے؟ کس نے تمہیں کیا پیغام دے کر میری طرف روانہ کیا ہے؟"

مناکش جب خاموش ہوا تب ایک قاصد اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نارمنوں کے حکمران! ہم نصرانی نہیں ہیں۔ ہم اسمٰعیل بن موسیٰ کے لشکر کے دو مخبر ہیں۔ آپ کی طرف ہمیں اسمٰعیل بن موسیٰ نے ہی روانہ کیا ہے۔ ہمارے پاس آپ کی بیٹی سیرد سے متعلق خبر ہے۔ یہ جو آپ ہمارے گلوں میں بڑی بڑی صلیبیں دیکھتے ہیں، یہ ہم نے احتیاط کے تحت اپنے گلے میں لٹکائی ہیں۔ اس لئے کہ آپ کی طرف آنے کے لئے ہمیں عیسائی مملکتوں کے علاقوں میں سے گزرنا تھا۔ اس بناء پر ان صلیبوں ہی کا سہارا لے کر ہم آپ تک پہنچے ہیں۔"

اسمٰعیل بن موسیٰ سے متعلق ان الفاظ پر مناکش کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

"اگر تم مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف سے آئے ہو تو میرے سامنے کھڑے مت ہو۔ تمہارا اس طرح کھڑے رہنا میں اپنے لئے بے عزتی اور عار خیال کرتا ہوں۔ تم ایک ایسے سالار کی طرف سے آئے ہو جو بدترین حالات میں بھی اپنے حق میں انقلاب کھڑا کرنے کی ہمت اور جرأت رکھتا ہے۔ بیٹھو! اس کے بعد میں

تم سے گفتگو کروں گا۔"

اس پر وہ دونوں قاصد بیٹھ گئے۔ پھر ان میں سے ایک مناکش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "ہم اپنے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف سے جو پیغام آپ کے لئے لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ آپ کی بیٹی سیرد بخیر و عافیت ہے۔ جنگ کے دوران نہ وہ گرفتار ہوئی تھی نہ زخمی حالت میں تھی نہ اسے کوئی گزند پہنچا تھا۔ بلکہ وہ اپنی مرضی، اپنی خواہش کے مطابق جنگ کے دوران ہی ہمارے اندرونی علاقوں کی طرف چلی گئی تھی اور سیدھا قرطبہ پہنچی۔ وہاں ایک شخص عباد بن عامر کے ہاں اس نے قیام کیا اور عباد بن عامر کی بیٹی کا نام مصارہ ہے اور وہ ہمارے محترم سالار جریر بن موفق کی بیوی ہے۔ انہی کے ہاں قیام کے دوران سیرد نے اسلام قبول کیا۔ اور جب اسمٰعیل بن موسیٰ شمال کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ آیا اور ابنِ مردان اور سعدون کی بغاوت کو فرو کرنے لگا تب اس کے لشکر میں سیرد بھی شامل ہو گئی تھی۔ اور اب سیرد جو آپ کی بیٹی ہے وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کی بیوی ہے۔ اس نے اپنی مرضی، اپنی خوشی سے اسمٰعیل بن موسیٰ سے شادی کی ہے اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس وقت پہلی بار وہ ہمارے ہاتھوں اسیر ہوئی تھی اور ہمارے لشکر میں اس کا قیام رہا تھا، اس قیام کے دوران ہی وہ ہمارے سالار اسمٰعیل بن موسیٰ کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ بعد میں اس کی محبت میں شدت آتی گئی جس کی بناء پر جنگ کے دوران ہی وہ قرطبہ شہر کی طرف چلی گئی۔ اور اب وہ لشکر میں شامل ہے اور اسمٰعیل بن موسیٰ کی بیوی کی حیثیت سے خوش اور مطمئن ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد خاموش ہوا، دوبارہ باری باری وہ مناکش اور اس کے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امید ہے کہ ہم جو پیغام آپ لوگوں کے لئے لے کر آئے ہیں اس پر آپ لوگ غصہ، خفگی اور غضب ناکی کا اظہار نہیں کریں گے۔ میرے خیال میں ہمیں اب اجازت دیں۔ ہم واپس جائیں گے۔ جو پیغام ہم آپ کے لئے لے کر آئے تھے وہ ہم آپ تک پہنچا چکے ہیں۔"

اس قاصد کے اس انکشاف پر مناکش اور اس کی بیوی ساگون ابھی تک ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ غندش اور پرسُول بھی خوش تھے۔ پھر پرسُول قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم سے خفا ہونے کا کوئی معاملہ ہی نہیں۔ نہ ہم اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے۔ مسلمانوں کے سالار ابنِ موسیٰ کا کردار ہی ایسا رہا ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس کی جرأت مندی، اس کی شجاعت کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف مائل ہو سکتی تھی۔ سیرد نے اگر ایسا کیا ہے تو یہ غلط نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی اسیری میں رہتے ہوئے یقیناً وہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے کردار سے متاثر ہوئی ہوگی۔ اس لئے کہ کوئی بھی لڑکی جب قیدی بنا لی جاتی ہے تو اس کی جان تو کہیں نہ کہیں کسی طرح محفوظ رہ سکتی ہے لیکن وہ بے آبروئی کے داغ سے نہیں بچ سکتی۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک ہی ایسا تھا کہ سیرد کا ان کی طرف متوجہ ہونا تو ایک قدرتی امر تھا۔"

پرسُول کے ان الفاظ کو مناکش اور اس کی بیوی ساگون نے بھی پسند کیا تھا۔ پھر مناکش بڑی ارادت مندی میں کہنے لگا۔

"کاش! یہ اسمٰعیل بن موسیٰ میرا بیٹا ہوتا تو میں ساری عمر اُس پر فخر کرتا۔ اگر ایسا ممکن نہ تھا تو کاش! میں مسلمانوں کے معاشرے ہی کا ایک فرد ہوتا اور ان کے معاشرے کی ایک اکائی ہونے پر ہی اپنے لئے بہت بڑی سعادت خیال کرتا۔

میرے عزیز ساتھیو! تم دونوں ہمارے لئے معزز مہمان ہو۔ دو دن یہاں قیام کرو۔ اس کے بعد میں اپنی بیٹی اور اسمٰعیل بن موسیٰ کے لئے تمہارے ہاتھ کچھ تحائف بھجواؤں گا۔ واپس جا کر ان دونوں سے میری بیوی اور میری خوشی اور اطمینان کا بھی اظہار کرنا۔ جب تم جاؤ گے تو میں ان دونوں کے نام تمہیں ایک پیغام بھی دوں گا۔"

مناکش کے ان الفاظ پر وہ دونوں قاصد خاموش ہو گئے تھے۔ پھر مناکش کے کہنے پر ان کی رہائش کا اہتمام کر دیا گیا۔

دونوں قاصدوں نے دو دن وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ ان تحائف سے لدے پھندے جو مناکش، اس کی بیوی اور دوسرے لوگوں نے مہیا کئے تھے، اسمٰعیل بن موسیٰ کے لشکر میں واپس پہنچ گئے تھے۔ اور مناکش کا پیغام بھی انہوں نے اسمٰعیل بن موسیٰ اور سیرد دونوں میاں بیوی کو پہنچا دیا تھا۔

❖❖○❖❖



اسمٰعیل بن موسیٰ ایک روز جب عصر کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہوا تو حسین اور خوبصورت سیرد اس وقت خیمے میں بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، پھر تجسس بھرے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگی۔

”آپ ظہر کی نماز کے لئے گئے تھے، اس کے بعد لوٹے نہیں۔ اب عصر کا وقت بھی گزر گیا ہے، مغرب کا وقت ہونے کو ہے۔“

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔ بڑے پیارے انداز میں پہلے اس نے سیرد کا خوبصورت ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اسے پہلو میں بٹھایا، پھر انتہائی محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرد! ظہر کی نماز کے بعد مجھے تمہارے پاس خیمے میں واپس آنا چاہئے تھا۔ کچھ ایسے معاملات ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے مجھے اپنے سالاروں کے پاس بیٹھ کر مشورہ کرنا پڑا۔“

اسمٰعیل بن موسیٰ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ سیرد فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”کیسے معاملات؟“

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے پہلے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے دو روز پہلے تمہیں بتایا تھا کہ جلیقیہ کا سپہ سالار گاتون اور اس کا ساتھی سندولہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر تیار کر رہے تھے۔ ماضی میں موسیٰ بن موسیٰ نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ تین شہروں پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس وقت وہ تین شہر گاتون اور سندولہ کی گرفت میں ہیں۔ پہلے میں نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے اسی لشکر کے

ساتھ ان تین شہروں کو اپنا ہدف بناؤں گا۔ یکے بعد دیگرے ان پر حملہ آور ہوں گا اور انہیں گاتون اور سندولہ کی گرفت سے نکالنے کے بعد واپس اپنے علاقوں میں شامل کروں گا اور یہاں تک کی خبریں تمہیں بھی معلوم تھیں۔ اب جو بڑی تبدیلی اور انقلاب اٹھا ہے وہ یہ کہ گاتون اور سندولہ جنہوں نے اس سے پہلے ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے لیون کے نصرانی حکمران الفانسو سے مدد طلب کر لی تھی اور کیفیت یہ تھی کہ الفانسو کا ایک لشکر اپنے مرکزی شہر سے نکل کر ہم پر ضرب لگانے کے لئے تیار تھا، میں، جریر بن موفق اور حارث بن بزیغ نے ارادہ کیا تھا کہ جس طرح ہم نے اس سے پہلے اشتوراس اور باغی ابنِ مردان کے لشکر کو آپس میں ملنے نہیں دیا، علیحدہ علیحدہ انہیں رکھ کر ان پر ضرب لگائی اور ان کا خاتمہ کیا، اسی طرح ہم الفانسو، گاتون اور سندولہ کے لشکر سے بھی نمٹیں گے۔ لیکن اب ظہر کے بعد ہمارے مخبر جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ گاتون اور اس کے باغی ساتھی سعدون دونوں نے ہمارے تینوں شہر اس وقت خالی کر دیئے ہیں اور وہ الفانسو کے لشکر سے جا ملے ہیں۔ الفانسو اور وہ دونوں مل کر مزید رسد اور کمک جمع کر رہے ہیں اور عنقریب ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ الفانسو کے لشکر کے علاوہ گاتون اور سندولہ دونوں کو خبر ہو چکی ہے کہ ہم نے چند یوم پہلے باری باری اشتوراس کے لشکر اور باغی ابنِ مردان اور سعدون پر حملہ آور ہو کر ایک طرح سے ان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی قوت کو یکجا کر لیا ہے۔ اب ان کے سامنے دو مقاصد ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ تین شہر جو ان کے قبضہ میں ہیں، ان پر اپنی گرفت برقرار رکھیں اور ان شہروں کو محفوظ کرنے کے لئے وہ ہمارے علاقوں میں مزید پیش قدمی کریں گے اور کچھ علاقوں پر قابض ہو کر وہاں اپنے دفاعی استحکامات مکمل کریں گے۔ ان کا دوسرا ارادہ یہ ہے کہ اپنی عسکری قوت کو مضبوط کرنے کے بعد وہ ہم پر ضرب لگائیں گے۔ نہ صرف یہ کہ ہمیں مار بھگائیں گے بلکہ اشتوراس، ابنِ مردان اور سعدون کے لشکریوں کا انتقام بھی ہم سے لیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ جب خاموش ہوا تب اس کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے سیرد انتہائی مٹھاس، پیار اور شیریں آواز میں کہنے لگی۔

"کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ جو دو اہم خبریں مجھ سے کہنا چاہتے تھے، وہ دونوں خبریں ان حالات میں آ گئی ہیں یا ابھی ایک خبر رہتی ہے؟"

جواب میں اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''دیکھو سیرد! یہ تو ایک خبر ہے جو ہمارے خلاف ہے۔ یعنی الفانسو اور ہمارے دوسرے دشمن ہم پر ضرب لگانے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رہے ہیں اور عنقریب وہ حرکت میں آئیں گے۔ دوسری خبر ہمارے لئے اچھی بلکہ خوش کن ہے۔''

اسمٰعیل بن موسیٰ کے ان الفاظ پر حسین اور خوبصورت سیرد کی آنکھوں میں چمک، چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے، پھر کہنے لگی۔

''دوسری خبر جو ہمارے لئے خوش کن ہے وہ تو آپ کو پہلے سنانی چاہئے تھی۔ جو خبر آپ کہہ چکے ہیں یہ آپ بعد میں بھی سنا سکتے تھے۔ بہر حال یہ بتائیں کہ اب دوسری خبر کیا ہے؟''

اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے بڑے پیارے انداز میں سیرد کا شانہ تھپتھپایا۔ کہنے لگا۔

''دوسری خبر یہ ہے کہ آج مغرب کے بعد ہمارے امیر محمد کا بیٹا منذر ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ اس لئے کہ جو مخبر دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں انہوں نے قرطبہ میں امیر محمد کو یہ خبریں پہنچا دی ہیں کہ الفانسو، گاتون اور سندولہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ مخبروں نے امیر محمد تک یہ بھی خبریں پہنچا دی ہیں کہ ہم نے اشتوراس کے لشکر پر شب خون مار کر اس کا تقریباً خاتمہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی ابنِ مردان اور اس کے ساتھی سعدون کی قوت کو بھی پاش پاش کر دیا تھا۔ سعدون تو مارا جا چکا ہے، جبکہ ابنِ مردان کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا ہے۔ بہر حال اگر وہ ہمیں نہ بھی ملا تو اب وہ اس قابل نہیں رہا کہ مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑی بغاوت یا سرکشی کھڑی کر کے ہمارے لئے نقصان اور اندیشوں کا باعث بن سکے۔

آج مغرب کے بعد جب امیر محمد کا بیٹا منذر لشکر لے کر یہاں پہنچے گا تو رات کے وقت بیٹھ کر ہم دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اپنے منصوبوں کو آخری شکل دیں گے۔ اس کے بعد پیش قدمی شروع کریں گے۔ میں دراصل وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ فی الفور دشمن کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ ان پر ضرب لگانے کے لئے ہمارے لئے یہ بڑا سنہری اور مناسب موقع ہے۔ اس لئے کہ گاتون اور

سندولہ نے اس وقت ان تین شہروں کو خالی کر رکھا ہے جن پر کبھی باغی موسیٰ بن موسیٰ اور اس کے بیٹے لوپ نے قبضہ کر لیا تھا۔ اگر ہم وقت ضائع کئے بغیر پیش قدمی کر کے الفانسو، گاتون اور سندولہ کے لشکر سے ٹکرائیں، انہیں شکست دیں، ان کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیں اور انہیں اس قابل نہ رہنے دیں کہ پھر اپنے آپ کو استوار کر کے ایک طاقت کی صورت میں ہمارے سامنے آئیں تو پھر وہ تین شہر آپ سے آپ ہماری جھولی میں آن گریں گے۔ اس لئے کہ وہ شہر پہلے بھی ہمارے تھے۔ وہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ اور اگر ہم دشمن کو پامال کر دیتے ہیں تو یاد رکھنا، آنے والے دور میں شمال کی دو بڑی نصرانی قوتیں یعنی اشتوراس کا حکمران ایسٹریاس اور لیوان کا بادشاہ الفانسو ہمارے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرنے کی جرأت اور جسارت نہیں کر پائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ رکا، پھر چاہت بھرے انداز میں سیرد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابھی سورج غروب ہونے میں کچھ وقت ہے۔ میں مغرب کی نماز کے بعد جب جاؤں گا تو ہوسکتا ہے مجھے دیر ہو جائے۔ میں منذر اور اس کے لشکر کا استقبال کروں گا۔ اس کے پاس بیٹھ کر اپنی زندگی کے لائحہ عمل کو بھی آخری شکل دوں گا۔ اس بناء پر اگر میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد عشاء کی نماز کے بعد تمہارے پاس آؤں تو پریشان اور فکر مند نہ ہونا اور نہ ہی گلہ شکوہ کرنا۔"

جواب میں سیرد مسکرائی اور کہنے لگی۔

"مجھے آپ سے نہ کوئی گلہ ہے نہ شکوہ۔ میں پہلے نارمنوں کے اندر دھکے کھاتی پھرتی تھی۔ کوئی قلبی و ذہنی سکون نہ تھا۔ اب آپ کی بیوی کی حیثیت سے میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت لڑکی تصور کرتی ہوں۔ آپ کا ہر فیصلہ میرے لئے آخری ہوا کرتا ہے۔ لیکن فی الوقت مجھے آپ سے دو شکوے ہیں۔ یا آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ مجھ سے دو ایسی چیزیں چھپا رہے ہیں جو ایک اچھے اور پیار کرنے والے شوہر کو اپنی بیوی سے نہیں چھپانی چاہئیں۔"

سیرد جب خاموش ہوئی تب جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ نے پوچھ لیا۔

"میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ کھل کر کہو۔"

اس پر سیرد مسکرائی۔ اپنا ہاتھ بڑھا کر بڑے پیارے انداز میں اسمٰعیل بن موسیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اپنی انگلیاں اس کی انگلیوں میں ڈالیں پھر بڑی محبت سے کہنے لگی۔

''آپ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے مصارہ اور بلدی گوتھا یہاں سے اٹھ کر گئی ہیں۔ وہ کافی دیر میرے پاس بیٹھی رہی ہیں اور ان دونوں نے مجھے دو اچھی خبریں بتائی تھیں جن کا آپ نے ذکر تک نہیں کیا۔''

''کیسی خبریں؟'' اسمٰعیل بن موسیٰ نے غور سے سیرد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

سیرد پھر مسکرائی۔ کہنے لگی۔

''پہلی خبر یہ کہ میری اور آپ کی شادی کی اطلاع قرطبہ میں امیر محمد کو پہنچا دی گئی ہے۔ کیا آپ نے اس خبر کا مجھ سے ذکر کیا؟''

اسمٰعیل بن موسیٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''ہاں۔ اس کا ذکر واقعی میں نے تم سے نہیں کیا۔ اور ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس لئے کہ اب تو سب کو پتہ ہے کہ وہ سیرد جو کبھی اسمٰعیل بن موسیٰ کی بدترین مخالف تھی اب وہ اس کی چہیتی بیوی بن چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب تو قرطبہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی یہ خبر پہنچی ہے۔ لہٰذا میں تم سے یہ کہوں گا کہ دوسری خبر کہو جو تم سے میں نے چھپائی ہے۔''

اس پر سیرد پھر پہلے جیسے انداز میں مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''دوسری خبر جو آپ نے مجھ سے چھپائی ہے وہ یہ کہ گزشتہ دن کچھ قاصد لشکر میں شامل ہوئے تھے جنہیں امیر محمد کے بیٹے منذر نے آپ کی طرف روانہ کیا تھا جو یہ حکم لے کر آئے تھے کہ آپ کو ان علاقوں کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔''

(مؤرخین وضاحت کے ساتھ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کو شمال کے ان سارے علاقوں کا حاکم مقرر کیا گیا تھا)

یہاں تک کہنے کے بعد سیرد جب خاموش ہوئی تو اسمٰعیل بن موسیٰ نے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''پہلے یہ بتاؤ کیا تم پسند کرتی ہو کہ میں ان علاقوں کے حاکم کی حیثیت سے ان

علاقوں میں رہوں اور قرطبہ نہ جاؤں؟ کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ میں مملکت کے لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ کی حیثیت سے قرطبہ میں قیام کروں؟''

اس پر سیرد نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

''میری تو یہی خواہش ہے کہ آپ قرطبہ میں لشکریوں کے سپہ سالارِ اعلیٰ کی حیثیت سے رہیں۔ قرطبہ میرا محبوب شہر ہے۔ وہاں رہنا بھی میں اپنے لئے ایک سعادت خیال کرتی ہوں۔''

اس پر اسمٰعیل بن موسیٰ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

''منذر نے جو احکامات بھیجے تھے کہ مجھے ان علاقوں کا حاکم مقرر کیا گیا ہے، ان کے ساتھ یہ بات بھی منسلک کر کے بھیجی گئی تھی کہ جب تک ان علاقوں میں ہنگامہ آرائی ہے، میں اپنے لشکر کے ساتھ یہیں قیام کروں گا۔ جب ان علاقوں میں امن ہو جائے گا تو میں اپنی طرف سے کسی کو بھی ان علاقوں کا حاکم مقرر کر کے اور یہاں ایک لشکر کو متعین کر کے قرطبہ جاؤں گا تاکہ وہاں لشکریوں کی کمانداری کرنے کے ساتھ ساتھ نئے لشکریوں کی تربیت کا کام بھی سرانجام دے سکوں۔ اس بناء پر میں نے تم سے اس بات کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ کوئی اتنا بڑا منصب نہیں تھا جو میرے اور تمہارے لئے خوشی کا باعث بنتا۔ ہمارے لئے یہی منصب کافی ہے کہ میں لشکریوں کا سالار رہوں۔''

سیرد نے مسکراتے ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ کے خیالات کی تائید کی تھی۔ اتنی دیر تک مغرب کی اذان سنائی دی۔ لہٰذا دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیرد اپنے خیمے میں نماز ادا کرنے کی تیاری کرنے لگی تھی جبکہ اسمٰعیل بن موسیٰ باہر نکل گیا تھا۔

مغرب کی نماز کے بعد امیر محمد کا بیٹا منذر بھی ایک لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا۔ سب نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ عشاء کے بعد تک اسمٰعیل بن موسیٰ اور منذر بن محمد اپنے سارے سالاروں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کی منصوبہ بندی کرتے رہے اور اگلے روز صبح سویرے پورے لشکر نے دشمن سے دوبدو ہونے اور ٹکرانے کے لئے پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

***

دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ایک روز صبح ہی صبح صف آراء ہوئے۔ ایک

طرف لیون کے نصرانی حکمران الفانسو کے لشکر کے علاوہ گاتون اور سندولہ کا جرار لشکر تھا، دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لئے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ جہاں الفانسو کا سالار گاتون اور سندولہ اپنے گھوڑوں کو اِدھر اُدھر بھگاتے ہوئے صفوں کی ترتیب درست کر رہے تھے وہاں اسمٰعیل بن موسیٰ، امیر محمد کا بیٹا اور مسلمانوں کا ولی عہد منذر، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ اور دیگر سالار بھی اپنے گھوڑوں کو اِدھر اُدھر بھگاتے ہوئے اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے۔ اس موقع پر اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے لشکر کے سامنے وسطی حصے میں آیا۔ پہلے اس نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے اور انہیں جنگ کی ترغیب دینے کے لئے بلند آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز بھائیو! میں تمہارا سالار اسمٰعیل بن موسیٰ بول رہا ہوں۔ میرے عزیز ساتھیو! تم مسلم قوم کے وہ فرزند ہو جو کرب پھیلاتی تباہی کو روک سکتے ہو۔ موت بن کر آگے بڑھتے دشمن کو ٹال سکتے ہو۔ سنو! ہماری قوت کا سرچشمہ ہمارا دین ہے۔ میرے جذبوں کے ساتھ لبیک کہو اور آؤ! دشمن کی آشوب وحشت، اس کے حوصلوں اور ساعت کو ٹھنڈا کر دیں۔

میرے عزیز ساتھیو! تم آسمان پر کمند ڈالنے والے، زمین پر زین کسنے والے مجاہد ہو۔ میں چاہتا ہوں اس کاروانِ دہر میں، خوفِ دشمناں اور قاتلوں کے گروہ کے سامنے تم پتھر کی دیوار اور فولاد کی چٹان بننے کا ہنر جانتے ہو۔ آؤ! دشمن کی سنگِ وحشت سی حرمتوں، اس کی برسوں کی ریاضت، اس کی منزلوں کے نشانات میں اذیت کا باب، بربادی کا ساگر بن کر داخل ہو جائیں۔

میرے بھائیو! آؤ اُمت کے قلوب کو جوڑنے والے اسمِ اعظم کی تکبیریں بلند کریں تاکہ دشمن کو احساس ہو جائے کہ ہم ایک ہیں اور ایک بن کر ان پر ضرب لگانے کی ابتداء کرنے والے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی جب اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنی تلوار لہرتے ہوئے تکبیر بلند کی تو پورے لشکر نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جب تکبیریں بلند کیں تو آس پاس کے کوہستانی سلسلے اور وادیاں تکبیروں کی ان آوازوں سے لرز گئے تھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

"میرے ساتھیو! جس طرح ماضی میں تم قیامت کی گھڑیاں کھڑی کر کے اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے لئے تنکوں کو اُڑاتے عناصر کے طوفانوں کی سی صورت اختیار کرتے رہے ہو، یہاں بھی ہم نے اسی انداز میں دشمن سے ٹکرانا ہے۔ میں جانتا ہوں جب تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے خداوند قدوس کو مدد کے لئے پکارتے ہوئے تم دشمن پر ضرب لگاتے ہو تو تمہاری تلواریں، شمشیریں قضا کھڑی کرتی ہیں۔ تمہارے بھالے، نیزے موت و مرگ کا کارواں بن جاتے ہیں۔ اور تمہاری ڈھالیں دفاع کا احساس دلاتی ہیں۔ میں جانتا ہوں جب تم دشمن پر ضرب لگانے کے لئے پیش قدمی کرتے ہو تو تمہارے جذبے ایک نیا انقلاب، تمہارا عزم ایک نئی روشنی بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ میرے ساتھیو! آؤ دہر کی تقدیر کے مالک بن کر تقدیر کو تدبیر میں ضم کر دیں۔ وقت کے بدترین موڑ پر اپنی فتح کے رزمیہ گیت ان فضاؤں کے اندر بکھیر دیں۔ یاد رکھو! رنگ، نسل، وطن، زبان ہمارے اجزائے ترکیبی ہو سکتے ہیں لیکن ہماری پہچان نہیں۔ ہمارا مسلمان ہونا ہی ہماری پہچان ہے۔ اور یہی ہمارے اتحاد، ہمارے اتفاق کا اوّلین باب ہے۔ میرے ساتھیو! آؤ، پُر قوت اور جنگجو ہونے کا دعویٰ کرنے والے اپنے دشمنوں کے سروں پر موت بن کر کھیل جائیں۔ ان کے چہروں پر محرومی کی دلدلیں، ان کی آنکھوں میں اشکوں کی حدت، ان کی سانسوں میں کرب، ان کی روحوں کے خلیوں میں درد کی سوغات اور ان کے دلوں میں دکھ کی مسافتیں بھر کر رکھ دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ خاموش ہو گیا تھا۔ خود بھی اپنے حصے کے لشکر کے سامنے مستعد ہو گیا تھا۔ باقی سالار بھی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ دشمن کے لشکر میں زور زور سے طبل بجنے لگے تھے جس کا مطلب تھا وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرنے والا ہے۔

پھر ابتداء الفانسو، گاتون اور سندولہ کے لشکر نے کی۔ انہوں نے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو وقت کے افلاک پر عقوبت گاہیں سجاتے شیطانی گروہ اور آزادی پر شب خون مارتے بدی کے اجتماع کی طرح آگے بڑھایا۔ اس کے بعد وہ خلاء کی بانہوں میں بے اماں دکھ کے موسم کھڑے کرتی گرم ہواؤں کی سلگتی بربریت اور فضا کا تعصب بن کر تشدد کا پیغام دیتے دہکتے موسموں کے خمار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف مسلمانوں نے بھی اپنی جوابی کارروائی کی ابتداء کی۔ پہلے پورے لشکر نے مل کر پھٹنے کی حالت میں گونجتے آتش فشانوں اور فضاؤں میں بلند ہوتی تابکاری کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کا پورا لشکر بغاوت کی کینچلی اُتار دینے والے بے تاب موسموں کی داستانوں، دشمنی کے ہر جبر اور جتن تشدد کے ہر کرب، رقابتوں کے ہر عزم کو پتھر سے موم بنا دینے والی درد کی آگ اور جلتی راہوں کے عذاب کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے خون آشام تلواریں جسموں کے بڑے بڑے ناقابل تسخیر دفاعی حصار توڑنے لگی تھیں۔ میدانِ جنگ میں چاروں طرف جبر کی بساط بچھنے لگی تھی۔ سرخ اجل کی اندھی کوکھ نے اپنے منہ کھول دیئے تھے۔ قضا کا طلسم بڑی تیزی سے پھیلنے لگا تھا اور کاسۂ وقت میں موت بڑی تیزی سے اپنے سکے گرانے لگی تھی۔

الفانسو کے لشکر کے علاوہ گاتون اور سندولہ دونوں نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ مسلمانوں کو پسپا کر دیں لیکن ان کی ہر کوشش ناکام رہی۔ آخر وقت کی آنکھ نے دیکھا مسلمانوں کے مقابلے میں الفانسو کے لشکر کے علاوہ گاتون اور سندولہ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست اٹھا کر جب دشمن کی وہ دونوں قوتیں بھاگیں تب اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ بڑے بدترین انداز میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سندولہ تک موت کا لقمہ بن گئے۔ یہ کارروائی رات گئے تک جاری رہی۔ اور دشمن کو اس قابل ہی نہ چھوڑا گیا کہ وہ پھر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آ سکے۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ اپنے پڑاؤ میں واپس آ گیا تھا۔

اس سے اگلے روز امیر محمد کا بیٹا منذر لشکر کے ایک حصے کو لے کر واپس قرطبہ چلا گیا تھا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے چند دن وہیں قیام کیا تا کہ دشمن کی طرف سے کسی ردِعمل کا اظہار ہو تو اس سے نمٹا جا سکے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اپنی اس شکست کا انتقام لینے کے لئے الفانسو نے چند دن بعد پھر ایک لشکر تیار کیا۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کے امیر محمد کا بیٹا منذر لشکر کا ایک حصہ لے کر واپس جا چکا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن موسیٰ پر حملہ کیا۔ لیکن مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل بن

موسیٰ نے الفانسو کے اس لشکر کو بھی بدترین شکست دی۔ اس طرح شمال کے ان علاقوں میں چند روز مزید قیام کرنے کے بعد اسمٰعیل بن موسیٰ نے پوری طرح وہاں امن قائم کر دیا تھا۔ لشکر کا ایک حصہ اس نے وہاں حفاظت کے لئے متعین کیا۔ اپنے ایک سالار کو لشکر کا نگہبان اور سالار مقرر کیا، اس کے بعد باقی لشکر کو لے کر اسمٰعیل بن موسیٰ، جریر بن موفق، حارث بن بزیغ فتح مندی کے گیت گاتے ہوئے شمال کے ان علاقوں سے قرطبہ کا رخ کر رہے تھے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ اب مطمئن اور خوش تھا۔ اس لئے کہ سیرد جیسی خوبصورت اور حسین لڑکی اس کی بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھی۔

(تمت بالخیر)